

## دیباچہ

الحمد لله الذي حكم علي الاعمار بالآجال ، وتفرد بعظمة والبقا  
والحلال ، وعلا ان يكون له نظير او امثال . وصلي الله علي سيدنا ونبينا  
محمد المبعوث لنبيين الحرام من الحلال ، والمخصوص من بين كاف  
الخلق بالفضل والكمال ، والمحبوب باوضح برهان وافصح مقال ، وعلي  
آله خير آل ؛ وعلي صحابته ذوي النبايد والافصال ، صلاة تدوم علي  
مر الايام والليال . وبعد .

جي تويہ نچاھتا هي کہ اڻٺائے زمان ، اور خصوصاً برادران اسلام ، سي  
تاريخ اسلاميه کي طرف قلت اعتناء بلکہ عدم توجه کي شکايت سي  
اس ديباچہ کا افتتاح کرون . مگر خوف هرتا هي کہ قارئین کرام کي  
طبایح کو ناگوار کزيگا ، اور به خيال هوگا کہ اردو مين تاريخ اسلام پر  
جو کتاب نکلتی هي اس کا آغاز ضرور اس نوع کي تلخ کلامي سے هو  
هي ؛ آخر کوئي کھان تک سنے . ميرے خيال مين يہ امر تا بحدے بجا  
بھی هي . لھذا قلم کو روک کر بجائے شکوے کے شکر يہ ادا کرتا هون . مين  
مدعي اسلام هون ، قنوط من رحمة الله نهين ، بلکہ قنوت الي الله مير  
شيوہ هي . اسي بناء پر مين اس جھوٹی سي کتاب کو قارئین کے هاتھون  
مين ديتے هوئے يہ اميد کر رها هون کہ وہ اس کي قدر فرماکر مجھے  
معزز فرمائينگے . ممکن هي کہ ان اوراق مين کوئي صفحہ ، کوئي عبارت  
کوئي جملہ ، يا کوئي لفظ واحد ان کے لئے مفيد مطلب هو ، اور ان کي  
حيات طولاني مين ، اگر ہميشہ اور ہر وقت کے لئے نہين تو شايد ايکے

## ب

لمحہ کے لئے ہی کار آمد ثابت ہو؛ اور وہ تمام ہستیاں جن کے اجسام نہیں بلکہ اسماء ان اوراق میں مدفون اور بہ فحوائے

جمال ذي الارض كانوا في الحياة وهم

بعد الممات جمال الكتب والسير

ان کی زب و زینت کا باعث ہیں، ان کی روشن دماغی اور عالی ظرفی میں کچھ اور اضافہ کر سکیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ تمام صاحبان اسماء صرف صفات حسنہ ہی کے جامع نہ تھے۔ مجھے تسلیم ہی کہ ان میں خرابیاں بھی تھیں، اور یہ کہ ان کی حیات کے بعض اوقات و کوائف ہماری تعریف و توصیف کے مستحق نہیں ہیں۔ گو وہ مسلم تھے، گو وہ مومن تھے، گو وہ ہدایت کے سر حشمہ سر مدی سے سیراب اور منبع نور حقیقی ہی سے مستنیر تھے، مگر آخر انسان تھے؛ اور اس لحاظ سے ”ظلم و جہول“ کا خطاب شاید ان پر بھی عائد ہو سکتا تھا۔ ان سے لعز و شبن ہرنگی۔ انہوں نے کہیں کہیں ٹھکران بھی کھائی ہوگی (اور ممکن ہی کہ کبھی کبھی ان ہی ٹھوکروں کی بدولت ان کی آنکھیں کھل گئی ہوں اور وہ صاف اور سیدھے راسخ پر پہنچ گئے ہوں)۔ انہوں نے غلطیاں بھی کی ہوگی، اور ہماری طرح چیزوں کے کھیت چگ جانے کے بعد پچھتائے بھی ہونگے۔ انہوں نے وہ کام بھی کئے ہونگے، جو ان کے (اور پھر شاید خود ہمارے) حق میں زہر کا کام کر گئے۔ سب بجا، سب مسلم ہی۔ مگر مجھے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ہستیاں میرے سامنے کھڑی ہیں۔ ان کے نیک اور باک سیرت افراد مجھے آگے بڑھنے کا راستہ بتا رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ ”راستہ صاف، سیدھا اور آسان ہی؛ چلے جاؤ“۔ اور ان کے وہ افراد جنہیں ہم ”ظلم و جہول“ کے خطاب کے خاص مستحقین میں سے تصور کرتے اور کرتے تیروں سے دیکھتے ہیں، میری طرف ہاتھ

بڑھا بڑھا کر بہ لجاجت معافی مانگتے رہے ہیں اور ان کے چہرے کہہ رہے ہیں کہ

من نہ کردم، شما حذر بکنید!

لہذا آئیے! ہم

(۱) ان کے نیٹ و پاک افراد کی مشعلوں سے اپنی شمعوں کو کرلین اور آگے بڑھیں۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہم راہِ راست ہی کی طرف مہتدی ہونگے۔ آپ یقین رکھئے کہ ہم بیٹکنے نہ پائینگے۔ بسم اللہ مجربہا و مرسیہا، ان ربی لعفور رحیم \*

(۲) ان کے خطا کاران — (میرا قلم ان کی شان میں یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے رکتا ہے۔ واللہ، وہ حضرات با وصف اپنی خطاؤں کے ہم سے بدرجہا بہتر تھے) — کو ”فاصح“ الصّٰحّٰہ الجّٰمیلہ کے فرمان الہی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نگاہِ لطف و ترحم سے دیکھیں، ان کو معاف کر دین، — (آپ کو یاد نہیں کہ ہم نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کیا ہے؟ تو کیا ہم اپنے بھائیوں کو معاف نہیں کر سکتے؟) — خود کو نعمائے الہی کا مہبط و موردِ بذالین، اور ان کی خطاؤں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے اعمال و افعال اور حرکات و سکنات کی اصلاح کریں؛ تاکہ :-

ہر دو اصنافِ اسلاف کے اقتضاء و اہتداء سے ہمارا راستہ صاف و واضح، اور ہماری خطائیں اور لغزشیں موہرم اور ناپید ہو جائیں، اور ہم اس مقصد اسنلی اور اس مراد اعلیٰ کی طرف ترقی کر سکیں، جو نیابت اللہ فی الارض یا خلافت اللہ فی الارض کے لقب سے ملق ہے: ہاں وہی کہ جس کو قبول کرنے سے ارض و سما تکت گھبرا اٹھے تھے اور کانوں پر ہاتھ دھر کے الگ ہو گئے تھے، اور انسان نے، ہم نے اسے قبول کر لیا تھا! ای کاش کہ ہم اس امانت کو پورا کرتے! مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہم نے اسے کسی حد تک ضرور پورا کیا تھا۔ آئیے، ان

اُور ان کے منہل دیگر اوراق تاریخی سے استمداد کر کے پھر ایک مرتبہ کوشش کریں۔ محنت شرط ہے۔ اجر نیک کا ضامن خدا ہے۔ ان وعد اللہ حق!!

میں پھر دھراتا ہوں کہ اگر اس کتاب سے کسی بڑھنے والے کے علم میں اضافہ ہو (خواہ وہ کیسا ہی حقیر کیوں نہ ہو) با اس کا دماغ ایک انتشار صحیح اور ادب جذب وقیع کی کیفیت سے متکین ہو جائے، تو میں سمجھوں گا کہ میری اس تمام دماغ سوزی کا اجر مل گیا، جو آج کئی صدیوں کے بعد ایک ہی مضمون کو دوسرے رنگ میں اسلام کی برادری کے ایک دوسرے حصے کے سامنے پیش کرنے کے لئے برداشت کی گئی ہے۔ اس کی کامیابی کی کفالت میں نے خدا ہی کے سپرد کر دی ہے۔ ہو نعم المولیٰ و نعم النصیر \*

نہ میں مؤرخ ہوں، نہ ایسا دعویٰ کرتا ہوں، نہ کر سکتا ہوں۔ میرے خیال میں (جس کے ناقص یا کامل ہونے کا فیصلہ قارئین کرام ہی بہتر کر سکتے ہیں) تاریخ اسلامیہ کو مسلمانان ہند کے سامنے پیش کرنے کے لئے اصلی عربی ادبیات ہی میں اننا ذخیرہ موجود ہے کہ ان کے تراجم کے ذریعے سے جس قدر جلد اور بہ آسانی یہ کام انجام پا سکتا ہے اتنا اصلی تالیفات سے نہیں ہو سکتا۔ حاشا و کلا کہ اس قول سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق تالیفات کو یک قلم موقوف کر دینا چاہئے۔ بلکہ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ عربی کتب ذریعہ کا براہ راست ترجمہ کے ذریعے سے اردو دانان و اردو خوانان کے مطالعہ اور استفادہ کے لئے پیش نہ کرنا ابک علمی جرم کا ارتکاب، انجماد دماغ کا ثبوت، مؤرخین و مصنفین صلحا کی ناقدر شناسی، اور (گستاخی معاف) خود ہماری وسعت نظر کی قلت اور عدم لیاقت پر ایک برہان قاطع ہے۔ میں نے یہ کتاب خود تالیف نہیں کی ہے، بلکہ علامہ الشیخ الفقیہ الحافظ المتقن الراجح العفیف محی الدین ابو محمد



عبد الواحد ابن علي التميمي المراكشي کی عربی کتاب ”المعجب فی تلخیص احبار المغرب“ کو زبان اردو کا جامہ پہنانا ہی . تدریباً پختہ سئل کا واقعہ ہی کہ ڈاکٹر آر . پی . لے . دوزی نے لائڈن کے کتب خانے میں اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ پایا اور اس کاں محنت و مشقت سے ساتھ ، جو یورپ کے علماء عربیہ کا بالعموم اور ڈاکٹر دوزی کا بالخصوص خاصہ ہی ، انہوں نے اسے فروری سنہ ۱۸۴۷ عیسوی میں لائڈن میں طبع کر کے شائع کیا . گو کہ اس کے بعد قاہرہ میں بھی اس کی نفل کی گئی ، وہاں کے مطابع نے بھی اسے شائع کیا ، اور بازار میں وہ نسخہ دستیاب ہو سکتے ہیں ؛ مگر میں نے چند در چند وجوہ سے ڈاکٹر دوزی ہی کے نسخے کو ترجمہ کے لئے منتخب کیا . میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے قابل دوست جناب پروفیسر کے . ایم . میٹرا صاحب ایم . لے ؛ ایم . آر . لے . ایس ( لاہور ) کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں ، جنہوں نے اپنا نسخہ مجھے عنایت فرمایا . قریب دو سال کے زمرہ گزر چکا ہے کہ اس کتاب عربی کا یہ نسخہ میرے پاس ہی ، مگر انہوں نے اس تمام عرصے میں کبھی مجھ سے واپس نہیں طلب کیا . کاش کہ میں ان کی اس عنایت اور علم دوستی کا نا کافی شکریہ ہی ادا کر سکتا \*

مصنف کتاب ، علامہ مراکشی نے دوران کتاب میں مختلف مفاصات پر ، کہیں برسبیل تذکرۂ عامہ اور کہیں تصدیق وقائع کی غرض سے ، اپنے متعلق کچھ کچھ ذکر کیا ہے . الموحدون کے اقامت جمعہ کے حالات کے باب کو ختم کرتے ہوئے شہر مراکش کے ذکر میں کہتے ہیں :-

”یہی شہر ، یعنی مراکش ، میرا جنم بھوم ہے ، اور یہ پہلی سرزمین ہے جس کی زمین کو میری جلد نے چھوا . وہاں سنہ ۵۸۱ ( ہجری ) کی ساتویں ربیع الآخر کو ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن

عبد المومن بن علي کے زمانے میں میری پیدائش ہوئی ۔ نو برس کی عمر میں میں وہاں سے شہر فاس کو چلا گیا ، جہاں علوم قرآن و تجوید حاصل کرے اور وہاں کے علوم قرآن و نحو کے بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت سے روایت کرنے تخت تھیرا رہا ۔ پھر مراکش کو واپس آیا ، اور ( کچھ عرصہ ) ان ہی دونوں شہروں میں ادھر سے ادھر آتا جاتا رہا ، اور سنہ ۶۰۳ کے آغاز میں عبور دریا کر کے جزیرہ نمائے اندلس کو چلا گیا ۔ وہاں میں نے ہر قسم کے فضلاء کی جماعت کو پایا ۔

مگر چونکہ ان کو اس ”جماعت فضلاء“ سے کچھ زیادہ فیض حاصل نہ ہوا ، اس لئے اسی سلسلہ سخن میں کہتے ہیں کہ :-

”خدا کا شکر ہی کہ میں نے ان سے سوا اس کے کہ ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں کیا تھیں اور وہ کن کن علوم کے علماء تھے اور کوئی علم حاصل نہیں کیا ۔ وہ اپنی فضیلت کو لئے ہوئے مجھ سے الگ تھلگ ہی رہے “ \*

مزید برآں ان کے مختلف اشارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ :-

سنہ ۵۹۵ ہجری میں وہ ابو بکر ابن زہر فلسفی سے ملے تھے ، جو ان دنوں بہت معمر ہو چکے تھے ، ان سے نہایت لطف و مکرمت سے پدیں آئے ، اور ان کو اپنے اور ابن عبدون کے اشعار بھی سنائے تھے (۱)

سنہ ۶۰۳ میں وہ مشہور آفاقی فلسفی ، ابن طفیل ، کے بیتے سے مراکش میں ملائے ہوئے تھے اور ان سے ابن طفیل کے اشعار سنئے تھے (۲) اسی سال وہ اندلس جاکر وہاں کے متعدد علماء سے مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہوئے تھے ، مگر ، جیسا کہ خود ان ہی کے متذکرہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے ، وہ ان حضرات سے کچھ زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے ۔ پھر سنہ ۶۰۵ میں وہ اپنے ایک دوست ابن الفضل کی وساطت

(۱) دیکھو باب معنون بہ احوال اندلس بعد از انقطاع دعوت امریہ ۔

(۲) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن ۔

سے امیر المومنین ابو عبد اللہ محمد کے بھائی ابراہیم سے متعرف ہوئے ، اور ان کے دوستانہ تعلقات ے یہاں تک نرئی کہ وہ ابراہیم ان سے یہ کہا کرتے تھے کہ ”مین آپ کی ملاقات کا نہایت مشتاق رہنا ہوں“ اور جب آپ نہیں ہوتے نو آپ کی صحبت کی آرزو کیا کرتا ہوں (۱)۔

سنہ ۶۰۶ میں ہم انہیں اپنے استاد ابو جعفر احمد بن محمد بن یحییٰ حمیری ( المتوفی سنہ ۶۱۰ ) کے قدموں میں علوم شریفہ اخذ کرتے ہوئے (۲) ، اور پھر سنہ ۶۱۰ میں مراکش میں امیر المومنین ابو یعقوب یوسف کی بیعت خلافت میں شریک پاتے ہیں (۳) ، جن سے وہ سنہ ۶۱۱ میں ملای ہوئے (۴)۔ اسی سال وہ انداس کو گئے (۵) ، جہاں آئندہ سال ، یعنی سنہ ۶۱۲ میں وہ اشبیلیہ میں نظر آتے ہیں (۶)۔ بعد ازاں سنہ ۶۱۳ کے عین آخری دن وہ اشبیلیہ (۷) سے رخصت ہو کر مصر کی طرف راہی ہوئے (۸)۔ سنہ ۶۱۷ میں وہ مصر میں تھے ، بلکہ سنہ ۶۱۸ (۹) اور سنہ ۶۱۹ (۱۰) بھی وہیں گزارے۔ سنہ ۶۲۰ کے ماہ رمضان میں انہوں نے مکہ معظمہ (زادھا اللہ شرفا) کا سفر کیا (۱۱)۔ ان کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ انہوں نے المغرب اور اندلس کے مختلف بلاد و قریٰ میں بھی سیرو سیاحت کی تھی۔ جیسا کہ اس

- 
- (۱) دیکھو باب ذکر ولایت ابو عبد اللہ محمد بن ابی یوسف۔
  - (۲) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن عبد المومن۔
  - (۳) و (۴) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن محمد۔
  - (۵) دیکھو اختتام باب معنون بہ ذکر ولایت عبد المومن۔
  - (۶) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن محمد۔
  - (۷) دیکھو باب ذکر ولایت ابو عبد اللہ محمد بن ابی یوسف۔
  - (۸) دیکھو باب مذکور در (۹) اور باب معنون بہ ذکر ولایت ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن عبد المومن۔
  - (۹) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن محمد۔
  - (۱۰) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن محمد ، و باب ذکر ولایت ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن عبد المومن۔
  - (۱۱) دیکھو باب ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن۔

کتاب کے آخری فقرے سے واضح ہوتا ہے، انہوں نے اس کتاب کو سنہ ۶۲۱ میں ماہ جمادی الاخر کی ۲۳ یا ۲۴ تاریخ کو ختم کیا ہے۔ وہ متن کتاب میں بھی بار بار اس سنہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر کہیں صریح طور پر یہ پتہ نہیں لگتا کہ انہوں نے اس سنہ میں یہ کتاب کس مقام میں بینہکر لکھی ہے۔ ڈاکٹر دوزی نہایت کاوش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، اور میں بھی تنقیح بلیغ کے بعد اسی خیال کا مؤید ہوا ہوں، کہ یہ کتاب ان کے قیام مصر کے دوران میں لکھی گئی ہے۔ اس سال کے بعد ان کے حدیث و معانی کے متعلق کسی قسم کی اطلاع بہم نہیں پہنچتی۔ واللہ اعلم \*

متفرق مقامات کے اشارات شاہد ہیں کہ علامہ مراکشی نے یہ کتاب کسی وزیر کے ایما سے تالیف کی تھی۔ مگر افسوس کہ یہ اشارات نہایت مبہم ہیں، اور طرح طرح کے شائبات و شکوک کے محرک ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دوزی نے جس نسخے سے اس کتاب کو نقل کیا ہے، اس کے سر ورق پر کی ایک تحریر کے مطابق وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کے لفظ ”مولانا“ سے ان کے سرپرست الوزير صاحب عزالدین ابو العتم عبد اللہ ابن العاضی الوزير صاحب شمس الدین ابو محمد (۱) ... ابن محمد ابن الشرف الزہری مراد ہیں \*

مضمون کتاب کے باب میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ علامہ مراکشی کا مقصد اصلی، جیسا کہ خود ان کے افتتاحی الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، المرحودوں کی تاریخ لکھنا تھا۔ سلسلہ واقعات اور اس کی وضاحت کے لئے انہوں نے اندلس کے حالات اور اس کی مختصر تاریخ سے شروع کیا ہے، اور المرحودوں کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ گو کہ تاریخ اندلس کے بیان میں ان سے (اور یہ بھی بسا ممکن ہے) ان کی کتاب کے ناقل سے اسکا ہوا ہو) چند غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، مثلاً انہوں نے :-

(۱) یہاں کے الفاظ اس قلمی نسخے میں ملتے ہوئے تھے، ڈاکٹر دوزی بڑھ نہیں سکے۔

(۱) طلیطلہ کی فتح کو سنہ ۴۷۶ء میں بیان کیا ہے، حالانکہ وہ سنہ ۴۷۸ء کا واقعہ ہے؛

(ب) حکومت المیریہ میں خیران کو زہیر کا جانشین بتایا ہے، مگر اصلیت اس کے برعکس ہے؛

(ج) یوسف بن تاشفین مرابطی کی وفات سنہ ۵۰۰ء کی جگہ سنہ ۴۹۳ء میں بیان کی ہے؛

اثر گو کہ وہ عربی مورخین کی عادت کے موافق بعض بعض جگہ غیر ضروری امور بھی بیان کر گئے ہیں؛ مگر کتاب کے اصلی مضمون یعنی الموحدون کی تاریخ نویسی میں ان کا کام بہترین تعریف کا مستحق ہے۔ وہ اپنی مختصر گیری کی عادت کے ساتھ ساتھ، جمع و منع کی شان کو قائم رکھتے ہوئے، بار بار اپنے مآخذ اور ہم عصر اشخاص کا حوالہ دیتے جاتے ہیں۔ اور جب ہم ان اسماء میں یحییٰ (۱) کا نام پاتے ہیں، تو ہمارے شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بلاشبہ الموحدون کی تاریخ کے متعلق ان کے بیانات نہایت صحیح و وقیع اور قابل قدر ہیں۔ اس امر کا جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ، ڈاکٹر دوزی کے قول کے مطابق، کتاب کے شروع میں چند صفحات کے بعد تقریباً بیس صفحے قلمی نسخے میں سے غائب تھے۔ خدا ہی کو علم ہے کہ ان میں کیا حواہر ریزے تھے کہ جن سے ہم محروم رہ گئے!

ترجمہ کتاب کے متعلق چند امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں:-

۱۔ سب سے پہلا سوال شاید زبان کے متعلق ہوگا۔ شاید صحیح یہ کہنے کی اجازت مل سکیگی کہ میں نے اپنے مقدور پھر اپنی صوبہ اودہ کی پیدائش اور شہر میرٹھ کے توطن کا اگر پورا پورا نہیں تو کچھ نہ کچھ حق ادا کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا

(۱) دیکھو باب معنون بہ ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن۔

کہ میری زبان میں کہاں تک دہلی اور لکھنؤ کے محاورات خاصہ کو دخل ہے۔ اس کی تعیین و تشخیص اور داد یا نعرین کو قارئین ہی پر جھوڑنا ہوں۔ مگر اتنا عرض کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ

(۱) کتب تاریخی میں زبان اور اس کے متعلقات کے تفصیلی کوائف کی تدقیق طلب کرنا ابک حد تک ظلم کے تحت میں آ سکتا ہے، اور

(ب) جس زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے، اگر اس کی ساخت اور طرز ادا و بیان کو ملحوظ رکھا جائے اور مترجم سے بہ امید کی جائے کہ وہ بہر صورت اصلی زبان کے مطالب کو مصنف کے خیالات کی قدر اور اس کی اقتداء کرتا ہوا بیان کرے گا، تو ممکن ہے کہ بعض بعض مقامات، جو بظاہر سقیم نظر آتے ہوں، قابل معافی قرار دئے جاسکیں \*

۲۔ قدیم عربی طرز تحریر کے مطابق علامۃ مراکشی نے مختلف عناوین تو ضرور قائم کئے ہیں، مگر کتاب از اول تا آخر ابک ہی پیرنگراف (فصل) پر منقسم ہے۔ ڈاکٹر دوزی نے تصحیح و اشاعت کرتے ہوئے اسے جابجا فصول کی صورت میں ڈھال دیا ہے۔ مگر چونکہ اس بارے میں مجھے ان سے بھی اختلاف ہے، لہذا میں نے تمام کتاب کو اپنے خیال کے موافق فصول میں تقسیم کر دیا ہے اور عناوین کو اسی طرح قائم رکھا ہے۔ اس طرز عمل کو موجودہ زمانے میں ضروریات سے خیال کیا جاتا ہے؛ اس لئے نہ اس میں کلام کی گنجائش ہی نہ ضرورت \*

۳۔ بعض بعض جگہ مصنف نے مختلف اسماء و امور کا شمار کیا ہے، اور سیاق اسماء وغیرہ پر اکتفا کیا ہے۔ میں نے صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ان کو (۱)، (۲)، (۳) وغیرہ اعداد کی قید سے درج کیا ہے، تاکہ قارئین کتاب کے لئے اور زیادہ وضاحت و صراحت کا سامان ہو جائے \*

۴ - اسماء کے ذکر میں مبین نے کنذیت کو الف لام تعریف کے ساتھ لکھا ہے ؛ مگر فارسی اور اردو قاعدے کے مطابق اسماء کے باقی حصوں میں صرف حسب ضرورت ہی اس نوع کے الف لام کو قابم رکھا ہے ، ورنہ گرا دبا ہے ۔ علیٰ هذا الفیاس صفات نسبتی کے شروع میں جو الف لام آتا ہے میں نے اسے بھی حذف کر دیا ہے \*

۵ - میں نے عربی اشعار کا اصل ہی نقل کر دئے ہیں ، اور جہان جہان ضروری سمجھا ہے ان کا ترجمہ بھی حاشیہ میں دیا ہے ، ورنہ صرف سیاق اشعار پر ہی اکتفا کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ بعض قارئین کو میرے اس انتخاب سے اختلاف ہو ۔ میں ان سے بہ ادب معافی کا خواستگار ہوں \*

چونکہ میں ہندی الاصل ہوں ، اس لئے اشعار کے ترجمہ میں اسقام کا ہونا غیر ممکن یا غیر مترقبہ امر نہیں ہو سکتا ۔ کیا میں یہ امید کر سکتا ہوں کہ جن حضرات کو ترجمہ کے باب میں مجھ سے اختلاف ہو وہ براہ نوازش مجھے اپنے اختلاف ، وجہ اختلاف ، اصلاح ، اور وجہ اصلاح سے مطلع فرما کر سرفراز فرمائیں گے ، تاکہ بصورت اتفاق آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے ؟

۶ - ڈاکٹر دوزی نے قلمی نسخے میں جگہ جگہ اسماء الرجال اور اسماء الاماکن پر اعراب لگے ہوئے پائے تھے ، اور انہوں نے تنقیح و تحقیق کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ اعراب نہایت صحیح ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے بالالتزام اپنے مصححہ نسخے میں ان اعراب کو اسی طرح نقل کر دیا ہے ۔ میں بھی جاہتا تھا کہ یہی التزام کروں ، اور اسی خیال سے میں نے نہ صرف ان تمام اسماء کو ، بلکہ عربی اشعار میں بھی ضروری الفاظ کو بھی معرب کر دیا تھا ۔ مگر بقول شاعر کہ

بہ ہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا ست

میں کئی وجہ سے لٹھو پریس سے گھبرا کر ٹائپ کی طرف پناہ گیر ہوا تھا

اور امید وار تھا کہ یہاں طباعت میں ہر طرح کی آسانی نصیب ہوگی ؟ مگر

خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

میرے دوست جناب محمد عظیم الدین صاحب ہدیت کمپوزیٹر ٹیومی زن پریس، مدراس نے ( جن کی عذابات کا میں نہایت ممنون ہوں ) مجھے اس بناء پر ایسا کرنے سے روک دیا کہ بقول ان کے ”پریس میں اعراب تھوڑے ہیں، اس واسطے اعراب زیادہ نہ لگائے“۔ میں نے سر تسلیم خم کیا، اور سوا اس کے اور کوئی جارہ نہ دیکھا کہ کتاب کے بعد انڈیکس سے پہلے ان تمام اسماء وغیرہ کو حروف تہجی کی ترتیب سے درج کر دوں، اور ان کا مفصل اعراب بیان کر دوں۔ جتناچہ ایسا ہی کیا گیا ہے۔ گو موجودہ صورت میں ان اسماء پر کہیں کہیں اعراب لگے ہوئے پڑے جائیں گے، مگر وہ نہایت نا کافی ہیں، اور میں نے ایسا کرنا ضروری سمجھا \*

۷۔ میں نے کتاب کے آخر میں تین قسم کے انڈیکس بھی شامل کئے ہیں۔ ڈاکٹر دوزی نے بھی اپنے نسخے میں انڈیکس دئے ہیں، اور مجھے امید تھی کہ ان سے بہت کچھ مدد مل جائیگی۔ لیکن میرے اور ان کے انڈیکس کے مقابلے سے بہ آسانی معلوم ہوا کہ مجھے اس کی ترتیب و تنظیم میں از سر نو محنت اٹھانی پڑی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نہ انڈیکس قارئین کے لئے کئی طرح کا آمد ثابت ہونگے \*

۸۔ اگرچہ مجھے زیادہ صرف زر کا متحمل ہونا پڑا ہے، مگر سہولت امر، طباعت کی سلاست اور روانی، احساس ضرورت، سہولت اشاعت ادبیات، اور کفایت وقت وغیرہ خیالات نے مجھے مجبور کیا کہ کتاب کو بجائے لٹھو کے ٹائپ ہی میں چھپواؤں۔ لہذا قدامت پسند بزرگوں سے معافی اور جدت پسند حضرات سے نظر کیمیا اثر کا عطف و بذل طلب کرتے ہوئے اس کتاب کو ٹائپ ہی میں چھپوا کر پیش کرتا ہوں \*



؟ - جہاں نکتِ مجھے علم ہی اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے  
جو الموحدون کی مستقل اور مستند تاریخ پیش کرتی ہے \*

میرے برادر عزیز پروفیسر معتقد ولی الرحمن صاحب ایم۔ اے۔  
اور میری اہلیہ صاحبہ نے مجھے اس کتاب کے پروف دیکھنے اور صحیح  
کرنے میں حوصلہ و بہت قبل قدر اور گران بہا مدد دی ہے اور میرے لئے  
بہ محنت طلب، بصارت آرماء اور دماغ سوز کام جس قدر آسان  
کردیا ہے، مجھے اس کی پوری قدر ہے۔ میں نہایت صدق دل سے  
ان کی تکلیف و تصدیع کا شکر ادا کرتا ہوں \*

الحمد للہ کہ آج عین سات سو اٹھارہ سال کے بعد میں اس نفیس  
وانیتی کتاب کا ترجمہ ختم کر کے تقریباً دو سال کی محنت کے بعد  
قلم کو سپرد قلمدان اور کتاب کو قدردان ادبیات اسلامیہ اور بھی  
خواہان اردو کی خدمت میں پیش کرتا ہوں \*

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، وصلي اللہ علی سیدنا  
محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین \*

محمد نعیم الرحمان

مدرس ۲۷ جمادی الاخر سنہ ۱۳۳۹ ہجری

مطابق ۱ مارچ سنہ ۱۹۲۱ عیسوی۔



# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## وہ نستعین

الحمد لله مغني الامم، وباعث الرمم، و واهب الحكم... (البياض في الاصل)... البقاء والقدم، الذي لا مطمع في ادراكه لنواقب الازهان ونوافذ الهمم، احمدہ علي ما علم والهم، وستوغ وانعم، وصلي اللہ علي كاشف الظلم، ورافع التهم، وموضح الطرق الامم، المخصوص بجوامع الكلم، والمبذعت الى جميع العرب والعجم، وعلي آله وصحبه اهل الفضل والكرم، وسلم عليه وعليهم وشرف وعظم۔ اما بعد :-

آقاي من! وہ آقا جسکے انعام ميرے اوپر برابر جاري ہيں، جسکے اعتنا و کرم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے فقر اور خمبول کے گڑھوں سے نکال لیا ہے، اور جس نے اپنے اُس احسان اور محبت کو میرے لئے وقف کر دیا ہے جس کی بر و طاعت کا انعام مین اپنی جبلت ہی مین لیکر پیدا ہوا تھا!! جس طرح خدا نے آپ کے وجود سے ادب کی مجلسوں کو رونق دے رکھی ہے ویسے ہی وہ آپ کو اعليٰ مراتب پر فائز فرمائے اور جس طرح اُس نے آپ مین تدبیر و قلم کی فضیلت بن جمع فرمادی ہيں ویسے ہی وہ آپ کو دنیا اور آخرت کی سعادت مین سے بھی بہتر بن حصہ عطايت فرمائے۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ مین المغرب کی کچھ تاریخ، اُس کی ہیئت، اُس کے علاقہ جات کی حدود اور اُس کے بادشاہوں - بالخصوص ملوک المصامدہ یعنی بنو عبد المومن - کی ابتداء دولت سے آج یعنی سنہ ۶۲۱ (مہجری) تک کے حالات لکھوں اور اُس کے ساتھ ہی اُن شعراء، علماء، اور دیگر اہل فضل کے بھی حالات لکھوں جن سے مین خود ملا ہوں یا اُن سے

ملنے والوں سے ملا ہوں با اپنی کسی روایت میں اُن سے روایت کی ہے اس لئے میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری اور آپ کی رضامندی کی طلب میں سرعت کرنے کو ضروری خیال کیا، کیونکہ یہی وہ غایت ہے جس طرف میں حل رہا ہوں اور یہی وہ مراد ہے جو مجھے ہمیشہ مد نظر رہنی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی اطاعت کرنا اور کذب النعدان وجوہ کی بندہ پر بھی میرے لئے ضروری ہے۔ لہذا میں نے آپ کے اس حکم کے لئے خدائے عز و جل سے طلب خیر کیا، اُس سے استعانت کی اور اُسی پر اس تمام دوران میں اعتماد کیا، کیونکہ وہی حقیقی جائی بازگشت اور ملجأ ہے: وہو حسبنا و نعم الوکیل۔ با وصف اس کے میں اپنے آقائی نعمت (خدا اُس کی مدت حیات کو وسیع کرے!) سے اپنی کوتاہی کے لئے اعتذار کرتا ہوں، جس کے لئے تین وجوہ ہیں:-

اول - اس غلام کا ضعف عبادت اور اُس کی طبیعت پر گمراہی کا غلبہ۔ یس اگر اس تحریر میں کوئی فتور لفظی یا خلل عبارت واقع ہو تو وہ لکھنے والے کی ضعف خلقت پر مبني ہوگا \*

دوم - یہ کہ اس نوعیت کی کوئی کتاب میرے پاس نہ تھی جس میں اعتماد کرتا اور استناد کرتا، جیسا کہ مصنفین کی عادت ہے۔ پھر خصوصاً المصامدہ کی دولت کے متعلق کوئی کتاب مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ البتہ میں نے سنا ہے کہ ہمارے ہاں ایک صاحب نے محنت کر کے اُس دولت و سلطنت کے حالات جمع کئے ہیں، مگر میں نے اُس مجموعے کا صرف ذکر سنا ہے اس سے واقف نہیں ہوں \*

سوم - یہ کہ اس وقت میرے تمام محفوظات نہایت درجہ اختلال اور پریشانی کے عالم میں ہیں، جو اُن افکار و غموں کا نتیجہ ہے جو میرے دل میں ازدحام اور میرے فکر و ہوش کو اپنے میں مستغرق کئے ہوئے ہیں \*

لہذا اس بندہٴ صغیر و حقیر کی خواہش ہی کہ جناب اپنے جمال عادت اور حُسن خلق سے ان خطاؤں سے درگزر اور حشم پوشی فرمائیں • خدا کرے کہ جناب کا مجدد عالی ہمیشہ ہمتوں کو بلند و وعدہائی فضل و احسان کو پورا اور دوسروں پر انعامات کرتا رہے، اور فضل و کرم کے مقامات کو ہمیشہ ہمیشہ آباد و پر رونق رکھے \*

## فصل

### ذکر جزیرہ نما و حدود اندلس

سب سے پہلے جس چیز سے ابتداء کی جائے وہ جزیرہ نمائی اندلس اور اُس کی حدود کا ذکر ہی • نیز یہ کہ اُس کے شہروں سے تعارف کرایا جائے، اُس کی مختصر کیعیت بیان کی جائے اور اُن بادشاہوں کے حالات بتائے جائیں جو اس ملک کی فتح کے وقت سے لیکر ہمارے زمانے یعنی سنہ ۶۲۱ ( ہجری ) تک گزرے ہیں، کیونکہ یہ ملک مغرب اقصیٰ کا معتمد و معتبر رہا ہے اور سب کی نظرین اُسی کی طرف رہا کرتی تھیں • وہ ملک گُرسی مملکت، مفر تدبیر اور اُن ممالک کا اُم الفریل رہا ہے • وہ اپنے اس ممتاز درجے پر اُس وقت تک فخر رہا کہ جب یوسف بن تاشفین لمتونی نے اُسپر غلبہ پایا • اُس کے بعد یہ ملک سلطنت مراکش کا تابع ہو گیا، جو سرحدی ملک ہے • بعد ازاں اسپر المصامدہ غالب ہو گئے، اور یہی حالت ہمارے زمانے تک جاری جا رہی ہے • چنانچہ مین اب بیان کرتا ہوں اور خدا ہی سے مدد مانگتا ہوں :-

### حدود جزیرہ نمائی اندلس

اندلس کی جنوبی حد خلیج رومی کا مقام انتہا ہے جو بحر مانطس یعنی بحر رومی سے خارج ہے اور جو طنجہ کے مقابل زقاق نامی مقام

پر واقع ہے۔ اُس جگہ سمندر کی وسعت بارہ میل ہے۔ بہہ حلیمہ دو سمندرون یعنی بحر ائطس اور بحر اقباس کا مقام اتصال ہے \*  
جزیرہ نما کی شمالی اور مغربی حدود پر بحر اعظم یعنی بحر اقباس ہے جو ہمارے ہاں ”بحر ظلمت“ کے نام سے مشہور ہے \*

حد مشرقی بروہ پہاڑ ہے جسپر زھرہ کا مندر بنا ہوا ہے اور جسپر دو سمندر یعنی بحر روم (با مائطس) اور بحر اعظم آکر ملتے ہیں۔ اس پہاڑ سے ان دونوں سمندرون کی مسافت تقریباً تین منزل کی ہے \*  
یہ سب اندلس کی چھوٹی حدود ہیں۔ اُس کی جنوبی اور شمالی بڑی بڑی حدود کی مسافت تیس منزل کی ہے۔ جس پہاڑ کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ اُسپر زھرہ کا مندر بنا ہوا ہے اور وہ اندلس کی حد مشرقی ہے۔ وہ پہاڑ بلاد اندلس اور بلاد افرنسہ (فرانس) کے درمیان حایل ہے۔ ملک افرنسہ سرزمین روم میں سے ہے جو اہل فرنگ کا سب سے بڑا ملک ہے۔ مغرب میں اندلس سب سے آخری آبادی ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اُس کا مُنتہا بحر اقباس تک ہے۔ اور اُس کے آگے آبادی نہیں ہے۔ طلیطلہ جو تقریباً اندلس کے وسط میں واقع ہے اور شہر رومیہ جو ارض کبیر کا دار السلطنت ہے، ان دونوں کے درمیان کی مسافت تقریباً چالیس منزل ہے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اندلس کے وسط میں طلیطلہ کا بُرانا شہر واقع ہے جو قوم قوطا کا دار السلطنت تھا، جو اہل فرنگ کے قبایل میں سے تھے۔ اُس کے بعد جیسا کہ آگے بیان آگیا زمانہ فتح میں اسکو مسلمانوں نے لے لیا۔ اس ملک کا عرض بلد ۳۹ درجہ اور ۵۰ دقیقہ ہے اور طول بلد تقریباً ۲۸ درجہ۔ اسی وجہ سے یہ اقلیم پنجم کے وسط کے قریب واقع ہے۔ بلاد اندلس کے کترین عرض پر وہ شہر واقع ہے جو جزیرہ خضرہ کے نام سے مشہور ہے اور بحر جنوبی پر واقع ہے۔

اس کا عرض ۳۶ درجہ ہے ۔ اُس کے اکثر شہر اُن شہروں کے عرض میں ہیں جو ساحل شمالی پر واقع ہیں ، اور اُس مقام کا عرض ۴۳ درجہ ہے \* جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندلس کا بڑا حصہ اقلیم پنجم میں زیادہ تر مایل بہ شمال ہے ۔ اسی سبب سے وہاں سردی کی شدت ہے اور موسم سرما کی مدت بھی زیادہ ہوتی ہے ۔ اسی وجہ سے وہاں کے باشندوں کے جسم بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اُن کا رنگ سفید ہو گیا ہے ۔ چونکہ ان کے ذہن بھی اچھے تھے ، اس لئے اس سرزمین میں بہت سے حکیم پیدا ہوئے ہیں \*

اندلس کا ایک حصہ اقلیم چہارم میں ہے ، مثلاً اشبیلیہ ، مالقہ ، قرطبہ ، اغرناطہ ، مریہ اور مرسیہ ۔ یہ شہر جو اقلیم چہارم میں واقع ہیں ، بمقابلہ اُن شہروں کے جو اقلیم پنجم میں ہیں بہ لحاظ اعتدال ہوا ، خوبی زمین اور شیرینی آب اُن سے بہتر ہیں ۔ وہاں کے باشندے فہمیت خوش رنگ اور حسین ہیں اور اُن کی زبان نہایت فصیح ہے ۔ جن لوگوں نے اس معاملے میں غور کیا ہے اور اس کی علت کو سمجھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اقلیموں کے میلان کا زبان پر کس قدر بڑا اثر پڑتا ہے \*

جتنے شہر اندلس میں امہات قریہ ، مراکز اعمال اور حکام وقت کے مقامات خطاب رہی ہیں اُن میں سے پہلے شمال کی سرحد پر شہر شلب تھا ، اُس کے بعد اشبیلیہ ، پھر قرطبہ ، جیان ، اغرناطہ ، مریہ ، مرسیہ ، بلنسیہ اور مالقہ تھے ، جو بحر رومی پر واقع ہیں ۔ ان میں سے بحر اعظم پر شہرہائے شلب و اشبیلیہ واقع ہیں اور ان دونوں کے مابین تقریباً پانچ منزلوں کا فاصلہ ہے ۔ بحر رومی پر وہ شہر ہے جو جزیرہ خضراء کہلاتا ہے اور اعمال اشبیلیہ میں شامل ہے ۔ اس کے بعد مالقہ ہے ، جو ایک علیحدہ مستقل شہر ہے ۔ بعد ازاں مریہ ، پھر

دانیہ ہی ۔ بہ سب کے سب بحر رومی پر ہیں ۔ ان کے علاوہ ہم نے جن شہروں کا نام لیا ہے وہ ساحل پر نہیں ہیں \*

جب مسلمانوں کی حکومت کو ملکہ اندلس پر دوسری صدی کے شروع میں قرار ہو گیا تو انہوں نے شہر قرطبہ کو انتخاب کیا اور اُسکو اپنا دار السلطنت اور بادشاہ نشین مقام بنانا ۔ جب تک دولت بنو اُمیہ خراب و برباد نہیں ہوئی تب تک یہ شہر برابر دار السلطنت ہی رہا ۔ اس کے بعد ہر طرف سے غلبہ کرنیوالوں نے اُسپر غلبہ پالیا ، جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا \*

جن شہروں کا میں نے ذکر کیا ہے وہ وہ شہر ہیں جو اب تک مسلمانوں کے قبضے میں ہیں ۔ اس سے قبل اُن کے پاس اور بھی بہت سے شہر تھے جن کا میں نے اس مقام پر ذکر نہیں کیا ہے ، بلکہ اُن کا ذکر اندلس کی تاریخی تفصیل میں آئیگا اور آپ کو میرے بیان سے اُن کی شناخت ہوگی ۔ خدا ان سب کو پھر مسلمانوں کو واپس عطا فرمائے !

بہ ہیں حالات اندلس کی اُن حدود و بلاد کے جو مسلمانوں کے قبضے میں تھے \*

اندلس کی فتح ، اُس کے کچھ تفصیلی حالات ،

شاہان اندلس اور فضلاء اندلس و غیر اندلس کا ذکر

اب ہم اندلس کی فتح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ، اور خدا تعالیٰ

کی توفیق کے ساتھ بیان کرتے ہیں \*

مسلمانوں نے اندلس کو سنہ ۹۲ ہجری کے ماہ رمضان میں فتح

کیا ۔ یہ فتح طارق ( اور بہ روایتی اس زبان اور بعلی ابن عمرو ) کے

ہاتھوں ہوئی ۔ وہ والی طنجہ تھے جو اقصائی مغرب کے متصل شہروں

میں سے ایک شہر تھا ۔ طنجہ اور اندلس کے درمیان وہ خلیج ہے



جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں اور حو زقاق کے نام سے مشہور ہے ۔  
 صحابی طور پر یہ سمجھنا چاہئے کہ موسیٰ بن نصیر امیر قیروان نے اس  
 فتح کو ترتیب دیا ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ( موسیٰ بن نصیر نے  
 بہین بلکہ ) مروان بن موسیٰ بن نصیر نے طارق کو لشکر پر انسر بنا کر  
 وہاں بھیجا تھا اور خود کسی کام کے لئے جو اُن کو پیش آگیا تھا اپنے  
 والد کے پاس چلے گئے تھے \*

طارق موقع و فرصت کو غنیمت باکر جزیرہ خضراء کے راستے سے  
 'ندلس گئے ۔ موقع یہ تھا کہ جو شخص ساحل جزیرہ خضراء اور اس  
 علاقے کا عامل تھا اُس نے اپنی بیٹی کے متعلق بادشاہ کو لکھا جس سے  
 وہ ناخوش ہو گیا اور عامل کو دھمکیاں دیں ۔ جب اس شخص کو  
 یہ معلوم ہوا تو اُس نے ایک بڑی جمعیت جمع کی اور دارالسلطنت  
 کا قصد کیا ، اور طارق نے بہ اطلاع پاکر کہ علاقہ خالی پڑا ہوا ہے اس  
 موقع کو غنیمت سمجھا اور اُس سے فائدہ اُٹھایا ۔ یہ بھی کہا جاتا  
 ہے کہ اُس بے دہن نے اُسے لکھ کر بلایا تھا ، جسکا سبب مین بیان  
 کرتا ہوں ، اور وہ یہ تھا کہ لذریق بادشاہ جزیرہ ( لعنہ اللہ ) کی یہ رسم  
 تھی کہ اعیان و سرداران لشکر وغیرہ اپنی بیٹیوں کو اُس کے ہاں بھیج  
 دیتے تھے اور وہی اپنے محلوں میں رکھ کر اُن کی تربیت کرتا اور اُنکو  
 آداب شاہی سکھاتا تھا ۔ جب اُن لڑکیوں میں سے کوئی بالغ ہو جاتی  
 تھی اور آداب بھی سیکھ جاتی تھی تو بادشاہ اپنے ہی محل میں  
 کسی ایسے شخص سے اُن کا نکاح کر دیتا تھا جسے وہ اُس لڑکی کے باپ  
 کا کفو پاتا تھا ۔ اسی رسم کے مطابق صاحب جزیرہ خضراء نے اپنی بیٹی  
 کو لذریق کے پاس بھیج دیا ، اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر پوری عورت ہونے  
 کے وقت تک وہیں رہی ۔ اس کو لذریق نے ایک مرتبہ دیکھ کر بہت  
 پسند کیا اور اپنے پاس بلایا ۔ لڑکی نے انکار کیا اور کہا کہ ” قسم خدا  
 کی یہ کبھی نہ ہوگا تا وقتیکہ شاہزادے ، سپہ سالار اور بڑے بڑے پادری

جمع ہو کر معیرے باب کے مشورے سے میری شادی نہ کر دیں۔“ بادشاہ کا نفس اُس پر غالب آگیا اور اُس نے اُسے اُس کی مرضی کے خلاف غصب کر لیا۔ لڑکی نے اپنے باب کو خط لکھ کر اس واقعے سے اُس کو مطلع کیا۔ یہی سبب تھا جس نے اُس کو طارق اور دیگر مسلمانوں سے خط و کتابت کرنے پر آمادہ کیا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتح ہوئی۔ عکرم اللہ ہی بہتر جانتا ہی کہ کیونکر ہوا \*

ا سب سے پہلا مقام جہان طارف اُترے وہ تھا جو آج کل شہر جزیرہ خضرا کہلاتا ہے۔ وہاں وہ فجر سے پہلے اُترے اور انک مقام پر اُنہوں نے صبح کی نماز ادا کی، پھر اپنے ہمراہیوں کو علم تقسیم کئے۔ اس مقام پر بعد میں ایک مسجد بنادی گئی، جو ”مسجد ریات“ کہلاتی ہے اور ہمارے وقت تک باقی ہے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اُسے قیام قیامت باقی رکھے \*

غرض کہ طارق اندلس میں داخل ہوئے، اُسے بغور دیکھا اور دشمن پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اندلس کے جن جن مقامات پر اُنہوں نے غلبہ پایا تھا اور جو جو کچھ مال غنیمت اُن کے ہاتھ آیا تھا، سب سے موسیٰ ابن نصیر کو اطلاع دی۔ اسپر موسیٰ کو حسد پیدا ہوا کہ طارق اس کامیابی میں تنہا رہے۔ موسیٰ نے ولید بن عبد الملک بن مروان کو فتح کی خبر دی اور اُس کو اپنی ہی طرف منسوب کیا۔ پھر طارق کو دھمکی کا خط لکھا، کیونکہ وہ اُنکی اجازت حاصل کئے بغیر اندلس میں داخل ہو گئے تھے، اور اُنکو حکم دیا کہ جس جگہ اُنکو یہ خط ملے وہاں سے نہ ملین جب تک کہ وہ خود وہاں نہ پہنچ جائیں۔ خود اندلس جانے کے قصد سے وہاں سے نکلے اور اپنی جگہ قیروان پر اپنے بیٹے عبد اللہ کو مقرر کر گئے۔ یہ سنہ ۹۳ (ہجری) کے ماہ رجب کا واقعہ ہے۔ موسیٰ، حبیب بن ابو عبدہ فہری، رؤساء عرب و موالیٰ اور مشاہیر بربر کو ہمراہ لیکر ایک ضخیم لشکر ساتھ لیکر روانہ ہوئے اور دوسرے راستے سے عبور کر کے اندلس پہنچے \*

طارق دار السلطنت قرطبہ پر قبضہ کر کے لذرتی (لعنة الله) بادشاہ اندلس کو قتل کر چکے تھے۔ طارق موسیٰ سے ملے، اُن کو رضامند کرنے کے ارادے سے اُن کے دل میں جاگزن شدہ حسد کو نکالا اور کہا کہ ”آخر میں آب کا غلام اور آب ہی کا مقرر کردہ آدمی ہوں، اور یہ فتح آب کے واسطے اور آپ ہی کے سبب سے ہی“۔ پھر اُنہوں نے حو کچہ مال غنیمت تھا موسیٰ کے سامنے پیش کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ فتح موسیٰ ابن نصیر سے منسوب ہو گئی، کیونکہ طارق کو اُنہوں نے ہی تعذبات کیا تھا، نیز اس وجہ سے کہ باقی علاقہ جو اُس وقت تک فتح نہ ہوا تھا وہ موسیٰ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ موسیٰ اندلس میں سنہ ۹۳ اور ۹۴ (زبانہ تر یہ مشہور ہے کہ سنہ ۹۵) تک جہاد کرتے، مال جمع کرتے اور وہاں کے امور کو درست کرتے رہے۔ پھر اُنہوں نے طارق کو گرفتار کر لیا اور اپنے بیٹے عبد العزیز بن موسیٰ کو اُن کی جگہ حاکم مقرر کر کے اُسکے لئے افواج اور رؤساء قبائل کو بھی بھیج دیے تاکہ وہ شہروں کی حفاظت کر سکیں، سرحد پر دشمنوں کا سد باب رکھیں اور دشمنوں سے جہاد کریں۔ وہ خود قبروان کو واپس چلے گئے، اور جو مال غنیمت اور تحائف اُن کو حاصل ہوئے تھے وہ سب لیکر ولید بن عبد الملک کے پاس گئے۔ جو اشیاء طلیطلہ میں اُس کی فتح کے وقت دستیاب ہوئی تھیں اُن میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا خوان تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ ایک طلائی اور ایک نقرئی طوق بھی تھا جن میں موتی اور باقوت لگے ہوئے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ طارق بھی موسیٰ کے ہمراہ تھے۔ ولید کے انتقال کے وقت موسیٰ سنہ ۹۶ میں طبرہ پہنچے اور جو اشیاء اُنکے ساتھ تھیں اُنکو وہ سلیمان بن عبد الملک کے پاس لے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے ولید کو زندہ پالیا تھا اور اُن سے ملے تھے۔ واللہ اعلم \*

عبد العزیز بن موسیٰ بن نصیر اندلس پر امیر رہا تا آنکہ فوج مدین سے ابٹ جماعت نے اُس پر حملہ کیا، جن مدین حبیب بن ابو عبدہ فہری اور زباد بن نابعہ تمیمی شامل تھے۔ لوگوں نے اُسے قتل کر دیا اور اُسکا سر لیکر سلیمان بن عبد الملک کے پاس حلے گئے۔ بہہ واقعہ شروع سنہ ۹۸ کا ہی۔ اس سے قبل وہ اندلس پر موسیٰ بن نصیر کے بھانجے ابرب کر حاکم بنا چکے تھے۔ یہہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ لوگوں نے اُس کے بعض ناپسندیدہ امور کے متعلق سلیمان بن عبد الملک کو شکایت لکھی تھی، اور یہہ کہ اُنہوں نے جو کچھ کیا اُن کے حکم سے کیا۔ واللہ اعلم \*

اس کے بعد ملک مدین اختلاف پڑ گیا، اور اہل اندلس ایک زمانے تک کسی شخص کو اپنا حاکم نہ بنا سکے۔ مگر اس کے بعد اُنہوں نے سنہ ۱۰۰ سے پہلے ہی سمیع بن مالک خولانی کو والی مقرر کر دیا اور اُسکی اطاعت قبول کی۔ اُسکے بعد عمر بن عبد الرحمن بن عبد اللہ والی ہوا۔ پھر عمر بن عبد الرحمن کے معزول ہونے پر عنبسہ بن سحیم کلبي والی ہوا، اور اُس کے بعد عبد الرحمن ابن عبد اللہ عکی قریب سنہ ۱۱۰ کے والی ہوئے، جو ایک صالح آدمی تھے۔ اُنکے بعد عبد الملک بن قطن فہری اور پھر عنبہ بن حجاج مقرر ہوا۔ مگر چونکہ عنبہ نے اندلس ہی میں انتقال کیا اسلئے عبد الملک بن قطن دوبارہ والی ہوا۔ اُسکے بعد بلج بن بشر نے وہاں پہنچ کر یہہ دعویٰ کیا کہ اُسے هشام بن عبد الملک نے والی بنا کر بھیجا ہی۔ جو لوگ اُسکے ہمراہ تھے اُنہوں نے اس امر کی شہادت دی۔ اس کی وجہ سے بڑا فتنہ پڑ گیا اور اہل اندلس نے چار امراء اختیار کر لئے۔ آخر کار ابو الخطار حُسام بن صرار کلبي کو والی بنا کر بھیجا دیا، جس نے مراد فتنہ کا استیصال کیا اور اُن سب کو تفرقہ کے بعد اطاعت پر متفق و مجتمع کر دیا۔ اُن امراء کی ترتیب مدین اختلاف ہی (کہ پہلے کون والی ہوا اور پھر کون) لیکن زمانۂ بنو اُمیہ

• مین انکی سلطنت کے مالک ~~مستوفیہ~~ مدین ختم ہونے تک صرف یہی لوگ امراء اور سپہ سالار رہے جنکا ذکر کیا گیا \*۔

### تابعین میں سے کون کون اندلس میں داخل ہوئے

• میں یہاں اُن تابعین کا ذکر کرتا ہوں جو جہاد و رباط کے لئے اندلس میں داخل ہوئے، چنانچہ اُن میں سے حضرات ذیل ہیں -

(۱) محمد بن اوس بن ثابت انصاری، جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں \*

(۲) حنش بن عبد اللہ صنعہ بنی، جو علی بن ابی طالب اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں \*

(۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ غافقی، جو عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں \*

(۴) نرید بن فصط (یا بن قصیط) سکسکی مصری، جو عبد اللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں \*

(۵) موسیٰ بن نصیر، جنکی طرف فتح اندلس منسوب ہے۔ یہ تمیم داری سے حدیث روایت کرتے ہیں \*

## فصل

• مالک مغرب کی فضیلت میں متعدد احادیث شریعہ وارد ہیں، چنانچہ اُن میں سے ایک یہ ہے، جسے میں نے فقہ و امام متقن متقن حذاب ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفضل سیبانی سے سنہ ۶۲۰ میں ماہ رمضان کے دوران میں مکہ میں سنا تھا، اور وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اسے مؤید بن عبد اللہ طوسی سے نیشاپور میں سنا، جنکا بیان ہے کہ امام کمال الدین محمد بن احمد بن صاعد قراوی نے یہ حدیث اُن سے بیان کی، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اُن سے

عبد العافر فارسی نے بیان کی، جن سے محمد بن عیسیٰ عمرو نے جلودی نے روایت کی، اور اُن سے ابواسحق ابراہیم بن سفیان نے ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری سے سنکر بیان کیا، جو یحییٰ بن یحییٰ سے ہشام بن بشر واسطی، داؤد بن ابی ہند بن ابی عثمان ہمدانی اور سعد بن ابی وقاص کی معرفت روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”اہل معرب قیام قیامت تک اہل حق کی مدد کرتے رہیں گے اور لوگوں کا اُن کو جھوڑ دینا اُن کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیگا“ \*

اندلس کی فضیلت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے اُس کے منبروں پر سے کبھی سوا ذکر خیر کے اور کچھ نہیں کہا \*

اندلس میں جتنے والی مقرر ہوئے وہ یا تو بنو امیہ کی طرف سے تھے یا اُنکی طرف سے جنکو بنو امیہ نے قیروان یا مصر میں اپنی جانب سے حاکم مقرر کیا تھا۔ لیکن جب سنہ ۱۲۶ میں ولید بن بزید بن عبد الملک کے قتل سے بنو امیہ کے امور درہم برہم ہوئے تو وہ دور دست ممالک کی نگرانی نہ کر سکے۔ افریقیہ میں اضطراب اور اندلس کے قبائل میں اختلاف پھیل گیا۔ آخر کار اہل اندلس نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کسی قریشی کو اس وقت تک اپنا حاکم بنالیا جائے کہ شام کے معاملات درست ہو جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے یوسف بن عبد الرحمن فہری کو والی بنالیا، جس سے امور میں سکون ہو گیا اور قلوب نے بھی اس پر اتفاق کیا۔ یوسف کی امارت سنہ ۱۳۸ یعنی بنو امیہ کی حکومت ختم ہو جانے کے چھ سال بعد تک قائم رہی \*

### ذکر دخول عبد الرحمن بن معاویہ در اندلس

اسی سال (یعنی سنہ ۱۳۸) میں عبد الرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان اندلس میں داخل ہوئے، اور ”الداخل“ کے

لمب سے ملقب ہوئے۔ اہل یمن نے اُن کا ساتھ دیا۔ یوسف بن عبدالرحمان بن ابو عبده بن عقبہ بن نافع فہری والی اندلس، جن کا ایہی ذکر ہوا ہے، اُن سے جنگ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ الداخل نے اُنکو شکست دی اور دارالسلطنت قرطبہ پر قابض ہو گئے۔ ان کے دارالسلطنت میں داخل ہونے کے دن اُس سال کی عید الاضحیٰ تھی۔ ان کی حکومت سنہ ۱۷۲، یعنی اپنے روز وفات، تک قائم رہی۔ وہ سنہ ۱۱۳ میں شام میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی والدہ کا نام راج تھا اور وہ اُم ولد تھیں۔ اُن کی کنیت ابوالمطرب تھی۔ وہ ماہ ذی قعدہ میں اندلس میں داخل ہو کر تاریخ مذکورہ بالا کو دارالسلطنت قرطبہ پر قابض ہو گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب بنو عباس کی سلطنت پھیل گئی تو عبدالرحمان الداخل بلاد مغرب میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چھپتے ہوئے پھرتے رہے۔ جس وقت اندلس میں داخل ہوئے ہیں تو تنہا ادھر سے ادھر مارے مارے پھرتے تھے۔ نہ اُن کے پاس اہل و عیال تھا نہ مال۔ وہ مختلف حیلوں اور تدبیروں سے کام لیتے تھے اور ہمت نہ ہارتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی تقدیر بھی اُن کے موافق تھی: یہاں تک کہ وہ ملک اندلس پر قابض ہو گئے اور بعض سرحدی شہروں کو بھی اپنی ملکیت میں شامل کر لیا۔ جب ابو جعفر منصور نے اُنکا حال سنا تو کہا کہ ”یہ شخص قریش کا چرخ ہے“ \*

عبدالرحمان بن معاویہ صاحب علم اشخاص میں سے تھے اور عدل و انصاف کی سیرت حسنہ سے آراستہ تھے۔ اُن کے قضاۃ میں سے ایک معاویہ ابن صالح حضرمی حمصی تھے۔ وہ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ چنانچہ شام کے شوق میں اُنہوں نے جو اشعار کہے ہیں اُن میں سے یہ بھی ہیں:-

(۱) ایتھا الراکب المیتم ارضی افر من بعضی السلام لبعضی  
 ان جسمی کما علمت بارض وفوادی و مالکیہ بارض  
 قدر البین بیفنا فافرقنا وطوی البین عن جفونی غمضی  
 قد قضی الله بالفران علینا فعی باجتماعنا سوف یعضی  
 اُن کے اور بھی بہت سے اشعار ہیں، جو ان سے بھی زیادہ نفیس  
 ہیں اور جنکو مورخوں نے اپنی کتب مبن نقل کیا ہے۔ دار السلطنت  
 قرطبہ پر قبضہ حاصل کرنے کے وقت سے اُنکی وفات تک اُنکی مدت  
 سلطنت بتیس (۳۲) سال کی ہوئی \*

### ولایت امیر ہشام بن عبد الرحمان

عبد الرحمان کے بعد اُن کے صاحبزادے ہشام تخت نشین ہوئے۔  
 اُن کی کنیت ابو الولید تھی، اور اُس وقت اُن کی عمر تیس (۳۰)  
 سال کی تھی۔ اُن کی ولایت کا زمانہ سات برس تک رہا تا آنکہ  
 انہوں نے سنہ ۱۸۰ کے ماہ صرمین انتقال کیا۔ وہ حُسن سیرت رکھتے  
 تھے، عدل و انصاف کی صفت سے متصف تھے، مریضوں کی اعادت  
 کرتے اور جنازوں کے ساتھ جاتے تھے۔ وہ خیرات بہت کرتے تھے: اکثر  
 ایسا ہوتا تھا کہ وہ اندھیری راتوں میں داران شدید کے وقت درہمون کی  
 تہیلیان اپنے ساتھ لیکر نکل جاتے اور پردہ نشین اور خانہ نشین  
 ضعیفوں کو دیتے۔ مرتے دم تک اُن کی یہی کیفیت رہی۔ اُن کی  
 والدہ اُم ولد تھیں، جن کا نام حوراء تھا \*

(۱) ترجمہ :- آی میری سر زمین کی طرف جانے والے مسوار! میرے بعض حصے  
 کی طرف سے دوسرے حصے کو سلام کہہ - جیسا کہ تجھے معلوم ہی، میرا جسم ایک  
 سر زمین مبن ہی: مگر میرا دل اور اُس کے مالک ایک اور سر زمین مبن ہیں -  
 ہمارے لئے یہی مقدر تھا کہ ہم جدا ہو جائیں، اُس لئے جدا ہو گئے، اور اُس جدائی نے  
 میری آنکھوں سے نیند کو دور کر دیا ہی۔

اللہ نے ہماری جدائی کا حکم صادر کیا: ممکن ہی کہ وہ عنقریب ہمارے  
 اجتماع کا بھی حکم فرمائے! (مترجم)



## ولایت الحکم بن ہشام الملقب بہ رضی

ہشام کے بعد اُن کے صاحبزادے الحکم بن ہشام (۲۲) سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔ اُن کی کنیت ابو العاص تھی۔ اُن کی والدہ زخرف اُم ولد تھیں \*

الحکم سرکش اور فضول خرچ تھے۔ اُن کی عادتیں قبیلہ تھیں، اور وہ وہی شخص ہیں جو اہل رض بر جا بڑے تھے، جو ابک مشہور واقعہ ہیں۔ اُنہوں نے اہل رض کو قتل کر دیا اور اُنکے مکانات اور مسجدیں گرا دیں۔ رض اُن کے قصر کے پاس ابک محلہ تھا۔ اُنہوں نے بعض امور کے متعلق اُن لوگوں پر الزام لگایا اور اُن کے ساتھ یہ حرکت کی۔ اسی سبب سے اُن کا نام الحکم رضی پڑ گیا۔ اُنکے زمانے میں فقہاء نے یہ نئی بات کی کہ ایسے اشعار کہنے لگے جن میں زہد کی نصیحت ہوتی تھی اور لوگوں کو صوامع - یعنی صوامع مساجد - میں شب بیداری کی ترغیب دلائی جاتی تھی۔ بلکہ اُنہوں نے یہ بھی حکم دیا کہ اُس کے ساتھ ہی ایسی باتیں بھی شامل کر دی جائیں جن میں تعریض ہو۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ ”ای مُسرف جو اپنی سرکشی میں پھنسا ہوا ہے!“ ای اپنے غرور پر اصرار کر نیوالے!“ ای اپنے خدا کے احکام کی بجا آوری میں سستی کر نیوالے! اپنے نشہ سے بیدار ہو جا اور اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جا“ اور اسی قبیل کی اور باتیں کہی جائیں۔ منجملہ اور امور کے ان باتوں نے بھی الحکم کو بھڑکا رکھا تھا اور اُن کا دل فقہاء کی بُرائی سے بھر گیا تھا۔ اس فتنے میں سب سے زیادہ شدت اُنہر فقہاء ہی نے کی تھی، کیونکہ وہی عوام کو اُن کے خلاف برانگیختہ کرتے اور اُن کو جرأت دلاتے تھے۔ آخر کار فقہاء کی وہ حالت ہو گئی جو ہوئی \*

ابو مروان بن حثیان صاحب اخبار الاندلس کا بیان ہے کہ جب الحکم کے قصر پر حملہ کیا گیا اور اُن کو یہ معلوم ہوا کہ لوگ شرارت

کرنیوالے ہیں، تو انہوں نے اپنے ایک خاص غلام کو بلا کر حکم دیا کہ ”تم ہماری فلان لونڈی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ تمہیں غالیہ (ایک خوشبو) کی شیشی دے دے۔“ غلام نے یہ سن کر کچھ تامل کیا اور دبر کرے لگا تو انہوں نے پھر وہی حکم دیا۔ غلام نے عرض کیا ”حضور! کیا بہ وقت غالیہ لگائے کا ہے؟“ انہوں نے کہا ”اونا معقول! جب میرا سر کاٹا جائیگا تو اگر اُس میں غالیہ نہ لگا ہوگا تو وہ عوام الناس کے سروں سے کس طرح متمیز ہوگا؟“ اس کے بعد وہ باہر نکلے، وہ بھی اس لئے کہ لوگ قصر کے پاس لڑھکے اور عامۃً حشم اور فوج اُن کو مشغول کئے ہوئے تھی۔ آخر سواروں نے اُن کو پیچھے سے جا کر گھیر لیا۔ اُن کو ہریمت ہوئی اور بہت بُری طرح سے قتل کئے گئے۔ اُن کے مکابوں اور مسجودوں کو گرائے اور جلانے کا حکم دیا گیا اور جو لوگ باقی رہ گئے اُن کو شہر بدر کر دینے کا حکم ہوا۔ وہ لوگ نکل کر جزیرۂ اقرطس کو چلے گئے جو بحر رومی کے جزیروں میں سے ایک ہے اور اول معرب میں برقہ کے مقابلے میں واقع ہے۔ کئی سال وہاں پڑے رہنے کے بعد وہاں سے بھی متفرق ہو گئے۔ اُن میں سے کچھ آدمی تو اندلس میں واپس آ گئے، بعضوں نے صقلیہ میں رہائش اختیار کر لی اور کچھ اسکندریہ کو چلے گئے \*

اس واقعہ کے متعلق ابو مروان بن حیان مؤرخ نے ایک نہایت عجیب حکایت لکھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ لوگوں کو الحکم کے برخلاف برانگیختہ کرنے میں شدید ترن شخص ایک فقیہ طالوت نامی ہے، جو فقہاء میں ایک جلیل القدر شخص ہے۔ انہوں نے مدینہ جاکر حضرت مالک بن انس سے حدیث سنی اور اُنکے دیگر اصحاب سے فقہ پڑھی تھی۔ وہ معاملات دین میں ایک قوی آدمی ہے۔ جب اہل ربض سے الحکم نے وہ سلوک کیا جسکا ہم ذکر کر آئے ہیں اور باقی ماندہ اشخاص کو جلا وطن کر دیا تو ان مؤخر الذکر آدمیوں میں فقیہ طالوت

بی بی تھی۔ اُن کو وہاں سے نکلنا اور وطن سے مصروفیت اختیار کرنا گوارا نہ ہوا: لہذا اُنہوں نے یہ مدد سب خیل کیا کہ جب تک صورت حالات بدل نہ جائے وہ کہیں چھپے رہیں۔ جذباتچہ وہ کامل ایک سال تک ایک یہودی کے ہاں روپوش رہے، حواس تمام عرصے میں اُنکی بے انتہا تکریم اور بے حد تعظیم کرتا رہا۔ جب ایک سال گزر گیا اور فقیہ مذکور کو بھی پوشیدہ رہنا ناگوار ہوئے لگا تو اُنہوں نے یہودی کو بلا کر اُس کے احسان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ”میں نے بہ ارادہ کر لیا ہے کہ کل بہان سے نکل کر فلاں کاتب کے ہاں چلا جاؤں، کیونکہ اُس کاتب نے مجھے سے بڑھا ہی اور اُس پر میرا حق اُستادی ہے۔“

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُسے اس شخص (یعنی الحکم) کے ہاں بہت کچھ قدر و جاہ حاصل ہے، ممکن ہے کہ وہ میری سفارش کرے تو الحکم مجھے امان دے اور مجھے پھر اپنے شہر میں رہنے کی اجازت دے دے۔“ یہودی نے کہا ”جذاب! آپ ایسا نہ کیجئے۔ آپ کو کوئی شخص یہی امان نہیں دلا سکتا۔“ پھر وہ ہر طرح کی قسمیں کھا کر اُن کو بہ اعتبار کرائے لگا کہ اگر وہ اپنی بقیہ عمر بھی اُسی کے ہاں گزار دینگے تو نہ اُس کو ملال ہوگا، نہ وہ اُسپر بار ہونگے۔ مگر فقیہ طاہر نے انکار ہی کیا، اور جلتے جانے ہی کو کہا۔ یہودی نے بھی اُنکو رخصت کر دیا اور وہ وہاں سے روانہ ہو کر اندھیرے میں اُس کاتب کے مکان پر پہنچ گئے اور حاضری کی اجازت چاہی۔ اُس نے اجازت دی۔ فقیہ اُس کے پاس گئے تو وہ بہت تپاک سے پیش آیا اور اُن سے پوچھنے لگا کہ ”آپ اتنی مدت کہاں رہے؟“ اُنہوں نے اپنا تمام قصہ اور یہودی کا حال سنایا اور کہا کہ ”آپ اس شخص (الحکم) سے میری سفارش کر دیجئے تاکہ وہ مجھ کو جان کی امان دے اور مجھے میرے

شہر میں پڑا رہنے دے۔“ کاتب نے اُن سے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر فوراً سوار ہو کر الحکم کے پاس کیا اور کہا (۱) :-

فقال و قد مضى ليلٌ و ثانی	ولم یسمعہ غنی لیت شعری
اجاری المونسی لیل غناء	لخیر قطع ذلک ام لشر
فقالوا انه فی سجن عیسی	آؤہ بہ بلیل وهو یسری
فنادی بالطولہ وھی ممّا	بکون براسہ لجلیل امر
ویمم جارة عیسی بن موسی	فلقاه باکرام و بر
وقال اُحاجّہ عرضت فانی	لفاضیہا و متبعہا بشکر
فقال سجنّت لی جارا یسمی	بعمرو قال یطلق کل عمرو
بسجنی حیث وافقہ اسم جار	الفقیہ ولو سجنّتم بوثر
فاظلمہم لہ عیسی جمیعاً	لبحار لا یبیت بغير سکر
فان احببت قل لبحار جار	وان احببت قل لطلاب اجر
فان ابا حنیفۃ لم یأب من	تطلبہ تخلّصہ بوزر (۲)

(۱) اس مقام پر علمی تسجے میں وہ تمام صفحات غائب ہیں جن میں الحکم اول کے دور حکومت کے واقعات اور اُن کے بعد اندلس کے پانچ اور امری بادشاہوں کے حالات ہونے چاہئیں تھے۔ اس کے بعد جو بیان آتا ہے وہ شاعر ابو عمر یوسف ابن ہارون المعروف بہ الرمادی کے متعلق ہی (ڈوزی)۔

(۲) ترجمہ اشعار:-

جب ایک اور بھر دوسری رات گزر گئی اور انہوں نے اُسے گاتے ہوئے نہیں سنا، تو کہا ”ای کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ میرے اُس رات کو گائیوالے مونس ہمسائے کی طرف سے اُس کے غناء کا قطع ہونا خیر بر مبنی ہی کہ ہر پر!“

لوگوں نے کہا کہ ”وہ عیسیٰ کے فید خانے میں ہی - وہ لوگ اُسے ایک رات کو چلتا ہوا بکتر کر اُس کے پاس لے گئے۔“

اسبروہ دیو تک اُسے اُس طرح پکارتے رہے کہ جیسے کوئی نہایت ضروری کام ہوتا ہی۔ پھر انہوں نے اپنے ہمسائے عیسیٰ بن موسیٰ کے ہاں جانیکا قصد کیا اور عیسیٰ اُن سے اکرام و الطاف سے پست آیا، اور کہا ”کیا آپ کو کوئی ضرورت پیش آئی ہے؟ اگر ایسا ہو تو میں اُسے پورا کروں اور آپ کا شکریہ ادا کروں۔“ انہوں نے کہا ”آپ نے میرے ایک عمرو نامی ہمسائے کو قید کر دیا ہے۔“ اُس نے حکم دیا کہ ”عمرو نام کا ہر شخص جو میرے قید خانے میں ہو آزاد کر دیا جائے، کیونکہ وہ میرے فقیہ کے ہمسائے کا ہم نام ہی، گو کہ میں نے اُسے کسی جرم میں ہی پکڑا ہو۔“

غرض کہ عیسیٰ نے اُن سب کو ایک ایسے ہمسائے کے عوض میں آزاد کر دیا جو بغیر نشہ کے کبھی رات بسر ہی نہ کرتا تھا۔

پس اگر آپ چاہیں تو ایک ہمسائے کے قرب کے مطابق حکم دیں، اور اگر آپ پسند کریں تو ایک طالب اجر کے حق کے موافق حکم دیں،

کیونکہ ابو حنیفہ نے اپنی طلب کے بعد اس پر کوئی بوجہ نہیں رکھا۔ (مترجم)

اس حکایت کا، جس کو ابو عمر نے نظم کیا ہے، خلاصہ مطلب یہ ہے کہ (امام) ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہمسائے میں ایک کتیاں (تولنے والا) رہا کرتا تھا۔ وہ ہر رات کچھ مچھلی اور روٹی اور تھوڑی سی نبیذ لاتا اور نمز عشاء ادا کرنے کے بعد کھاتا اور پیتا۔ جب نشہ ہو جاتا تو بہ آواز بلند یہ شعر گانا کرتا:-

(۱) اضاعوني واي فتني اضاعوا لبوم كريمة و سداد ثغر

اور جب تک نیند نہ آجاتی اسی کو بار بار روتا کرتا۔ امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) جیسا کہ مشہور ہے، ایک شب بیدار اور قائم اللیل آدمی تھے۔ ایک رات کو اُس شخص کی آواز نہیں سنائی دی تو انہوں نے اپنے پاس کے موجودین میں سے ایک شخص سے پوچھا کہ ”ہمارا وہ ہمسایہ جو ہر روز رات کو گانا کرتا تھا آج کیا کر رہا ہے؟“ وہ بیمار ہے یا کہیں گیا ہوا ہے؟“ حاضرین نے کہا کہ ”وہ قید ہے۔“ بیچہ کہ ”اُس کو کس نے قید کیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ”ایک رات کو وہ اپنے کسی کام کے لئے نکلا تھا۔ اُسے عیسیٰ بن موسیٰ کوتوال کے آدمی مل گئے۔ وہ اُسے پکڑ کر عیسیٰ کے پاس لیگئے تو انہوں نے اُس کو قید کر دینیکا حکم دیدیا۔“ صبح ہوئی تو ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے اپنے کپڑے پہنے اور اپنے جانور پر سوار ہو کر عیسیٰ بن موسیٰ کے مکان پر گئے۔ جب عیسیٰ کو ابو حنیفہ کی قدر و منزلت سے آگاہ کیا گیا تو وہ فوراً اُن سے ملاقات کرنے کے لئے نکلا اور اُنکی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ پھر اُن سے آنیکی ضرورت دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ”آپ کے قید خانے میں عمرو نامی میرا ایک ہمسایہ ہے۔“ عیسیٰ نے حکم دیا کہ ”میرے قید خانے میں عمرو نام کے جتنے آدمی ہیں سب کو چھوڑ دیا جائے، کیونکہ (اس نام کا ایک آدمی) فقیہ کا ہمسایہ ہے۔“ چنانچہ اُس نے اُسے چھوڑ دیا اور اُس کے ساتھ اور بھی بہت سے آدمیوں

(۱) ترجمہ:- انہوں نے مجھے ضائع کر دیا۔ اور ہلے انہوں نے روز جنگ اور حفاظت حدود کے لئے کیسے اچھے آدمی کو کھو دیا! (مترجم)

کو رہا کر دیا۔ وہ شخص ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کے پاس شکریہ ادا کرنے کے لئے آیا۔ انہوں نے اُسے دیکھ کر پوچھا ”کیا ہم نے تجھے ضائع کر دیا؟“ اُس نے کہا ”قسم خدا کی ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ نے ہمسائیگی کی حفاظت کی۔ اللہ آپ کی حفاظت کرے!“

جو بیت کہ ابو عمر اپنی اس نظم میں لائے ہیں اور جسے ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کا ہمسایہ کہا کرتا تھا وہ عرجی کا ہی جو حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ) کی اولاد میں سے تھا، جسے معیرہ، ہشام بن عبد الملک کے حوالہ اور اُنکی طرف سے عامل مکہ نے قید کر دیا تھا اور مرتے دم تک قید ہی میں رہا: بلکہ جنازہ بھی قید خانے ہی سے نکلا \*

اسی ابو عمر کے اور بھی بہت سے عمدہ عمدہ اشعار ہیں۔ بہ شخص شعراء اندلس کے تیسرے طبقے میں سے ہیں۔ ”مجھے اس کے اُس قصیدے کے شروع کے چند اشعار یاد رہ گئے ہیں جو اُس نے ابو علی قالی (۱) (جنکا ذکر ہو چکا ہے) کی شان میں کہا ہے“ اور وہ یہ ہیں:-

(۲) من حاکم بینی و بین عدولی الشیخو شجوي والعول عویلی  
اقرر فما دین الهوی کفر ولا اعتد لومک لی من التنزیل

(۱) اس جملے کی عدم تصدیق اور کشتہ نظم کے یکبارگی لفظ ”فقال“ سے شروع ہونے سے نوزی کی صحت فول راعح ہوئی ہے۔ نظم سافہ کے بعد سے لیکر ہشام بن الحکم کے حالات کے شروع تک جو حالات ہیں وہ الحکم اول کے نہیں بلکہ الحکم ثانی کے ہیں۔ (مترجم)

(۲) ترجمہ:- میرے اور میرے ملاستگر کے درمیان کون حاکم ہے؟ غم و اندوہ ہی تو میرا اور آہ و زاری ہی تو میری۔  
اپنی ملاست سے باز آؤ۔ نہ تو مذہب عشق کفر ہے اور نہ میں تمہاری ملاست کو آیت قرآنی سمجھتا ہوں۔

تعجب ہی اُن لوگوں سے جن کے ذہن عشق کے لئے اور جسم گھل گھل کر نابید ہونے کے لئے نہیں بنے!

چونکہ عشق کے معانی اُن لوگوں کی فہم میں سے بالاتر تھے، اُس لئے انہوں نے اُس کی تاویل میں کہیں اور بہت ہی بڑی تاویلیں کیں۔

میں اپنے سنانے والے کو اپنے کس عضو میں محفوظ رکھوں جو تعذیب و تنکیل سے بچا ہوا ہو؟

اگر میں بہ کہوں کہ اُسے اپنی آنکھ میں رکھوں گا تو اُس میں میرے آنسو بہے ہوئے ہیں، اور اگر یہ کہوں کہ اپنے دل میں جگہ دوں گا تو اُس میں مسوزش بھری ہوئی ہے۔ (مترجم)

عجبا لقوم لم تكن اذهانهم  
دَقَّتْ معاني الحب عن افهامهم  
في اي جراحة اصون معذبي  
ان قلت في عيني فتم مدامعي  
لهوي ولا اجسادهم لنحول  
فتأولوه اقبم التأويل  
سلمت من التعذيب والتنكيل  
او قلت في قلبي فتم غليلي

اُس قصیدے کے صرف بھی اشعار صحیحے حفظ رہ گئے ۔ یہ ابو عمر شعراء الحکم المستنصر میں پیش پیش تھا ۔ ابوالحسن مصحفی سے اُسے ایک خصوصیت تھی ۔ اُسی نے ابو عمر کو محمد بن ابی عامر کی ہجو پر برا نگینہ کیا تھا ۔ جب موخر الذکر کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے مصحفی کو پکڑ بلایا ، اس کا مال و متاع ضبط کر لیا اور ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا ، جہاں پڑا پڑا وہ بھوک اور ضعف سے مر گیا ۔ باقی رہا شاعر ابو عمر : اُس پر بھی بہت سختی ہوئی ، اُسے طرح طرح سے عذاب دیا اور آخر جلا وطن کرنے کا حکم دیا ۔ الحکم سے اُس کے بارے میں سفارش کی گئی کہ اُسے اُس کے شہر میں رہنے دیا جائے ۔ حناچہ اُسے ایسا کرنیکی اجازت مل گئی ، مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ نہ وہ کسی کام کے لئے باہر نکلے اور نہ کسی خاص یا عام شخص سے بات چیت کرے ۔ الحکم نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ شہر قرطبہ کے تمام اطراف میں اس امر کی منادی کرے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو عمر مردوں کی طرح زندہ رہا اور ابو عامر کے آخری زمانے میں اپنی موت سے مر گیا \*

الحکم المستنصر اہل روم اور اپنے خلاف جنگ کرنے والوں سے مرتے دم تک لڑتے رہے ۔ انہوں نے سنہ ۳۶۶ کے ماہ صفر میں انتقال کیا ۔ اس حساب سے اُن کی ولایت کی مدت اُن کی بیعت سے لیکر وفات کے وقت تک سولہ ( ۱۶ ) سال اور چند ماہ کی ہوئی ۔ اُن کے بیٹے ہشام کی موت پر اُن کی نسل منقطع ہو گئی ۔ ہشام کے سوا اُن کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا \*

## ولایت ہشام المویذ بن الحکم المستنصر

اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے ہشام بن الحکم تخت نشین ہوئے . اُن کی کنیت ابوالولید تھی اور اُن کی والدہ کا نام صبیحہ تھا ، جو اُم ولد تھیں . جس وقت اُنکو حکومت ملی ہی اُنکی عمر دس سال اور چند ماہ کی تھی . وہ ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے ، کبھی باہر نہیں نکلتے تھے اور نہ اُن کا حکم نافذ تھا . اول اول اُن کی تولیت ، حجابیت ، نفوذ امور اور تدبیر مملکت پر ابو عامر محمد بن عبد اللہ بن ابی عامر محمد بن ولید بن یزید بن عبد الملک بن عامر معافری قحطانی غالب تھے \*

ابن ابی عامر کی اصل مشہور شہر جزیرۃ خضراء کے ایک قریہ موسومہ طرش سے تھی ، جو وادی اروا نام کے ایک دریا کے کنارے پر واقع تھا . بہ ایک شریف اور قدیم خاندان سے تھے . جوانی ہی میں قرطبہ آگئے ، وہیں علم اور ادب پڑھا اور سیکھا ، حدیث شریف سنی اور اُس میں اپنے آپ کو ممتاز بنایا . اُن میں اس قدر ہمت تھی کہ وہ خود ذکر کیا کرتے تھے کہ اُسی کے ذریعے اُنہوں نے معالی امور کو حاصل کیا : بلکہ دن بدن اُن کو اس میں اور بھی ترقی ہوتی رہی تا آنکہ وہ اپنے خاص خاص دوستوں سے اس کے متعلق واقعات بیان کیا کرتے تھے . چنانچہ اس بارے میں اُن کے عجیب و غریب حالات و کوائف ہیں ، جن میں سے چند ایک واقعات کو شیخ فقیہ محدث ضابط و متقن ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی نے اپنی کتاب موسومہ بہ ”الامانی الصادقہ“ میں بیان کیا ہے . مثلاً اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حمیدی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو محمد علی بن احمد بن حزم نے بیان کیا کہ اُن سے ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق تمیمی نے کہا کہ ”ایک مرتبہ محمد بن ابی عامر میرے پاس میرے مکان کے اوپر والے کمرے میں تھیرے ہوئے تھے . میں ایک رات کو اُنکے



پاس آخر شب میں گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ اُسی حال میں بیٹھے ہیں جس حال میں کہ میں اُن کو شروع رات میں چھوڑ آیا تھا ۔ میں نے اُن سے کہا کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج رات آپ سوئے نہیں۔“ اُنہوں نے کہا ”نہیں۔“ میں نے کہا ”آخر پھر آپ کیوں جاگتے رہے ؟“ کہا کہ ”ایک عجیب فکر تھا۔“ میں نے پوچھا ”آپ کیا سوچ رہے تھے ؟“ کہنے لگے کہ ”میں بہ سوچ رہا تھا کہ اگر حکومت مجھے مل جائے اور قاضی محمد ابن بشیر مرجائیں ، تو میں اُنکی جگہ کسکو قاضی بنائوں ۔ میں نے دل ہی دل میں تمام اندلس کے شہر بہ شہر چھان مارے ، مگر سوائے ایک شخص کے کوئی ایسا نہ ملا“ میں نے کہا ”شاید وہ محمد بن السّلیم ہیں ؟“ کہا کہ ”ہاں واللہ وہی شخص ہیں جسپر میرے اور تمہارے دل نے اتفاق کیا ہے \*“

حمیدی ہی کا بیان ہے کہ مجھے ابو محمد علی بن احمد نے کہا کہ ”ایک روز ابن ابی عامر اپنے تین طالب علم دوستوں میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ ابن ابی عامر نے اُن سب سے کہا کہ ”اگر میں برسر حکومت ہو جاؤں تو تم تینوں میں سے ہر ایک اپنے لئے جو کچھ چاہو اختیار کرلو۔“ اُن میں سے ایک نے کہا کہ ”مجھے علاقہ ریّہ کا قاضی بنادینا (یہ مقام مالقہ اور اُس کے اعمال میں ہے) کیونکہ مجھے وہاں کے وہ انجیر بہت پسند ہیں جو اُدھر سے آتے ہیں ۔“ دوسرا بولا کہ ”مجھے تو تم بازار کی محاسبیت کا کام دے دینا“ کیونکہ مجھے اسفنج بہت مرغوب ہیں ۔“ تیسرے نے کہا کہ ”اگر تجھے تکت حکومت پہنچ جائے تو یہ حکم دے دیجو کہ مجھے ایک گدھے پر دم کی طرف منہ کر کے بٹھا دیا جائے اور تمام شہر قرطبہ میں گشت کرایا جائے ۔ میرے بدن پر شہد ملوا دینا کہ میرے اوپر خانگی مکھیاں اور شہد کی مکھیاں بھنکتی جائیں ۔“ اِس کے بعد چاروں الگ ہو گئے اور جب ابن ابی عامر برسر حکومت پہنچ گئے تو جس نے جو کچھ مانگا تھا اُنہوں نے اُسے وہی دیا ۔“

الغرض جب سے کہ وہ قرطبہ پہنچے ان کی حالت برابر ترقی کرتی گئی؛ بہان تک کہ ان کو ہشام الموبد بن الحکم کی والدہ سیدہ صبح کی وکالت سے تعلق ہو گیا، اور ان کے مال اور جاگیرات کے ناظر ہو گئے، اس طرح ان کے ساتھ حالت ترقی پذیر ہوتی رہی، بہان تک کہ الحکم المستنصر کا انتقال ہو گیا۔ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں ہشام ابھی چھوٹے ہی سے تھے۔ خوف بہ ہوا کہ کہیں لوگوں میں اضطراب نہ پھیل جائے۔ یہہ دبکھر ابن ابی عامر نے صبح سے سکون حال، زوال خوف اور ان کے بیٹے کے لئے استقرار سلطنت کا وعدہ کیا۔ ابن ابی عامر ایک قوی النفس آدمی تھے۔ مقدر نے ان کی مساعدت کی۔ ادھر سیدہ صبح نے مال سے ان کی مدد کی۔ انہوں نے فوج کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ پھر کچھ ایسے حالات واقع ہوتے رہے کہ جن سے ان کا قدم بلند ہی ہوتا چلا گیا۔ ہوتے ہوتے آخر وہ خود ہی صاحب تدبیر ہو کر امور پر غلبہ یذیر ہو گئے۔ پھر ہشام الموبد کو تو جھپاکر بٹھا دیا، اور خود منصور کا لقب اختیار کر کے سب کے دلوں میں اپنی ہیبت قائم کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اندلس کا علاقہ ان کا مطیع و منقاد ہو گیا، ہر طرف ان کی وجہ سے امن و امان ہو گیا، اور ان کے رعب اور فرط سیاست کے سبب سے ان کی زندگی تک کسی طرح کا اضطراب نہیں پہیلنے پایا \*

انہوں نے کئی آدمیوں کو اپنا وزیر بنایا، جن میں وزیر ابو الحسن جعفر بن عثمان الملقب بہ موصی، وزیر کاتب ابو مروان عبد الملک بن ادريس جزيري اور وزیر ابوبکر محمد بن الحسن زبیدی تھے۔ آخر الذکر نے کتاب العین کا خلاصہ کیا تھا، اور ان کا ذکر پہلے یہی ہو چکا ہے۔ وہ ابن ابی عامر کے کوتوال بھی رہ چکے تھے، اور الحکم المستنصر کے دلی دوست اور دوستوں میں نہایت سربر آوردہ اور عزیز تھے۔ ان کے علاوہ ابن ابی عامر نے ابو العلاء صاعد بن الحسن ربعی

لعوی بعدادی کو پی وزیر بنایا۔ ابن ابی عامر کے ساتھ اُن کے لطیفے بہت ہی اچھے ہیں، اور انشاء اللہ تعالیٰ میں اُن لطائف میں سے چند ایک عنقریب بیان بھی کرونگا \*

منصور علم دوست، ادب کو ترجیح دینے والے، اور اُن لوگوں کی سے حد تعظیم و تکریم کرنے والے تھے جن کو اُن علوم میں سے کسی سے نسبت ہوتی تھی۔ جو شخص اُن کا متوسل ہوتا تھا وہ اپنے نصیب کے موافق اُن سے فائدہ اُٹھالیتا تھا، جو کچھ مانگتا تھا پالیتا تھا اور ہر بات میں اُنکا شریک ہوتا تھا۔ ابو العلاء صاعد بن الحسن ربیع مدکور سب سے پہلے منصور ہی کی حکومت کے دوران میں اندلس آئے۔ اُن کے ہاں اُن کی قدر و منزلت بڑھگئی اور بہت سا مال و منال بھی حاصل ہوا۔ وہ سنہ ۳۸۰ میں منصور کے پاس پہنچے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ابو العلاء صاعد کی اصل بلاد موصل سے ہے۔ وہاں سے وہ بعداد گئے، جہاں اُنہوں نے تحصیل علم کی۔ وہ لعت، ادب اور تاریخ کے عالم اور حاضر جواب تھے، شعر اچھا کہتے تھے، ماند و بود اچھی رکھتے تھے، علم مجلسی سے خوب واقف تھے اور اُس سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اسیرجہ سے منصور نے اُن کا اکرام کیا اور خوب جی کھولکر اُن کے ساتھ احسان و افضال کیا۔ مزید برآں خصال وہ حُسن سوال کے لطائف طرق سے خوب واقف تھے، مال اُپھارنے کا طریقہ اُن کو اچھا آتا تھا، اور عجیب لطف و انداز کے ساتھ شکر بہ ادا کرتے تھے۔ چنانچہ مجھ سے اندلس کے ایک صاحب نے یہ روایت صحیح بیان کیا کہ ”ایک دن ابو العلاء منصور کی بے تکلف مجلس میں پہنچے۔ وہ اپنے لباس کے نیچے ایک قمیص اُن تھیلیوں کے کپڑوں کی پہنے رکھتے تھے جن میں وہ (منصور) اُن کو مال و زر عطا کیا کرتے تھے۔ جب مجلس میں تخلیہ ہوا اور فرصت ہوئی تو اُنہوں نے اور کپڑے اُتار دئے اور صرف وہی قمیص پہنے رہے، جو تھیلیوں کی بنی ہوئی تھی۔ منصور نے کہا ”ابو العلاء!

بہ کیا ہی؟“ کہا کہ ”نہ وہ تھیلیاں ہیں جو میرے پاس حضور کے عطیات کے ہمراہ آئی تھیں۔ میں نے اُن کو جوڑ جوڑ کر ایک ایسا کپڑا بنا لیا ہے جو میرے بدن سے ہی لگا رہے۔“ یہ کہتے ہی وہ رونے لگے اور اپنی عادت کے موافق اپنے خاص طرز میں شکریہ ادا کرنے لگے۔ منصور نہ سنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ”ابھی ہمارے پاس تمہارے لئے اور بہت کچھ ہے۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا \*۔“

اِن ہی ابو العلاء نے منصور کے لئے کئی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ منجملہ اُن کے ایک کتاب تھی، جسکا نام اُنہوں نے ”کتاب الفصوص“ رکھا تھا، جو اُسی وضع کی تھی جیسی ابو علی قالی کی ”کتاب النوادر۔“ اس کتاب کا ایک عجیب و غریب اتفاق ہوا۔ حب یہ کتاب مکمل ہو گئی تو ابو العلاء نے اپنے ایک غلام کو دیکر اپنے ساتھ لے لیا۔ جب قرطبہ کے دریا کو عبور کرنے لگے تو غلام کا پاؤں پھسلا اور وہ اُس کتاب سمیت ہی دریا میں جا پڑا۔ اس واقعہ کو ایک شاعر ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ المعروف بہ ابن العریف نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ ایک شعر میں قلمبند کر کے منصور کے سامنے پیش کیا، اور وہ یہ ہی :-

قد غاص فی البحر کتاب الفصوص      وھكذا کل ثقیل یغوص

[ یعنی :- کتاب الفصوص نے دریا میں غوطہ زنی کی ہے اور

ہر ثقیل اور وزنی چیز اسی طرح ڈوب جاتی ہے۔ (مترجم) ]

منصور اور حاضرین اُسے سنکر ہنس پڑے۔ مگر اِس سے ابو العلاء

نہ شرمندہ ہوا، نہ اُبھر کوئی رعب پڑا؛ بلکہ اُنہوں نے فوراً فی البدیہہ ابن العریف کے جواب میں کہا کہ :-

عاد الی معدنہ انما      توجد فی قعر البحار الفصوص

[ یعنی :- وہ اپنے معدن کی طرف واپس چلی گئی۔ جواہرات

سمندروں کی تھ ہی میں ملا کرتے ہیں۔ (مترجم) ]

انہوں نے ایک اور کتاب ابو السری سہل بن ابی غالب خررجی کے رنگ میں کہی تھی جس کا نام ”کتاب الہیجیف بن غیدقان بن ینربی مع الخنوت بنت مخرمہ بن أنیف“ رکھا تھا۔ ایک اور کتاب تھی جس کا نام تھا ”کتاب الجواس بن قعطل المذحجی مع ابنة عمه عفراء“۔ یہ کتاب نہایت نفیس تھی۔ جب اندلس میں فتنہ و فساد برپا ہوا تو وہ بہت گئی اور اُس کے بہت سے اوراق کم ہو گئے۔ جو بعد میں دستیاب نہیں ہوئے۔ منصور کو اس کتاب یعنی الجواس کے دیکھنے کا بیحد شوق تھا، یہاں تک کہ انکے شخص صرف اس کام کے لئے مقرر تھا کہ وہ ہر رات کو وہ کتاب نکالکر اُن کے سامنے رکھ دیا کرے۔ کہتے ہیں کہ ابو العلاء منصور کے انتقال کے بعد اُن کے اُن بیٹوں کی بے تکلف مجلسوں میں شامل نہیں ہوئے جو اُن کے جانشین ہوئے اور یہ بہانہ کیا کہ ”میری پندلی میں ایسا درد ہی کہ میں لاتی کے سہارے بھی نہیں چل سکتا“ اس لئے حضوری اور خدمت سے معذور ہوں۔“ یہاں تک کہ اولاد منصور کی دولت ہی کا خاتمہ ہو گیا۔ چنانچہ اس کے منعلق اپنے اُس مشہور قصیدے میں ذکر کیا ہے جو ابو المظفر ابو مروان عبد الملک بن المنصور ابو عامر محمد بن ابی عامر (جو اپنے باپ منصور کے جانشین ہوئے) کی شان میں لکھا ہے اور جس کے شروع کے اشعار یہ ہیں:-

۱ الیک حدوث ناجية الركاب	محملة امانی كالهضاب
وبعت ملوک اهل الشرق طرا	بواحدھا و سیدھا اللباب
اسی قصیدے میں کہتے ہیں:-	
۲ الي الله الشکيَّة من شکاة	رمت ساقی فحل بها مضابی
و أفقتني عن الملك المرجی	و کنت أرم حالي باقترابی

۱ ترجمہ:- میں نے تیز رو سواروں کو کوہ صفت امیدوں سے لاد کر تمہاری طرف روانہ کیا ہے۔ میں نے اہل مشرق کے تمام بادشاہوں کو اُن کے سردار واحد اور خلاصہ ملوک کے بدلے فروخت کر دیا ہے۔ (مترجم)

۲ ترجمہ:- خدا ہی کی طرف گلہ مرض کبا جا سکتا ہے۔ اُس (معسوقہ) نے میری پندلی پر تیر مارا اور وہ نشانے پر بیٹھا۔

اُس نے مجھے میرے امید بنائے بادشاہ سے دور کر دیا: حالانکہ اُس کے قرب سے میں اپنے حال کو درست کرتا تھا۔ (مترجم)

خصوصاً اُن کا یہ قول تو بہت ہی پسند کیا گیا ہے کہ :-

احسبُ المنعمین علی الربا      فالفیت اسمہ صدر الحساب  
وما قدمته الا کاذی      أقدم ثالیاً أم الكتاب

ابو عبد اللہ حمیدی کا قول ہے کہ مجھ سے ابو محمد علی بن وزیر  
ابو عمر احمد بن سعید بن حزم نے بیان کیا کہ ”میں نے ابو العلاء  
یہ قصیدہ سنہ ۳۹۶ کی عید الفطر میں المظفر کے سامنے پڑھتے ہوئے  
سنا۔ وہ پہلا ہی دن تھا کہ میں المظفر کے حضور میں بارباب ہوا تھا  
جب ابو العلاء نے دیکھا کہ میں اُس قصیدے کی تعریف کرتا ہوں اور  
اُس کو بہ غور سننا ہوں تو انہوں نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھر ایک نسخہ  
مجھے دیدیا۔“ انتہی کلام الحمیدی \*

ابو العلاء اکثر العاذ غریب کا استعمال کرتے تھے، اور اگر اُن کے الفاظ  
کے متعلق سوال کیا جاتا تو فوراً ہی جواب گھڑ لیتے تھے۔ چنانچہ  
ابو عمر راہد مطرز غلام ثعلب بیان کرتے ہیں کہ اگر ابو العلاء اکثر مزاح  
و مذاق نہ کرتے رھتے تو جو کچھ وہ کہتے رھتے تھے وہ سچ ہی مانا جاتا،  
تاہم اُن کی بعض باتوں میں صدق بھی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کے  
متعلق اُن کی جو باتیں بیان کی جاتی ہیں اُن میں سے ایک یہ  
بھی ہے کہ وہ انکے دن منصور کے پاس گئے تو اُن کے ہاتھ میں ایک  
خط تھا جو اُن کے کسی مقام کے عامل مسمیٰ مہدیمان بن یزید نے اُنکو  
لکھا تھا۔ اُس خط میں دو الفاظ ”قلب“ اور ”قریبیل“ درج تھے جو  
اُس علاقے میں زمین کو زراعت سے پہلے جھوڑ دینے پر استعمال ہوتے  
تھے۔ منصور نے کہا ”ابو العلاء!“ ابو العلاء نے کہا ”جناب! ارشاد۔“

۱ ترجمہ :- میں نے اُن لوگوں کا حساب کیا جو مخلوق خدا پر انعام و اکرام کیا  
کرتے ہیں، تو دیکھا کہ اُس (ممدوح) کا نام اُس حساب کے بالکل شروع ہی  
میں آتا ہے۔

میں جب کبھی اُس کے یاس آیا، تو مجھے ہمیشہ یہی معلوم ہوا کہ گویا میں  
ام الكتاب کی تلاوت کرتا ہوا آتا ہوں۔ (مترجم)

منصور نے پوچھا ”تم نے جو کتب پڑھی ہیں کیا اُن میں کبھی میدمان بن بزید کی کتاب ”القولب والدوالب“ کے دیکھنے کا یہی اتفاق ہوا ہے؟“ ابو العلاء بولے ”جی ہاں مولانا! واللہ میں نے بعد ازاں میں ایک نسخہ ابوبکر درید کا دیکھا تھا جو ایسا لکھا ہوا تھا کہ حیسے جیوتقیان چل رہی ہیں۔ اُس کے دونوں طرف وضاع کی علامات یہی بنی حوی تھیں، اور اِس اِس طرح لکھا ہوا تھا۔“ منصور نے کہا ”ابو العلاء! تمہیں شرم نہیں آتی؟ بہہ دیکھو میرے ہاتھ میں میرے فلاں شہر کے عامل کا خط ہے۔ اُس کا نام فلاں فلاں ہے، اور اُس میں بہہ بہہ بات لکھی ہوئی ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے)۔ میں نے انہی الفاظ کو گھڑ گھڑا کے تم کو سنا دیا تھا اور اُن کا مصنف اپنے اُس عامل کو بتایا تھا۔“ وہ سنکر ابو العلاء قسمیں کھانے لگے کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ امر واقعی بیان کیا ہے۔

اسی طرح ابکث اور مرتبہ منصور کے پاس ایک طبق تمر (کھجور) سے بھرا ہوا آیا تو انہوں نے کہا ”ابو العلاء! کلام عرب میں ”تمرکل“ کس کو کہتے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ”بن کہا جاتا ہے کہ تمرکل الرجل تمرکلا: یعنی جب کوئی شخص اپنی چادر کو اپنے ارد گرد لپیٹ لے۔“ اسی نوع کی اور بھی بہت سی باتیں اُنکی مشہور ہیں۔ مگر باوصف اس کے وہ عالم ضرور تھے \*

ابو عبد اللہ حمیدی ہی راوی ہیں کہ مجھ سے ابو محمد علی بن احمد نے ”اُن سے وزیر ابو عبدہ حسان بن مالک بن ابی عبدہ نے اور اُن سے ابو عبد اللہ عاصمی نحوی نے بیان کیا کہ ”جب صاعد بن الحسن لعوی منصور ابو عامر محمد بن ابی عامر کے پاس آئے تو منصور نے ہم سب کو اُن کے پاس جمع کیا۔ ہم نے اُن سے علم نحو کے بہت سے باریک باریک مسائل دریافت کئے، مگر وہ جواب سے قاصر رہے۔ ابن ابی عامر نے اُن کی یہ حالت دیکھ کر کہا کہ ”اُن کو میرے پاس بلاؤ۔“

نحو میں مین اور وہ ایک ہی درجے کے آدمی ہیں؛ مین ہی اُن  
مناظرہ کرونگا۔““ پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ ”اُسکے بعد صاعد نے ہم  
سوال کیا اور پوچھا کہ امرؤ القیس کے اس شعر کا کیا مطلب ہے کہ  
کان دماء الہادیات بخرة عصارة حذاء بشیب مَرَجَل“

[یعنی۔ اسبان پیش رو کے خون کی چھینندین اُس کے سینے  
پڑی ہوئی ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے بڑھاپے کے سپید اور کنگھ  
کئے ہوئے بالوں میں منہدی لگی ہوتی ہے۔ (مترجم)]

ہم نے کہا ”یہ تو بالکل واضح شعر ہے۔ نہ ایک اشہب گھوڑے کہ  
تعریف ہے جس پر کسی وحشی جانور نے حملہ کیا ہے اور اُسکا خو  
اُس کے سینے پر بہ آبا ہے۔“ صاعد نے کہا ”سبحان اللہ! تم اُسکا اس  
سے پہلا شعر بھول گئے“ کہ وہ کہتا ہے کہ۔

کمیت بزل اللبد عن حال متنه کما زلت الصفواء بالمتنر  
[یعنی۔ اُس کا رنگ کمیت ہے۔ نمدہ اُس کی پشت

درمیانہ حصے سے اسی طرح پھسلتا ہے جس طرح ایک صاف او  
جکنے بٹھیر سے بارش کا پانی پھسل جاتا ہے۔ (مترجم)]

یہ سن کر ہم حیران رہ گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا ہم نے یہ شع  
کبھی سنا ہی نہ تھا۔ ہم نے اضطراری طور پر اُن سے سوال کیا۔ انہوں  
کہا کہ ”امرؤ القیس کا ان دونوں میں ایک مطلب ہے:۔ یا تو یہ  
کہ گھوڑے کا سینہ پسینہ پسینہ ہو گیا ہے۔ اور گھوڑے کا پسینہ سفید ہو  
ہے۔ پس یہ پسینہ خون میں ملکر ایسا معلوم ہونے لگا کہ جیسے سفید  
بالوں میں حنا لگی ہے۔ یا بہ کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ گر  
دود سے گھوڑوں کے سینوں پر نشان کیا کرتے تھے۔ اُس مقام پر سے بال  
گر جاتے تھے اور اُن کی جگہ نئے سفید بال پیدا ہو جاتے تھے۔ بہر حال  
خواہ ان دونوں امور میں سے اُس کا مقصود کچھ ہی ہو؛ گھوڑے کی  
تعریف بہر وجہ قائم اور بجا ہے۔““



ابو عبد اللہ کا بیان ہی کہ مجھ سے ابو محمد علی بن احمد نے اور ان سے فقیہ ابو الخیار مسعود بن سلیمان بن مثنیٰ نے ذکر کیا کہ ایک دن منصور ابی عامر کی مجلس میں ابوالعلیٰ صاعد نے اہل ادب کی ایک جماعت سے شماع بن ضرار کے ان اشعار کے متعلق سوال کیا کہ :-

”دار الفداء التي كذا نعل لها باظبية تطلّ حسنة الجيد  
يدني الحمامة منها وهي لاهب من باع المرد فنوان العناقيد“ ۱

تر انہوں نے جواب دیا کہ :- ”اسکے معنی یہ ہیں کہ اراکہ یا انگور کے درخت کی شاخ پر ایک کبوتر بیٹھا ہے، اور اُس پر تھونگین مار مار کر کچھ گرا رہا ہے۔ ہرن نے اُس پر قابو پالیا ہے اور کبوتر ڈر گیا ہے۔“ صاعد نے اُن کے اس پیش کردہ مطلب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ”اس بیت میں جو لفظ ”حمامة“ آیا ہے اُس کے معنی آئنے کے ہیں۔ یہ لفظ آئینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکی جو ہرن سے مشابہ ہے، جب آئینہ دیکھتی ہے تو آئینہ اُس کے بالوں کو دیکھ کر خود اُس کی طرف کہنچ آتا ہے، اور وہ بال اسے گچھے ہوئے ہیں کہ پختہ انگوروں با اراکہ کے پھل سے مشابہ ہیں اور وہ اُن کو دیکھ رہی ہے۔“

دنیا کے عجائب امور و قصص میں سے ایک واقعہ ایسا ہے کہ جسکا اتفاق بھی کم ہی ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ صاعد بن الحسن لغوی نے منصور ابی عامر کے پاس ایک بز کو بھی بطور تحفہ کے بھیجا اور اُس کے ساتھ ہی یہ اشعار بھی بھیجے :-

۱ ترجمہ :- وہ جوان لڑکی جس سے ہم کہا کرتے تھے کہ ”ای ہرن - ای بے عیب حسن والی اور ای خوبصورت گردن والی!“

جب وہ آئینہ لے کر یوں ہی کھینچی ہی تو آئینہ اُس کے خوشہ های انگور یا میوہ ہائے اراکہ کے فریب ہو جاتا ہے۔ (مترجم)

ایا حرز کل مخوف و آمان کل      مشرد و معز کل منذل  
جدواک ان تخصص به فلاهله      و تعم بالاحسان کل مومل  
کالعیث طبق فاستوی فی وبله      شعث البلان مع المراد المقبل  
الله عونک ما ابرک بالهدی      و اشد وقعک بالضلال المشعل  
ما ان رات عینی و علمک شاهد      شروی علائک فی معم منحل  
اندي بمغربہ کسرحان الغضا      رکضا و اوغل فی منار القصل  
مولای مرنس غربتی متخطفی      من ظفر ایامی ممنع معفلی  
عبد نسلت بضبعه و غرسته      فی نعمه اهدی الیک بابل  
سمینت غرسیه و بعنته      فی حبله لیتاح فیه تفاعلی  
فلئن قبلت فتلک اسنی نعمه      اسدی بها ذو منحه و تطول  
صحبک غادیة السورور و حللت      ارجاء ربعک بالسحاب المنخل

۱ ترجمہ :- ای ہر حائف و نرسدہ کی پناہ ، اور ہر رائدہ و پراگندہ کی آمان ، اور ہر نمل و حوار کے معزز کرنے والے ! اگر تو اپنی داد و دہش کو مخصوص کرے تو وہ صرف اپنے اہل کے لئے ہوگی ، مگر تو اپنے احسان کو ہر امیدوار کے لئے عام کر دیتا ہی ، جس طرح نارن رمین بر بڑی ہی تو اپنی روانی مین خنک و ویران اور سرسبز بار آور سب زمسون کے لئے مساوی ہونی ہی ۔ اللہ نیرا مددگار ہی ! تو ہدایت مین کسقدر نیک اور اپنے گمراہ آتش انگیز بد بخت دشمن کو سزا دینے مین کسقدر سخت ہی ۔ میری آنکھ نے بھی نہیں دیکھا ، اور تیرا علم بھی شاہد ہی ، کہ کوئی اعمام و احوال رکھنے والا شخص سری شان و علو کا مثیل نہیں ہی ۔

نہ کوئی نچھ سا اپنی گرگ غضا جیسی تیز رفتار اونٹنی کو سیراب کرنے والا اور غبار ہائے جگ مین در آنے والا ہی ۔

ای میرے آقا ، میری غربت کے مونس ، مجھکو زمانے کے پنجے دستبرد سے بچانے والے ، مجھکو محفوظ رکھنے والے اور سر پرست !

ایک غلام تیرے پاس ایک نر کوہی لایا ہی ! تو نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی مدد کی ہی ، اور اپنی نعمت و احسان مین اسے جگہ دی ہی ۔

میں نے اُس کا نام غرسیہ رکھا ہی اور اُسے اُس کی رسی سمیت تیرے پاس بھیجا ہی تاکہ میرا تقاول اُس سے معلوم کیا جاسکے ۔

اگر تو نے اسے قبول کر لیا ، تو یہ ایک بلند ترین احسان ہوگا ، جس سے ایک صاحب نعمت و شفقت احسان کرتا ہی ۔

سورور و بہجت کی صبح تیرے ساتھ ہی اور ایک تر اور غرش و غرم بادل کے ہمراہ تیرے مکان مین آتری ہی ۔ (مترجم)

چونچہ خدائے تعالیٰ نے اپنے علم سابق میں ہم مقرر کر رکھا تھا کہ روم کا ایک بادشاہ عرسیہ بن شائعہ جو ایک نہایت مشہور آدمی تھا اُسی دن فیدہرا جس دن صاعد نے یہ بڑکھوی بھیجا اور اُس کا نام عرسیہ رکھا تھا جس میں اُس کے گرفتار ہونے کی فال موجود تھی۔ اس سے صاحب و مصحوب دونوں کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہم عرسیہ سنہ ۳۱۵ کے صا ربيع الآخر مبن فیدہرا تھا \* جب اندلس میں فتنہ و فساد برپا ہوا تو ابوالعلا صاعد وہاں سے روانہ ہو کر صقلیہ چلے گئے اور وہیں سنہ ۴۱۰ کے قریب، جیسے کہ مجھے معلوم ہوا ہے، بڑی عمر میں انتقال کیا \*

منصور ابو عمر محمد بن ابی عامر جب تک برسرِ اقتدار رہے، نہایت شدت کے ساتھ رومیوں سے غزوات کرتے رہے۔ کوئی اور شغل اُن کو اس کام سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ اُن کے ہاں ہر ہفتہ ایک مجلس منعقد ہوا کرتی تھی، جس میں قرطبہ کے تمام اہل علم مناظرہ کے لئے اُن کے حضور میں جمع ہوتے تھے۔ اُن کو غزوات سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ وہ عید کی نماز کے لئے نکلے ہیں اور بیک وقت اُن کی نیت غزوہ کرنے کی ہو گئی ہے۔ پھر وہ اپنے قصر کی طرف واپس نہ جانے تھے؛ بلکہ اُسی حالت میں عید گاہ ہی سے فوراً جہاد کے لئے روانہ ہو جانے تھے۔ فوجیں اُن کے پیچھے پیچھے یکے بعد دیگرے اُن سے جا ملتی تھیں، اور ابھی وہ بلاد روم تک پہنچتے بھی نہ تھے کہ وہ تمام افواج و عساکر جنکو وہ اپنے ہمراہ لے جا رہے تھے اُن تک پہنچ جاتی تھیں۔ انہوں نے اپنے زمانے میں پچاس سے زائد لڑائیاں لڑی ہیں۔ ان سب کو ابو مروان بن حیان نے اپنی کتاب موسومہ ”مآثر العامریہ“ میں بیان کیا ہے، اور ہر لڑائی کا وقت اور اُس کے آثار و اخبار بیان کئے ہیں۔ انہوں نے بہت سی فتوحیں حاصل کیں اور اُن مقامات تک پہنچے جہاں تک اُن کے پدیں رو نہیں پہنچ سکے۔ تمام اندلس اموال غنیمت اور اہل روم کی گرفتار شدہ لڑکیوں، لڑکوں اور

عورتوں سے بُر ہو گیا تھا۔ اُنکے زمانے میں لوگوں نے اپنی لڑکیوں کے جہیز کے کپڑوں، زیوروں اور مکانوں پر پہلے سے بھی زیادہ خرچ کیا؛ کیونکہ رومی لڑکیوں کی قیمت کم ہو گئی تھی۔ لوگوں نے اپنی لڑکیوں کے جہیز کے لئے خوب جی کھول کر خرچ کیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی آزاد عورت سے شادی نہ کرتا۔ صحیحے معلوم ہوا ہے کہ ابک مرتبہ روم کے ابک رئیس کی لڑکی قرطبہ میں نیلام ہوئی، جو نہایت حسین و وجیہ تھی۔ مگر اُس کی قیمت بیس عدد دینار تھی عامرہ سے متجاوز نہیں ہوئی \*

منصور کے زمانے میں کوئی سال ایسا خالی نہیں گیا جس میں انہوں نے دو مرتبہ جہاد نہ کیا ہو۔ جب وہ میدان جنگ سے اپنے خیمے میں واپس آتے تو حکم تھا کہ اُن کے کپڑوں پر جنگ کی وجہ سے جو مٹی پڑی ہوئی تھی اُس کو جہاز کر جمع کیا جائے اور احتیاط سے رکھ لیا جائے۔ جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حکم دیا کہ جب وہ قبر میں رہے جائیں تو وہ مٹی اُن کے کفن پر چھڑک دی جائے۔ اُن کی وفات مقام سالم میں ہوئی، جو مسلمانوں کی آخری سرحد واقع تھا۔ اِس طرح اُن کی شہادت صحیح قرار پائی ہے۔ اُن کی وفات سنہ ۳۶۳ میں واقع ہوئی، جس حساب سے اُن کی امارت کی مدت قریب ستائیس سال کے ہوئی۔ وہ معافی النسب تھے۔ اُن کی والدہ تمیمیہ تھیں، اور نام بریہ بنت حبیبی ابن زکریا تمیمی تھا۔ حبیبی ابن برطل کی کنیت سے مشہور تھے۔ اسی وجہ سے شاعر ابو عمر احمد بن محمد بن دراج المعروف نہ قسطلی نے اپنے ایک قصیدے میں کہا ہے کہ :-

ا تَلَّاقَتْ عَلَیْہِ مِنْ تَمِیمٍ وَ یَعْرَبُ شَمْسُوسٌ تَلَّالًا فِی الْعِلَا وَ یدُورُ  
ہِیَ حَمِیرِیْنِ الذَّبَنِ اَکْفَہُم سَحَائِبُ تَہْمٰی بِالذِّدِ وَ یَحْوَورُ

۱ ترجمہ :- اُس میں قسم اور عرب مل جانے سن۔ وہ گویا کئی آفتاب ہیں جو بلندی میں جھمکتے اور گردش کرتے ہیں۔

وہ حمیری لوگ ہیں، جن کے ہاتھ گویا بادل ہیں اور سمندر ہیں جو جاری ہیں۔ (مترجم)

یہ ابو عمر اندلس کے نہایت نفیس شعراء میں سے تھا۔ ابو منصور نعلبی نے اپنی کتاب ”یتیمہ“ میں اُس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اندلس کے شعراء میں فسطلی ایسا ہے تھا جیسا کہ ملک شمام میں متنبی۔ ابو منصور کا یہی قول ہے، بانون کہے کہ اُس کا مضمون یہی ہے۔ ابام جوانی میں مجھے اُس کے اشعار کا بہت شوق تھا، اور اکثر اُن کو پڑھتا رہتا تھا۔ اُس وقت تو مجھے اُس کے دو ابیات کے سوا اور کچھ بھی یاد نہیں ہے، اور وہ یہی وہ اشعار ہیں، جو اُس نے اپنی کسی مجلس میں فی البدیہہ کہے تھے۔ وہ یہ ہیں :-

ا اجد الکلام اذا نطقت وانما عفل انعتي في لعظه المسموع  
کالمرو بختبر الاباء بصوته فيري الصحيح به من المصدوع

منصور ابن ابی عامر کے انتقال کے بعد اُن کے صاحبزادے ابو مروان عبد الملک بن ابی عامر الملغب بہ مظفر وزارت اور حجابت کے عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ اُنہوں نے بھی ہشام الموبد کی طرف سے اپنے باپ کی سنت پر غزوات و سبائست کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ اُن کا زمانہ اپنی اُردابی اور امن کی وجہ سے ایسا تھا کہ گویا ہر روز عید ہے۔ اُنہوں نے سبائت برس حکومت کر کے انفعال کیا، اور اُن کے بعد فتنہ و فساد شروع ہو گیا \*

اُن کے اُتھ جانے کے بعد اُنکے بھائی عبد الرحمان نے وہی عہدے سنبھال لئے جو مظفر کے تھے۔ اُنہوں نے اپنا لقب ”الناصر“ مقرر کیا۔ اُن کے متعلق خلط مبحث کر کے اُن کو ولی عہد کہا جاتا تھا۔ چار ماہ تک برابر شورش ہی رہی۔ آخر ۱۸ جمادی الاخرہ سنہ ۳۹۹ کو محمد بن ہشام بن عبد الجبار بن عبد الرحمان الناصر کہترے ہو گئے۔ ہشام الموبد نے

۱ ترجمہ :- جب تم گھسگو کرنے ہو تو میں کلام سنتا ہوں، اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی عقل اُس کے الفاظ میں سنی جاتی ہے؛ جس طرح آدمی کی عود داری اور عرت کا اندازہ اُس کی آواز سے ہوتا ہے اور اُس کی اصلی حالت اُس کے الفاظ مستعملہ سے معلوم ہوتی ہے۔ (مترجم)

تخت چھوڑ دیا، اور افواج نے عبد الرحمان بن محمد بن ابی عامر کو بھی چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الرحمان قتل ہوئے اور سولہ پر چڑھائے گئے \*

محمد بن ہشام بن عبد الجبار مذکور نے مہدی کا لقب اختیار کیا۔ یہ فتنہ و فساد محمد بن ہشام بن عبد الجبار کے قتل تک جون کا تون قائم رہا۔ اُن کے بعد ہشام المرید کو دوبارہ تخت پر بٹھایا گیا۔ یہ سنہ ۴۰۰ کے ہفتم ماہ ذی الحجہ روز یکشنبہ کا واقعہ ہی۔ حالت یہ تھی کہ بربری فوج نے سلیمان بن الحکم بن سلیمان کے ساتھ مل کر اُن کا محاصرہ کر لیا، جو ۵ شوال سنہ ۴۰۳ تک قائم رہا۔ آخر کار اہل بربر سلیمان کے ہمراہ قرطبہ میں داخل ہوئے اور شہر کے مضافات اور روض مشرفی کے ایک حصے تک وہاں کے باشندوں سے خالی کر لیا۔ ہشام المرید بن الحکم المستنصر بھی مارے گئے \*

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہشام اپنی مدت سلطنت میں برابر مملوک ہی رہے۔ اُنکا حکم کسی جگہ بھی نافذ نہ ہوا۔ محمد بن ابی عامر منصور اور اُن کے دو بیٹوں عبد الملک الظافر اور عبد الرحمان الناصر کے بعد اس جنگ و محاصرہ کے بعد سے ایک بربری غلام ملک پر حاوی ہو گیا \*

### ولایت محمد بن ہشام بن عبد الجبار المہدی

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں محمد بن ہشام بن عبد الجبار بن عبد الرحمان الناصر نے ہشام بن الحکم کے خلاف جمادی الاخر میں علم بغاوت بلند کیا، اور اُن کو تخت سے اتار دیا۔ محمد نے اپنا لقب مہدی مقرر کیا۔ اُس کی کنیت ابو الولید تھی۔ اُس کی والدہ اُم ولدہ مزنہ نامی تھیں۔ مہدی کا ایک بیٹا عبد اللہ نامی تھا۔ مہدی سنہ ۳۶۱ میں پیدا ہوا، اور قتل ہونے کے وقت اُس کی عمر ۳۷ سال

کی تھی۔ وہ اُس وقت تک برسر حکومت رہا کہ جب ہشام بن سلیمان بن عبد الرحمان الناصر بربروں کو بروز ہنچشنبہ ۳۹۱ھ سے ۳۹۲ھ کی پانچویں تاریخ کو اُس کے برخلاف لے کر اُتبہ کیڑے ہوئے۔ اُس دن رات اور دوسرے دن تک جنگ جاری رہی۔ اہل قرطبہ محمد مہدی کی طرف ہو گئے۔ بربریوں کو ہزیمت ہوئی۔ ہشام بن سلیمان گرفتار ہو کر مہدی کے سامنے پیش ہوئے، اور اس کے حکم سے اُن کی گردن مار دی گئی۔ اہل بربرے بالاتفاق سلیمان بن الحکم بن سلیمان بن عبد الرحمان الناصر یعنی ہشام العائم مذکور کے ہتھیارے کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ وہ اہل بربر کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد پر گیا، اور وہاں سے عیسائیوں کو بھی ساتھ لے کر قرطبہ کے دروازے پر پہنچا۔ اہل قرطبہ مغابہ کے لئے نکلے، اور قلیل عرصے ہی میں اہل قرطبہ کے بیس ہزار سے کچھ زائد آدمی اُس پہاڑ پر مارے گئے، جو کہ قنطس کہلاتا ہے۔ یہ واقعہ مشہور ہے۔ اِس میں بڑے بڑے آدمی، فہما، ائمہ مساجد، مؤذن، اور بہت سے اور آدمی کام آئے۔ محمد بن ہشام مہدی چند روز روپوش رہنے کے بعد طلیطلہ چلا گیا۔ طرطوسہ سے لے کر اسبونہ تک کا تمام علاقہ اُس کا مطیع و منقاد رہا اور اُس کی بادشاہت کو تسلیم کرتا رہا۔ اُس نے بھی اہل فرنگ سے مدد لی اور اُن کو لے کر قرطبہ پہنچا، جہاں سلیمان بن الحکم اہل بربر کو ہمراہ لے کر باہر نکلا اور اُس مقام پر جنگ ہوئی، جو دارالبقر کہلاتا ہے اور قرطبہ سے تقریباً دس میل پر واقع ہے۔ سلیمان اور اہل بربر کو ہزیمت ہوئی، اور مہدی قرطبہ پر مستولی ہو گیا۔ پھر چند ایام کے بعد وہ تمام اہل بربر کے خلاف جنگ آوری کے لئے برآمد ہوا، کیونکہ اُن لوگوں نے جزیرہ میں تباہی و بربادی پھیلا رکھی تھی۔ ایک مقام معروف بہ وادی اُڑہ میں مورفین کا مقابلہ ہوا۔ محمد بن ہشام مہدی ہزیمت کھاکر قرطبہ کو واپس چلا گیا۔ وہاں اُسے غلاموں نے واضح صقلی کے ساتھ مل کر جا دبوجا اور قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے ہشام المعوید کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا، جیسا کہ

ذکر ہو چکا ہے۔ اس طرح مہدی کی مدت ولایت تخت نشین ہونے سے قتل ہونے تک دس ماہ کی ہوئی، جن میں وہ چھ ماہ بھی شامل ہیں کہ جس عرصے میں سلیمان قرطبہ پر قابض رہے اور وہ سرحد پر۔ اُس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی \*

## ولایت سلیمان بن الحکم بن سلیمان بن عبد الرحمان الناصر الملقب به المستعین بالله

سلیمان بن الحکم بروز جمعہ ۶ شوال سنہ ۳۹۹ تخت نشین ہوئے، اور اپنا لقب المستعین بالله مقرر کیا۔ پھر، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، وہ ربیع الاول سنہ ۴۰۰ میں قرطبہ میں داخل ہوئے، اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے لقب ”المستعین بالله“ پر ”الظافر بحول اللہ“ کے لقب کا اضافہ کیا۔ سنہ مذکور کے شوال میں وہ وہاں سے روانہ ہوئے، اور بربرین کو ہمراہ لے ہوئے تمام اندلس میں فساد مچاتے، لوٹ مار کرتے، اور شہروں اور قصبوں کو تلوار سے برباد کرتے اور غارتگری کرتے پھرے۔ اہل بربر میں سے کوئی شخص، عام اس سے کہ وہ بچہ ہو یا بڑھا یا عورت، ایسا باقی نہ بچا تھا جو اُنکے ہمراہ نہ ہو۔ بالآخر شوال سنہ ۴۰۳ کے آغاز میں وہ قرطبہ میں داخل ہوئے۔ سلیمان کی فوج میں دو بہائی تھے، جو حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کی اولاد میں سے تھے۔ تھے کا نام قاسم تھا اور چھوٹے کا علی۔ وہ دونوں حمود بن میمون بن احمد بن علی ابن عبید اللہ بن عمر بن ادريس بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے بیٹے تھے۔ سلیمان نے اُن دونوں کو تمام اہل مغرب کا سپہ سالار بنا رکھا تھا۔ بعد ازاں چھوٹے بہائی علی کو شہر ہلے سبتہ و طنجة کا والی بنایا اور قاسم کو جزیرۂ خضراء اور اُس علاقے کی ولایت سپرد کی جو زقاق کہلاتا ہے۔ اُس مقام پر دریا کا پات بارہ میل کا ہے۔ اس کے



متعلق ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔ جب بربری سلیمان کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوئے تو غلام سب الگ ہو گئے۔ انہوں نے بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا اور قلعہ نشین ہو بیٹھے۔ اب علی بن حمود کو ولایت اندلس کی طمع ہوئی۔ لہذا انہوں نے اُن سب کو لکھا کہ ہشام بن الحکم نے اپنے محاصرہ قرطبہ کے دوران میں اُن کو تحریراً اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ سب نے اُس کو منظور کر لیا، اور اُن سے بیعت کر لی۔ پھر علی نے سب سے ملاقہ کی طرف کوچ کیا، جہاں عامر بن فتوح فائفی، غلام فائق، غلام الحکم المستنصر حکمران تھا۔ اُس نے بھی اُن کی ولایت عہد کو تسلیم کر لیا اور شہر مالغہ میں داخل کر لیا۔ علی بن حمود نے ملاقہ پر قبضہ جما کر عامر بن فتوح کو وہاں سے نکال باہر کیا، اور اپنے بربری ہمراہیوں اور غلاموں کو لے کر قرطبہ پر فوج کشی کی۔ ادھر سے محمد بن سلیمان بربری فوج کو لیکر مقابل ہوئے، مگر ہزیمت اُٹھائی۔ علی بن حمود قرطبہ نے عین داخل ہو کر سنہ ۴۰۷ کے ماہ محرم کے اختتام سے نو دن قبل یکشنبہ کے دن اپنے ہاتھ سے نہایت بیرحمی کے ساتھ سلیمان بن الحکم کی گردن مار دی۔ اُسی دن اُن کے والد الحکم بن سلیمان بن الناصر کو بھی قتل کر دیا، جو بہت بڑھے آدمی تھے اور اُس وقت اُن کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ سلیمان کی مدت ولایت دخول قرطبہ سے وقت قتل تک تین سال، تین ماہ اور چند ایام کی ہوئی۔ اس سے پہلے بھی (جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں) وہ چھ ماہ تک قرطبہ پر قابض رہ چکے تھے، اور جب سے بربریوں نے اُن کا ساتھ دیا تھا اُس وقت سے قتل ہونے تک کی مدت سات برس اور تین ماہ کی ہوئی \*

اُس وقت دولت بنو اُمیہ کا انقطاع ہو گیا۔ تمام ممالک اندلس میں کسی منبر پر اُن کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد ایک مرتبہ پھر اُن کا دور آیا، جس کا ہم انشاء اللہ آگے چل کر ذکر کریں گے۔

سلیمان کی والدہ اُم ولد ظبیہ نامی تھیں۔ اُن کی پیدائش سنہ ۳۵۴ء میں ہوئی۔ اولاد میں سے اپنے ولی عہد محمد کو جہوزا، جنہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اُن کے علاوہ ولید اور مسلمہ بھی اُن کے بیٹے تھے۔ سلیمان ادیب اور شاعر تھے۔ حمیدی کا بیان ہے کہ ”مجہ سے ابو محمد علی بن احمد نے کہا کہ اُن سے شاعر اسماعیل بن اسحاق المنادی کی اولاد میں سے ایک شخص نے (جو ابو جعفر احمد بن سعید بن دت کا کاتب تھا) بیان کیا کہ اُس سے ابو جعفر نے کہا کہ اُس کو خُرد امیر المؤمنین سلیمان الظافر نے اور پھر خُرد ابو محمد کو قاسم بن محمد مروانی نے امیر المؤمنین سلیمان الظافر سے سنکر سلیمان کے بہ اشعار سنائے :-

عجباً یہاب اللیت حد سذانی      و اہاب لحظ فواتر -الاجفان  
و اقارع الاہوال لا متہتبا      منها سوي الاعراض والہجران

ترجمہ :- عجب ہی کہ سر سرے سرے کی نوک سے ڈرتا ہی، حالانکہ میں خواب آلودہ آنکھوں والوں سے ڈرتا ہوں۔ میں تمام ہولناک امور و اشیاء کا مقابلہ کرتا ہوں اور نہیں ڈرتا؛ مگر مجھوں کی روگردانی اور ہجران سے ڈرتا ہوں۔ میرا نفس تن پر قاصر ہی، جو لعنت کی مانند ہیں، تنگمہ رو اور نازک بدن ہیں؛ جو اسے سناروں کی مثل ہیں جو نودھائی رنگ پر سے شاخوں کے درمیان میں سے تاریکی میں کواکب کی طرح غیاظ ہوں  
نہ ہلال ہی، وہ اسے حسن میں مستری زادہ ہی، اور نہ درخت بان کی (نازک) شاخ کی ہمشیر ہی۔

میں نے اُن کی فراموشی اور بے غمی کے متعلق حواشی کے پاس ملاحظہ کیا تو اُس نے بھی سلطان پر غلبہ کا مسئلہ دیا۔ اُن کے لئے میرے قلب کی جائداد مباح کردی گئی، اور انہوں نے مجھے سری عزت شاہانہ کے ساتھ ایک اسیر و گرفتار کی طرح بھرایا۔

اس بات پر ملامت نہ کرو کہ ایک بادشاہ نے اپنے آپ کو محبت کے لئے خوار و ذلیل کر دیا ہی؛ کیونکہ ذلت عشق بھی عزت ہی اور ایک اور طرح کی بادشاہت ہی۔ مجھے اس امر سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا کہ میں اُن محبوبوں کا غلام عشق ہوں؛ گو کہ انسانی زمانہ اور وہ خود سرے غلام ہیں۔ اگر میں اُن کا گرویدہ ہو کر بھی اُن ہی کے متعلق شاہ عشق کی اطاعت نہ کروں تو میں مروان کی نسل سے نہیں۔

جب کوئی شریف النفس آدمی عاشق ہو جاتا ہی تو اپنے محبوب کو حادثات عسرت اور فراموشی سے مامون کر دیتا ہی۔

اور جب اہل محبت محبت میں ایک دوسرے سے مقابلہ و مجازات کرتے ہیں تو محبت شوق و امن میں رہتی ہی۔ (مترجم)

وتماكنت نفسي ثلاث كالدماء  
ككواكب الطلماذ لحن لفاظر  
هذي الهلال وتلك بنت المشتري  
حاصمت فيمن السلور الي الصبي  
فايحن من فلبني الحمي وتدينني  
لا تعذلو ملكا تذلل للهوي  
ما ضر اني عبد هن صباة  
ان لم اطع فيهن سلطان الهوي  
واذا الكرم احب امن الفه  
واذا تجاري في الهوي اهل الهوي

زهر الوجوه نواعم الابدان  
من فوق اغصان علي كُثبان  
حسنا وهذي اخت غصن البن  
فقضي بسلطان علي سلطان  
في عز ملكي كالاسير العاني  
ذل الهوي عز و ملك ثان  
وبنو الزمان وهن من عبدان  
كلفا بين فلست من مروان  
خطب العلي و حوادث السلوان  
عاش الهوي الهوي في غبطة و امان

المستعين بالله نے یہ اشعار عباس بن احنف کی ابیات کے مقابلے  
میں لکھے ہیں، جو عباس نے ہارون الرشید کی زبان سے ادا کئے ہیں  
اور ہارون ہی کی طرف منسوب بھی کر دئے ہیں۔ عباس کی ابیات  
یہ ہیں:-

۱ ملک الثلاث الانسات عناني  
مالي تطاوعني البربة كلها  
ما ذاك الا ان سلطان الهوي  
و حلل من قلبي بكل مكان  
و اطيعهن و هن في عصياني  
و به قوس اعز من سلطاني

حمیدی نے جس ابو محمد سے یہ اشعار نقل کئے ہیں وہ ابو محمد  
علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صلح بن خلف بن  
معدان ابن سفیان بن یزید فارسی مولائی یزید بن ابی سفیان بن حرب

۱ ترجمہ:- مجھ کو تین دختران خوش نفس کی ملکیت نے تکلیف میں ڈال رکھا  
ہی، جو میرے دل کے ہر ہر گوشے میں پھری ہوئی ہیں۔

میرا بھی عجیب حال ہی کہ تمام دنیا تو میری اطاعت کرتی ہی، مگر میں خود  
ان محبوبوں کا مطیع ہوں: حالانکہ وہ میری نافرمانی کرتی ہیں۔

اس کی وجہ صرف یہ ہی کہ بادشاہت عشق - اور اسی کے بل پر وہ قوی بنتی  
ہوئی ہیں - میری بادشاہت سے زیادہ زبردست ہی، (مترجم)

ابن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی ہیں۔ اُن کا یہ نسب  
 مجھے اُنہیں کی ایک تصنیف پر لکھا ہوا ملا۔ اُن کے قریبی آباء کی اصل  
 اقلیم لبلة واقع غرب اندلس کے ایک قریب سے ہے۔ وہ اُور اُن کے والد  
 دونوں قرطبہ میں رہتے تھے۔ موخر الذکر منصور محمد بن ابی عامر اُور  
 اُن کے بیٹے مظفر کے وزراء میں تھے، اُور دونوں کی دولتوں کے وہی  
 مدبر بھی تھے۔ اُن کے بیٹے ابو محمد فقیہ، عبد الرحمان بن ہشام بن  
 عبد الجبار الناصر الملعب بن المستظہر باللہ برادر مہدی کے وزیر تھے۔  
 پھر اُنہوں نے از خود وزارت چھوڑ کر حصول علوم آثار و سنن شروع  
 کر دیا، اُور اُس میں وہ قابلیت پیدا کی کہ اُن سے پہلے کسی اہل  
 اندلس نے پیدا نہ کی تھی۔ وہ ایک زمانہ تک امام ابو عبد اللہ شافعی  
 رحمۃ اللہ کے مذہب پر چلتے رہے، پھر اہل ظاہر کے ہم خیال ہو گئے۔  
 اُس میں اُنہوں نے اس قدر مبالغہ کیا کہ بالآخر وہ علی ابو سلیمان  
 داؤد طاہری کے طرف دار ہو گئے۔ اُن کی بہت سی تصانیف اصول  
 و فروع فقہ برہین، جو جلیلة الفدر اور شریفة المقصد ہیں: اور اُن میں  
 اُنہوں نے تمام مسائل اُسی مذہب و مسلک کے موافق نکالے ہیں جس  
 وہ خود کاربند تھے، یعنی داؤد بن علی بن خلف اصہبانی ظاہری کا  
 اور اُن اہل ظاہر کا مذہب، جو داؤد کے ہم خیال اور قیاس و تعلیل  
 کے نافی تھے۔ مجھے ایک سے زائد علماء سے معلوم ہوا ہے کہ علوم فقہ  
 حدیث، اصول، نحل و ملل، تاریخ، سب، ادب اور اپنے مخالفین  
 کے رد میں ابو محمد بن علی کی تصانیف کی تعداد تقریباً چار سو  
 (۴۰۰) مجلدات ہے، جو تقریباً اسی (۸۰) ہزار اوراق پر مشتمل ہیں۔  
 جہاں تک ہمیں معلوم ہے ابو جعفر محمد ابن جریر طبری کے سواء  
 جتنے لوگ مدت اسلام میں ہو گزرے ہیں کسی میں نہ بات نہ تھی۔  
 طبری مسلمانوں میں سب سے زیادہ صاحب تصنیف آدمی تھے۔  
 ابو محمد بن عبد اللہ بن محمد بن جعفر فرغانی نے طبری کی بڑی تاریخ

دیکھی ہی . انہوں نے اپنی کتاب معروف بہ ”الصلہ“ میں لکھا ہی کہ ابو جعفر طبری کے جند شاگردوں نے اُن کے سن بلوغ سے اُن کی (سنہ ۳۱۰ء میں جب پانچ سال کی عمر میں) وفات تک کے ایام کا حساب لگا کر اُنکی تمام تصانیف کے اوراق کی تعداد کو اُس پر تقسیم کیا تو معلوم ہوا کہ اس عرصے میں ہر روز کے لئے چودہ (۱۴) اوراق پڑتے ہیں . بہ بات کسی کو صرف جذبات باری تعالیٰ کے لطف و کرم اور اُسکی حُسن تائید ہی سے نصیب ہو سکتی ہی . طبری کے بعد ابو محمد ابن حزم کو علوم نحو و لغت میں بہترین و وافر ترین حصہ ملا ہی : بلکہ اُن کو قرض شعر اور فن خطابت میں بھی بہت کچھ دخل تھا .

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :-

هل الدهر الا ما عرفنا وادرکنا	فجائعه تبقي و لذاته تنفنا
اذا امكنت فيه مسرة ساعة	تولت كمر الطرف واستخلمت حونا
الى تبعات في المعاد و مرقف	نود لديه اننا لم نكن كنا
حصلنا على هم و اثم و حسرة	و فات الذي كنا بقر به عينا
حنين لما ولي و شغل بما اني	و غم لما برجى فعيشك لا بهنا
كان الذي كنا نسر بكونه	اذا حققت النفس لفظ بلا معنا

۱ ترجمہ :- زمانہ آخر اُسی حیر کا نام ہی جس سے ہم آشنا ہیں اور جس کا ہم کو ادراک ہی : اُس کی مکالمات باقی رہ جاتی ہیں اور لذات فنا ہو جاتی ہیں .

اگر اُس میں کبھی ذرا سی دیر کے لئے مسرت حاصل بھی ہوتی ہی تو وہ ایک چشم زدن میں ختم ہو جاتی ہی اور اپنے پیچھے حزن و غم کو چھوڑ جاتی ہی ، اور انجام کار وہ ہمیں معاد و موقف میں اسے انجام ہائی بد کی طرف لے جاتی ہی کہ ہم اُس وقت یہ چاہتے لگتے ہیں کہ کاش ہم نہ ہوتے .

ہم کو فکر و غم اور گناہ و حسرت تو نصیب ہو گئے ، مگر وہ چیز فوت ہو گئی جو ہماری آنکھوں کی تھنڈک کا باعث تھی .

جب تو گم شدہ کے لئے روتا ہو ، آئندہ کے خیال میں مسحور ہو اور اپنی فوت شدہ امید پر مغموم ہو تو تیری زندگی اچھی نہیں رہتی . گویا کہ وہ چیز جس کے وجود سے ہم خوش ہوا کرتے تھے ، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ، صرف ایک لفظ ہے معنی تھا . (مترجم) .

اُن کے ایک اور طویل قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں :-

۱ انا الشمس في جوالعلوم منيرة      ولكن عيبي ان مطلعِي الغرب  
ولوانني من جانب الشرق طالع      ليجد علي ما ضاع ذكرِي النهب  
ولي نحو اكناف العراق صباة      ولا غرو ان ليستو حش الكلف الصب  
فان يُنزل الرحمان رحلي بينهم      فحينئذ يبدو الناسف والكرب  
فكم قائل اغفلته وهو حاضر      و اطلب ماعنه تجبيء به الكتب  
هنالك يدري ان للعبد قصة      وان كساد العلم آفته القرب

اسی قصیدے میں اپنی خود ستائی کے لئے اس طرح اعتذار کرتے ہیں :-

۲ ولكن لي في يوسف خير اسوة      وليس علي من بالنبي ائتسي ذنب  
يقول وقال الحق والصدق انني      حفيظ عليم ما علي صادق عتب

اُن کے برگزیدہ اشعار میں سے یہ ہیں :-

۳ لايشمتن حاسدي ان نكبة عرضت      فالدهر ليس علي بمترک  
ذو الفضل كالنبرطورا تحت ميقعة      وتارة في ذري تاج علي ملك

۱ ترجمہ :- میں آفتاب ہوں کہ آسمان علوم میں چمک رہا ہوں . مجھ میں صرف یہ نفس ہی کہ مغرب سے طلوع ہوتا ہوں . اگر میں مشرق کی طرف سے نکلنا ہوتا تو بہت و غنیمت میرے گم شدہ ذکر میں بہت ساعی ہوتی .  
مجھے اکناف و اطراف عراق سے عشق ہی . پھر کیا تعجب ہی کہ ایک عاشق پریشان اُس سے متوحش ہو !

اگر خدائی رحمان میرے قافلے کو اُن میں نازل فرمائے ، تو وہ اُس وقت تاسف و کرب کو ظاہر کریگا .

بہت سے گفتگو کرنے والے ہیں کہ باوجود اُن کی حاضری کے میں اُن سے غافل ہو گیا ہوں اور اُن کے متعلق خطوط جو بیان کرتے ہیں اُسے طلب کرتا ہوں . تب معلوم ہوتا ہی کہ اس غلام کا بھی ایک قصہ ہی ، اور یہ کہ کساد علم کے لئے قرب بھی ایک آفت ہی . ( مترجم )

۲ ترجمہ :- مگر میرے لئے یوسف علیہ السلام میں ایک عمدہ نمونہ ہی ؛ اور کوئی شخص انبیاء کی برابری کرے تو گناہ نہیں ہی . اُس کا قول ہی ، ' اور صحیح ہی ' کہ حفیظ و عظیم ہوں . سچے آدمی پر عتاب نہیں ہو سکتا . ( مترجم )

۳ ترجمہ :- اگر مجھ پر کوئی مصیبت پڑے تو حامدون کو خوش نہ ہونا چاہیے ، کیونکہ زمانہ ہمیشہ ایک ہی حال پر نہیں رہتا .

ایک صاحب فضیلت آدمی سونے کی طرح ہی ، جو کبھی مسنگہ فسان کے نیچے ہوتا ہی اور کبھی کسی بادشاہ کے تاج کی چوٹی میں لگتا ہی . ( مترجم )

اُن کے اشعار میں سے یہ بھی ہیں :-

لئن اصبحت مرتعلاً بشخصي فرو حکم عندکم ابدًا مقیم  
ولکن للعیان لطیف معنی بہ سال المعاینة الکلیم

اُن کے نفیس ترین اشعار میں سے مجھے یہ دو اشعار یاد ہیں :

جو اُنہوں نے انک نام شخص کے متعلق کہے ہیں :-

۱ انم من المرواة کل مادري و افطع بین الناس من قَضَب الہند  
کأن المذاہب والنزوم تعلمنا تحیلہ فی القطع بین ذوی الود

ابو محمد علی بن احمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چہار شنبہ کے دن ، نماز صبح کے بعد ، طلوع آفتاب سے قبل ، ۱۴ رمضان سنہ ۳۸۴ کی آخری تاریخ کو پیدا ہوئے تھے ؛ اور (خدا اُن پر رحم کرے) سنہ ۴۵۶ میں سلخ شعبان کو انتقال کیا \*

اگرچہ نسق مضمون کے خلاف ہے اور بعض اغراض سے دور جا پڑا ہے ۔ مگر میں نے اس شخص کے مختصر حالات اس جگہ اس لئے لکھے ہیں کہ وہ آج کل علماء اندلس میں سب سے زیادہ مشہور ہیں ، اور مہدالس رؤسا میں سب سے زیادہ اُن کا ہی ذکر رہنا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے مغرب میں امام مالک (رحمہ اللہ) کی مخالفت کی تھی اور علم ظاہر کو اختیار کر لیا تھا ۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اُن سے پہلے کوئی شخص مشہور نہیں ہوا تھا ۔ اُن کے اہل مذہب اور معتقد آج کل ہمارے ہاں اندلس میں بہت پھیلے ہوئے ہیں ۔

۱ ترجمہ :- اگر میں اپنے وجود کو لیکر چلا بھی جاؤں ، تب بھی میری روح ہمیشہ تمہارے پاس ہی مقیم رہتی ہے ۔

مگر رو بہ رو دیکھنے میں ایک معنی لطیف پڑھیدا ہوتا ہے ؛ اور اسی وجہ سے حضرت کلیم (علیہ السلام) نے رو بہ رو دیدار کرانے کا سوال کیا تھا ۔ (مترجم)

۲ ترجمہ :- اُس شخص کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے ، اس میں وہ آئینہ سے بھی زیادہ چہل چور ہے ۔ وہ ہندی تلواروں سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ لوگوں میں جدا ہوتا ہے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدت اور زمانے نے اہل مروت و محبت کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اُسی سے سیکھا ہے ۔ (مترجم)

## ولایت علی بن حمود الناصر

اس کے بعد، جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں، علی بن حمود تخت خلافت پر متمکن ہوئے؛ اور اپنا لقب ”الناصر“ رکھا۔ پھر اُن کے غلاموں نے، جو اُن سے بیعت کر چکے تھے، اُن کی مخالفت کی اور عبد الرحمان بن محمد بن عبد الملک بن عبد الرحمان الناصر کو اپنا سرکردہ مقرر کیا اور اُس کا لقب ”مرتضیٰ“ رکھا۔ وہ لوگ عبد الرحمان کو لیکر اغراضہ تک گئے۔ بہ شہر اُن شہروں میں سے تھا جن پر اہل بربر قابض ہو گئے تھے۔ آخر کاریہ غلام اُس کی سخت گیری اور درشت مزاجی کو دیکھ کر انہیں اپنا سردار بنانے سے بہت پچھتائے اور اُس کے تمکن اور اقتدار سے خائف ہو کر اُسے وہیں چھوڑ کے چل دئے، اور ایک شخص کو مقرر کر کے خفیہ طور پر اُسے قتل کروا دیا۔ اور بہ سب معاملہ چھپا ہی رہ گیا \*

علی بن حمود قرطبہ پر دو ماہ کم دو سال حکمران رہے۔ بالآخر اُن ہی کے صقلابہ نے سنہ ۴۰۸ میں ایک حمام میں قتل کر دیا۔ اولاد فریذہ میں سے اُن کے دو بیٹے یحییٰ اور ادريس تھے \*

## ولایت قاسم بن حمود المامون

اُن کے بعد اُن کے بھائی قاسم بن حمود تخت پر بیٹھے، جو اُن سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔ وہ رعیت پرور تھے: لوگوں کو اُن کی وجہ سے امن نصیب ہوا \*

کہا جاتا ہے کہ وہ شیعہ ہو گئے تھے: مگر اُن سے کبھی ایسا ظاہر نہیں ہوا۔ نہ انہوں نے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں اپنی عادت بدلی نہ مذہب۔ بلکہ یہی حال اُن تمام لوگوں کا رہا جو اندلس کے بادشاہ ہوئے اور ان (شیعوں) میں سے تھے \*



سنہ ۴۱۲ کے ماہ ربیع الاول تک اُن کا یہی حال رہا۔ پھر مالقہ  
 مین اُن کا بھتیجا یحییٰ بن علی بن حمود اُن کے برخلاف اُتھ کھڑا ہوا۔  
 قاسم بعیر جنگ کئے قرطبہ سے بھاگ کر اشبیلیہ چلے گئے۔ اُنکا بھتیجا  
 لشکر لے کر چڑھ دوڑا، اور قرطبہ مین بلا قتال کئے داخل ہو گیا؛ اپنے  
 آپ کو خلیفہ کہلایا اور ”المعتلی“ لقب اختیار کیا۔ کچھ عرصہ یہی  
 حالت رہنے کے بعد قاسم کی حالت درست ہو گئی اور اُنہوں نے اہل  
 بربر کو یہی اپنی طرف مائل کر لیا۔ پھر اُنہوں نے قرطبہ پر فوج کشی کی  
 اور سنہ ۴۱۳ مین اُس مین داخل ہو گئے۔ یحییٰ بن علی مالقہ کی  
 طرف بھاگ گئے۔ قاسم چند ماہ قرطبہ مین رہے، اور اُن کا کام بگڑ گیا۔ اُنکا  
 بھتیجا یحییٰ شہر جزیرۂ خضراء پر قابض ہو گیا، جو مقام قاسم کا  
 جاہ پناہ تھا اور وہیں اُن کی زوجہ اور ذخائر بھی رہتے تھے۔ اُن کا  
 دوسرا بھتیجا، ادیس بن علی صاحب سبتہ، طنجہ پر قابض ہو گیا،  
 جو قاسم کے ساز و سامان رکھنے کا مقام تھا۔ جب کبھی اُن کو اندلس  
 مین خطرہ پیش آتا تھا تو وہ اُسی کی طرف رخ کرتے تھے۔ اہل قرطبہ  
 کی ایک جماعت اُن کے برخلاف ہو گئی۔ اُنہوں نے شہر کے دروازے  
 بند کر لئے، اور قریب پچاس دن کے محاصرہ رہا۔ جمعہ کی نماز بھی  
 شہر کے باہر ایک مسجد مین ہوئی، جو مسجد ابن ابی عثمان کہلاتی  
 تھی اور جس کے آثار آج تک باقی ہیں۔ پھر اہل قرطبہ نے اہل بربر پر  
 حملہ کیا۔ اُنہوں نے قاسم کی طرف سے ہرمت اُٹھائی اور سنہ ۴۱۴  
 کے ماہ شعبان مین تمام مضافات شہر سے نکل گئے۔ اہل بربر کی ہر ایک  
 جماعت اُسی شہر مین چلی گئی جس پر وہ قابض تھی۔ قاسم نے  
 اشبیلیہ کا قصد کیا، جہاں اُن کے دو بیٹے محمد اور حسن تھے۔ اہل  
 اشبیلیہ نے اُن کا قرطبہ سے روانہ ہو کر اپنی طرف آنا معلوم کر کے اُن کے  
 دونوں بیٹوں اور اُن کے بربری ہمراہیوں کو وہاں سے خارج کر دیا۔ پھر  
 شہر پر قبضہ جما کر شہر کے تین بڑے بڑے آدمیوں کو اپنا حاکم بنالیا،

جن میں سے ایک قاضی ابوالقاسم محمد بن اسماعیل ابن عباد لخمی تھے، دوسرے محمد بن یریم الہانی اور قیسرے محمد بن حسن زبیدی تھے۔ چند روز انہوں نے مشترکہ شہر بر حکومت اور اُس کی تدبیر و انتظام میں بسر کئے۔ پھر قاضی ابوالقاسم محمد بن اسماعیل بن عباد خود بہ خود تمام امور و تدبیر بر قابض ہو گئے، اور باقی دونوں معمولی آدمیوں میں شامل ہو گئے \*

قاسم شریش جلے گئے۔ بربروں نے بالاتفاق اُن کے بھتیجے یحییٰ کو اپنا امیر بنالیا اور قاسم بر حملہ کرنے جلے۔ وہاں پہنچ کر اُن کا محاصرہ کر لیا۔ آخر وہ اپنے بھتیجے کے قبضہ قدرت میں آ گئے۔ یحییٰ تو بربر کے بادشاہ ہو گئے، مگر قاسم اُن کی قید میں رہے۔ بعد میں وہ انکے بھائی ادربس کی قید میں بھی رہے، اور اُسی حالت میں انتقال کیا۔ اُن کو سنہ ۴۳۱ء میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا؛ اور اُن کی نعش کو اُن کے بیٹے محمد بن قاسم کے پاس جزیرہ میں بھیج دیا گیا۔ اُن کے بیٹے نے اُن کو وہیں دفن کر دیا \*

قاسم کی ولایت، جس وقت سے اُن کو قرطبہ میں خلیفہ تسلیم کیا گیا اُس وقت تک کہ وہ اپنے بھتیجے کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے، چھ سال رہی۔ وہ سولہ سال تک اپنے بھتیجے یحییٰ اور ادربس کے پاس سنہ ۴۳۱ء میں قتل ہونے کے وقت تک قید رہے، جس وقت اُن کی عمر اسی (۸۰) سال کی تھی \*

انہوں نے دو بیٹے محمد اور حسن چھوڑے، جن کی والدہ کا نام امیرہ بنت حسن بن قنن بن ابراہیم بن محمد بن قاسم بن ادربس بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا \*

## ولایت یحییٰ بن علی المعتلی

اُن کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے: کوئی ابوالقاسم بتاتا ہے اور کوئی ابو محمد۔ اُن کی والدہ کا نام لبونہ بنت محمد بن حسن بن قاسم المعروف بن قنون بن ابراہیم بن محمد بن قاسم بن ادیس بن ادیس بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا۔ حسن بن قنون شاہان حسنی میں سے ایک زبردست بادشاہ تھا، اور اُن کے شہرہ آفاق شہنشاہ، سرکش اور سخت گبر افراد میں سے تھا \* جیسا کہ ہم ذکر کرتے ہیں یحییٰ سنہ ۴۱۳ء میں بمقام قرطبہ خلیفہ ہوئے۔ پھر حسب ذکر سابق وہاں سے سنہ ۴۱۴ء میں مالقہ کی طرف ہجرت کی۔ سنہ ۴۱۶ء میں مفسدین کا ارادہ ہوا کہ اُن کی سلطنت کو دوبارہ قرطبہ میں قائم کیا جائے۔ اس امید میں وہ کامیاب تو ضرور ہوئے، مگر اُنہوں نے اپنے اختیار سے ہی قرطبہ میں داخل ہونے سے تامل کیا اور اپنی طرف سے عبد الرحمان ابن عطف بفرنی کو وہاں قائم مقام کر دیا۔ سنہ ۴۱۷ء تک یہی کیفیت جاری رہی۔ پھر اُن کی سلطنت کا قرطبہ میں خاتمہ ہو گیا: وہ فوج کے ہمراہ ادھر ادھر مارے پھرتے رہے، تا آنکہ اہل بربر نے پھر اُن کی اطاعت قبول کی اور بہت سے قلعے اور شہر اُن کے سپرد کر دیے۔ قرمونہ میں اُن کی طاقت بڑھ گئی، اور اس طمع سے کہ اشبیلیہ پر قبضہ حاصل ہو جائے اُنہوں نے وہاں کا محاصرہ کر لیا۔ ایک روز وہ حالت سکر میں اشبیلیہ کی جانب سے آتے ہوئے سواروں کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اُن لوگوں نے وہاں کمین گاہ بنا رکھی تھی: اُنہوں نے اُن کو یکسر فوراً قتل کر دیا۔ یہ واقعہ روز یکشنبہ ہفتم محرم سنہ ۴۲۷ء کا ہے \*

اُن کے دو بیٹے حسن اور ادیس باقی رہے، اور دونوں اُم ولد عورتوں کے بطنوں سے تھے \*

## ولایت عبد الرحمان بن هشام المستظہر

جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں، جب قرطبہ میں اہل بربر کو قاسم کے ساتھ شکست ہوئی، نو اہل قرطبہ کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ بنو امیہ ہی میں سے کسی کو پھر بادشاہ بنایا جائے۔ چنانچہ اہل قرطبہ نے بنو امیہ میں سے تین اشخاص کا انتخاب کیا۔۔

اول، عبد الرحمان بن هشام بن عبد الجبار بن عبد الرحمان الناصر، جو اُس مہدی کے بھائی تھے جس کا ذکر ہو چکا ہے؛

دوم، سلیمان بن مرتضیٰ مذکور؛

سوم، محمد بن عبد الرحمان بن هشام بن سلیمان جنہوں نے مہدی بن الناصر کے خلاف بغاوت کی تھی۔

ان میں سے عبد الرحمان بن هشام بن عبد الجبار کو بادشاہت دینے کا فیصلہ ہوا، اور ۱۳ رمضان سنہ ۴۱۴ کو اُن سے بیعت کی گئی، جب کہ اُن کی عمر بائیس (۲۲) سال کی تھی۔ انہوں نے اپنا لقب المستظہر رکھا۔ اُن کی پیدائش ماہ ذی قعدہ سنہ ۳۹۲ کی تھی، ابوالمطرف کنیت تھی، اور والدہ کا نام غابت تھا جو اُم ولد تھیں۔ ابو عبد الرحمان محمد بن عبد الرحمان بن عبید اللہ بن عبد الرحمان الناصر ارادل عوام کے ایک طاقتور کے ساتھ اُن کے برخلاف اُتھ کھڑے ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الرحمان بن هشام سنہ ۴۱۴ میں ماہ ذی قعدہ کے اختتام سے تین دن قبل قتل ہوئے \*

اُن کی اولاد میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا۔ وہ نہایت ادیب و بلیغ اور بہ غایت درجہ فہیم و رقیق النفس آدمی تھے۔ یہ ابو محمد علی بن احمد کا قول ہے، جو اُن سے بخوبی واقف تھے: کہونکہ وہ اُن کی وزارت پر فائز تھے۔ وزیر ابو عامر احمد بن عبد الملک بن شہید کا بیان ہے کہ المستظہر شاعر تھے اور نہایت نفیس شعر کہتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی خواہر عم زاد کے متعلق کہتے ہیں کہ :-

”حمامۃ بنت العَبَّاسِیْنَ رَفِرتْ فطرتُ الیہا من سَرَائِہم صقوا  
تقلُ الثربا أن تَكونَ لہا بدا ویرجو الصباح ان یكونَ لہا نبحرا  
وانی لطعان اذا النخیل اقبلت جوانبہا حتی تری جونہا شقرا  
وَمُکْرِم ضیفی حین یَنزل ساحتی و جاعِل وُفِی عند سائلہ وُفرا“

بہ اصل مبین ایک طویل قصیدہ ہے جو انہوں نے اُس وقت کہا تھا جب انہوں نے اپنی حواہر عم راد ’م الحکم بنت سلیمان المستعین سے نکاح کرنے چاہا تھا۔ ابو عامر کا قول ہے کہ ”وہ اپنے اشعار و رسائل میں عین عتہم تھے ۲۔ آخر جب ایک مرتبہ یعلیٰ بن ابی زبد اُن کے پس آئے تو انہوں نے حند اشعار اُن کے سامنے فی البدیہہ کہے جن کو سن کر اہل تمیز متعجب ہوئے۔ میرا تو خیر کوئی ذکر ہی نہیں کیونکہ میں اُن کو آرما حکا تھا۔ یعلیٰ اُن کے پاس بالکل اجانک آگئے تھے، اور جب تک کہ انہوں نے اُن کو اس طرح فی البدیہہ امان نہ دے دی وہ اُن کی مجلس سے نہیں اُٹھے۔ اور واللہ میرا یہ حال تھا کہ میں ڈر رہا تھا کہ مبادا وہ اشعار میں کہیں لغزش کر جائیں۔ مگر انہوں نے بہت عمدہ اشعار کہے۔“ ابو عامر کا قول صرف اسی قدر ہے \*

۱ ترجمہ :- بنت عبَّاسیْن کی کبوتری اسے درون کو پہنچاتی ہوئی ہے  
اُترے لگی، تو میں اپنے گھوڑے کی پشت سے ایک شاہین کی طرح اُس کی طرف  
اُڑ کر گیا۔  
وہ فرما سے مدد لیا اپنے لئے باعث دلت خیال کرتی ہی، اور صبح اُس امید میں  
رہتی ہی کہ وہ اُس کا سب سے مل سکے۔

میں ایسا زبردست تیرہ رن ہوں کہ جب شہسوار آگے نہڑتے ہیں اور میں اُن کے  
پہلوں پر حملہ آور ہونا ہوں تو اُن کے ہاتھ سادہ گھوڑے بھی متوجہ سرخ رنگ کے ہو جانے  
ہیں۔

اور جب میرے مکان میں کوئی مہمان آ جاتا ہی تو میں اُس کی نکر دم کرتا ہوں  
اور اُس کے سائل کو اپنا تمام مال دے دیتا ہوں۔ (منرحم)  
یعنی یہ کہ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اُن کے اشعار و رسائل فی الاصل  
کسی اور شخص کے ہوتے ہیں۔ (منرحم)

## ولایت محمد بن عبد الرحمان المستکفی باللہ

بہ محمد بن عبد الرحمان ازتالیس (۳۸) سال اور جند ماہ کی عمر میں تخت نشین ہوئے، کیونکہ اُن کی تاریخ پیدائش سنہ ۳۶۶ تھی۔ اُن کی کنیت ابو عبد الرحمان تھی۔ اُن کی والدہ کا نام حوراء تھا جو اُم ولد تھیں۔ اُن کے والد کو ابن ابی عامر (منصور) نے ابتداء سلطنت ہشام میں قتل کر دیا تھا؛ کیونکہ انہوں نے بغاوت کرنے اور خود بادشاہ بننے کی کوشش کی تھی۔ محمد بن عبد الرحمان ”المستکفی باللہ“ کے لقب سے ملقب تھے۔ اُن کی سلطنت صرف چھ ماہ اور چند ایام ہی رہی۔ وہ نہایت درجہ بیوقوف، رکیک العقل اور سوء التدبیر آدمی تھے۔ انہوں نے احمد بن خالد نام ابک جولہ کو اپنا وزیر بنایا، اور وہی اُن کا مدبر امور اور مدبر دولت تھا۔ جس سلطنت کا مدبر ایک جولہا ہو اُس کی حالت آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہو سکتی ہے۔ یہ کیفیت اُس وقت تک باقی رہی کہ جب بادشاہ نے خلع کیا اور وزیر مذکور اپنے ہی مکان میں قتل ہوا۔ ابک روز عوام قرطبہ اُس کے مکان میں گھس گئے، اور اُسے اتنا مارا کہ وہیں تہنذا ہو کر رہ گیا۔ انہوں نے المستکفی باللہ سے خلع کرا لیا اور تین دن قید رکھا۔ نہ اُن کے پاس پانی پہنچنے دیا نہ دانہ۔ پھر اُنکو قرطبہ سے خارج کر دیا۔ وہ سرحد کو چلے گئے، اور یحییٰ ابن علی فاطمی پھر بادشاہ ہو گئے۔ المستکفی باللہ سرحد سے نکل کر ایک قریہ شَمْنَت میں چلے گئے، جو شہر سالم کے پاس ہے۔ اُن کے ہمراہ اُن کا ایک سپہ سالار عبد الرحمان بن محمد بن سلیم نامی بھی تھا، جو عبد الرحمان الفاصر کے مشہور سپہ سالار سعید بن منذر کی اولاد میں سے تھا۔ عبد الرحمان اُن کے ساتھ رہتے رہتے تنگ آ گیا تھا۔ ایک روز المستکفی باللہ نے اپنا صبح کا کھانا مانگا تو یہ سپاہ سالار ایک مرغی اُنکے پاس لے گیا جس میں بَنَش نام کی ایک بوٹی (جو بلاد اندلس اور

خصوصاً اُس نواح میں بہ کثرت پیدا ہوتی ہی) کا عرق ملا دیا۔  
المستکفی اُسے کھاتے ہی مر گئے۔ سپہ سالار نے اُن کو غسل و کفن دیا،  
اور نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ اُن کی قبر وہیں ہی۔ انہوں نے کوئی اولاد  
نہیں چھوڑی \*

اُن کے بعد یحییٰ بن علی واطمی بادشاہ ہوئے، اور اپنا حکم جاری  
کیا۔ مگر وہ قرطبہ میں داخل نہیں ہوئے؛ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے بیان  
کر چکے ہیں قرصونہ ہی میں مقیم رہے اور تاریخ منقذ الذکر کو قتل  
کئے گئے \*

### ولایت هشام المعتد باللہ

جب یحییٰ بن علی فاطمی کی حکومت قرطبہ سے تاریخ مذکور  
میں منقطع ہو گئی تو اہالی قرطبہ کی بہ رائے ہوئی کہ امر سلطنت  
و حکومت کو دوبارہ بنو امیہ کے خاندان کی طرف منتقل کر دیا جائے۔  
اُس امر میں اُن سب کے سرگروہ اور اُس معاہدہ کو کامیاب بنانے کی  
سعی کرنے والے وزیر ابو الحزم جہور بن محمد بن جہور بن عبید اللہ ابن  
محمد بن غمر بن یحییٰ بن عبد الغافر بن ابی عبدہ تھے۔ جن لوگوں  
کے دلوں میں ریاست و حکومت کی ہوس تھی اور قرطبہ میں فتنہ  
و فساد برپا رکھنا چاہتے تھے، وہ سب ختم ہو چکے تھے۔ جہور نے اہل  
ثغور میں سے اپنے ہم خیال اور اُن کے ہاں کے غالب علی الامور اشخاص  
سے مراسلہ کر کے سب کو اس امر میں داخل کر لیا۔ ایک مدت طویل  
کے بعد سب لوگ ابوبکر ہشام بن محمد بن عبد الملک بن عبد الرحمن  
الغاصر کو بادشاہ بنانے پر متفق ہوئے، جو مرتضیٰ مذکور کے بھائی تھے۔  
ہشام سرحد کے ایک قلعہ موسومہ بُنت میں ابو عبد اللہ محمد بن  
عبد اللہ بن قاسم کے پاس مقیم تھے، جو ایک سپہ سالار تھے اور اُس  
علاقے پر غالب ہو گئے تھے \*

اُن سے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۶۱۸ء میں بیعت کی گئی۔ انہوں نے اپنا لقب ”المعتد باللہ“ مقرر کیا۔ اُن کی پیدائش سنہ ۸۶۱۳ء کی بھی، اور اپنے بھائی مرتضیٰ سے چار سال بڑے تھے۔ جس دن اُن سے بیعت کی گئی تھی اُن کی عمر چڑھ (۵۴) سال کی تھی۔ اُن کی والدہ اُم ولد عاتب نامی تھیں۔ وہ تین سال تک ایک سرحد کے علاقوں میں پھرتے رہے؛ ایک جگہ کہیں نہیں ٹھہرے۔ وہاں رؤساء متعلبین کے مابین سخت فتنے اور اضطراب برپا رہے۔ بالآخر اُن کے امور میں اجتماع اور رائی میں اتفاق کی صورت قائم ہوئی، اور فیصلہ ہوا کہ ہشام قرطبہ چلے جائیں۔ چنانچہ وہ اُس طرف روانہ ہوئے اور آٹھویں ذی الحجہ سنہ ۱۶۲۰ء کو قرطبہ میں داخل ہو گئے۔ ابھی انہیں وہاں قیام کئے ہوئے تھے کہ عرصہ گزرا تھا کہ افواج نے اُن کے خلاف بغاوت کی اور اُن سے خلع کر لیا۔ اس کے بعد بہت سے واقعات پیش آئے جن کی شرح طولانی ہے۔ منجملہ اُن کے یہ بھی کہ المعتد باللہ اور اُن کے حشم و حرم کو قصر سے خارج کر دیا گیا۔ عورتیں برہنہ رو، برہنہ پا نکلیں۔ اُن سب کو جامع مسجد میں قیدوں کی صورت سے داخل کیا گیا۔ چند ایام تک وہ سب وہیں مقیم رہے۔ اُن کے لئے بطور لطف و کرم کھانا پانی بھیج دیا جاتا تھا۔ آخر کار وہ سب وہاں سے بھی خارج کئے گئے، اور ہشام اپنے تمام ہمراہیوں کو ساتھ لے کر قرطبہ کی بندش سے آزاد ہو کر سرحد پر چلے گئے، جہاں ادھر ادھر پھرنے کے بعد وہ ابن ہود سے جاملے جو شہر ہای لارہ، سر قسطہ، افراغہ، طرطوشہ اور اُن کے مضافات پر قبضہ جمائے بیٹھا تھا۔ ہشام اُسی کے پاس رہتے تھے؛ سنہ ۱۶۲۷ء میں انتقال کر گئے۔ انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، اور وہ اندلس میں بنو اُمیہ کے آخری بادشاہ تھے \*

ہشام کا سلسلہ نسب یہ ہے:-

ہشام بن محمد بن عبد الملک بن عبد الرحمان الناصر بن محمد



ابن عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمان بن الحکم بن ہشام ابن عبد الرحمان  
الداخل بن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم \*  
اُن کے خلع کرنے سے بنو اُمیہ کی سلطنت اور تمام اقطار اندلس  
میں کے مندروں پر سے اُن کا ذکر آج تک کے لئے ختم ہو گیا \*  
یہ ہی انتہا بنو اُمیہ کے اُن حالات کی جو ہم تک پہنچی ہیں  
اور جن کو ہم نے بالاختصار بیان کر دیا ہے \*

سلطنت بنو اُمیہ کے بعد اندلس کے حالات  
اور اُن اشخاص کے حالات جو ہمارے وقت  
یعنی سنہ ۶۲۱ تک وہاں بادشاہ ہوئے

جب ہمارے بیان کے مطابق، اندلس سے بنو اُمیہ کی سلطنت  
منقطع ہو گئی، اور اُن کی اولاد میں سے کوئی بھی ایسا نہیں رہ گیا  
جس میں امارت کی صلاحیت یا ریاست کی لیاقت ہو، تو جہور  
بن محمد بن جہور قرطبہ میں تدبیر ملک پر مستولی ہو گئے۔ اُن کی  
کنیت ابوالعزم تھی۔ اُن کا نسب ہشام المعتمد کے حالات میں  
بیان ہو چکا ہے۔ یہ ابوالعزم زمانہ قدیم سے رئیس جلع آتے تھے،  
شریف خاندان سے تھے، اور اُن کے آباء خاندان ہاشمی حکمیہ و عامریہ کے  
وزراء رہ چکے تھے۔ ابوالعزم کمال ذہانت، غور و فکر، حصافت عقل  
اور حُسن تدبیر کی صفات سے منصف تھے۔ اس وقت سے قبل جتنے  
قتلے اُٹھے، اُن میں وہ اپنے اسی ذہن رسا کی وجہ سے ہی شامل نہیں  
ہوئے: بلکہ اُن سے بچتے رہے اور پاکیزگی، دینداری اور عفاف و تقویٰ کا  
اظہار کرتے رہے۔ آخر جب اُن کے لئے مطلع صاف ہو گیا، میدان خالی  
ہو گیا، ریاست کا دعویٰ کرنے والا کوئی باقی نہیں رہا، اور ان کو فرصت  
و فراغت حاصل ہو گئی، تو انہوں نے سلطنت کو جاسنبھالا، اُسکے تمام

امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی حمایت کی۔ انہوں نے اپنے اس اظہار تقویٰ کی بناء پر خود کو ظاہر ارتبۂ امارت سے موسوم و منسوب نہیں کیا بلکہ صرف تدبیر سلطنت میں مصروف رہے اور اس کام کو اس خوبی سے سرانجام دیا کہ ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو ایک خاص وضع کا پابند کر لیا اور نہ ظاہر کیا کہ جب تک کوئی ایسا شخص نہ پیدا ہو جائے جس کی امارت کو سب لوگ بالانفاق تسلیم کر لیں تب تک وہ اسی طرح رہینگے اور اس کے برسر کار آجانے پر وہ امور سلطنت کو اس کے سپرد کردینگے۔ انہوں نے قصر شاہی پر تمام دربانوں اور کو اسی طرح برقرار رکھا جس طرح وہ دوران سلطنت میں تھے؛ مگر اپنے مکان سے آٹھ کر قصر شاہی میں نہیں گئے۔ اموال سلطانی جن لوگوں کے ہاتھ میں تھے ان ہی کے پاس رہنے دیئے؛ مگر خود ان پر نگران رہے۔ تمام عوام الناس بازاروں کو بھی انہوں نے اپنی فوج میں داخل کر لیا، اور جو رأس المال ان کے پاس تھا اس کو ان کا روزانہ مقرر کیا۔ وہ لوگ اس کا نفع خود لے لیتے تھے مگر رأس محفوظ رہتا تھا۔ اس کے متعلق ان سے باز پرس ہوتی تھی اور وہ ہر وقت اُسکی حفاظت کرتے تھے۔ اسلحہ ان کو تقسیم کردئے گئے تھے، اور ان کو حکم تھا کہ وہ دکانوں اور گھروں میں ان اسلحہ کو رکھیں، تاکہ اگر رات با دن کو کوئی دشمن ان پر آ پڑے تو ہر شخص کے ہتھیار اس کے پاس موجود ہوں، خواہ وہ اپنے گھر سے لائے یا دکان سے۔

صالحین کی عادت کے مطابق ابو الحزم جنازوں کے ساتھ جاتے تھے، مریضوں کی عیادت کرتے تھے، اور با وجود اسکے وہ بادشاہان متغلبین کی طرح تدبیر امور کرتے تھے۔ وہ امن و امان قائم رکھنے والے اور حفاظت کرنے والے تھے۔ ان کے زمانے میں قرطبہ ہر خوف زدہ شخص کے لئے دارالامن بنا ہوا تھا۔ ان کے انتقال کے وقت تک یہی حالت قائم رہی، جو غرۃ ماہ صفر سنہ ۴۳۵ میں واقع ہوا۔ انہوں نے اپنے حصول غلبہ سے اپنی وفات تک چودہ سال اور چند ماہ حکومت کی۔

اُن کے بعد قرطبہ پر اُنکے بیٹے ابو الولید محمد بن جہور حاکم ہوئے ۔ سیاست اور حُسن تدبیر میں وہ اپنے والد کے قدم بہ قدم چلتے رہے ۔ اور اپنی موت یعنی سلج سَوال سنہ ۳۶۳ھ تک کسی بات میں کسی نوع کا خلل نہیں پڑنے دیا ۔

ان واقعات کے بعد ایک امیر نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی ، جس کا لقب مامون ابن ذوالذون تھا ۔ وہ طلیطلہ کا حاکم تھا ۔ اُس نے بھی قرطبہ پر حند ہی روز حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا ۔ اس کے بعد ایک بربری نے حکومت سنبھالی ، حواہن عکاشہ کے نام سے مشہور تھا ۔ میرا خیال یہ ہے کہ اُس کا اصلی نام موسیٰ تھا ۔ وہ حکومت کر رہی رہا تھا کہ امیر الظافر بحول اللہ ابو القاسم محمد بن عباد نے اُس پر غلبہ کر کے اُسے خارج کر دیا ۔ اس کا حال ہم انشاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر بیان کریں گے ۔

شہر قرطبہ کے پایۂ تخت ہونے کے لحاظ سے وہ اُس کے آخری حالات میں ۔ المعتمد کے غالب ہونے کے بعد وہ اشبیلیہ کے ماتحت ہو گیا ۔

## فصل

### شاہان حسنی کے حالات

حسنی بادشاہوں کے حالات کی کیفیت یہ ہے کہ جب ، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ، ہفتم محرم سنہ ۳۲۷ھ کو یحییٰ بن علی قتل ہو گئے ، تو ابو جعفر احمد بن موسیٰ المعروف بہ ابن بقرہ اور انک صقلیہ خادم مسمی بہ نجا واپس آ گئے ۔ یہ دونوں سلطنت حسنی کے مدبر تھے ۔ اُن دونوں نے اپنے دار السلطنت مالقہ کو جاکر یحییٰ کے بھائی ادیس بن علی (جو اُس وقت سبقتہ میں تھے اور طنچہ پر بھی قابض تھے کو مالقہ بلایا ، اور اُن سے اس شرط پر بیعت خلافت کی کہ وہ یحییٰ

مقتول کے بیٹے حسن کو اپنی جگہ سببتہ کا بادشاہ بنادین • یحییٰ کے دونوں بیٹوں یعنی ادربس اور حسن میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی • کیونکہ وہ دونوں کم عمر تھے • مختصر یہ کہ ادربس بن علی نے اُن دونوں کی شرط قبول کر لی • نجا اس حسن کو ساتھ لیکر سببتہ اور طنجہ کی طرف روانہ ہو گیا • حسن یحییٰ کا چھوٹا بیٹا تھا؛ مگر عقل و رائے کے اعتبار سے دونوں میں وہی بہتر تھا \*

ادربس نے ”المنتبد“ کا لقب اختیار کیا • سنہ ۴۳۰ یا ۴۳۱ تک ملک اسی حالت پر قائم رہا • پھر فتنہ شروع ہوا اور قاضی ابو القاسم محمد بن اسماعیل بن عباد صاحب اسبیلیہ کو ان شہروں پر قبضہ جمانے کی سوجہی • چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل کو ایک فوج دی اور اہل بربر کے جو قبائل اُن کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہوئے وہ بھی اُن کے ساتھ ہو گئے • وہ سیدھے قرمونہ پہنچے • اور اُس کا محاصرہ کر لیا • اس کے بعد پہلے قلعہ موسوم بہ اشونہ اور قلعہ استبحہ کا رخ کیا اور اُن دونوں کو فتح کر لیا • یہ دونوں قلعے محمد بن عبد اللہ کے قبضے میں تھے • جو اہل بربر کے قبیلہ بنو برزال کے سرکردگان میں سے تھا • محمد بن عبد اللہ ادربس بن علی حسنی اور قبائل صنہاجہ نے مدد طلب کی • ادھر سے صاحب صنہاجہ مدد کے لئے آئے • ادھر سے ادربس نے اپنی فوج کے ساتھ مدد بہم پہنچائی جسکا سپہ سالار اُن کا مدبر دولت ابن بقرہ احمد بن موسیٰ تھا • یہ سب محمد بن عبد اللہ کے پاس جمع ہو گئے • مگر اُن پر اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن عباد (جو اُن کے ناپ قاضی ابو القاسم کی فوج کے سپہ سالار تھے) کی ہیبت طاری ہو گئی؛ لہذا وہ سب متفرق ہو گئے اور ہر شخص اپنے اپنے شہر کو چلا گیا • جب یہ خبر اسماعیل بن محمد تک پہنچی تو اُن کی اُمید اور بھی قوی ہو گئی • اور وہ اپنا لشکر لے کر صاحب صنہاجہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ ہوئے • صاحب صنہاجہ نے بہ اندازہ کیا کہ وہ ضرور اُن سے مقابلہ کرنے

پر مجبور ہو گئے، اس لئے ابن بغدہ کی طرف آدمی روانہ کئے کہ اُس کو واپس لے آئیں۔ چونکہ ابن بغدہ کو گئے ہوئے تہوڑی ہی دیر ہوئی تھی اس لئے وہ ’پہنچا‘ اور دونوں فوجیں مل گئیں۔ جون ہی کہ طرفین نے ایک دوسرے کو دیکھا جنگ شروع ہو گئی۔ ابن عباد کی فوج کو ہزیمت ہوئی اور وہ اسماعیل کو وہیں جھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسماعیل ہی سب سے پہلے قتل ہوئے، اور اُنکا سردار ریس بن علی حسنی کے پاس بھیج دیا گیا۔ ادریس کو اپنے ہلاک ہونے کا خیال ہو گیا تھا۔ وہ سالقہ سے ’ترکر کرہ بُباشتر‘ پر آ گئے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں ابن حفصون مقدم الذکر تبیرے تھے۔ ادریس وہاں پہنچ کر قلعہ بند ہو گئے۔ سخت بیمار تو تھے ہی، صرف دو دن زندہ رہ کر انتقال کر گئے۔ بیٹوں میں سے ابک یحییٰ کو جھوڑا، جو اُن کے بعد قتل کر دئے گئے؛ دوسرے محمد الملقب بہ مہدی، اور تیسرے حسن الملقب بہ سامی۔ اُنکا سب سے بڑا بیٹا، جس کا نام علی تھا، اُن کی حیات ہی میں انتقال کر چکا تھا۔ اُنہوں نے ایک اور بیٹا عبد اللہ بھی جھوڑا، جس کو اُس کے چچا نے اپنی تخت نشینی کے بعد خارج البلد کر دیا \*۔

یحییٰ بن علی مذکور نے پہلے ہی سے اپنے برادران عم زان یعنی محمد اور حسن (جو قاسم بن حمود کے بیٹے تھے) کو جریرہ میں قید کر کے دونوں پر ابو الحجاج نامی ایک اہل مغرب کو پہرہ دار مقرر کر رکھا تھا۔ جب اس کو یحییٰ کے قتل کی خبر ملی تو اُس نے جریرہ کے تمام اہل مغرب اور اہل سودان کو جمع کیا، اور محمد اور حسن کو قید خانے سے نکال کر کہا کہ ”بہ دونوں تمہارے سردار ہیں“ چونکہ اُن دونوں کے والد یحییٰ ہمیشہ سے سردادیوں کی طرف زیادہ مائل تھے، اور اُن پر احسان کرتے رہتے تھے، اس لئے سب نے فوراً اُن دونوں کی اطاعت قبول کی۔ محمد نے بادشاہت اختیار کی اور حسن برن ہی رہ گئے۔ مگر محمد نے بھی اپنے لئے خلافت کا لقب اختیار نہیں کیا۔

حسن کچھ مدت تک اپنے بھائی کے پاس رہے ؛ پھر انہوں نے درویشی کا ارادہ کیا اور صوف پہن کر دنیا سے کنارہ کش ہو جانے کے خیال سے اپنی ہمیشیرہ فاطمہ بنت قاسم ، زوجہ یحییٰ بن علی المعتلیٰ ، کو ہمراہ لیکر حج کرنے چلے گئے ،

جب حسب بیان بالا ادريس کا انتقال ہو گیا تو ابن بقرہ احمد بن موسیٰ نے اُن کے بیٹے یحییٰ بن ادريس المعروف بہ حدیث کو تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا ۔ مگر اُس سے اس میں پوری جسارت نہ ہو سکی ، اور متحیر و متردد رہ گیا \*

جب اسماعیل بن عباد کے قتل اور ادريس بن علی کی موت کی خبریں سنا ، خادم صفیہ کے پاس پہنچیں تو وہ اُس وقت سببہ میں تھا ۔ اُس نے صلابہ میں سے ایک معتبر شخص کو اپنا قائم مقام بنا دیا ، اور خود حسن بن یحییٰ کو ہمراہ لے جہاز میں سوار ہو کر حسن بن یحییٰ کے لئے ترتیب امور کے لئے مالقہ پہنچا ۔ جب وہ مالقہ کے بندرگاہ پر پہنچے تو ابن بقرہ کے جواب دے دیا اور وہ فلعہ کمارش کو بھاگ گیا ، جو مالقہ سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر واقع ہی ۔ حسن اور نجا مالقہ میں داخل ہوئے : وہاں کے تمام بربری باشندے اُس کے گرد جمع ہو گئے ، اور حسن بن یحییٰ سے بیعت خلافت کر کے اُنکو المستعلیٰ کے نام سے موسوم کیا ۔ پھر حسن نے ابن بقرہ کو مخاطب کیا اور اُسے امان دی ۔ مگر جب وہ اُنکے پاس آیا تو اُسے قتل کر دیا ۔ پھر انہوں نے اپنے برادر عم زاذ یحییٰ بن ادريس کو بھی قتل کر دیا ۔ نجا ایک تاجر شخص کو جو سطیفی کے نام سے مشہور تھا ، حسن کے پاس جھوڑ کر خود سببہ اور طنجه کو سدھار گیا ؛ کیونکہ اُسے سطیفی پر بہت اعتبار تھا ۔ تقریباً دو برس تک یہی کیفیت رہی ۔ حسن بن یحییٰ نے اپنے چچا ادريس کی بیٹی سے نکاح کیا تھا ۔ کہتے ہیں کہ اُسی نے حسن کو اپنے بھائی کے بدلے زہر دے دیا ۔ جب انہوں نے انتقال کیا ، تو سطیفی نے

معاملات میں احتیاط سے کام لیا۔ اُس نے ادريس بن یحییٰ کو گرفتار کر لیا، اور نجا کو اس واقعہ سے اطلاع دی۔ حسن کا ایک جھوٹا سا بیٹا نجا کے پاس تھا۔ کہتے ہیں کہ اُسے بھی اُس نے مار ڈالا۔ واللہ اعلم \*

حسن بن یحییٰ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ جب نجا کو اس واقعہ سے آگاہی ہوئی تو اُس نے سبنہ اور طفیحہ پر اپنے ایک معتبر صفلی شخص کو قائم مقام کیا، اور خود جہز پر سوار ہو کر مالفہ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے ادريس بن یحییٰ کی اور بھی زیادہ حفاظت کی، اور اُن کی قید میں زیادہ سختی کر دی۔ پھر اُس نے یہ قصد کیا کہ حسنی بادشاہوں کا نام ہی مٹدے اور خود بادشاہ ہو جائے۔ لہذا اُس نے اُن بربروں کو بلایا، جو شہر کی فوج میں تھے، اور اپنا ارادہ اُن پر ظاہر کر دیا۔ جب اُس نے اُن سے حُسن سلوک کا وعدہ کیا، تو اُن لوگوں نے سوائے اُس کی مساعدت کرنے کے اور کوئی چارہ نہ پا کر ظاہر میں تو اُس سے موافقت کا اظہار کیا، مگر باطن میں اُن کو یہ امر نہایت شاق گزرا۔ الغرض نجا فوج جمع کر کے محمد بن قاسم کے استیصال کے ارادے سے جزیرہ کی طرف روانہ ہوا۔ حند ایام تک اُس سے جنگ کرنے کے بعد اُسے اپنے ہمراہیوں کی نیت میں فتور سا معلوم ہوا۔ اُس لئے اُس نے مالقہ کو واپس جانا مناسب خیال کیا، تاکہ وہاں پہنچ کر اُن میں سے جو جو خطرناک آدمی ہیں اُن سب کو خارج کر کے باقی سب سے صلح کر لی جائے اور جس طرح ممکن ہو سکے مقابلہ کو بلا کر اُن کی امداد سے غیروں کے مقابلے کے لئے تقویت حاصل ہو جائے۔ مگر بربروں کو اُس کے اس ارادے سے اطلاع ہو گئی، اور اُنہوں نے مالفہ پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں اُسے اچانک قتل کر دیا۔ اُس وقت وہ اپنے کھوڑے پر سوار ایک تنگ راستے میں سے گزر رہا تھا۔ جو شخص اُسے مارنے والا تھا وہ پہلے ہی سے اُس راستے کے اندر چلا گیا تھا۔ اُس کے ہمراہیوں میں جس قدر مقابلہ ہے سب اپنی جانیں لے لے کر بھاگ گئے۔ جن

لوگوں نے اُس سے غدر کیا تھا، اُن میں سے دو سوار آگے بڑھے اور کھڑے دوڑتے ہوئے ملحقہ پہنچے۔ شہر میں داخل ہو کر اُن دونوں نے ”مبارک!“ مبارک!!“ کا شور مچا دیا، اور جب سطیفی کے پاس پہنچے تو اُس کو بھی تلوار کے گھات اُتار دیا۔ بعد میں فوج بھی آ پہنچی، سب نے مل کر ادريس بن یحییٰ کو قید خانے سے نکالا، اُن کو اپنا پیش رو بنایا، اور اُن سے بیعت خلافت کر کے ”عالی“ کے لقب سے ملقب کیا۔

عالی سے مقتضی امور سرزد ہوئے :- وہ نہایت رحم دل تھے؛ کثیر الصدقات تھے، اور ہر روز پانچ سو (درم؟) صدقہ دیتے تھے۔ انہوں نے ہر غریب الوطن کو اُس کے وطن بھیج دیا، اور اُن کی زمینیں اور املاک اُن کو واپس دے دیں۔ کبھی نہیں سنا گیا کہ اُن کو اپنی رعایا میں سے کسی شخص سے عداوت ہی۔ وہ خوبصورت تھے، آداب مجلس سے خوب واقف تھے، شعر اچھا کہتے تھے؛ مگر باوجود ان اوصاف کے وہ ہر ذلیل و ناکارہ شخص سے صحبت رکھتے تھے اور اپنے حرم کو بھی اُن سے پردہ نہیں کراتے تھے۔ کبھی اُن کے صہاجہ نا بنویفرن ہم نشینوں میں سے کوئی شخص اُن سے کوئی قلعہ مانگتا تو اُسے عطا کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امیر صہاجہ نے اُن کو لکھا کہ وہ اپنے وزیر، مدبر امر اور اپنے باپ دادا کے ہم نشین موسیٰ بن عفان سبکی کو اُسکے حوالے کر دیں۔ جب انہوں نے وزیر موصوف سے کہا کہ صہاجی نے اُن کو خط لکھا کہ اُن کو طلب کیا ہے اور یہ کہ اُن کو دینا پڑیگا، تو موسیٰ بن عفان سبکی نے کہا کہ ”افعل ماتومر ستجدنی ان شاعاللہ من الصابرین“ (یعنی جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے کیجئے۔ ان شاعاللہ آپ مجھ کو صابرین میں سے پائینگے)۔ غرض کہ عالی نے اُن کو صہاجی کے پاس بھیج دیا، جس نے اُن کو قتل کیا۔

عالی نے اپنے چچیرے بھائی محمد اور حسن (ابناء ادريس بن علی) کو قلعہ یرش میں قید کر رکھا تھا۔ جب اُس قلعے کے معتبر نے



عالی کی رائی کا یہ اضطراب دیکھا، تو وہ اُن کا مخالف ہو گیا اور اُن کے چچیرے بھائی محمد بن ادريس کو سردار بنا دیا۔ جب قصبہ مالفہ کے سودانیوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی، تو اُنہوں نے عالی کے برادر عم زاد محمد بن ادريس کی دعوت کا اعلان کیا اور محمد کو اپنے پاس بلایا اور قصبہ کا راستہ روک دیا۔ عوام الناس ادريس بن یحییٰ کے پاس جمع ہو گئے اور اُن سے قصبہ میں جنگ کرنے کی اجازت طلب کی۔ اگر وہ اجازت دے دیتے تو سودانی ایک ساعت کے لئے بھی مقابلہ نہ کر سکتے۔ مگر اُنہوں نے اجازت نہ دی اور کہا کہ ”تم سب اپنے اپنے گھر چلے جاؤ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو“ اس پر سب متفرق ہو گئے۔ اُن کا چچیرا بھائی آیا۔ سلطنت اُس کے سپرد کر دی گئی اور بیعت خلافت کر لینے کے بعد اُس کا لقب ”مہدی“ رکھا گیا۔ اُنہوں نے خرد اپنے بھائی کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اُس کا نام ”سامی“ رکھا۔ پھر اپنے چچیرے بھائی ادريس بن یحییٰ کو اُسی قلعہ میں فید کر دیا، جہاں وہ خود پہلے قید رہ چکے تھے \*

ابن محمد بن ادريس سے شہامت اور شدید جرأت ظاہر ہوئی۔ تمام بربری اُن سے خوف زدہ ہو گئے۔ اُنہوں نے اُس شخص سے خط و کتابت کی جو اُس قلعہ پر پہرہ دار تھا جہاں ادريس بن یحییٰ قید تھے، اور اُس کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ اُس شخص نے اُن کی تجویز کو قبول کر کے ادريس کی طرف سے دعویٰ سلطنت پیش کیا \*

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، ادريس کی پہلی ولایت نجا کے قتل کے بعد ہوئی۔ سبتہ اور طنجه پر دو شخص تھے، جو اُن بربری قبائل میں سے جو اُن کے باپ کے غلام تھے ایک قبیلہ موسومہ بہ برغواطہ کے افراد تھے۔ ایک کا نام رزق اللہ تھا اور دوسرے کا سکات۔ جب حسب بیان سابق ادريس نے خلع کیا، تو وہ دونوں اپنے اپنے مقامات کی حفاظت کرتے رہے۔ جب صاحب قلعہ آبرش نے اُن کی طرف سے

دعویٰ سلطنت پیش کیا تو محمد نے اس امر کی وجہ سے کسی نوع کا فکر نہیں ظاہر کیا، بلکہ سخت استقلال دکھایا۔ اُن کی والدہ اُن کو اور بھی زیادہ شجاع و دلیر بناتی اور اُن کے دل کو مضبوط کرتی تھیں۔ وہ خود میدان جنگ میں جا جا کر مبتلائے جنگ آدمیوں کا دل بڑھاتی تھیں۔ جب اہل بربر نے اُن کا یہ شدت عزم اور ثبات و استقلال دیکھا، تو اُن کے رگ و پی میں فتور آ گیا اور ادریس بن یحییٰ کو الگ چھوڑ کے چل دئے۔ بلکہ اُنہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ ادریس کو اُنہیں دونوں اہل برغواطہ کے پاس بھیج دیں، جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ادریس نے اپنے بیٹے کو اُن کی حفاظت میں دے رکھا تھا۔ جب ادریس اُن دونوں کے ہاں پہنچے، تو اُنہوں نے اُن کی تعظیم کی اور اُن کو لفظ خلیفہ سے مخاطب کیا۔ مگر پھر بھی اُن دونوں نے اُن کو اچھی طرح پرشیدہ رکھا اور کسی شخص کو اُن تک نہیں پہنچنے دیا۔ آخر کار اہل بربر کے جند اکابر قوم اظہار تلافی کر کے اُن تک پہنچ ہی گئے، اور اُن سے کہا کہ ”یہ دونوں غلام آپ پر حاوی ہو رہے ہیں اور آپ اور آپ کے امور میں حائل و ہارج ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم آپ کو ان سے نجات دلوا دیں۔“ مگر ادریس نے انکار کر دیا، اور ان دونوں سے اس بات کا تذکرہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں نے ان تمام اہل بربر کو نکال دیا، اور ادریس بن یحییٰ کو بھی خارج کر کے اندلس پہنچا دیا: مگر ان کے بیٹے کو اس کی صغر سنی کی وجہ سے اپنے پاس ہی رکھا۔ تاہم وہ دونوں اس دوران میں بھی ان کو خلیفہ ہی کہہ کر مخاطب کرتے رہے \*

بعد ازاں محمد بن ادریس اپنے بھائی سامی سے کسی خاص وجہ سے ناراض ہو گئے اور ان کو سرحد کی طرف نکال دیا۔ سامی کوہ ہائی غمار کی طرف چلے گئے۔ ان بلاد کے باشندے ان حسنیوں اور ان کے اہل و عیال کے مطیع و منقاد تھے اور ان کی بہت عزت کرتے تھے، پھر اہل

بربر نے محمد بن قاسم سے خط و کتابت شروع کی، جو جزیرہ خضراء میں مقیم تھے۔ وہ لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ محمد کو بھی طمع نے گھیر لیا، اور وہ بربرین کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں نے ان سے بیعت خلافت کر لی اور ان کو مہدی کے نام سے مرسوم کیا۔ اس وقت کی حالت بھی ہنسی کے قابل اور ہر فضیحت تھی۔ اس وقت چار آدمی تھے، اور ہر ایک اپنے آپ کو امیر المومنین کہتا تھا۔ پھر یہ سب کچھ اتنے ذرا سے قطعاً ارض میں ہو رہا تھا جس کی مقدار تیس (۳۰) فرسنگ کی تھی! العرض انجام کران بربروں نے محمد کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے بلاد کو واپس چلے گئے۔ بیچارے محمد قمر کے مارے جزیرہ چلے گئے اور چند روز کے بعد استغناء کر گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ غم میں مر گئے۔ انہوں نے اپنے پیچھے اپنے آٹھ ذکور ہرابت داروں کو چھوڑا۔ ان کے بعد ان کا بیٹا قاسم بن محمد بن قاسم جزیرہ کے امور کا متولی ہوا، مگر اس نے خرد کو خلیفہ نہیں کہا \*

محمد بن ادريس اپنی موت یعنی سنہ ۱۶۵ تک مالقہ میں رہے \*  
ادريس بن يحيى المعروف بـ علي بنو يفرن کے پاس مقام تذكرونہ میں رہے۔ جب محمد بن ادريس بن يحيى نے انتقال کیا، نو عوام الناس نے ادريس علي کو دوبارہ مالقہ کا بادشاہ بنا دیا۔ حسني خاندان میں یہ آخري بادشاہ ہیں جو مالقہ پر حکمران ہوئے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا، تو ان کی متفہ رائے یہ ہوئی کہ حسنیوں کو اندلس سے خارج کر کے سرحد پر بھیج دیا جائے، اور جو مقامات ان کے قبضے میں تھے ان کو ضبط کر کے اپنے حسب خواہش حکومت کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور وہ جو کچھ ارادہ کر چکے تھے پورا ہو گیا۔ جزیرہ خضراء اور اس کے گرد و نواح کے قریہ جات سے لیکر تذكرونہ، مالقہ اور ان کے مضافات تک اور ادھر قلعة منكب، اغراضہ

اور اس کے اعمال، یہ سب برہنوں کے قبضے میں تھا۔ مزید برآں وہ اشبیلیہ کے بعض اعمال پر بھی قابض تھے۔ مثلاً قلعۃ اشرونہ، قرمونہ اور شلبہ۔ وہ اسی طرح تمام علاقہ جات پر قابض رہے، تا آنکہ اشبیلیہ میں جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب المعتضد باللہ ابو عمرو عباد بن محمد بن اسماعیل بن عباد لخمی نے ان سے چھین لیا۔ پھر ان کے بیٹے ابو القاسم المعتضد علی اللہ نے وہ کام پورا کر دیا جو ان کے والد نے شروع کیا تھا \*

یہ ہیں آخری حالات خاندان حسنی کے اور اس کے دیگر متعلقات، جیسا کہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی نے بیان کئے ہیں، میں نے اکثر حالات میں ان ہی پر اعتماد کیا ہے اور ان ہی کی کتاب سے نقل کیا ہے، سواہ ان مواقع کے، جہاں میں نے ان کی اغلاط کو ظاہر کیا ہے اور اپنے مقدور پور ان کی اصلاح کی ہے، و علی اللہ قصد السبیل و هو المستول فی الہدایۃ قولاً و عملاً \*

## فصل

مضمن بحالات اندلس بعد از انقطاع دعوت  
بنو امیہ، بطور اجمال نہ بطریق تفصیل

دعوت بنو امیہ کے اختلال کے بعد تمام ملک اندلس کی یہ حالت ہو گئی کہ اہالی اندلس علیحدہ علیحدہ فرزند مبین منقسم ہو گئے۔ ہر طرف لوگ غلبہ حاصل کرنے لگے، اور حس کو جو علاقہ مل گیا ضبط کر بیٹھا۔ اسی طرح سب نے القاب خلافت بھی آپس میں تقسیم کر لئے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کا نام معتضد تھا، کسی کا ہامزن، کسی کا مستعین، کوئی مقتدر تھا، کوئی معتصم، معتمد، موقوف، متوکل وغیرہ وغیرہ۔ اسی کیفیت کے متعلق ابو علی حسن بن رشید کہتا ہے کہ :-

۱ ”مما یزھدنی فی ارض اندلس سماع مقتدر فیہا و معتقد  
 الفاب مملکتہ فی غیر موضعہا ظاہر یہی کی اتفاقاً صولہ الاسد“  
 مین اس فصل مین ان شاء اللہ آن بادشاہوں کے اور ان علاقہ جات  
 کے نام لکھوئند جن پر وہ غالب ہو گئے تھے۔ مگر جیسا کہ مین شرط  
 کر چکا ہوں، یہ سب بیان پر سبیل اجمال ہی ہوگا؛ کیونکہ ان مین  
 سے ہر ایک کے حالات، سیر اور واقع اتنے ہیں کہ اگر مین ان کی تفصیل  
 کروں تو یہ تصنیف حد تلخیص سے متجاوز ہو کر تفصیل و تطویل کے  
 درجے تک پہنچ جائیگی۔ نیز جو بات مجھے ان لوگوں کے تمام و کمال  
 حالات قلمبند کرنے سے مانع ہوتی ہی، وہ یہ ہی کہ اول تو میرے پاس  
 کتب قلیل تعداد مین ہیں، پھر یہ کہ میرے محفوظات دماغی کا  
 بہت سا حصہ بالکل مختل ہو چکا ہی۔ غرضیکہ —

سب سے پہلے حصہ جنوبی پر ایک شخص غالب ہوا، جس کا  
 نام سلیمان ابن ہود اور لقب مؤتمن تھا، اُس کے بیٹے کا مقتدر اور  
 پوتے کا مستعین۔ یہ بنو ہود اس حصہ جنوبی مین طرطوشہ اور اس کے  
 اعمال، سرقسطہ اور اس کے اعمال، افراغہ، لارہ اور قلعة ایوب پر قابض  
 تھے۔ آج بہ سب علاقہ جات اہل فرنگ کے قبضے مین ہیں، اور صاحب  
 برشنونہ (لعنہ اللہ) اُس کا مالک ہی۔ یہ وہی ملک ہی جس کو آرغن  
 کہتے ہیں۔ اس نام سے وہ تمام علاقہ موسوم ہی، جو برشنونی کی  
 سلطنت کے آخر مین بلاد فرانس سے ملحق ہی \*

ان بنو ہود کا ایک اور ہمسایہ تھا، جس کا نام عبد الملک بن  
 عبد العزیز تھا اور کنیت ابو مروان۔ وہ زمانہ قدیم سے رئیس چلا آتا تھا۔

۱ ترجمہ :- سرزمین اندلس مین جو بات مجھے اُس سے مفرت کرنے اور اُسے ترک  
 کرنے پر مجبور کرنی ہی وہ یہ ہی کہ اُس مین ہر طرف سے مشتدر اور معتقد کے الفاظ  
 سنائی دینے لگے:

بہ شاہی القاب ہیں جو بالکل دجا ہیں، اور ابسے معلوم ہونے لگے ہیں جیسے کوئی  
 بلی اپنے آپ کو بھلا بھلا کر شیر کی سی مولت کا اظہار کرے۔ (مترجم)

اگر تفہیم کا لحاظ کیا جائے، تو بہ لحاظ شرافت خاندان وہ تمام ملوک اندلس سے زیادہ مستحق ہیں۔ میں اُس کے لقب سے واقف نہیں ہوں۔ وہ بلنسیہ اور اُس کے اعمان کا مالک تھا \*

اسی سرحد سے ملا ہوا ایک اور شخص تھا، جو ابو مروان بن رزین کہلاتا تھا۔ اُس کا ملک اعمان طلیطلہ تک تھا \*

جو شخص طلیطلہ اور اُس کے اعمال کا مالک تھا وہ امیر ابو الحسن یحییٰ ابن اسماعیل بن عبد الرحمن بن اسماعیل بن عامر بن مطرف بن موسیٰ بن ذی النون تھا۔ یہ ابو الحسن ازروئی ریاست تمام بادشاہان اندلس میں اقدم ہیں۔ وہ سب سے زیادہ شریف النسب اور تقدم میں سب سے زیادہ مستحق تھے۔ اُس کا لقب مأمون تھا۔ اُس کے باپ نے پہلے ہی طلیطلہ پر قبضہ کر لیا تھا، اور اُس کے ملک میں سب سے پہلے فتنہ و فساد برپا کیا تھا۔ ابو الحسن طلیطلہ اور اُس کے اعمال پر قابض رہا تا آنکہ اُسے وہاں سے اخذش (لعنہ اللہ) نے خارج کر دیا، اور اُس پر سنہ ۴۷۶ میں نصاریٰ قابض ہو گئے۔ حذاقہ وہ آج ہمارے وقت تک نصاریٰ کا دار السلطنت ہے \*

فرطہ اور اُس کے اعمال پر سرحد تک جہور بن محمد بن جہور قابض تھا۔ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں، اور اس کا نسب بھی لکھ چکے ہیں۔ آخر کار صاحب طلیطلہ اسماعیل بن ذی النون، والد ابو الحسن مذکور، نے اُس پر غلبہ پالیا \*

اشبیلیہ اور اُس کے اعمال پر فاضی ابو القاسم محمد بن اسماعیل بن عباد لخمی وہاں سے قاسم بن حمود اور اُس کے دونوں بیٹوں محمد اور حسن کو خارج کر کے قابض ہو گیا تھا۔ ان شاء اللہ اس کی طرف بھی ہم آگے چل کر اشارہ کریں گے \*

مالقہ، جزیرہ، اغرناطہ اور اُس علاقے کے قرب و جوار پر اہل بربر میں سے بنو برزال صنهاجی قابض تھے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں \*

مُریہ اور اس کے اعمال پر خادم زہیر عامری قابض ہوا۔ پھر خادم خیران عامری نے قبضہ کیا۔ ان دونوں کے بعد اُس پر ابویحییٰ محمد بن معن بن صواح الملقب بہ معتصم نے غلبہ پایا، اور اُس وقت تک اُس پر متصرف رہا کہ جب سنہ ۴۱۴ کے دوران مین بوسف ابن تاشغین اِمتونی نے اُسے وہاں سے خارج کر دی \*

دانیہ اور اُس کے اعمال کا مالک مُجاہد عامری تھا۔ وہ رومی النسل تھا، اور ابو عامر محمد بن ابی عمر کے موالی مین سے تھا۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے علی بن مجاہد نے اُس کو قبضے میں رکھا اور مرفق لمب اختیار کیا۔ اندلس میں جتنے اشخاص غلبہ یاب ہوئے اُن میں سے، جہاں تک مجھے علم ہی، کوئی شخص اُس سے زیادہ خود دار، پاک و خالص عزت و آبرو رکھنے والا اور صاف باطن نہیں ہوا۔ نہ وہ خود کبھی شراب پیتا تھا، نہ شراب خوار کو اپنے قریب آنے دیتا تھا۔ علوم شرعیہ سے خوب واقف تھا، اور علماء شریعت کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ فتنہ مرابطین سے حند رور قبل اُس کا انتقال ہوا۔ اُس کی تاریخ وفات مجھے تحقیق طور پر معلوم نہیں ہوئی \*

جو علاقے اندلس کی شمالی جہت میں واقع تھے، اور بعض وہ شہر جو بحر اعظم سے ملحق ہیں، اُن پر ابن افسس الملقب بہ مظفر قابض تھا۔ اُس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے عمر نے قبضہ جمایا، جس کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب البتوکل علی اللہ۔ وہ بطلیوس اور اُس کے اعمال، یابرة، شفتین اور اشبونہ پر قابض تھا۔ یہ مظفر علم ادب کے جمع کرنے میں سب سے زیادہ حریص تھا؛ بالخصوص فزون نحو، لغت، شعر، نوادر اخبار اور عیون التاریخ کا بہت شائق تھا۔ جو کچھ اُس نے جمع کیا تھا، اُس سے انتخاب کر کے ایک بڑا ذخیرہ تیار کیا گیا تھا اور اُس کا نام اُیسی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ وہ اُسی نوعیت کی کتاب تھی جیسی روجی

کے ”الاختیارات“ اور ابو محمد ابن قتیبہ کی ”عیون الاخبار“ میں۔ یہ کتاب تقریباً دس عدد ضخیم جلدوں میں تھی۔ میں نے اُس کا اکثر حصہ دیکھا ہے۔ اُس کا نام ”المظفری“ تھا۔ اُس کا بیٹا ایک طرف صناعت نظم و نثر میں اعلیٰ پایہ رکھتا تھا اور دوسری طرف نہایت درجہ شجاعت اور اعلیٰ درجے کی شہسواری کی صفات سے متصف تھا: وہ کبھی کسی جنگ میں غائب نہیں رہا، اور کوئی شغل اُسے جنگ سے نہ روکتا تھا۔ وہ برابر اُس وقت تک حکومت کرتا رہا کہ جب مرابطین یعنی بوسف بن تاشفین کے آدمیوں نے اُسے اور اُس کے بیٹوں، فضل اور عباس، کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔

سنہ ۴۸۵ کے آغاز ہی میں اُن سب کی گردنیں مار دی گئیں۔

غرب اندلس میں بنو مظفر کا زمانہ لوگوں کے لئے گویا دن عید اور رات شب برات تھی۔ بنو مظفر اہل ادب کے ملجأ و مأویٰ تھے۔ وہ لوگ ہمیشہ اُنکے ہاں رہا کرتے تھے، اور اُنکے ایسے ایسے قاصد ہیں جنہوں نے بنو مظفر کے حالات و مآثر کو مضبوط و محکم کر دیا ہے اور اُن کے نام نیک کو زمانے میں زندہ رکھا ہے۔ انہیں کے متعلق وزیر کاتب فاضل ذوالوزارتین ابو محمد عبد المجید بن عبدون نے، جو شہر یابہ کے باشندہ تھے، وہ قصیدہ غرا، نہیں بلکہ عقیلہ عذرا، تصنیف کیا ہے جو رشک سخن ہی، محسن سحر و فن ہے؛ جس نے عقول کے ساتھ وہی کیا ہے جو شراب کرتی ہے؛ کیا تاب کہ برتری میں کرئی اُس سے مقابلہ کرے، یا حُسن و خوبی میں مقابلہ کرے؛ جس کی نظیر نایاب ہے، جس کی طرف اشارہ کرنے والے بے حساب ہیں، اور جو اپنی تفصیل و تقدیم میں باقل اور جریر کا بھی جواب ہے؛ سبحان اللہ!

یہ بھی عجیب نازنین پردہ نشین ہے کہ اپنی سہولت میں اس قدر قریب ہے کہ اُس کی طمع ہوتی ہے، پھر بھی دور اور منیع القدر ہے۔ میں نے اسے اپنی اس کتاب میں نقل کیا ہے، گو کہ اس کا طوں



مجھے میری حد رسمی سے بہر لے گیا ہے، اور میری شرط تلخیص و اختصار میں مغل ہوا ہے؛ کیونکہ اُس کے مذہبی نہایت درست ہیں، اور الفاظ و معانی نہایت جست ہیں؛ اس کے نظم کرنے میں ابو محمد (رحمۃ اللہ) نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے جسکا اُن سے پہلے نشان نہ تھا، اور ایسے اسلوب پر حلے ہیں جس کا کسی کو شان و گمان نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اُس کی منال کیاب، نہیں بلکہ ناباب ہے؛ اور اُس کی نظیر اس قدر عزیز و منیع ہے، کہ وہم و گمان سے یہی بدرجہا رفیع ہے؛ اور وہ قصیدہ یہ ہے:-

- (۱) الدھر یفجع بعد العین بالآثر فما البکاء علی الاشباح والصور
- (۲) انہاک انہاک لا آلوت موعظۃ عن نومۃ بین ناب اللیث والظفر
- (۳) فالدھر حرب وإن ابدی مسالمة والبیض والسود مثل البیض والسمر
- (۴) ولا ہوادة بین الراس تاخذہ بد الضراب و بین الصارم الذکر
- (۵) فلا تغرنک من دنیاک نومتها فما صناعة عینہا سري المسهر
- (۶) ما للیالی اقال اللہ عثرتنا من اللیالی و خانتها ید الغیر
- (۷) فی کل حین لها فی کل جارحة منا جراح وإن زاعت عن النظر

ترجمہ:-

- (۱) زمانہ ہم کو اصلی چہر دینے کے بعد اُس کی نسانی بھی جھین کر درد ناک کرتا ہے، پھر آخر ان فرضی شکلوں اور صورتوں پر رونے سے کیا حاصل ہے؟
- (۲) میں تم کو منع کرتا ہوں، میں تم کو روکتا ہوں؛ ہاں! میں تم کو صحت کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا: کہ شیر کے دندان اور کچلیوں کے درمیان ہرگز بے خبر ہو کر نہ سوتا!
- (۳) گو کہ زمانہ صلح و امن دکھاتا ہے، پھر بھی وہ اصل میں جنگ ہی ہے؛ یہ سب گورے اور کالے گویا سفید ملواریں اور گندم گون نیزے ہیں!
- (۴) کسی ملواری کے ایک ضرب سے سرکاٹنے اور اُس کی تیغ فریتہ کے درمیان کسی طرح کی نیکی یا اُمید صلاح نہیں ہو سکتی۔
- (۵) خبردار! دنیا کی اس خوابیدگی سے دھوکا نہ کھانا! اُس کی آنکھوں میں سواہ بخوابی کے اور کچھ نہیں سماتا۔
- (۶) خدا ہماری لغزشہائی مہانہ کو معاف کرے! ان راتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان سے بھی زمانہ کی گردنوں نے خیانت کی۔
- (۷) زمانہ کا یہ حال ہے کہ وہ ہر لمحہ ہمارے کسی نہ کسی عضو کو مجروح کرتا رہتا ہے؛ گو کہ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

- (۸) تسر بالشیعی لکن کی تغربہ  
 (۹) کم دولتہ ولیت بالنصر خدۃنہا  
 (۱۰) ہوت بداراً وفلت غرب قاتلہ  
 (۱۱) واسترجعت من نسی ساسان ماوہبت  
 (۱۲) والحققت اختہا طسماً وعاد علی  
 (۱۳) وما قالت ذوی الہیات من یمین  
 (۱۴) ومزقت سبا فی کل قاصیۃ  
 (۱۵) وانفذت ین کلیب حکمہا ورمیت  
 (۱۶) ولم ترد علی الضلیل صحنہ  
 (۱۷) ودوخت آل ذبیان واخوتہم  
 (۱۸) یوم القلیب بنو بدر فنوا وسعی
- کالابم صارالی البجانی من الزہر  
 لم تبق منها وسل ذکرات من حبر  
 وكان عضبا علی الاملاک ذا اثر  
 ولم تدع لبنی یونان من اثر  
 عاد وجرهم منها ناقص المرر  
 ولا اجارت ذوی الغایات من مضر  
 فما التقی رائح منهم بمبتکر  
 هلهلا بین سمع الارض والبصر  
 ولا ثنت اسدا عن ربها حجر  
 عبسا وغضت بنی بدر علی الزہر  
 قلیب بدر بمن فیه الی سحر

ترجمہ :-

- (۸) وہ ہم کو کسی حیز سے خوش کرتا ہی ؛ مگر اُس پر بورا اعتبار بھی تو نہیں ہوتا ۔ وہ ایک سائب کی طرح ہی ، جو پھول پتون میں سے نکل کر دس لبتا ہی ۔  
 (۹) کتنی سلطنتیں تھیں جن پر تم فتح کر کر کے قابض ہوئے تھے : اب اُن کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہی ۔ اب تاریخ سے اُن کا حال دریافت کرو ۔  
 (۱۰) وہ حلد حلد فنا ہو گئیں اور اُن کے قاتل کی تیزی بھی کند ہو گئی ، حالانکہ وہ ملکوں کو بہت تیزی سے کاٹتی تھی ۔  
 (۱۱) زمانے نے جو کچھ بنو ساسان کو دیا تھا اُن سے واپس لے لیا ، اور بنو یوفان کا نشان بھی باقی نہیں چھوڑا ۔  
 (۱۲) پھر اُس نے اُن کی سی قوم ، طسم ، کو بھی اُن ہی سے ملا دیا ؛ عاد پر نعدی کی اور جرہم سی کمرور قوم کو بھی غارت کر دیا ۔  
 (۱۳) نہ اُسے بمن کے دی ہیات پر رحم کیا ، نہ بنو مضر کے ذوی الغابات کو پناہ دی  
 (۱۴) اُس نے اہل سبا کو ہر دور و دراز مقام میں بھی فنا کر دیا اور کسی صبح خیز شخص نے بھی اُن کی عروہو نہ سونگھی ۔  
 (۱۵) اُس کا حکم بنو کلب میں جاری ہوا ۔ اُس نے مہلہل کو زمین کے قانون اور آنکھوں کے سامنے پھینک دیا ۔  
 (۱۶) نہ اُس نے ضلیل کو اُس کی صحت واپس دی ، نہ بنو اسد کو اُن کے مرقی حجر سے پھرا ۔  
 (۱۷) اُس نے بنو ذبیان اور اُن کے بھائی بند بنو عبس کو اپنا مطیع کیا ، اور بنو بدر کو دریا پر ذلیل و خوار کیا ۔  
 (۱۸) بنو بدر جنگ قلیب میں فنا ہو گئے ، اور بدر کا کنواں اپنے اندر کے آدمیوں کو لیکر دوزخ میں چلا گیا ۔

- (۱۱) والحققت بعدی بالعراق علی  
(۲۰) واهلکت ابرویرا ببنه ورمیت  
(۲۱) وبلعت یزد حرد الصن واختزلت  
(۲۲) ولم ترد مواضی رستم وقنا  
(۲۳) ومزقت جعفرابلبیض واختلست  
(۲۴) واسرفت بخبیب فوق فارعة  
(۲۵) وخضبت هيب عثمان دما وخطت  
(۲۶) ولا رعت لابی البیضاء صحبته  
(۲۷) واجزرت سیف اشعها اباحسن  
(۲۸) ولیته. از فدت عمرا بخارجہ  
(۲۹) وفی ابن هندوفی ابن المصطفی حسن
- ید ابنه احمر العینین والسعر  
بیزد جرد الی مرو فلم ببحر  
عنه سوي الفرس جمع التبرک والخزیر  
ذی حاجب عنه سعدای ابنه العیر  
من غیلہ حمزة الظلام للجزر  
والصقت طلحة الفیاض بالعفر  
الی الزبیر ولم تستحی من عمر  
ولم تروده الا الضیح فی الغمر  
وامکنت من حسین راحتی شمر  
فدت علیا بمن شاعت من البشر  
اتمت بمعضلة الالذاب والفکر

ترجمہ :-

- (۱۱) اور عدی کو عراق میں اُس کے سرخ آنکھوں اور سرخ بالوں والے بیٹے سے ملا دیا۔  
(۲۰) برویز کو اُس کے بیٹے سے مروا دیا، اور یزد حرد کو اُس طرح مرو میں بھینکا کہ بھروہ وہاں سے واس نہ آسکا۔  
(۲۱) یزد جرد کو اُس نے حسن پہنچا دیا، اور اہل فارس کے علاوہ فرکون اور اہل خزرنے اُس کو جھوڑ دیا۔  
(۲۲) نہ اُس نے رستم کی تلوار کو پھیرا، نہ دمک العبر کے نارسے میں دو حاجب کے نیرے کو سعد سے روکا۔  
(۲۳) اُس نے جعفر کو تلواروں سے حیر بہار دیا اور حمزہ ظلام کو اُس کے رود بار سے نکال کر درندوں کا شکار بنا دیا۔  
(۲۴) اُس نے خبیب کو پہاڑ پر بلند کیا، اور طلحہ فیاض کو حاکم میں ملا دیا۔  
(۲۵) اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سعید داہی کو حون سے رنگا، وہ ربیر کی طرف بڑھا، اور اُسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مشرم نہ آئی۔  
(۲۶) اُس نے ابویقظان کی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کچھ رعایت نہ کی، اور اُن کو یانی کے موجود ہوتے بھی صرف دھوپ ہی کا توشہ دیا۔  
(۲۷) اُس نے اپنے بدترین کی تلوار کو ابو حسن کے لئے تبر کیا، اور شمر کے ہاتھوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ پر قادر کیا۔  
(۲۸) اے کاشکے جب اُس نے عمر (رضی اللہ) کے بدلے ایک خارجی کو قربان کر دیا تھا، ویسے ہی علی (رضی اللہ عنہ) کے عوض کسی اور شخص کو قدا کر دیتا!  
(۲۹) ابن ہند اور حسن ابن مصطفیٰ کے بارے میں اُس نے ایک ایسی صورت پیش کی جس نے عقل و فکر کو عاجز درماندہ کر دیا۔

- (۳۰) فبعضنا قائل ما اغتاله احد  
(۳۱) و اردت ابن رباد بالحسين فلم  
(۳۲) وعممت بالطيبي فودي ابي انس  
(۳۳) وانزلت مصعبا من رأس شاهقة  
(۳۴) ولم ترافب مكان ابن الزبير ولا  
(۳۵) واعملت في لطيم الجن حيلتها  
(۳۶) ولم تدع لابي الذبان قاضد  
(۳۷) و أحرقت شلو زبد بعد ما اعزمت  
(۳۸) و اطفرت بالوليد بن اليزيد ولم  
(۳۹) حبابة حب رمان أتيح لها  
(۴۰) ولم تعد قصب السفاح نابغة
- وبعضنا ساكت لم يوت من حصر  
يدو بشمسع له قد طأخ او ظفر  
ولم ترد الردي عنه قنازفر  
كانت بها مهجة المختاري وزر  
راعت عيادته بالبيت والصجر  
واستوسقت لابي الذبان ذي البخر  
ليس اللطيم لها عمرو بمفصر  
عليه وجداً قلوب الآي والسرور  
تبق الخلافة بين الكاس والوتر  
واحمد قطرته نفحة الفطر  
عن راس مروان او اشياعه الفجر

ترجمة:-

- (۳۰) ہم میں سے کوئی نو دولے والا ہی اور کسی نے اُس کو ہلاک نہیں کیا ہی ؛  
اور کوئی ساکت ہی ، حالانکہ اُس کی بات میں ہستی نہ تھی ۔
- (۳۱) زمانے نے ابن زیاد کو حسین (رضی اللہ عنہ) کے مقابلے میں لاکھڑا کیا اور اُن  
کے گھر میں سمد تک نہیں لگا رکھا اور نہ کسی کو آلودہ زشت کئے بغیر چھوڑا ۔
- (۳۲) اُس نے ابو انس کے سر کو تلوار کی دھاروں کا عمامہ پہنایا ، اور رفر کے نیزوں نے  
اُس سے موت کو نہیں روکا
- (۳۳) اُس نے مصعب کو ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر سے اتارا جہاں مختار کی جان بوجھ  
سے لٹی ہوئی تھی ۔
- (۳۴) اُس نے ابن زبیر کے مرتے کی حفاظت نہ کی ، اور نہ اُس ذات کا لحاظ کیا  
کہ انہوں نے بیت اللہ اور سنگ اسود کے پاس پناہ لے رکھی تھی ۔
- (۳۵) اُس نے لطیم الجن کے دارے میں اپنے حملے سے کام لیا اور دو النحر کو ابو الذبان  
کے قابو میں دے دیا ۔
- (۳۶) اُس نے ابو الذبان کے پاس اُس کی تیغ درندہ نہ رہنے دی ، اور نہ عمر و لطیم نے  
اُس کی داد دی ۔
- (۳۷) اُس نے زید کے جسم کو جلا کر راکھ کر دیا ۔ اُس سے یہاں ہی اُس پر آفات و سور  
کا دل جل رہا تھا ۔
- (۳۸) رة ولید بن یزید کے خلاف کامیاب ہو گیا اور اُس نے کاسۃ شراب اور موت کے  
درمیان بھی خلافت کو باقی نہ رہنے دیا ۔
- (۳۹) حبابہ کے لئے صرف ایک دانہ آغار مقدر تھا : اور احمد کو ایلوے کی لکڑی کی  
خوشبوہی نے زمین پر پچھاڑ دیا ۔
- (۴۰) اُس نے مروان یا اُس کے اشیاخ عاجزین کے سروں پر سے السفاح کی تلواروں کو  
میں باز رکھا

- (۴۱) واسبلت دمعۃ الروح الامین علی  
(۴۲) واشرقت جعفر او الفضل بنظرہ  
(۴۳) واخمرت فی الامین العہد واخذت  
(۴۴) وما وفیت بعهود المستعین ولا  
(۴۵) واوثعت فی عراها کل معتمد  
(۴۶) وروعت کل مأمون ومؤتمن  
(۴۷) واعترت آل عباد لعالم  
(۴۸) بی المظفر والایم لا نزلت  
(۴۹) سحرا لیومکم یوما ولا حملت  
(۵۰) من للأسرة او من للأعداء او  
(۵۱) من للظبی وعلی الخط قد عدت  
(۵۲) وطوقت بالمذیبا السوء بیضهم
- دم بفتح لاء المصطفی ہدر  
والشیخ یحیی ترقی الصارم الذکر  
لجعفر بابنہ والاعبد الغدر  
بما تاکد للمعتر من مرور  
واشرقت بقذاھا کل مفتدر  
واسلمت کل منصور ومنتصر  
بدیل..... لم تنفر من الذعر  
مراحل والوری منها علی سفر  
بمنزلہ لیلہ فی غابر العمر  
من للأسفہ یدہا الی النفر  
اطراف السنہا بالعی والحصر  
فاعجب بذات وامنها سوری الذکر

ترجمہ :-

- (۴۱) اُس نے خاندان نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خون کے ہدر ہو جانے پر روح  
امین کے بھی آنسو بہائے۔  
(۴۲) جعفر کو، فصل اور عمر رسبدہ بھٹی کے سامنے ہی برفندہ و مز تلوار کی دھار سے  
گلے میں پھندا لگا کر مار ڈالا  
(۴۳) اُس نے امین سے عہد شکنی کی اور جعفر سے اُس کے بیتے اور دوسرے عدار  
و نمک حرام علاموں کے ساتھ معارشہ کیا  
(۴۴) اُس نے المسعین کے وعدوں کو پورا نہیں کیا اور نہ اُس طافت و نواہی سے وفا  
کی جس کو اُسی نے المعز کے لئے مضبوط کیا تھا۔  
(۴۵) اُس نے اپنے دستوں میں ہر ایک معتمد کو باندھ دیا اور اپنے خار و حاکات  
سے ہر مفتدر کی آنکھیں بھر دیں۔  
(۴۶) اُس نے ہر مأمون و مؤتمن کو خوف زدہ کر دیا اور ہر منصور و منتصر کو چھوڑ دیا۔  
(۴۷) اُس نے آل عباد کو پھسلا دیا..... جو کبھی کسی خوف سے نہیں بھاگتے تھے،  
(۴۸) بنو مظفر اور ایام ہمیشہ مراحل اور لوگ ہمیشہ مسافر ہی رہینگے۔  
(۴۹) دوری ہو تمہارے دن کے لئے! اور کوئی رات زمانہ گذشتہ میں ایسی نہیں  
گزری جیسی تمہاری۔  
(۵۰) تختہ ہائے شاہی یا عنانوں کا کون کفیل ہی؟ اور کون کفیل ہی اُن فیروز کا  
جن کو سرحد پر لیجایا جاتا ہی۔  
(۵۱) کون کفیل ہی تلواروں کی دھاروں کا اور غلی مبزون کا جن کی زبانوں کے  
اطراف عاجزی اور بے چارگی سے بند ہو گئے ہیں؟  
(۵۲) اُن کے سفید آدمی سب سے موتوں کا طوق پہنے ہوئے ہیں: اُس پر تعجب کرو اور  
ذکر ہی کر کر کے خاموش ہو جاؤ۔

- (۵۳) من للبراءة او من للبراءة او من للسماحة او للنفع والضرر  
 (۵۴) او دفع كارهة او ردع آزة او قمع حادثة تعیی علی القدر  
 (۵۵) وبب السماح وبب الداس لوسلما و حسرة الدين والدنيا علي عمر  
 (۵۶) سقت ثري الفضل والعباس هامية تعزي اليهم سماحاً لا الي المظار  
 (۵۷) ثلثة ما راي السعدان منلهم و اخبر و لو عززا في الهوت بالفصر  
 (۵۸) ثلثة ما رنقي النسران حيث رقا و كل ما طار من سر و لم بطر  
 (۵۹) ثلثة كذوات الدهر منذ ناوا عني هضي الدهر لم يربع و لم بحر  
 (۶۰) و مر من كل شیی فیہ اطیبه حتي التمتع بالاصل و البكر  
 (۶۱) ابن الجلال الذي غضت مهابة قلوبا و عیون الانجم الرهر  
 (۶۲) اين الاباء الدی ارسوا قواعد علي دعائم من عز و من طفر  
 (۶۳) اين الرفاء الذي اصفوا شوائعه ولم یرد احدا منها علي كدر

ترجمة :-

- (۵۳) کون کفیل ہی براعت کا نا براعت کا نا سماحت کا یا نفع و ضرر کا ؟  
 (۵۴) یا کون کفیل ہی مصمت کے دفعہ کا نا قسامت کو مال دینے کا یا کسی  
 حادثہ کے قلع و قمع کا جو مفدر کے خلاف عاجز کر دینے ہیں ؟  
 (۵۵) غرابی و ہلاکت ہی سخاوت و سخاوت کے لئے اگر وہ دونوں بیکار کردی  
 جائیں اور دین و دنیا کی حسرت زندگی بھر باقی رہے !  
 (۵۶) چشم اشکبار فضل و عباس کی قبروں کو آنسوؤں سے سیراب کرنی ہی . وہ ان  
 کے جود و سخا کی تعزیت کرنی ہیں نہ ناراض سے .  
 (۵۷) تین چیزیں ہیں جن کا منل سارگان سعد نے بھی نہیں دیکھا .  
 (۵۸) تین چیزیں ہیں جن تک نہ ستارگان سر اور نہ کوئی آڑے والی کرکس  
 پہنچی ہی .

- (۵۹) تین چیزیں ہیں جو زمانے کی خصوصیات کی طرح جب سے میرے پاس سے  
 غائب ہوئی ہیں تب ہی سے زمانہ بھی غائب ہو گیا ہی ، نہ تھرا ہی نہ واپس  
 آیا ہی .  
 (۶۰) وہ ہر لذیذ و عمدہ چیز کو اپنے ساتھ لے گیا ہی ، یہاں تک کہ شام اور صبح  
 کو بھی .  
 (۶۱) وہ جلال کہان ہی جس کی ہیبت نے صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ ستارگان  
 درخشندہ کے دلوں کو بھی پر کر رکھا تھا ؟  
 (۶۲) وہ احساس غیرت و انکار کہان ہی جس کی بنیادوں کو ان لوگوں نے عرص  
 و فتمندی کے ستونوں پر قائم کیا تھا  
 (۶۳) وہ وفاداری کہان ہی جس کے راستوں کو انہوں نے اس طرح صاف کیا تھا  
 کہ کوئی اسے کبھی کدلا نہیں پاتا تھا ؟

- (۶۴) کانورواسی ارض اللہ منذ مضوٰ  
(۶۵) کانوا مضابیحہا فمذ خبوا عثرت  
(۶۶) کانوا شجی الدھر فاستوتہم خدع  
(۶۷) وبلمد من ظلوب الدر مدرکہ  
(۶۸) من لی ولا من یوم ان اطامت نوب  
(۶۹) من لی ولا من یوم ان تطلت سنن  
(۷۰) من لی ولا من یوم ان اظنبت بحن  
(۷۱) علی الفضائل الا الصبر بعدہم  
(۷۲) یرجو عسی ولہ فی اختہ امل  
(۷۳) فرطت ادان من فیہا بغاضہ
- عنها استطرت بمن فیہا ولم تقر  
ہذی الخلیقۃ باللہ فی سدر  
منہ باحلام عد فی خطی الحضر  
منہم ہاسد سراقۃ فی الوغی صبر  
ولم یکن لیلہا یفضمی الی السحر  
واخفنت السن الاثار والسیر  
ولم یکن وردہا یدعو الی صدر  
سلام مرتقب للأجر منتظر  
والدھر ذو عقب شتی وذو غیر  
علی الحسن حصی الباقوت والدرر

ترجمہ :-

- (۶۴) وہ خدا کی زمین کی نہیں ؛ جب وہ چلے گئے تو وہ بھی زمین کے مافیہا  
کو ہمراہ لیکر آگئیں ۔  
(۶۵) وہ لوگ زمین کے چراغ تھے ، اب سے وہ بچھ گئے نہ ہی سے بار خدا !  
یہ طبیعت و حق بھی درنا برد ہو گئی !  
(۶۶) وہ ہمیشہ نادمان و طربناک رہتے تھے ، مکر مکر و فریب نے نک و دو کر کے  
ان کی عقلوں کو جھین لیا ۔  
(۶۷) بدلہ لینے والے بد بخت ہیں کہ وہ ان جیسے ہمارا بیسٹہ شجاعت اور  
حملہ آوران مستمل بر دھاوا کرتے ہیں ۔  
(۶۸) کون میرے یا ان کے لئے کفیل ہوگا ابسے حال میں کہ مصائب کا کھٹا توپ چھا  
جائے اور ان کی رات کی کبھی سحر ہی ہو ؟  
(۶۹) کون میرے یا ان کے لئے کفیل ہوگا اگر مستبہن دیکار ہو جائیں اور اخبار و سیر  
کی رہائیں خاموش ہو جائیں ؟  
(۷۰) کون میرے یا ان کے لئے کفیل ہوگا اگر مصیبت و محنت طول پکڑے ، اور  
آدمی ان میں داخل ہو کر دوبارہ باہر آنے کی امید نہ کر سکے ؟  
(۷۱) ان لوگوں کے بعد سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہی کہ فضائل پر مبر کیا جائے  
اور ایک ایسے شخص کی طرح سلام کیا جائے جو اجر و ثواب کا منتظر و مترصد ہو ؟  
(۷۲) اور جو زمانے کے کسی شعبہ سے کوئی امید باز گشت رکھتا ہو ؟ زمانے کے نتائج  
طرح طرح کے اور تغیر پذیر ہوتے ہیں ۔  
(۷۳) اس نے اہل دنیا کے کانوں میں دوشوارۃ فصاحت دہنا دبا جو آسنے کو بصورت  
باقوت ریزوں اور مروارید پر گویا اضافہ کیا ہی ۔

(۷۴) سَيَّارَةٌ فِي اقْصَايِ الْاَرْضِ قَاطِعَةٌ شَقَاشِقًا هَدَرَتْ فِي الْبَدْوِ وَالْحَضَرِ

(۷۵) مَطَاعَةٌ الْاَمْرِ فِي الْاَلْبَابِ قَاضِيَةٌ مِّنَ الْمَسَامَحِ مَا لَمْ يَقْضِ مِنْ وَطَرِ

یہ ابو محمد ، المتوکل علی اللہ کے ہاں کاتب تھے ، اور اُن ہی کے ہاں اُن کو ترقی نصیب ہوئی تھی ۔ وہ المغرب کے اُن کاتبوں میں سے ایک تھے ، جن میں کثابت اور شاعری کی دونوں فضیلتیں جمع تھیں ۔ با وصف اس کے وہ شعر بہت کم کہتے تھے ، اور اُن کی غزرات آداب اور نباہت قدر کی نسبت سے جو کچھ اُن سے نقل کیا گیا ہے بہت کم ہے ۔ ہم عنقریب اُن کے رسائل میں سے انتخاب کر کے اس کتاب میں کسی موزون موقع پر نقل کرینگے جس سے معلوم ہوگا کہ ہم نے جو تعریف کی وہ بجا ہے \*

انہوں نے خود ہی اپنا قصہ سنایا (خدا اُن پر رحم کرے) کہ جب اُن کی عمر تیرہ سال کی تھی اور وہ اپنے استاد سے پڑھتے تھے ، تو ایک مرتبہ اُن کے استاد کی زبان پر یہ مصرعہ آیا :-

الشعر حُطَّةٌ خَسَفَ

اور بار بار اس قول کو دہراتے رہے ۔ وزیر ابو محمد (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ”میں نے اُس کا دوسرا مصرعہ اپنی طرف سے لکھیا اور اپنی نختی پر لکھا جو یہ تھا :-

لکل طالب عَرَفَ

پھر میرے ذہن میں اُس کا دوسرا شعر بھی آ گیا اور وہ یہ تھا :-

لِلشَّيْخِ عَيْبَةٌ عَيْبٌ وَلِلْفَتَى ظَرْفٌ ظَرْفٌ

ترجمہ :-

(۷۴) وہ زمین کے دور ترین مقامات میں گھومتا اور بدو و حضر کے شقاشق بانکہ بردار کو چیرتا پھاڑتا رہتا ہے ۔

(۷۵) وہ ہر امر میں مطاع ہے ، غفلت پر حکومت کرتا ہے اور وہ بانیں سناتا ہے کہ جن کو سنتے سنتے میری نہیں ہوتی ۔ (مترجم)



میرے استاد نے مجھے دیکھ لیا اور پوچھا کہ ”عبدالمجید! تم کیا لکھ رہے ہو؟“ میں نے اپنی تخنی دیکھ دی۔ انہوں نے اُسے دیکھ کر میرے تہیڑ مارا اور کان کھینچے اور کہا کہ ”اس شعل میں نہ پڑو۔“ مکر وہ دونوں شعر اپنے پاس لکھ لئے \*

۔ اُن (رحمۃ اللہ) کے حافظہ کی شراکت کا ذکر وزیر اجل ابو بکر محمد بن وزیر ابو مروان عبد الملک بن ابی العلاء زھر بن عبد الملک بن زھر نے کیا ہے۔ اُن ابو بکر نے تقریباً اسی (۱۰۰) سال کی عمر طریل میں انتقال کیا۔ اُن کا بیان ہے کہ ”ایک دن میں اپنے مکان کے مردانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس ایک کاتب بھی تھا جس کو میں نے کتاب الاغانی نقل کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ کتاب کے کچھ اجزاء لکھ کر میرے پاس لایا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ ”اصل کتاب لاو جس سے تم نے نقل کیا ہے“ تاکہ میں تمہارے ساتھ اُس سے مقابلہ کر سکوں۔“ اُس نے کہا ”وہ تو میں اپنے ہمراہ نہیں لایا۔“ ابھی ہم دونوں ان باتوں میں مشغول ہی تھے کہ ہمارے پاس مردانے میں ایک شخص آیا جو برے حال میں تھا، موٹے چھوٹے اور زیادہ تر صرف کے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور ایک پگڑی بندھے ہوئے تھا اور وہ بھی بالکل ڈھیلی ڈھالی۔ میں نے اُسے دیکھ کر یہ سمجھا کہ شاید کوئی گنوار ہے۔ وہ شخص سلام کر کے بیٹھ گیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ ”بیٹا! ذرا وزیر ابو مروان سے میری اطلاع کر کے ملنے کی اجازت لے دو۔“ میں نے کہا ”وہ سو رہے ہیں۔“ اور یہ جواب بھی میں نے اپنے بچپن کی شرارت کی وجہ سے نہایت تکلف سے دیا۔ کیونکہ میں نے اُس شخص کی حالت ایسی خراب وزدہ دیکھی تھی۔ اِس پر وہ شخص کچھ دیر چپ رہا: پھر کہنے لگا کہ ”تم دونوں کے سامنے یہ کیا کتاب رکھی ہے؟“ میں نے کہا ”آپ اسے کیوں پوچھتے ہیں؟“ اُس نے کہا ”میں اس کتاب کا نام معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ مجھے یہی کبھی کتابوں کے نام معلوم تھے۔“ میں نے کہا ”یہ کتاب الاغانی

ہی۔“ اُس نے سوال کیا کہ ”کانب اس کتاب کی کہان تک نفل کر چکا ہے؟“ میں نے جواب دیا کہ ”فلان مقام تک پہنچا ہے“ : اور میں اُس سے محض تمسخر کے طور پر باتیں کرنے اور ہنسنے لگا۔ اُس نے کہا ”تمہارا کاتب آگے کیوں نہیں لکھتا؟ میں نے کہا کہ ”میں نے اُس سے اصل کتاب طلب کی تھی، تاکہ اُس سے اُس کا مقابلہ کر سکوں“ مگر وہ کہتا ہے کہ میں اصل لایا ہی نہیں۔“ اُس نے کہا ”بیٹا! اپنے اجزاء کتاب اُٹھالو اور مقابلہ کرو۔“ میں نے کہا ”کس سے مقابلہ کروں؟ اصل کہان ہی؟“ اُس نے کہا کہ ”میں نے اپنے بچپن میں یہ کتاب حفظ کی تھی۔“ میں اُس کے اِس قول سے مسکرا پڑا۔ اُس نے میرے تبسم کو دیکھ کر کہا کہ ”ہاں بیٹا! لو اب سنو۔“ میں سننے لگا اور اس نے پڑھنا شروع کیا۔ واللہ کہ اس نے کہیں بھی ایکٹ واو یا ایکٹ ”ف“ کی غلطی نہیں کی۔ اسی طرح تقریباً دو اجزاء پڑھنا چلا گیا۔ پھر میں نے اس سے وسط اور آخر کتاب میں سے پڑھنے کو کہا اور ہر مقام پر اُس کا حفظ بالکل یکساں دیا۔ مجھے اِس سے سخت تعجب ہوا : نوراً اُٹھا اور اپنے والد کے پاس جا کر اُن سے یہ قصہ بیان کیا اور اُس شخص کی شکل صورت بتائی۔ وہ اس وقت ایکٹ جادر اور بے بیٹھے تھے، قمیص بھی پہنے ہوئے نہ تھے۔ اُسی حالت میں فوراً برہنہ سر برہنہ پا باہر نکلے۔ دم بھی تو نہ لیا، اور برابر مجھے ملامت کرنے جاتے تھے۔ وہ سیدھے تیر کی طرح اُس شخص کے پاس پہنچے اور اُس سے بغل گیر ہوئے، اور اُس کا سر اور ہاتھ کو بوسہ دیکر کہنے لگے کہ ”مولائی من! مجھے معاف کیجیگا۔ واللہ اس لڑکے نے ابھی ابھی مجھ سے آپ کی آمد کی اطلاع کی ہی۔“ وہ مجھے برا بھلا کہنے جاتے تھے۔ مگر وہ شخص انکسار کرتا اور یہ کہتا تھا کہ ”اُس نے مجھے پہچانا نہیں۔“ اور میرے والد کہتے تھے کہ ”اچھا بالفرض اس نے آپ کو نہیں بھی پہچانا، تو حُسن ادب کو ترک کرنے کے لئے اُسکے پاس کیا عذر ہے؟“

اس کے بعد والد اُسے مکان میں لے گئے اور تعظیم کے ساتھ بٹھایا اور بہت دیر تک خلوت میں باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ شخص نکلا اور میرے والد بھی برہنہ پا اُس کے ہمراہ تھے۔ جب وہ دروازے پر پہنچ گئے تو والد نے اپنا خاص جانور منگا کر اس پر چار جامہ کسویا اور اُس شخص کو قسم دی کہ وہ ضرور اس پر سوار ہو اور پھر اُس جانور کو کبھی واپس نہ کرے۔ جب وہ شخص جلا گیا، تو میں نے اپنے والد سے کہا کہ ”بہ کون صاحب ہے جن کی آہ نے اس قدر تعظیم کی؟“ اُنہوں نے کہا ”خاموش“ افسوس کہ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ یہ اندلس کے ادب ہیں، اور علم ادب میں اندلس کے امام و سید ہیں۔ بہ ابو محمد عبد المجید بن عبدون ہیں۔ کتاب الاغانی کا حفظ ہونا تو اُن کی ذکاوت اور جودت طبع کے مقابلہ میں ایک ذرا سی بات ہی۔“

میں نے یہ فصہ ابو بکر بن زھر (رحمۃ اللہ) سے اُس وقت سنا تھا جب وہ سنہ ۵۹۵ کے دوران مدین امیر المومنین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بوسف سے تجدید بیعت کی غرض سے ایک وفد کے ہمراہ مراکش سے آئے تھے اور مدین اُن سے ملنے کے لئے گیا تھا۔ اُسی روز وزیر ابو بکر موصوف نے مجھ سے میرا نام اور نسب پوچھا اور سن کر اپنے نام و نسب کا بھی ذکر کیا تھا اور محض تواضع، شرافت نفس اور تہذیب خلق کی رو سے بعیر میری استدعا کے اپنے ہی یہ اشعار سنائے تھے

(قدس اللہ روحہ و سامیۃ) :-

لاح المشیب علی رأسی فقامت له الشیب والعیب لا واللہ ما اجتمع  
یا ساقی الکاس لا تعدل الی بہا فقد هجرت الحمیاء والحمیم معہ

۱ ترجمہ :- میرے سر پر پیری نمودار ہوئی تو میں نے اس سے کہا کہ ”واللہ پیرو اور عیب ایک حکم جمع نہیں ہوا کرتے۔“  
ای ساقی! جام کو میری طرف مت لا؛ کیونکہ میں نے نساء جوانی اور خودیشارہ و ہناسا سب ہی کو ترک کر دیا ہی۔ (مترجم)

اسی طرح انہوں نے یہ اشعار بھی سنائے اور کہا کہ میری طرف سے ان اشعار کو بھی یاد رکھنا :-

۱ اني نظرت الي المرات اذ جليت فانكرت مقلتي كلما رأتا  
رأيت فيها شديدا لست اعرفه وكنت اعرف فيها قبل ذاك فتا  
اپنے یہ اشعار انہوں نے مجھے خود ہی اپنے ہی الفاظ میں سنائے :  
خدا اُن پر رحم کرے ! اُنکے بہت سے اشعار میں جن میں اکثر نہایت  
نفیس ہیں ۔ خصوصاً موشحات کے تو وہ امام اولین میں اور اُن میں  
اُن کا طریقہ وہ غایت قصویٰ ہے کہ جو شخص اُن کے بعد آئیگا وہ  
اُن ہی کی پیروی کریگا ۔ صنف شعر میں آخری با کمال شاعر ہیں ۔ اگر  
یہ رسم نہ ہوتی کہ تاریخی کتب میں موشحات درج نہ کئے جائیں ،  
تو اُن کا اس نوع کا کلام جس قدر مجھے یاد ہے اُس میں سے کچھ  
نہ کچھ ضرور یہاں درج کر دیتا ۔

اب ہم پھر احوال اندلس کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ یہ رؤساء  
جن کے نام ہم بیان کر چکے ہیں ، فتنہ کے بعد اندلس کے مالک اور  
اُس کے علاقوں پر قابض ہو گئے تھے ۔ اُن میں سے ہر رئیس اپنے اپنے طور پر  
اُس علاقے کے انتظام میں مصروف تھا جس وہ قبضہ کر بیٹھا تھا ۔ دعوت  
خلافت بالکل منقطع ہو گئی ، اُس کا نام تک مندرون پر سے اُٹھ گیا  
اور اندلس بھر میں کہیں خلیفہ اموی باہاشمی کا ذکر بھی باقی نہیں  
رہا ، ماسواء چند ایام کے کہ جب افتضاء حیلہ اور اضطرار تدبیر وقت  
کے مطابق اشبیلیہ اور اُس کے اعمال میں ہشام المویذ بن الحكم المستنصر  
کی طرف سے دعویٰ سلطنت کیا گیا ۔ آخر کار اسکا بھی انقطاع ہو گیا

۱ ترجمہ :- جب آئینہ میرے سامنے لایا گیا اور میں نے اس میں اپنا چہرہ دیکھا  
تو میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اُسے نہیں پہچانا ۔

میں نے آئینہ میں ایک نیر ترجمیدہ پوست کو دیکھا جس کو میں نہیں پہچانتا ،  
کیونکہ پہلے میں اُس میں ایک جوان کو دیکھا کرتا تھا ۔ (مترجم)

جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اس کا بیان آئیگا۔ فتنۂ اندلس کے بعد اُس کے بادشاہوں کا وہی حال ہو گیا تھا جو دارا بن دارا کے قتل کے بعد ایران میں طوائف الملوکی کی صورت میں نمودار ہوا تھا۔ اُن لوگوں کا یہی حال رہا، اندلس کا حال دن بدن ضعیف ہوتا گیا، اُسکی حدود پر اختلال برپا رہا، اور اُس کے ہمسایہ اہل روم کی طمع بڑھتی اور اُنکی نگاہ تیز ہوتی چلی گئی: تا آنکہ خدائی تعالیٰ نے اُن میں اتفاق پیدا کیا، سگاف ناچاٹی بند ہوا، تفرقہ کے بعد نظام پیدا ہوا، اختلاف صفت گیا، دین غالب ہوا، اسلام کا بول بالا ہوا اور دشمن کی طمع قوت گئی اور یہ سب امیر المسلمین ناصر الدین ابو یعقوب یوسف بن تاشغین لمتونی (رحمۃ اللہ) کی برکت نفس کے طفیل سے ہوا۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے علی کو بھی یہی علو شان نصیب رہی، اور اندلس دوبارہ اپنے امن و امان اور قدیم عیش و سرسبزی پر آ گیا۔ اُن دونوں کے زمانے میں اندلس ایک مقام استوار اور جاہلی امن بن گیا تھا۔ سب سے پہلے اُن دونوں ہی کے زمانے میں اندلس کے منبروں پر خلافت عباسیہ (ابقاھا اللہ) کے لئے دعا کی گئی۔ دعوت عباسیہ اور خلفاء عباسیہ کا ذکر المغرب اور اندلس کے منابر پر اُس وقت تک رہا کہ جب بلاد سوس میں ابن تومرت اور المصامدہ کے قیام سے اُس کا انقطاع ہوا، جیسا کہ ان شاء اللہ عز و جل ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

## فصل

ہم برسبیل اجمال اُن ملوک اندلس کا ذکر کر چکے ہیں جو فتنہ کے بعد اُس پر قابض ہو بیٹھے تھے۔ اب ہم جزیرۂ نمائی اندلس میں سے بالخصوص مملکت اشبیلیہ اور اُس کے بادشاہوں کے ذکر کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اسی سلسلۂ سخن سے وہ حالات بھی متصل ہو جائیں گے جو ہمارا مقصود ہے اور یہی تذکرہ ہم کو اپنی اُس غایت کی طرف

لے جائیگا۔ کیونکہ بادشاہ اشبیلیہ ہی یوسف بن تاشفین اور المرابطون کے اندلس میں داخل ہونے کا سبب ہوا تھا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان کیا جائیگا۔

اشبیلیہ کے حالات یہ ہیں کہ وہ کچھ روز فاطمیوں یعنی علی ابن حمود، قاسم بن حمود اور یحییٰ بن علی بن حمود کے قبضے میں رہا۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے امر سلطنت و حکومت اُن ہی کے مابین دائر و سائر رہا۔ جب یحییٰ بن علی نے بربروں کو ہمراہ لیکر فرطہ پر فوج کشی کی، اور قاسم بن حمود وہاں سے بھاگ گئے اور اشبیلیہ کی طرف جانے کا قصد کیا، جہاں اُن کے دو بیٹے محمد اور حسن مفیم تھے۔ تمام اہل اشبیلیہ نے اس امر پر اجماع و اتفاق کیا کہ محمد اور حسن کو اُن کے والد قاسم کی آمد سے پہلے ہی شہر سے خارج کر دیا جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے اُن دونوں کو خارج کر دیا۔ جب قاسم آئے تو اُن کو یہی شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ اپنے ہی میں سے کسی ایسے شخص کو آگے کیا جائے جس کو وہ اپنا مرجع بنا سکیں اور جس سے اُن کے مابین اتفاق کلی کی صورت قائم ہو سکے۔ آخر کار خلوص رائے اور تنقیح تدبیر سے اُن سب نے متفقہ طور پر قاضی ابو القاسم محمد بن اسماعیل بن عباد لخمی کا انتخاب کیا، کیونکہ وہ لوگ اُن کی عقل کی استواری، آزادی خیال، علو ہمت اور حسن تدبیر سے واقف تھے۔ اُنہوں نے قاضی موصوف سے اپنی رائے کا اظہار کیا، تو پہلے تو قاضی صاحب کو اس استبداد میں حصہ لینے اور آخر میں تنہا رہ جانے سے خوف ہوا اور انکار کر دیا: مگر یہ شرط کی کہ وہ لوگ اپنے ہی میں سے چند لوگوں کو اُن کا مددگار، وزیر اور شریک بنائیں اور یہ کہ کوئی امر اُن کے بغیر عمل میں نہ آئے اور کوئی نئی بات اُن کے مشورے کے بغیر نہ کی جاسکے۔ اس غرض کے لئے جن لوگوں کا اُنہوں نے نام لیا یہ تھے:—

(۱) وزیر ابوبکر محمد بن حسن ربیدی

(۲) محمد بن یرم الہانی

(۳) ابو الاصبغ عیسیٰ بن حجاج حضرمی

(۴) ابو محمد عبد اللہ بن علی ہوزنی اور

دیگر حضرات کے نام میرے ذہن سے اتر گئے ہیں، مگر میں اُن کے قبائل اور خاندانوں سے واقف ہوں۔ چنانچہ یہی کیا گیا، اور جو کچھ اُنہوں نے چاہا اُن لوگوں نے وہی کیا۔ وہ اسی طرح اشبیلیہ کے تدبیر امور پر قائم رہے اور یہ سب مذکور حضرات اُن کے وزراء رہے۔ اُن کے دو بیٹے تھے، ایک اسماعیل جس کی کنیت ابو الولید تھی اور وہی بڑا تھا، اور دوسرا عباد جس کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب قاضی ابو القاسم کو یہ امید ہو گئی کہ وہ اُن قلعوں پر قبضہ کر سکیں گے جو اشبیلیہ کے قریب ہیں، تو اسماعیل افواج اشبیلیہ میں سے ایک لشکر کو ہمراہ لیکر بربروں کے معاملے کے لئے روانہ ہوا۔ اُسکا اور صاحب صہاجہ کا مقابلہ ہوا۔ مگر اسماعیل کی افواج نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ سب سے پہلے قتل ہوا اور اُس کا سر کات کر ادربس بن علی فاطمی کے پاس پہنچا دیا گیا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حالات ملکی ویسے کے ویسے ہی رہے اور قاضی ابو القاسم ملک کے بہترین انتظام کرتے رہے، تا آنکہ اُنہوں نے سنہ ۶۳۹ کے دوران میں انتقال کیا۔ وہ ایک صالح و مصلح آدمی تھے۔

### ۹ ولایت المعتضد باللہ عبادی

قاضی ابو القاسم کے بعد اشبیلیہ اور اُس کے اعمال پر اُن کے بیٹے ابو عمرو عباد بن محمد بن اسماعیل بن عباد جانشین ہوئے۔ وہ اصلاً حال، حسن تدبیر اور انصاف و عدل میں کچھ عرصہ اپنے باپ کے

نقش قدم پر چلتے رہے : پھر اُن کو امور سلطنت میں استبداد کرنے کی سوجھی . وہ چست و چالاک ، صاحب ذہن رسا ، سخت دل ، شجاع النفس ، عالی حوصلہ اور ذہین آدمی تھے . اس کے ساتھ ہی تقدیر نے بھی اُن کی مدد کی . وہ وزراء مذکور میں سے ایک ایک کی بیخ کنی کی کوشش کرتے رہے : اُن میں سے کسی کو قتل کر دیا ، کسی کو جلا وطن کیا اور کسی کو خمرل و ففر میں مبتلا کر کے مروا ڈالا ، یہاں تک کہ جو کچھ ارادہ کیا تھا اُس کو پورا کر لیا اور پوری طرح اپنا استبداد امر قائم کر کے خود کو المعتضد باللہ سے ملقب کیا .

کہتے ہیں کہ اُنہوں نے یہ ادعا کیا تھا کہ ہشام المویذ باللہ بن الحکم المستنصر باللہ اُن کے پاس تھے ، اور جس وجہ سے اُنہوں نے یہ تدبیر و حیلہ اختیار کیا وہ بہ تہی کہ اُن کو اہل اشبیلیہ کے اختلاف کو دیکھ کر بہ خوف دامن گیر ہوا تھا کہ عامۃ الناس اُن کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے ، کیونکہ اُن لوگوں نے المستظهر ، المستکفی اور المعتد جیسے امراء بنو امیہ کے فرطہ میں ظاہر ہونے کا حال سنا تھا اور اُنہوں نے بغیر ایک خلیفہ کے رہنا مناسب نہیں سمجھا تھا . نیز یہ کہ اُن کو یہ خبر یہی ملی تھی کہ اُن وزراء نے اولاد بنو امیہ سے علم خلافت بلند کرنے کی استدعا کی تھی . اس لئے اُنہوں نے جو کچھ دعویٰ کیا کیا .

بیان کیا جاتا ہے کہ ہشام اُن کے قصر میں رہتا تھا ؛ اُن کے حشم میں سے ہشام کے لئے خواص مقرر تھے . ہشام اُن کے لئے بطور حاجب کے کام کرتا تھا ، اُن کے احکام کا نفاذ اُسی کے سپرد تھا اور وہی اُن کے لئے منابر پر دعاؤں کے اجراء کا بند و بست کرتا تھا . یہ کیفیت کئی سال تک قائم رہی . اس کے بعد اُس نے سنہ ۴۵۵ میں اُن کا انتقال کرنا ظاہر کیا ، اور رعایا کو خبر مرگ دی اور یہ ظاہر کیا کہ (بزعم خود) اُنہوں نے ہشام مذکور سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہی اُن کے بعد تمام اندلس پر امیر سلطنت ہوگا .



المعتضد مختلف ممالک کو تسخیر اور اقطار اندلس کے باشاہوں کو اپنا مطیع کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے قصر کے صحن میں لکڑیاں لگا رکھی تھیں، اور جس طرح قصر میں درخت لگے ہوتے ہیں انہوں نے بجائے درختوں کے ان لکڑیوں کو بادشاہوں اور رئیسوں کے سروں سے آراستہ کر رکھا تھا اور اس باغ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ ”اسے خوب سجانا چاہئے“۔ اس شخص کے تمام حالات بہ بتاتے ہیں کہ وہ شہامت، رسائی، فکر و ذہن، شجاعت قلب اور حدت نفس میں نکتائی زمانہ تھے۔ لوگ اُن کو ابو جعفر المنصور عباسی سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اُن کا خوف اور ہیبت دور و نزدیک سب کے لئے برابر تھی، خصوصاً اُس وقت سے کہ جب سے انہوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے اور ولی عہد اسماعیل کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کروایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو یہ اطلاع پہنچی تھی کہ اُن کا یہ بیٹا اپنی حیات کی درازی اور باپ کی موت کی تمنا کرتا ہے۔ المعتضد اس سے باپ کی طرح چشم پوشی اور تغافل کرتے رہے۔ مگر آخر کار اس تغافل کا انجام یہ ہوا کہ ایک رات کو اسماعیل نشے میں متوالا ہو کر اُس قصر کی دیوار پر غلاموں اور زبیلوں کو ہمراہ لیکر چڑھ گیا جس میں المعتضد رہتے تھے اور اُن کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر دربانوں اور چوکیداروں کو خبر ہو گئی۔ اسماعیل کے آدمی بھاگ گئے، مگر ایک شخص پکڑا گیا اور اُس نے اُن سب کے سامنے اقرار کر لیا اور جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ کہہ سنایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسماعیل اُن لوگوں کے ساتھ نہ تھا، بلکہ اُس نے ان کو ایسا کرنے پر براں گیکھتہ کیا تھا اور جو شخص اُس کے باپ المعتضد کو قتل کر دے اُس کے لئے ایک زبردست انعام مقرر کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ المعتضد نے اپنے بیٹے اسماعیل کو پکڑ لیا، اور اُس کا تمام مال ضبط کر کے اس کی گردن مار دی۔ اس واقعہ کے بعد اُنکے خواص میں کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو اُن سے نہ قرتا ہو۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ایک نابینا شخص کو مکہ شریف میں قتل کر دیا، جو وہاں اُن کے حق میں بد دعا کیا کرتا تھا۔ وہ شخص بادیۃ الشبیلیہ کا باشندہ تھا۔ المعتضد نے اُس کے مال پر ہاتھ مارا تھا، اور وہ باقی مال کے بھی ضایع ہو جانے سے بالکل فقیر ہو کر مکہ چلا گیا تھا؛ جہاں وہ المعتضد کے حق میں بد دعا کیا کرتا تھا۔ جب المعتضد کو اس امر کی اطلاع ہوئی، تو انہوں نے ایک شخص کو بلایا جو حج کو جا رہا تھا اور اُسے ایک صندوقچہ دیا، جس میں زہر آلود دینار بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ ”اس صندوقچہ کو نہ کھولنا تا وقتیکہ مکہ میں فلان نابینا شخص کو دے دو“ اور اُس سے ہمارا سلام کہہ دینا۔ جب وہ شخص مکہ پہنچا، تو اُس نے اُس نابینا سے ملاقات کر کے وہ صندوقچہ اُس کو دے دیا اور کہا کہ ”یہ المعتضد نے بھیجا ہے۔“ نابینا نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ ”بہ کیا بات ہے کہ اشبیلیہ میں تو وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے اور حجاز میں میرے پاس صدقات بھیجتا ہے۔“ مگر وہ شخص اُسے سمجھاتا رہا، اور آخر اُسے تسکین ہو گئی تو اُس نے وہ صندوقچہ لے لیا اور سب سے پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ اُس صندوقچہ کو کھول کر اُس میں سے ایک دینار نکالا اور منہ میں رکھ لیا اور باقی دیناروں کو بھی ہاتھ سے الٹا پلٹتا رہا۔ آخر زہر نے اپنا اثر کیا اور رات بھی نہ آنے پائی تھی کہ مر گیا۔ ذرا غور کیجئے کہ یہ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ ابک شخص جو انتہاء مغرب میں رہتا ہے وہ حجاز میں رہنے والے کے قتل کی فکر کرتا ہے! بالکل اسی طرح انہوں نے اہل اشبیلیہ میں سے ایک مؤذن کو قتل کرایا تھا، جو اُن سے دار کر طلیطلہ بھاگ گیا تھا اور صبح کو اُنکے لئے بد دعا کیا کرتا تھا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ چونکہ اب میں کسی اور کی سلطنت میں ہوں اس لئے المعتضد کی شرارت سے امن میں ہوں۔ مگر المعتضد برابر حیلہ جوئی کرتے رہے، اور آخر کار ایک ایسے شخص کو اُس پر مامور کیا جو اُسکا سر کاٹ کر اُن کے پاس لے آیا \*

اُن کے ہمسایہ متغلبین مین سب سے بڑے رنج دینے والے اور سب سے شدید بربری صنہاجہ اور نڈو برزال تھے، جو اشبیلیہ کے گرد و نواح میں قرمونہ اور اُس کے اعمال پر قابض تھے۔ اُن کے لئے المعتضد کبھی حیلے کرتے اور کبھی فوج کشی کرتے تھے۔ آخر اُن کو ذلیل کیا، اُن میں تفرقہ ڈال دیا، اُن کے نظام کو پریشان کر دیا، اور اُن کو اُن تمام شہروں سے خارج کر دیا: تب جا کر اُن کا راستہ صاف ہوا۔

المعتضد کا ایک جاسوس قرمونہ میں رہتا تھا، جو المعتضد کے طرح طرح کے حیلوں کے ذریعے اُن کو اہل بربر کی خبریں دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ المعتضد نے اپنے اُس قرمونہ والے جاسوس کو کچھ لکھنا چاہا۔ اس غرض کے لئے اُنہوں نے بادۂ اشبیلیہ کا ایک گنوار بلوایا، جو نہایت بیوقوف اور سخت غافل آدمی تھا، اور اُس سے کہا کہ ”اپنے کپڑے اُتار دے۔“ پھر اُسے ایک جبہ پہنا کر اُس کی جیب میں ایک خط رکھ کر سلوا دیا اور اُس شخص سے کہا کہ ”تم قرمونہ جاؤ، اور جب اُس کے قریب پہنچو تو ابک گتھا لکڑی کا جمع کر کے شہر میں جانا اور لکڑی بیچنے والوں کی جگہ جا کر کھڑے ہو جانا، اور اپنی لکڑیاں صرف اُسی شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو تمہیں پانچ درم قیمت دے۔“ یہ تمام باتیں اُنہوں نے پہلے ہی اپنے جاسوس قرمونہ سے مقرر کر رکھی تھیں۔ غرض کہ وہ گنوار اُسی طرح وہاں سے روانہ ہوا جس طرح المعتضد نے حکم دیا تھا۔ اُس نے قرمونہ کے پاس پہنچ کر لکڑیاں جمع کیں (حالانکہ اس سے قبل اُس نے کبھی بہ کام نہ کیا تھا) اور ایک جھوٹا سا گتھا جمع کر کے شہر میں داخل ہوا اور لکڑی فروشوں کے کھڑے ہونے کی جگہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ لوگ اس کے پاس سے گرتے اور قیمت پوچھتے، تو وہ کہہ دیتا ”میں پانچ درم سے کم میں نہ فروخت کروں گا“ جو کوئی سنتا ہنس کر چلا جاتا۔ اُسے یوں ہی کھڑے کھڑے رات ہو گئی۔ لوگ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے: کوئی کہتا تھا کہ ”یہ آبنوس ہی“:

کوئی کہتا تھا ”نہیں بلکہ عود ہندی ہی“ : وغیرہ وغیرہ . آخر المعتضد کا جاسوس بھی وہاں سے گزرا اور اُس سے پوچھا کہ ”یہ گتھا کتنے مین بیچو گے ؟“ اُس نے کہا ”پانچ درم مین“ . جاسوس بولا ”اجھا“ مین خریدتا ہوں . میرے مکان تک پہنچا دو .“ حفا نچہ وہ شخص اُسے اُٹھا کر لے جلا اور وہ جاسوس اُس کے آگے آگے روانہ ہوا . گھر پہنچ جانے پر اُس سے وہ گتھا رکھوا لیا اور اُسے پانچ درہم دے دئے . وہ لیکر جلتے لگا ، تو جاسوس نے کہا ”اس وقت کہاں حاتے ہو ؟ تم جانتے ہو کہ راستہ خطرناک ہے . آج رات میرے ہی پاس سو رہو . صبح کو اپنے گھر جلیے جانا .“ اس نے مان لیا . جاسوس نے اسے اپنے گھر مین بلا لیا ، اس کے سامنے کھانا لاکر رکھا ، اور اس سے اس طرح سوالات کرنے شروع کئے کہ گویا اُسے جاننا ہی نہیں . اُس سے پوچھا کہ ”تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟“ اُس نے کہا ”نادیہ اشبیلیہ کا .“ پھر جاسوس نے کہا کہ ”تم اس جگہ کیوں آئے ہو ؟ حالانکہ تم بربرین کی شرارتوں ، سختیوں اور خوفنیزیوں سے واقف ہو .“ اُس نے کہا کہ ”میں یہاں ایک ضرورت سے آیا ہوں“ اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ اُسے المعتضد نے بھیجا ہے . غرض کہ وہ شخص اُس سے باتیں کرتے کرتے سو گیا . جب جاسوس نے اُس پر نیند کا غلبہ دیکھا تو اس سے کہا کہ ”اپنے کپڑے اُتار دو تاکہ تمہیں نیند اچھی طرح آجائے اور جسم ہلکا رہے .“ اُس شخص نے کپڑے اُتار دئے اور سو گیا . المعتضد کے جاسوس نے جبہ اٹھایا ، جیب پھاری ، خط نکال کر پڑھا ، اور اس کا جواب لکھ کر پھر جیب ہی مین رکھ کر اسے پہلے کی طرح سی دیا . صبح ہوئی تو اس شخص نے اپنا جبہ پہنا ، اور اشبیلیہ چل دیا . جب وہ دارالامارت کے دروازے پر پہنچا اور باریابی کی اجازت مانگی ، تو فوراً المعتضد کے پاس پہنچا دیا گیا . المعتضد نے کہا کہ ”یہ جبہ اتار ڈالو .“ پھر اسے ایسے عمدہ عمدہ کپڑے پہنا دئے کہ وہ خوش ہو گیا اور اس خوشی مین وہاں سے نکلا کہ اسے خلعت

بہنای گئی ہے۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ وہ کیوں گیا اور کیوں آیا۔  
المعتضد نے جبہ کی جیب میں سے خط نکال کر پڑھا، اور جو کچھ  
کرنا چاہا تھا کیا \*

المعتضد تدبیر ملک اور اسنحکام امر کے لئے عجیب و غریب  
حیلوں اور راؤں سے کام لیتے تھے، اور وہ رائیں اکثر اسی تھیں کہ پہلے  
کسی نے نہ کی تھیں۔ اگر ہم ان کا شمار کریں، تو بہت طول ہو جائے  
اور اس کی تفصیل اختصار کی حد سے نکل جائے \*

جب، حسب بیان بالا، انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل کو، جسکو  
انہوں نے المویذ کے لقب سے ملقب کیا تھا، قتل کر دیا تو انہوں نے اپنے  
بیٹے ابو القاسم محمد بن عباد بن محمد بن اسماعیل بن عباد کو اپنا  
ولیعہد بنایا، اور اسے المعتمد علی اللہ کا لقب دیا۔ اس ابو القاسم کی  
سیرت اپنے باب کی حین حیات اور بعد از ممات بہت اچھی رہی \*

المعتضد باللہ کی امارت کے دوران میں بربروں کے دو بڑے بڑے  
قبیلے، لمتونہ اور مسسوفہ، میدان مراکش میں آکر اترے اور چونکہ  
وہ مقام تمام بلاد کے وسط میں واقع تھا اس لئے اسی کو اپنا دارالملک  
قرار دیا۔ جب وہ وہاں اترے ہیں اس وقت وہاں جنگل تھا، آبادی  
نہ تھی۔ یہ نام بھی انہوں نے ایک حبشی غلام کے نام پر رکھا تھا، جو وہاں  
رہتا تھا اور راستہ لوٹتا کرتا تھا۔ اس حبشی کا نام مراکش تھا۔ جیسا کہ ہم  
بیان کر چکے ہیں، بربریوں نے اسی کو اپنا وطن بنالیا، اور ایک شخص  
تاشعین بن یوسف نامی کو اپنا سردار مقرر کر لیا۔ المعتضد ہر وقت  
اہل سرحد کی خبر دریافت کرنے رہتے تھے کہ آیا بربری مراکش کے  
میدان میں آکر اترے ہیں یا نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک بزرگ  
سے، جو ان کے پاس رہا کرتا تھا، ان کو یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ قوم ان سے  
یا ان کے بیٹے سے خلع کرائیگی اور اس کو ملک سے خارج کر دیگی۔  
جب ان کو ان لوگوں کے وہاں جاکر اترنے کی اطلاع ہوئی، تو انہوں نے

اپنے بیٹوں کو اپنے پاس بلایا، انہیں اوپر سے نیچے تک دیکھا اور کہنے لگی ”کاش کہ مجھے نہ معلوم ہو جاتا کہ اس قوم کی مصیبت مجھ پر آکر پڑے گی یا تم پر!“ انکے بیٹوں میں سے ابوالقاسم نے کہا کہ ”خدا مجھ کو آپ پر فدا کرے“ اور حو افتاد آب پر بڑے والی ہی وہ مسجد پر پڑے!“ اتفاق کی بات ہی کہ جو دعا انہوں نے کی تھی وہ ان ہی کے مقدر میں تھی۔

المرابطون کے قبیلے، لمتونہ اور مسوفہ، سنہ ۴۶۳ء کے صدر میں مراکش کے میدان میں آکر اترے، اور وہ سب کے سب سنہ ۴۵۰ء کے وسط میں یکبارگی وہاں سے نکل گئے۔ اس حساب سے ان کی مدت اقامت، جب سے وہ میدان مراکش میں آئے اور المصاہدہ نے آکر ان کو وہاں سے نکالا، چھیتر (۷۶) سال کی ہوتی ہی \*

المعتضد باللہ نے ماہِ رجب سنہ ۴۶۴ء میں انتقال کیا۔ ان کی موت کے سبب میں اختلاف ہی۔ کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ روم نے ان کے پاس کبڑے بھیجے تھے جن میں زہر تھا، اور کوئی کہتا ہے کہ وہ اپنی موت مرے۔ واللہ اعلم \*

### • ولایت ابوالقاسم بن عباد المعتمد علی اللہ

اُن کے بعد ان کے بیٹے ابوالقاسم محمد بن عباد بن محمد بن اسماعیل بن عباد تخت پر بیٹھے اور اپنے لقب ”المعتمد علی اللہ“ پر ”الظافر بحول اللہ“ کا اضافہ کیا۔ یہ المعتمد اپنی ذکاوت اور غزارت ادب میں ہارون الواثق باللہ خلیفہ عباسی سے مشابہ تھے۔ ان کے اشعار ایسے تھے جیسے کہ زیورات بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس اتنے شعراء اور اہل ادب جمع تھے کہ ان سے پہلے کسی بادشاہ اندلس کے پاس اتنے جمع نہ ہوئے تھے۔ علوم میں صرف علم ادب اور اس کے متعلقات کے شوقین تھے۔ اس کے علاوہ ان میں ایسے فضائل ذاتی جمع

تھے، جن کا حد و شمار نہیں: مثلاً شجاعت، سخاوت، حیا، لطافت، نیز اور باتیں جو ان اخلاق شریفہ کے مناسب ہیں۔ مختصر یہ ہی کہ میں کسی ایسی خصوصیت کو نہیں جانتا جس سے آدمی متصف ہو سکتا ہے، اور اس کا سب سے بڑا حصہ خدا نے المعتمد کو عطا نہ فرمایا ہو۔ اگر وقت فتح سے المعتمد کی تخت نشینی تک اندلس کی خوبیاں شمار کی جائیں، تو المعتمد ان میں سب سے یکتا اور سب سے بڑے ہیں \*

المعتمد اپنے والد کے بعد اشبیلیہ کے امور کے متولی ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۷ سال کی تھی۔ ان پر خلع اور ملک سے جلا وطنی کی جو مصیبت پڑی وہ ۱۴۸۴ء میں واقع ہوئی۔ اس حساب سے ان کی مدت ولادت خلع اور فید کے وقت تک بیس (۲۰) سال کی ہوئی۔ مگر انہوں نے اسی عرصہ میں ایسے ایسے مآثر جمع کر لئے، جو کوئی اور شخص سو برس یا اس سے بھی زیادہ میں جمع نہ کر سکتا۔ ان میں (خدا ان پر رحمت کرے) وہ باتیں تھیں جن سے ان کی تعریف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بانی رہ گئی \*

منجملہ انکے شعراء کے ایک صاحب مرسیہ کے رہنے والے عبد الجلیل بن وہب بن نامی تھے۔ وہ بہت اچھا شعر کہتے تھے اور بہت خوب مضامین پیدا کرتے اور لطیف معانی نہایت نفاست سے نکالتے تھے۔ ایک روز المعتمد کے سامنے حاضرین میں کسی نے عبد الجلیل بن وہب کے یہ دو شعر پڑھے، جو انہوں نے المعتمد کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے کہے تھے:-

۱ قلّ الوفاء فما تلقاه في احد ولا يمر لمخلوق علي نال  
و صار عندهم عنقاء مغربة او مثل ما حدثوا عن الف متقال

۱ ترجمہ:- وفا کمیاب ہی، اور تو اسے کسی میں بھی نہ پائیگا، نہ کسی مخلوق کے دل میں اس کا خیال گزرتا ہی۔  
وہ ان کے لئے مثل عنقاء مغربہ کے ہو گئی ہی، یا مانند اُس کے جیسے لوگ ہزار متقال کی باتیں کریں۔ (مترجم)

المعتمد کو ان اشعار نے تعجب میں ڈال دیا، اور انہوں نے پوچھا کہ ”یہ اشعار کس کے ہیں؟“ حاضرین نے بتایا کہ ”یہ عبد الجلیل بن وہب کے ہیں جو حضور کے خدام میں سے ہیں۔ المعتمد نے کہا کہ ”وائے بد بختی کہ ایک شخص ہمارے خدام میں سے ہو، ہم پر بہروسہ کرنے والا ہو اور پھر نہ کہے کہ ”ہ ابسی بات ہی کہ جیسے لوگ ایک ہزار منقال کا ذکر کیا کرتے ہیں“! کیا کوئی شخص ہمارے متعلق اس سے بھی بد تر بات کہہ سکتا ہے؟“ اور یہ کہہ کر حکم دیا کہ عبد الجلیل کو ایک ہزار منقال دے دئے جائیں۔ جب عبد الجلیل پھر اُن کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لئے باریاب ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ ”ابو محمد! اب تو تم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ وہ خبر سچ ہی؟“ کہا کہ ”واللہ حضور! دیکھ لیا“: اور المعتمد کے طول بفا کی دعا کی۔ جب انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ ”ابو محمد! اب کچھ شعر شاعری کی باتیں کرو اور اُس (یعنی ایک ہزار منقال) کا ذکر نہ کرو۔“

خدا اُن پر رحمت نازل فرمائے، اُن کے ایسے بہت سے اشعار ہیں جن میں وہ اکثر شاعروں سے بڑھ گئے ہیں اور غضب کے شعر نکالے ہیں۔ ہم اُن کے حالات کی تحریر کے دوران میں اُن کے ایسے ایسے حالات بیان کریں گے جو صاحبان تمییز کے لئے اُن کے کمال کی شہادت ہونگے۔ اُن کے اشعار میں سے میں نے یہ اقوال انتخاب کئے ہیں:—

اعل فوادل قدابل علیل واغنم حیاتک فالبقاء قليل

۱ ترجمہ :- اب کہ مریض اچھا ہو گیا ہے، اپنے دل کو کسی اور طرف مشغول کرو، اور اپنی زندگی کو غنیمت جانو، کیونکہ زندگی بھری ہی ہے۔ اگر تم کو ایک ہزار سال کامل کی بھی عمر دی جائے، تب بھی یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ زندگی طویل ہی

کیا تم کو عم و اندرہ اسی طرح موت کی طرف لے جانی ہی؟ حالانکہ عود عود ہی رہتا ہی اور باد شمال بھی رہی باد شمال

رنج و غم تمہارے نفس کو سختی سے کہیں نہیں لے جا سکتا، حالانکہ پیالہ تمہارے ہاتھ میں ایک شمشیر میل کی طرح ہی

غم و اندرہ عفل ہی کی وجہ سے دل پر حاوی و طاری ہو جاتے ہیں: اس لئے میں اسی کو عفل سمجھتا ہوں کہ عقلمن زائل ہو جائیں۔ (مترجم)



لو ان عمرک الف عام کامل ما کان حقاً ان یقال طویل  
اکذا یقرّد بک الاسی نحر الردي والعود عود والشّمون شّمون  
لا بستبیک الهم نفسک عنوة والکاس سیف فی یدیک صیقل  
بالعقل تزدحم الهموم علی الحشا فالعقل عندي ان تنزل عقول

اُن کے جلنے — نہیں بلکہ اُترنے — والے اشعار میں سے وہ اشعار  
ہیں جو انہوں نے ایک جھوٹے سے غلام کے متعلق کہے تھے، جو اُنکی  
خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اُس کو صاحب طلبطہ نے اُن کی خدمت  
کے لئے پیش کیا تھا، اور اُسکا نام ”سیف“ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں —

سموه سیفا و فی عینیہ سیفاً هذا لقتلي مسلول و هذان  
اما کفت قتلة بالسيف واحدة حتي اتیح من الاجفان ثندان  
اسرته و ثناني غنچ مقلته اسیره فکلانا آنسر عان  
بأ سيف امسک بمعروف اسیر هوی لا ببتعي منک تسربحاً باحسان

اُن کے رشیق و ملیح اور ہلکے پھلکے اشعار میں سے ذیل کے اشعار  
بھی ہیں جو سلاست میں آب روان ہیں اور ملاست میں سنگ تابان۔  
یہ اشعار بھی انہوں نے اُسی غلام کے متعلق کہے تھے اور بہت ہی خوب  
کہے تھے :-

اتم له الحسن بالعدار و اقترن الليل بالنهار  
اخضر في ابیص تبدی ذلك آسي وذا بهاري  
فقد حوي مجلسي تماما ان كان من ريقه عقاري

ایک دن وہ اپنے قبہ میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ پڑھ رہے تھے اور  
اُن کے پاس اُن کی ایک خواص کھڑی تھی۔ ایک روزن میں سے اُن پر

ترجمہ :- حسن اُس کے رخساروں میں کامل ہو گیا ہی۔ اُس من رات اور دن  
دونوں مل گئے ہیں۔

سفید من سبز اس طرح ظاہر ہو رہا ہی، جیسے ایک کلسن میں گل آس اور  
گل بہار۔

میری تمام مجلس بھر گئی ہی۔ کاش کہ اُسکا آب دھن میری شراب ہوتا۔ (مترجم)

دھوپ آگئی، تو وہ خواص اس طرح کھڑی ہو گئی کہ اُن پر دھوپ نہ پڑے۔ اس پر اُنہوں نے (خدا اُن پر رحمت کرے) فی البدیہہ کہا کہ :-  
 ۱ قامت لتحبب ضوء الشمس قامتہا عن باظري حجب من ناظر العیر  
 علما لعمرک منها انها قمر هل تكشف الشمس الا صورة القمر  
 اسی وقت اُن کے خواص مین سے ایک اور لڑکی اُن کے پاس کھڑی  
 ہوئی اُن کو شراب پلاتی جاتی تھی۔ پیالہ اُس کے ہاتھ ہی مین تھا  
 کہ بجلی جمکی، جس سے وہ کانپ اُٹھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر اُنہوں نے  
 (رحمہ اللہ) فی البدیہہ کہا کہ :-

۲ رعت من البرق وبی کعھا برق من القھوة لماع  
 عجبت منها وهي شمس الضحی کیف من الانوار ترتاع  
 ان کے علاوہ اُن کے اور بھی قطعات ہیں، جو اُنہوں نے اپنی مجالس  
 اُنس مین یا اپنے اپنے خاص جلساء کی استدعا پر کہے ہیں۔ وہ  
 اشعار مجھے بہت کم یاد رہ گئے ہیں، اس لئے مین اُن کو نقل نہیں  
 کر سکتا۔ عنقریب اُن کے وہ اشعار نقل کئے جاڈینگے جو اُنہوں نے اپنی  
 مصیبت کے زمانے مین کہے ہیں اور جو پتھروں کو پگھلا دیتے اور پہاڑوں  
 کو پارہ پارہ کر دینے ہیں۔

المعتمد صرف ایسے ہی شخص کو اپنا وزیر بناتے تھے جو شاعر  
 و ادیب ہوتا تھا۔ اس لئے اُن پاس اتنے وزیر شعراء جمع ہو گئے تھے  
 کہ اُن سے پہلے کسی کے پاس نہ تھے۔ اُنکے وزراء مین سے ایک وزیر اجل  
 ذوالرباستین ابو الرلید احمد بن عبد اللہ بن احمد بن زیدون بھی تھے۔  
 وہ ایک ادیب با کمال اور شاعر رائع تھے، اندلس کے بڑے زبردست  
 اور نفیس القول شعراء مین سے تھے۔

۱ ترجمہ :- وہ اُس لئے کھڑی ہوئی ہی کہ اُس کا قد آفتاب کی غیا کو میری آنکھ  
 سے روک دے اور وہ اغیار کی نگاہ سے محفوظ ہی

فم ہی مہاری جان کی کہ وہ جانتی ہی کہ وہ خود جاند ہی۔ اور سواہ جاند کی  
 صورت کے آفتاب کو کون پوشیدہ کر سکتا ہی؟ (مترجم)

۲ ترجمہ :- وہ بجلی سے ڈر گئی، حالانکہ اُس کے ہاتھ مین برق شراب ہی۔  
 مجھے تعجب ہی کہ وہ خود آفتاب چاشت ہو کر بھی روشنیوں سے ڈرتی ہی۔  
 (مترجم)

نسب کی تعریف کرتے تو لوگ کُنْتیر کو بہول جاتے تھے، مدح کرتے تو زہیر کو مات کرتے تھے، اور فخریہ اقوال میں امرؤ القیس بھی گرد ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جو قطعات اُن کی جودت طبع اور اتقان صنعت پر شاہد ہیں، اُن میں سے اُن کے یہ اشعار بھی ہیں :-

۱ بینی و بینک ما لو شئت لم یضع سر اذا ذاعت الاسرار لم یذع  
یا بائعاً حظہ منی ولو بُدلت لی الحیاة بحظی منه لم ابع  
یکفیک انک ان حملت قلبی ما لا تستطيع قلوب الناس یستطع  
نہ احتمل واستطل اصبر وعزّاهنّ ولّ اقبل وقلّ اسمع ومراطع

المعتمد کی وزارت کرنے سے قبل وہ بنو جہور کے ہاں وزیر تھے، کیونکہ اُن کی اصل شہر قرطبہ سے تھی۔ مگر جب بنو جہور کے ہاں اُن کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، تو وہ اُن کو جہور کر قرطبہ کو خیر باد کہہ کر المعتمد کے ہاں اشبیلیہ پہنچے، جہاں اُن کا رتبہ بلند ہوا۔ پھر بھی اُنکو بنو جہور کی طرف سے ابسی ایسی باتیں پہنکتی رہیں جن سے اُنکو رنج ہوتا تھا اور قرطبہ سے بیش از پیدس نفرت ہوتی جاتی تھی۔ اُنہوں نے (خدا اُن پر رحم کرے) بنو جہور کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں :-

۲ بنو جہور احرقتموا ببغائکم فوادى فما بال المدائم تعبى

۱ ترجمہ :- میرے اور تمہارے درمیان میں وہ بات ہی کہ اگر تم چاہتے تو وہ ضائع نہ ہوتی۔ گوکہ تمام اسرار فاش ہو جاتے ہوں، مگر وہ راز فاش نہ ہوتا۔  
ای میری طرف سے اپنے ظ کو فروخت کرنے والے! اگر میری حیات بھی بدل جاتی تب بھی میں اُس کی طرف سے اپنے ظ و نصیب کو فروخت نہ کرنا۔  
تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم میرے دل کو اُس بار سے لاد دو کہ جسے اور قلوب برداشت نہیں کر سکتے مگر وہ برداشت کرے۔

تم تکبر کرو، میں برداشت کرنا ہوں، تم ظلم کرو، میں صبر کرنا ہوں؛ تم چیرہ دستی کرو میں ذلت برداشت کرونگا؛ تم روگردانی کرو، میں بیش قدمی کرونگا؛ تم کہو، میں سنونگا؛ تم حکم دو، میں امتثال امر کرونگا؛ (مترجم)

۲ ترجمہ :- آی بنو جہور! تم نے میرے دل کو اپنے ظلم و جفا سے جلا دیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تعریفیں پھیل رہی ہیں؟  
تم نے مجھے عنبر ورد سمجھا؛ کیونکہ اُس کے انھاس کی خوشبو تم تک جب ہی پہنچتی ہے کہ وہ جلا دیا جائے۔ (مترجم)

تعدونني كالعنبر الورد انما تفوح لكم انفاسه حين يحرق  
 اُن کے تشبیب کے اشعار کی بہ کیفیت تھی کہ وہ اپنی رقت میں  
 روح سے اور لطافت میں اجزاء ہوا سے مماثل و مشابہ تھے۔ چنانچہ اُن  
 کے تشبیب و تغزل کی مثال اُن کے اُن اشعار میں ملتی ہی، جو  
 اُنہوں نے اشبیلیہ کے قیام کے دوران میں المہدی کی لڑکی ولادہ کی  
 محبت میں لکھے ہیں جو قرطبہ میں مقیم تھی اور وہ نہ ہیں :-

- (۱) یَنتم وینا فما ابدلت، جوانحنّا شوقا الیکم ولا جفّت مآقینا
- (۲) نکادحین تناجیکم ضمائرنا یقضي علینا الاسی اولا تأسینا
- (۳) حالت لفقدکم ایاؤنا فغدت سودا وکانت بکم بیضاً لیلینا
- (۴) اذ جانب العیش طلق من تالفنا ومورد اللہو صافی من تصافینا
- (۵) واذ هصرنا غصون الانس دانبۃ قطونها فجئینا منه ماشئنا
- (۶) لیسق عہدکم عہد السور فما کنتم لارواحنّا الا ریاحینا
- (۷) من مبلغ ملبسینا بانتراحہم حزناً مع الدھر لا یبلی و یبلینا

ترجمہ :-

- (۱) تم اور ہم جدا ہو گئے نہ ہماری پسلیاں تمہاری محبت کے مرض سے شفا یاب ہوئیں، نہ ہمارے گویہائے حشم خستہ ہوئے۔
- (۲) جب ہمارے دل تم سے سرگوشی کرتے ہیں، تو ہمارا یہ حال ہو جاتا ہی کہ گونا غم و اندوہ عنقریب ہم پر حکم لگائے والے ہوں۔ اگر ہم کو نسلی نہ ہو جاتی۔
- (۳) تمہاری کم گشتگی کے سبب سے ہمارے دن سیاہ ہو گئے ہیں، حالانکہ تمہاری محبت میں وہ سفید تھے۔
- (۴) جب کہ خوش عیسیٰ ہماری الفت و محبت سے آزاد ہو گئی، حالانکہ جسمتہ لہو و لعب ہماری آہس کی مفاہی سے صاف تھا۔
- (۵) جب کہ ہم نے آہس کی قریب بھل والی شاخوں کو جھکا کر اپنے قریب کیا، اور آہس میں جو کچھ ہم چاہتے تھے ہم نے چن لیا۔
- (۶) زمانۂ سرور کو چاہئے کہ تمہارے عہد و دبدار کو سیراب کرے، کیونکہ تم ہماری روحوں کے لئے ہمنزلہ ریاحین کے تھے۔
- (۷) کون ہی جو ہماری طرف سے اُن لوگوں کو، جنہوں نے ہم کو ایسے زمانے میں رنج و غم کا لباس پہنا دیا ہی، جو بوسیدہ نہیں ہوتا؛ مگر ہم بوسیدہ ہوئے جا رہے ہیں؛ بہ پیغام پہنچادے کہ :-

- (۸) آن الزمان الذي مازال يضحكنا انسا بقرهم قد عاد يبكينا  
 (۹) غيظ العدي من تساقينا الهوى فدعوا بان نغص فقال الدهر آمينا  
 (۱۰) فاحل ما كان معقود بانفسنا وانبت ما كان موصل بايدينا  
 (۱۱) وقد نكون وما يخشي تفرقنا فاليوم نحن وما يرجي تلاقينا  
 (۱۲) يا ساري البرق غاد القصر فاسق به من كن صرف الهوى والود يسقينا  
 (۱۳) ويا نسيم الصبا بلغ تحيتنا من لوعلي البعد حيا كان يحيينا  
 (۱۴) لا تحسبوا نايكم عنا يغيرنا ان طال ما غيّر الناي المصيحينا  
 (۱۵) والله ما طلبت اهوانا بدلا منكم ولا انصرفت عنكم امانينا  
 (۱۶) يا روضة طال ما اجذت لواحظنا وردا جناة الصبا عضا و نسرينا  
 (۱۷) ويا حياة تملانا بزهرتها مني ضروبا و لذات افانينا

ترجمہ:-

- (۸) وہی زمانہ جو اُن کے قرب کی وجہ سے ہم کو برابر ہنساتا رہتا تھا، اب ایسا ہو گیا ہے کہ ہم کو رلاتا رہتا ہے  
 (۹) ہم نے جو ایک دوسرے کو محبت سے سیراب کیا، اُس پر ہمارے اعداء کو عصہ آکيا اور انہوں نے دعا کی کہ ہماری زندگی تلخ ہو جائے: حناحہ زمانے نے اس پر آمین کہی  
 (۱۰) سیچہ نہ ہوا کہ ہم مین جو دلستکی تھی وہ غم ہو گئی اور جو جز کہ ہمارے ہاتھوں میں رہنی تھی وہ منقطع ہو گئی۔  
 (۱۱) حالانکہ ہم ایسے تھے کہ ہمارے جدا ہوجانے کا کبھی غم نہ تھا مگر آج ہم ہی ایسے ہیں کہ اب ہمارے ملنے کی اُمد نہیں رہی  
 (۱۲) اے برق دار ابرتب! تو صبح کو مصر کی طرف جا اور وہاں اُس شخص کو سیراب کر جو ہم کو عشق و محبت پر متصرف رکھتا تھا۔  
 (۱۳) اور اے نسیم صبا! اُس شخص کو ہمارا سلام پہنچا دے، جو گور کہ دور ہی سے سلام کرنا ہی مگر ایک وقت تھا کہ ہمیں زندہ رکھتا تھا  
 (۱۴) تم یہ نہ سمجھنا کہ نہارا بعد ہم کو بدل دنگا دوری اگرچہ طول ہی ہو پھر بھی عاشقوں میں تغیر نہیں پیدا کرتی  
 (۱۵) خدا کی قسم ہماری خواہشوں نے کبھی نہ ہمارے عوض کسی اور کو نہیں طلب کیا، اور نہ ہماری آرزوئیں ختم ہوئی ہیں  
 (۱۶) اے باغ! عرصہ ہو گیا ہے کہ ہماری نگاہوں نے وہ گلہائے رنگین اور وہ نسرین نہیں چنے جن کو محبت نے سخت محنت کے بعد چنا تھا  
 (۱۷) اے وہ زندگی! جس کی آرزوؤں کے شگوفوں اور طرح طرح کی لذات سے ہم اپنے آپ کو پر سمجھتے ہیں!

- (۱۸) لسنّا نسمّٰ بک اجلالا و تکرمة فقد رک المعتلي عن ذاک يغنينا  
 (۱۹) اذا انفردت فما شورکت في صفة فحسبک الوصف ايضاحا و تبدينا  
 (۲۰) کائنا لم نبت والوصل ثالذنا والسعد قد غص من اجعان واشينا  
 (۲۱) سرّان في خاطر الظلماء يکتمنا حتي بکاد لسان الصبح يفشينا  
 (۲۲) يا جنة الخلد ابدلنا بسلسلها والکثر العذب زقوما و غسلينا  
 (۲۳) انا قرانا الا سي يوم النوي سورا مکتوبة و اخذنا الصبر تلفينا
- میں نے اس قصیدے کو ہر سبیل انتخاب نقل کیا ہے نہ کہ مطابق نسق ۔ ممکن ہے کہ میرے ترک کردہ اشعار میں سے اکثر ان اشعار سے اچھے ہوں جن کو میں نے یہاں نقل کیا ہے ۔ حق یہ ہے کہ میں نے جو اختصار بیان کی شرط کی ہے اُس وعدے کی ایفاء نے مجھے اس قصیدے کے بالتمام والکمال نقل کرنے سے باز رکھا ہے ۔ خدا اُنپر رحم کرے، اُن کے بچپن کے زمانے کے نظم کئے ہوئے اشعار میں سے یہ ہیں ۔

ترجمہ :-

- (۱۸) ہم اجلال اور مکرمات کے لحاظ سے تمہارا نام نہیں لیتے، کیونکہ تمہارا مرتبہ عالی ہم کو اس سے غنی کر دیتا ہے۔
- (۱۹) حب تم منفرد ہو اور کسی صفت میں کسی کے شریک نہیں ہو، تو تمہاری یہی صفت از روئی ابصاح و صراحت کافی ہے۔
- (۲۰) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے کہی ابسی حالت میں شب باقی ہی نہیں کی کہ وصل ہم میں نالت ہو، اور خوشی نے تو کو یا ہمارے جمل حوروں کی آنکھوں کو بندھی کر دیا ہے۔
- (۲۱) ہم گویا ایسے نھے کہ جیسے دو اسرار ہیں جن کو رات چھپائے رہتی ہے اور بالآخر صبح ہمارا افشا کرتی تھی۔
- (۲۲) اے جنت خلد! جس نے ہم کو اپنے چشموں، اور کونر کے بدلے زقوم اور غسلین دے رکھا ہے،
- (۲۳) ہم نے جدائی کے دن رنج و غم کی سورتیں کی سورتیں پڑھی تھیں اور اُن سے صبر کا سبق اُخذ کیا تھا۔ (مترجم)

اخذت ثلث الهوى ولي ثلث و للمحبين فيما بينهم ثلث  
 قاله لو حلف العشاق انهم موتى من الوجد نوم البين ما حنثوا  
 قوم اذا هجروا من بعد ما وصلو ماتوا فان عاد من بهوونه بعثوا  
 تري المحبتين صرعى في عراصهم كفتية للكهف ما يدرون ما لبثوا  
 ان اشعار ميمن سے، جو انہوں نے المہدی کی مذکورہ بیٹی کے عشق  
 میں اور اس کے انام ملاقات اور فرطیہ کی باد میں کہے ہیں اور  
 ان کو متنبی کے قصیدہ کافوریہ کے پہلے شعر:-

- بما التعلل لا اهل ولا وطن ولا ندیم ولا کاس ولا سکن

[یعنی:- نہ یہاں اہل ہیں، نہ وطن ہے، نہ ندیم ہے، نہ جام  
 شراب ہے، نہ سکون ہے؛ پھر آخر کس طرح تسلی ہو! (مترجم)]  
 سے تضمین کیا ہے، ایک قصیدہ ہے جس کے شروع کے اشعار یہ ہیں:-

۲ هل تذکرون غریباً عادة سجن من ذکرکم وجعا اجفانه الوسن

۱ ترجمہ:- میں نے عشق کا ایک بھائی حصہ حاصل کیا، ایک بھائی میرے ہی  
 پاس تھا، اور باقی ایک بھائی دیگر تمام عشاق میں ہی۔  
 قسم یہ خدا کہ اگر عشاق یہ قسم آتھالین کہ وہ جدائی کے دن عم سے مرجائینگے،  
 تو وہ ہرگز اس قسم کو فسخ نہ کریں۔

وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ وصل سے نا مراد ہونے کے بعد ایسے محسوسوں سے خدا  
 ہو جائیں، بورۂ مرجانے ہیں؛ لیکن اگر رمانۂ وصل پھر عود کرے تو پھر ہی اُٹھتے ہیں۔  
 تم دیکھو گے کہ عشاق اپنے میدانوں میں اسی طرح مردۂ نرے ہیں جس طرح  
 اصحاب کہف تھے کہ وہ ہی بہن جاننے تھے کہ کتنے عرصے سے سو رہے ہیں۔ (مترجم)  
 ۲ ترجمہ:- کیا تم کبھی اُس غریب کو بھی یاد کرنے ہو جو ہر وقت تمہاری یاد کے

مید و عم میں مبتلا رہتا ہے اور جس کی آنکھوں پر بیند بے ظلم ڈھا رکھا ہے؟  
 بیند اُس کی سوزھوں کو چھپاتی ہے اور شوق اُسے ظاہر کرنا ہے اس طرح اُس کے  
 لئے پوشیدگی اور اظہار دونوں برابر ہیں۔

ہائے! کیا اُس کا دل اُس کی بسلیوں میں رہ گیا ہے؟ حالانکہ وہ پہاڑوں اور  
 ٹیلوں کے ہاتھ میں گرو ہے!

رات کی مستقل تاریکی میں ایک کبوتری، جسے - اور مجھے بھی - غم نے لاغر  
 و نزار کر رکھا ہے، میری آنکھ کو بیدار رکھتی ہے۔

اب حال یہ ہے کہ ایک طرف میں ایک طرف اپنی شاخ ایکہ پر وہ کبوتری رات  
 بسر کرنے ہیں، اور شاخ بھی ہمارے مابین آرام کے خیال سے ہلتی اور پھڑکتی ہوئی  
 رات گزارتی ہے۔

ہائے! کیا میں کبھی اُن لوگوں میں بھر بھی بیٹھ سکونگا جن سے میں محبت  
 کرتا ہوں؟ ایک وقت تھا کہ اُن میں اور ہم میں ایک عہد تھا، مگر اب وہ کینہ توڑ  
 ہو گئے ہیں۔

یا کیا تم اُن عہدوں کو محفوظ رکھو گے جن کو میں نائج نہیں کرتا؟ بزرگ لوگوں کا  
 امتحان عہد کی حفاظت ہی سے ہوا کرتا ہے۔ (مترجم)

تخفي لواعجه والشوق يفصحه فقد تساوى لديه السر والعلن  
 با ودملكه ايبقي في جوانحه فواده وهو بالاطلال مرتين  
 وارق العين والظلماء عاكفة ورقاء قد شققها اوشقني حزن  
 فبت اشكو وتشكو فوق ابكتها وبات يهفو ارتياحا بيننا الغصن  
 ناهل أجالس اقواما احبهم كنا و كانوا علي عهد فقد ضغنوا  
 او تحفظون عهدا لا اضيعها ان الكرام بحفظ العهد تمتحن  
 اسي قصيده مئين سے یہ اشعار بھی ہیں :-

ان کان عادکم عید فرب فتی بالشوق قد عادة من ذکر کم حزن  
 و افرده الیالی من احبته فبات یفشدھا مما جني الزمن  
 بما التعلل لا اهل ولا وطن ولا ندیم ولا کاس ولا سکن  
 منجمله ان کے اور وزراء کے ایک وزیر ابو بکر محمد بن عمار بھی  
 تھے، جو ایک نہایت ذکی النفس اور راسخ العلم بزرگ تھے۔ وہ اندلس  
 کے زبردست شعراء مبین سے تھے، اور ابو الفاسم محمد بن ہانی اندلسی  
 کے رنگ مبین شعر کہتے تھے؛ بلکہ اکثر اشعار ابن ہانی سے بھی زیادہ  
 لطیف و شیریں ہیں۔ ان کا دیوان شعر اندلس مبین ہاتھوں ہاتھ پھرتا  
 ہی۔ مبین نے اپنے ہم عصر علماء آداب مبین کسی کو ایسا نہیں پایا  
 جو ان کے شعر کی تقدیم و تاثیر کا قائل نہ ہو۔ بلکہ اکثر اوقات ان مبین  
 سے بعض اس قدر غلو کرتے ہیں کہ ابن عمار کو ابو الطیب متنبی اور  
 ہیہات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان کے نہایت نفیس و لطیف قصائد  
 مبین سے ایک وہ قصیدہ ہی، جو انہوں نے سر قصطہ مبین اس وقت  
 لکھا تھا جب المعتمد باللہ نے ان کو المعتمد سے الگ کر دیا تھا؛ کیونکہ

۱ ترجمہ :- اگر تمہارے ہاں عہدیں بار بار آتی ہوں تو آتی ہوں؛ مگر بہت سے  
 جوان ایسے ہیں جو تمہاری محبت اور باد کی وجہ سے ہر وقت غم و اندوہ مبین مبتلا  
 رہتے ہیں، جن کو راتوں نے ان کے محسوسوں سے جدا کر دیا ہی اور وہ زمانے کی  
 سختیوں کی وجہ سے ان راتوں کی ہجو کرتے ہوئے رات بسر کرتے ہیں۔ (مترجم)



موخر الذکر اپنے اکثر امور کو چھوڑ چھڑ کر ان ہی کے ساتھ مشغول رہنے  
تھے : اور وہ یہ ہی :-

\* علي وإلا ما بكاء الغمام و في وإلا ما نياح الحمام  
وعني أثار الرعد صرخة طالب لنار و هز البرق صفحة صارم  
وما لبست زهر النجوم حدادها لغيري ولا قامت له في مآتم  
اسی قصیدہ میں وہ المعتضد باللہ کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں :-  
ابی ان براہ الله الا مقلدا حميلة سيف او حمالة غارم

[یعنی :- اللہ اُس کو صرف اس حالت میں دیکھنا چاہتا ہے  
کہ وہ دوال شمشیر سے کمر باندھے ہوئے ہو با کسی تاوان بردار کا بوجہ  
برداشت کرے ۔ (مترجم) ]

ان کے تغزل کی ایک عمدہ مثال ان کے اس قصیدے میں ملتی  
ہی ، جو انہوں نے المعتضد باللہ کی مدح میں کہا تھا :-

- (۱) جاء الهوي فاستشعروه عارة و نعيمه فاستعذبه اواره
- (۲) لا تطلبو في الحب عزا انما عبدانه في حكمه احراره
- (۳) قالوا اضر بك الهوي فاجبتهم يا حبذا و حبذا اضراره

\* ترجمہ :- اہر کا رونا اگر مجھ پر نہیں تو اور کس پر ہی ؟ کبوتریوں کا نوحہ اگر  
میرے بارے میں نہیں ہی تو کس کے لئے ہی ؟

مجھ ہی سے تو وعدے ایک بدلے لینے والے کی طرح حل مچانا سبکھا ہی ، اور  
مجھ ہی سے تو برق نے تلوار کا پہلو چمکانا لیا ہی !

سیارہائے درخشندہ نے میرے لئے ہی نو پہ سوگ کے کبڑے پہنے ہیں اور ماتم  
کرنے کو کھڑے ہوئے ہیں ، نہ کہ کسی اور کے لئے ! (مترجم)

ترجمہ :-

- (۱) انہوں نے جاء محبت کو عار سمجھا ، اور اُس کی گرمی کو عذاب جانا ۔
- (۲) عشق میں عزت نہ طلب کرو ؛ کیونکہ وہاں یہ حال ہی کہ آزاد اُس کے  
غلام ہوتے ہیں ۔

(۳) لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ”تم کو عشق نے تکلیف دی ہی“ ۔ میں نے  
جواب دیا ”سبحان اللہ ! عشق اور اُس کے ضرر وہی کیسے اچھے ہیں !“

- (۴) قلبی ہو اختار السقام لجسمه زیاً فخلوة و ما یختاره  
 (۵) غیر تصربی بالخول و اما شرف المهند ان ترق شفاره  
 (۶) و شمتتم لفران من آلفته و لربما حجب الهلال سراره  
 (۷) احسبتم السلوان هب نسیمه او ان ذاك النوم عاد غراره  
 (۸) ان كان اعی القلب عن حرب الحوی خذلته من دمعی اذاً نصاره  
 (۹) من قد قلبی ان تننی قده و اقام عذری ان اطل عذاره  
 (۱۰) ام من طوی الصبح المنیر نغابه و احاط باللیل البهیم خماره  
 (۱۱) غصن و لكن الفوس ریاضه رشاً و لكن القلوب عراره  
 (۱۲) سخرت ببدر التم غرته کما ازرت علی آفاقه ازواره  
 (۱۳) مازال لیل الوصل من فتکاته تسری الی بعرفه اشجاره

ترجمہ :-

- (۴) ”میرے ہی دل نے امراض کو اپنے جسم کا لباس بنانا ہی مہربانی کر کے وہ جو کچھ چاہے اُسے اعتبار کرنے دو۔“  
 (۵) ”تم مجھ پر ہزار و نحیف ہونے کا عیب لگاتے ہو: ذرا نہ نو سمجھو کہ ایک ہندی تلوار کی نرائی اسی میں ہی کہ اُس کی دھار باریک ہو!“  
 (۶) ”تم میرے محبوب و مألوف کے فراق سے خوش ہوتے ہو: حالانکہ بسا اوقات یہ ہونا ہی کہ مہینے کی آخری تاریخ میں چاند چھپ جایا کرتا ہی!“  
 (۷) ”کیا تم سمجھتے ہو کہ تسلی و بے غمی کی ہوا چل پڑی ہی؟ یا نہ کہ وہ میند ہی جو اونگھ کی صورت میں آئی ہی؟“  
 (۸) ”اگر دل مسوزن عشق کا معالکہ کرنے سے عاجز و درماندہ ہو گیا ہو، تو خدا کرے کہ اسی کے مددگار یعنی میرے آنسو اُسے بے یار و مددگار چھوڑ دیں!“  
 (۹) وہ کہ جس کے قد کے نگاہ کے سامنے سے ہٹ جانے نے میرے دل کو یارہ پارہ کر دیا ہی، اور جس کے طول رخسار سے میرا عذر قائم ہوا ہی۔  
 (۱۰) یا وہ کہ جس کے نقاب نے صبح روشن کو پا مال کر دیا ہی، اور جس کے دوپٹے نے شب تاریک کو احاطہ کر لیا ہی۔  
 (۱۱) وہ ایک شاخ ہی، مگر جانیں اس کا داغ ہیں؛ وہ ایک آہو برہ ہی، مگر دل اس کے لئے بمنزلہ درختان عرار کے ہیں۔  
 (۱۲) اُس کی پیشانی بدر کامل پر ہنستی ہی، بعینہ جیسے کہ اُس کے تکتہ ہائے قمیص آفاق کو حقیر سمجھتے ہیں۔  
 (۱۳) اُس کے اشجار شہبائے وصل میں خوبو کے ساتھ اُس کی بے باکیوں اور خونریزیوں کو لئے ہوئے میرے پاس آیا کرتے تھے۔

- (۱۴) ویجود روض الحسن من ~~محببتہ~~ فیندی زندہ و بہارہ  
 (۱۵) حتی سقانی الدھر کاس فراقہ فسکرت سکر لا بفیق خصارہ  
 (۱۶) ووفت فی سل المحصّ موفقا للبین من حب القلوب جمارہ  
 (۱۷) حیران اعمی الطرف وهرسماوہ و اذاب فیہ القلب وهو قرارہ  
 (۱۸) ولئن یذبہ وهو منواہ فکم قد احرقت عود العفارہ نارہ  
 (۱۹) ان بہنہ انی اذعت لحبہ قلبی و ذاعت عنده اسرارہ  
 (۲۰) فلیہن قلبی ان شکاکہ وشاحہ لسرارہ فقتص منہ سوارہ  
 (۲۱) فوحسنہ لقد انتدبت لوصفہ بالجل لولا ان حمصا دارہ  
 (۲۲) بلد رمتنی بالمني اغصانہ و تنجرت لی بالندی انہارہ  
 لٰن ابن عمار کو المعتمد کے ساتھ عجیب واقعات پیش آئے۔  
 اہل اندلس نے اُن کے جمع کرنے میں اعتنا کیا ہی، اور میں انشاء اللہ

ترجمہ :-

- (۱۴) میرے آنسو بیک بیک کر ناع حسن کو سیراب کرنے میں، جس سے اُس کے گلہائے رند و بہار ہو جاوے۔  
 (۱۵) آخر زمانے نے مجھے اپنا حام فراق پلا دیا، جس سے میں ایسا مد ہوش ہو گیا کہ اُس مد ہوشی سے کبھی افاقہ نہیں۔  
 (۱۶) اور میں مقام محصب کی طرح کھڑا رہ گیا، کہ دلوں کی محبت اُس پر جدائی کے سنگریزے برسا رہی۔  
 (۱۷) حیران اور کور چشم، حالانکہ وہ اُس کا آسمان ہی۔ اُس نے اُس میں دل کو پگھلا دیا ہی، حالانکہ وہی اُس کا مقر تھا۔  
 (۱۸) اور اگر اُس نے اُس کو اُس کی قرارگاہ میں پگھلا دیا، تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہی، کیونکہ اُس کی آگ اکثر عفارہ درخت کی لکڑی کو جلا دیا ہی۔  
 (۱۹) اگر وہ اُس سے خوش ہونا ہی کہ میں نے اُس کی محبت میں اپنے دل کو پگھلا دیا ہی اور اُس کے پاس اُس کے راز فاش ہو گئے ہیں۔  
 (۲۰) تو میرے دل کو خوش ہونا چاہئے، اگر اُس کا ہار اُس کی ہمت اور تیزی کی شکایت کرے، کہ اُس کی ہمت کم ہو گئی۔  
 (۲۱) قسم ہی اُس کے حسن کی کہ اگر شہر حمص اُس کا گھر نہ ہوتا تو میں اُسے ضرور بیابان کہتا۔  
 (۲۲) وہ اُنکے ایسا شہر ہی جس کی شاخوں نے میرے دل کو آرزو مند کر دیا ہی اور جس کے دریاؤں نے مجھے پانی سے سیراب کر دیا ہی۔ (مترجم)

اُن مین سے صحبے جو کچھ یاد ہی نہاں درج کرونگا : مگر اُسی شرط کے ساتھ جس کا مبن نے التزام کیا ہی ، اور اس حد سے نہ گزرونگا جو مین نے مقرر کی ہی . وجہ یہ ہی کہ مین نے شروع شباب مین ابن عمار کے ان حالات کی طرف ، جو المعتمد کی صحبت مین آداب کے متعلق گزرے ، خاص توجہ کی تھی . مین نے اپنے حافظہ کے خزانے کے تلاش کیا ، تو ان مین سے بہت کم کو موجود پایا ، اور وہی مین اشاع اللہ عز و جل یہاں بھی درج کرتا ہوں \*

ان کا نام محمد بن عمار اور کنیت اربکر ہی . ان کی اصلیت شہر شلب کے اعمال مین سے شنوبوس نامی ایک قریہ سے ہی . ان کا اور ان کے والد کا مولد یہی مقام ہی . ان کا خاندان ایک گمنام خاندان تھا . ان کو با ان کے اسلاف کو رمانہ قدیم یا خود ان کے انام مین کوئی ریاست یا شہرت حاصل نہ تھی ، نہ اس زمانے مین ان مین سے کسی کا ذکر کیا گیا ہی . ابن عمار ابھی طفلی ہی مبن تھے کہ شلب مین وارد ہوئے . وہیں بڑھے اور وہیں علماء کی ایک جماعت سے ، جن مین ابو الحجاج بوسف بن عیسیٰ الاعلم بھی شامل ہیں ، علم ادب حاصل کیا . پھر قرطبہ گئے . وہاں بھی علم ادب حاصل کیا ، شعر و شاعری مین مہارت پیدا کی اور اسی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا . وہ اندلس بھر مین اسی سے فائدہ اٹھاتے پھرتے تھے . وہ سوا بادشاہان اندلس کے اور کسی بادشاہ کی مدح کی خصوصیت نہیں کرتے تھے . وہ اسکی پرواہ نہ کرتے تھے کہ ان کو کوئی بادشاہ عطیہ دیتا ہی یا معمولی بازاری آدمی . اس کے متعلق ان کا ایک عجیب لطیفہ ہی : وہ یہ کہ وہ اپنے مختلف اسفار مین سے ایک کے دوران مین شلب گئے . اس وقت ان کی یہ حالت تھی کہ ان کے پاس سوا ایک سواری کے جانور کے اور کچھ نہ تھا ؛ اور طرہ یہ کہ اس جانور کے لئے بھی چارہ تک نہ تھا . انہوں نے بازاریوں مین سے ایک بڑے آدمی کی شان مین چند اشعار

کہہ کر اس کے پاس بھیج دئے۔ اس شخص نے ان کی یہ قدر کی کہ جو کا توبرہ بھر کر ان کے پاس بھیج دیا، اور انہوں نے اس کو بہت ہی بڑا صلہ اور بہترین انعام سمجھا۔ پھر یہ اتفاق ہوا کہ ابن عمار کے حال میں ترقی ہوتی چلی گئی، قسمت نے ان کی مساعدت کی اور بخت نے یازری۔ ہوتے ہوتے بہ نوبت آئی کہ المعتمد نے صاحب امر ہوتے ہی ان کو شہر شلمب اور اس کے اعمال کا حاکم مقرر کر دیا۔ چنانچہ وہ اپنے بہت سے سوار، غلام اور حشم لیکر وہاں پہنچے؛ اور ایسی نخوت دکھلائی کہ المعتمد علی اللہ نے اپنے والد المعتمد باللہ کی طرف سے وہاں کا حاکم مقرر ہونے کے وقت نہ ظاہر کی تھی۔ ابن عمار نے سب سے پہلی بات جو وہاں جا کر دریافت کی وہ اپنے جو عطا کرنے والے شخص کے متعلق تھی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ”وہ شخص کیا کرتا ہے؟ زندہ بھی ہے؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں“۔ یہ سن کر انہوں نے وہی توبرہ جو اس نے جو سے بھر کر بھیجا تھا، درہموں سے بھر کر اُس کے پاس بھیج دیا اور اپنے قاصد کے ہاتھ پہنچا کہ ”اگر تم اس کو گندم بھر کر بھیجتے تو ہم سونا بھر کر دیتے“۔ غرض کہ ابن عمار یوں ہی پریشان حال رہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، تمام اندلس میں طامب جود و عصف میں سرگردان بھرنے لگے، تا آنکہ ان کی المعتمد باللہ ابو عمر تک رسائی ہو گئی اور انہوں نے ان کی مدح میں اپنا وہ مشہور و معروف قصیدہ پڑھا، جس کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ :-

اذا الزجاجة فالنسيم قد ابري والنجم قد صرف العنان عن السرا  
والصبح قد اهدي لنا كافورة لما استرد الليل منا العنبرا  
اسی قصیدے میں المعتمد کی مدح میں کہتے ہیں کہ :-

۱ ترجمہ :- آہگینہ کو گردش دو، کہ نسیم چلنے لگی ہی اور ستاروں نے بھی اپنے سر ہبینہ سے باگ موڑی ہے۔

اور صبح نے اپنا کافور ہم کو دکھا دیا ہی، کیونکہ رات نے اپنا عنبر ہم سے واپس لے لیا ہی۔ (مترجم)

۱ عباد المخفض نائل كفه والبدوء قد لبس الرداء الغبرا  
 قداح زند المسجد لا ينفك من دار الوغى الا الي نار العرا  
 يختار ان يهب الحريدة كاعبا والطرف اجرد والحسام مجهورا  
 اسی قصیدے میں ایک واقعہ کی تعریف میں جو المعتضد کو  
 بربر میں پیش آبا تھا، کہتے ہیں -

۲ شقیّت بسيفك امة لم تعتقد الا اليهود وان تسموا بربرا  
 اثممت رمحك من رعووس كما اثم لما رايت العصى بعشق منمرا  
 وخضبت سيعك من دماغ نحرهم لما عهدت الحسن يلبس احمر  
 اس قصیدے میں ایک بیت ہے کہ اُس کا منیل نہ کسی متقدم نے  
 کہا نہ متاخر نے؛ اور وہ یہ ہے :-

السيف اوضح من زناد خطبة في الحرب ان كانت يمينك منبرا  
 [یعنی۔ تلوار دوران جنگ میں زیاد سے بھی زیادہ فصاحت  
 کے ساتھ تفریر کرتی ہے، بشرطیکہ آپ کا دھندا ہنہ منبر ہو۔ (مترجم)]  
 المعتضد نے اس قصیدے کو سن کر بہت پسند کیا، ابن عمار کو  
 مال اور کپڑے اور سوارے عطا کیے، اور حکم دیا کہ اُن کا نام شمعراء کے  
 دفتر میں درج کر دیا جائے۔ پھر اُنکا تعلق المعتمد علی اللہ سے ہو گیا،

۱ ترجمہ :- عباد، حسن کے ہاتھ کی بخشش نو تارہ رھتی ہے، اور جوہ نے عمار  
 آلود چادر اوزھ لی ہے۔

وہ مجد کے چماق سے آگ نکالنا ہے، اور آتش جنگ سے علیحدہ ہوتا ہے تو  
 آتش مہمان نواری ہے کو سوزان کرتا ہے۔  
 جب وہ کسی کو انعام دے لگتا ہے نو دھنر مار بسان، اسے اجرد اور شمشیر  
 جواہر نگار کو انتخاب کرتا ہے۔ (مترجم)

۲ ترجمہ :- آپ کی تلوار سے ایکہ ایسی قوم بر بد بختی نوٹ پڑی جو اعتقاداً یہودی  
 ہے اور بربر کہلاتی ہے۔

آپ نے اپنے نبزے کو اُن لوگوں کے دلاوروں کے سروں سے باردار کر دیا، جب آپ نے  
 دیکھا کہ شاہ باردار اچھی معلوم ہوئی ہے۔  
 اور آپ نے اپنی تلوار کو ان کے سینوں کے خون سے رنگ دیا، جب آپ نے دیکھا  
 کہ حسن سرخ رنگ کے لباس سے پیدا ہوتا ہے۔ (مترجم)

جو اُن دنوں جوان تھے۔ اُن کی وحہ سے اُن کے حال و دین اور بھی تری ہوتی چلی گئی؛ اور ان کے طفیل و وسیلہ سے ان کی قیت بھی بڑھ گئی اور مضبوطی ہرتی گئی۔ بہن نکت کہ وہ المعتمد کے مہمردن خاص مدن سے ہو گئے اور بہن نونت آ گئی کہ المعتمد ان کو اپنے مٹوئے سینہ بھی زیادہ ترور اور ایفی حبل ورد سے بھی زیادہ فروب رکھے لگے اور دن رات مدین کسی وقت اُن سے جدا نہ ہوتے۔ اُسکے بعد اتفاق یہ ہوا کہ المعتمد علی اللہ اپنے والد کی جانب سے نسل کے حاکم مقرر ہو گئے۔ اُنہوں نے ابن عمار کو اپنا ورور بنالیا اور تمام امور کو اُن ہی کے ہاتھ میں دے دیا۔ ابن عمار ان پر اس شدت سے غلب ہو گئے کہ دونوں کی برائیاں سننے سننے لوگوں کے کان پکٹ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ المعتمد نے بھی بہی مناسب سمجھا کہ دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ جناحہ، جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے اُن کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ وہ انتہاء بلاد اندلس میں یوں ہی مسافرانہ پھرتے رہے۔ آخر جب المعتمد کا انتقال ہو گیا، تو المعتمد نے ان کو دوبارہ بلا کر پھر مقربان خاص میں شامل کر لیا۔ بہن تک کہ وہ المعتمد کے ساتھ ایسے ایسے امور میں شریک تھے کہ جن میں کوئی شخص اپنے بیٹھی یا باب کو بھی شریک نہیں کرتا۔ جس زمانے میں یہ دونوں شلب میں تھے، ابن عمار پر ایک عجیب واقعہ گزرا۔ وہ یہ کہ ایک رات کو المعتمد نے ان کو اپنی مجلس اُنس میں بلانا، جیسا کہ اُن کی عادت تھی۔ لیکن اُس رات انہوں نے ان پر زیادہ اکرام مبذول فرمائے۔ جب سونے کا وقت ہوا، تو المعتمد نے ابن عمار کو قسم دی کہ وہ ان ہی کے تکیہ پر سر رکھ کر سرگین۔ جناحہ ابسا ہی ہوا۔ ابن عمار کا دین ہی کہ ”خواب میں مٹین نے سنا کہ ہانف غیب سے کہتا ہے کہ ”ای مسکین! اس پر غرہ نہ ہونا۔ یہ شخص تجھ کو عنقریب قتل کر دیگا، کچھ ہی عرصہ گزرے گا!“ میں گھبرا کے جاگ اُٹھا اور تعون کیا۔ مگر پھر

سونا نو ہاتف نے پہلے کی طرح پھر مجھ سے بڑھی کہا۔ مین پھر بیدار ہو گیا؛ اور پھر سونا تو نیسری مرتبہ پھر وہی بات سنی۔ مین پھر جاگ اٹھا، کیزے اُتار ڈالے اور ایک بوریا اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ پھر یہ ارادہ کیا کہ قصر کے دروازے تک پہنچ جاؤں اور صبح ہو تو پوشیدہ طور پر نکل جاؤں، ساحل بحر پر پہنچ کر سرحد کو چلا جاؤں، بربر کے پہاڑوں میں چارہوں اور وہیں مر جاؤں۔ اتنے میں المعتمد کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو نہ پایا اور میرے دھونڈھنے کا حکم دیا۔ مجھے قصر کے فریب فریب دھونڈھا گیا۔ وہ خود تلوار پر تیکی لگاتے ہوئے نکلے اور ایک شخص اُن کے آگے آگے شمع اُٹھائے ہوئے تھا۔ آخر انہوں نے ہی مجھے دھونڈھ نکالا اور وہ اس طرح ہوا کہ وہ قصر کے دروازے پر اس خیال سے آئے کہ یہ دیکھیں کہ آیا دروازہ کھلا ہوا ہے یا نہیں۔ پھر وہ اُس بورئے کے سامنے آکھڑے ہوئے جس میں مٹین لپٹا ہوا تھا۔ اتفاق سے مین اُس کے اندر ہل پڑا، جس سے اُن کو میرا اُسی میں ہونا معلوم ہو گیا، اور پوچھا کہ ”اس بورئے میں کیا ہے؟“ انہوں نے اُس بورئے کو کھولنے کا حکم دیا، نو مین اُسکے اندر سے بڑھنے جسم صرف با جامہ پہنا ہوئے برآمد ہوا۔ المعتمد مجھے دیکھ کر آنسو بھر لائے اور کہنے لگے ”ابوبکر! تم نے یہ حرکت کیوں کی؟“ مجھے سوا اس کے کچھ چارہ نہیں رہا کہ سچ بولوں۔ مین نے اپنا تمام قصہ شروع سے آخر تک بیان کر دیا۔ وہ سن کر ہنس پڑے اور بولے کہ ”بہ یثون ہی فضول خیال تھا، جو خمار کی وجہ سے پیدا ہو گیا۔“ پھر کہنے لگے کہ ”مین تم کو کیوں کر قتل کر سکتا ہوں؟ کیا تم نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو قتل کرتا ہے؟ کیا تم میرے لئے ایسے ہی نہیں ہو جیسے خود میری ذات؟“ ابن عمار نے اُن کا شکریہ ادا کیا، اور اُن کے طول عمر کی دعا کی۔ دونوں اس واقعہ کو بھول بسر گئے۔ چند روز اس پر گزر گئے اور وہ واقعہ پیش آیا، جس کی طرف عنقریب اشارہ کیا



جائیگا: ابن عمار کا خواب صحیح ہو گیا، اور المعتمد نے بقول اپنے خود ہی کو قتل کر دیا \*

الفصہ، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، حب المعتمد بادشاہ ہوئے تو ابن عمار نے اُن سے ولایت شلب ٹی درخواست کی، حو اُن کا شہر تھا اور جہاں اُنہوں نے بیرویش پائی تھی۔ المعتمد نے اُنکی درخواست منظور کی، اور وہاں کا والی مقرر کر دیا۔ وہاں کے تمام امیر خارجی و داخلی اُن کے سردر گردئے۔ جنانچہ وہاں ابن عمار کی ولایت قائم رہی: مگر المعتمد کو اُن سے ملنے کا اس قدر شوق ہوا کہ صبر نہ کر سکے۔ اُن کو وہاں سے بلادا اور ولایت شلب سے معزول کر کے اپنا وزیر بنالیا۔ المعتمد کے ساتھ اُن کی وہی کیفیت ہو گئی، جو ہارون الرشید کی جعفر بن یحییٰ برمکی کے ساتھ تھی۔ المعتمد اُن بڑے بڑے امور پر متعین کرتے اور مراتب عالیہ دیتے رہے۔ ابن عمار کو بھی حو کام ملتا تھا اُسے بخوبی احکام دیتے تھے۔ بلاد اندلس مبن اُنکی شہرت ہو گئی؛ بہان تک کہ ادفنش بادشاہ روم کے سامنے جب کہتی ابن عمار کا نام آتا تو کہتا کہ وہ ”جزیرہ نما والا“ ہے۔ ابن عمار ہی نے اُس کو اشبیلیہ، قرطبہ، اور اُن دونوں کے اعمال پر حملہ کرنے سے روک دیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب ادفنش بہت ضخیم فوج لے کر المعتمد کے ملک پر چڑھائی کرنے نکلا؛ تو لوگ اُس سے ڈرنے لگے، سب پر اُس کا رعہ پڑ گیا، اور اُن لوگوں نے اپنی کمزوری کی وجہ سے یہ یقین کر لیا کہ وہ اُس کو روک نہ سکیں گے۔ ابن عمار نے نہایت عمدہ حیلے اور آسان تدبیر سے اُسکو وہاں سے واپس لوٹا دیا۔ اُس حیلے کی صورت یہ تھی کہ ابن عمار نے ایک شطرنج (بساط اور مہرے) ایسی مضبوط اور عجیب و غریب بنوائی تھی کہ اُس جیسی کسی بادشاہ کے پاس بھی نہ تھی۔ مہرے آبنوس، عود رطب اور صندل کے تھے، جن پر سونے کا کام تھا۔ اُس کی بساط بھی بڑی مضبوط تھی۔ ابن عمار المعتمد کے سفیر بن کر

ادفنش کے یس کئے، اور بلادِ اسلام کے آغاز سرحد ہی میں اُس سے ملائی ہوئے۔ ادفنس نے اُن کا بڑی تعظیم کے ساتھ خیر مقدم کیا، بہت اکرام کیا، اپنے ارکانِ دولت کو اُن کی خدمت پر مامور کیا، اور حکم دیا کہ اُن کی تمام ضروریات بہت جلد مہیا کی جائیں۔ ان عمارنے وہ بساط نکال کر ادفنش کے بغضِ خواص کو دکھلائی۔ اُنہوں نے اسے دلنہاد کو اُس کی اطلاع کر دی۔ نہ بے دین یعنی ادفنش شطرنج کا بڑا شوقین تھا۔ جب وہ ابنِ عمار سے ملا، تو پوچھنے لگا کہ ”آپ شطرنج کیسی کھیل سکتے ہیں؟“ ابنِ عمار کو شطرنج کھیلنے میں نہایت اعلیٰ درجہ کی مہارت تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے اسے یہی کہہ دیا۔ ادفنش نے کہا کہ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس ایک عجیب و غریب شطرنج ہے۔“ ابنِ عمار نے کہا ”ہاں۔“ اُس نے کہا کہ ”ہم اُس کو کیوں کر دیکھ سکتے ہیں؟“ ابنِ عمار نے ترجمان سے کہا کہ ”کہ دو گئے میں شطرنج لئے آتا ہوں۔“ مگر اس شرط سے کہ میں تمہارے ساتھ کھیلونگا۔ اگر تم نے مجھے ہرا دیا تو شطرنج تمہاری، اور اگر تم ہار گئے تو میں تم سے جو چاہوں کروالوں۔“ ادفنش نے کہا کہ ”شطرنج یہاں لے آؤ تاکہ ہم اُسے ایک نظر دیکھ لیں۔“ چنانچہ ابنِ عمار نے ایک شخص کو بھیجا، جو جاکر شطرنج لے آیا۔ جب اُسے اُس نے دین کے سامنے رکھا، تو اُس نے ازروئی ادب و استعجاب اپنے سینے پر صلیب کی شکل بنائی اور کہنے لگا کہ ”مجھے نہ خیال بھی نہ تھا کہ شطرنج کی درستی اور مضبوطی اس حد کو پہنچ سکتی ہے۔“ پھر ابنِ عمار کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ”آپ کی کیا رائے ہے؟“ اُنہوں نے اپنے پہلے ہی کلام کا اعادہ کیا۔ ادفنش نے کہا کہ ”میں آپ کے ساتھ کسی نامعلوم شرط پر نہ کھیلونگا۔ خبر نہیں آپ مجھ سے کیا طلب کریں، اور وہ مجھ سے ممکن نہ ہو۔“ ابنِ عمار نے کہا کہ ”میں بغیر اس شرط کے نہ کھیلونگا۔“ یہ کہہ کر اُنہوں نے شطرنج اٹھالی۔ ابنِ عمار نے ارادے کا

رازِ ادفنش کے چند ثفہ ارکانِ دولت کو بتا دیا، اور اُن کو بہت سا مال اس شرط پر دیا کہ وہ ادفنش کو کھیلنے کا مشورہ دیں۔ چنانچہ اُنہوں نے یہی کیا۔ اُس بے دین کا دل بھی شطرنج میں پڑا رہا، اور اس کے خواصِ دولت نے بھی اُسے وہی مشورہ دیا، جو ابنِ عمار نے سکھا دبا تھا۔ اُنہوں نے اس معاملے کو اس کے سامنے آسان کر کے ظاہر کیا اور کہا کہ اگر آپ اس پر غالب ہو گئے، تو آپ کے پاس وہ شطرنج آجائیگی جو کسی بادشاہ کے پاس بھی نہ نکلیگی؛ اور اگر وہ آپ پر غالب آگیا، تو اس کی کیا مجال ہے کہ وہ آپ پر کوئی حکم لگائے۔ اور یہ بھی ادک عیدِ ناک امر ہے کہ کوئی شخص بادشاہ سے کچھ طلب کرے اور وہ اپنا عجز ظاہر کرے۔ اگر ابنِ عمار نے آپ سے کوئی ایسی بات طلب کی، جس کا اتمام ناممکن ہو، تو ہم اُس کو رد کر دینے کا ذمہ لیتے ہیں۔“ غرض کہ اُنہوں نے اسی قسم کی باتیں کیں، بہانے تک کہ ادفنش نے منظور کر لیا اور ابنِ عمار کو بُلا بھیجا۔ وہ آئے تو اپنے ہمراہ شطرنج بھی لیتے آئے۔ ادفنش نے اُن سے کہا کہ ”مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔“ ابنِ عمار نے کہا کہ ”میرے اور اپنے درمیان میں چند گواہ مقرر کر دو“ جنکے نام اُنہوں نے بتا دیئے۔ چنانچہ ادفنش نے اُن لوگوں کو بلوا بھیجا۔ وہ لوگ آ گئے، اور کھیل شروع ہوا۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں، ابنِ عمار اتنے بڑے شاطر تھے کہ کوئی شخص اُن کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اُنہوں نے تمام حاضرین کے سامنے ادفنش پر ایسا غلبہ پایا کہ اُس بے دین کو اُس میں کسی طرح کی جوں و چرا کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ جب غلبہ تسلیم کر لیا گیا، تو ابنِ عمار نے کہا کہ ”اب میرے لئے حائز ہے کہ جو جاہوں حکم لگائیں۔“ ادفنش نے کہا ”ہاں۔ بتلائے کیا حکم ہے۔“ ابنِ عمار نے جواب دیا کہ ”یہ ہے کہ تم یہاں سے اپنے شہر کو واپس چلے جاؤ۔“ بے سن کر اُس بے دین کا مُنہ کالا ہو گیا۔ وہ کبھی کھڑا ہوتا اور کبھی بیٹھتا تھا۔ پھر

اُس نے اپنے خواص دولت سے کہا کہ ”میں اسی سے ڈرتا تھا۔ تم ہی نے مجھ پر بہ امر آسان کر کے ظاہر کیا تھا۔“ اور اسی قسم کی باتیں کیں۔ اُس نے ارادہ کیا کہ اپنے عہد و اقرار سے پھر جائے اور اس معاملے سے روگردانی کرے۔ مگر خواص دولت نے اس بات کو قبضہ قرار دیا اور کہا کہ ”آپ کے لئے ایسا کرنا موروں نہیں ہی“ کیونکہ آپ اپنے وقت میں تمام نصاریٰ کے بادشاہ ہیں۔“ غرض کہ وہ لڑتے ہی اسی نوع کی باتیں کرتے رہے۔ آخر اُسکو تسکین ہو گئی اور کہنے لگا کہ ”میں اُس وقت تک یہاں سے نہ جائیگا کہ جب تک میں اس سال کے علاوہ اور دو سال کے محاصل وصول نہ کر لوں۔“ ابن عمار نے کہا کہ ”ہاں ہم یہ سب کچھ تم کو دے دیں گے۔“ چنانچہ جتنا کچھ ادفنش نے طلب کیا تھا ابن عمار نے اُسے دے دیا: ادفنش اُسے لے کر واپس چلا گیا۔ خدا نے اُس کی شرارت کو روک دیا، اور اپنے فضل و کرم سے اُس کو مسلمانوں کے مقابلے سے باحسن الوجہ دفع کر دیا۔ ابن عمار اشبیلیہ واپس چلے گئے اور المعتمد اُن سے بہت خوش ہوئے \*

اس واقعہ کے بعد المعتمد کو مرسیہ اور اس کے اعمال پر جو تدمیر کے نام سے مشہور تھا، قبضہ جمانے کی ہوس پیدا ہوئی۔ یہ تمام علاقہ ابو عبد الرحمان محمد بن طاہر کے قبضے میں تھا۔ وہی اُسکا مدبر امر بھی تھا۔ المعتمد نے بڑی بڑی فوجیں جمع کیں اور ابن عمار کو اس امر کا کفیل بنایا کہ وہ ان افواج کو لیکر جائیں اور ابن طاہر کو مرسیہ سے خارج کر دیں۔ چنانچہ ابن عمار نے اپنے اس عہدے کو بخوبی سرانجام دیا، اور ابن طاہر کو وہاں سے نکال دیا۔ ابن طاہر وہاں سے نکل کر بلنسیہ میں بنو عبد العزیز سے جا ملا، اور وہیں رہتے رہتے انتقال کیا: (رحمہ اللہ) \*

جب حسب ذکر بالا، ابن عمار بنو طاہر کے دارالملک، مرسیہ، پر قابض ہو گئے، تو ان کی نیت بگڑ گئی۔ اُن کی بد نیتی نے اُن کو

یہ سکھایا کہ اس علاقے پر دست درازی کریں اور خود قابض ہو جائیں ۔ وہ اس کے لئے طرح طرح کے حیلے کرتے رہے اور بغض حیلے کارگر بھی ہوئے ، اور مرسیہ اور اُس کے اعمال اُن کے مطیع ہو گئے ۔ پھر اُن کو ملکِ بلیسیہ کی طمع پیدا ہوئی ۔ آخر ان کے برخلاف اہل مرسیہ میں سے ایک شخص ابن رشیق نامی کہڑا ہوا گیا ۔ ابن رشیق کا باپ افواج مرسیہ کا ایک مشہور سپاہی تھا ۔ صورت حال یہ ہوئی کہ ابن عمار اپنے کسی امر کے لئے باہر گئے تھے ۔ ابن رشیق نے اس علاقے پر دعویٰ کیا ، اور عوام الناس اور کچھ فوج ان کے ساتھ ہو گئی ۔ ابن عمار نے یہ سنا ، تو وہ یلغار کرتے ہوئے پہنچے : مگر شہر کے دروازے بند تھے ۔ انہوں نے اپنے ہمراہیوں کو لیکر چند دن تک شہر کا محاصرہ کئے رکھا ۔ مگر شہر نے ان کا مقابلہ کیا ، اور وہ اُس میں داخل نہ ہو سکے ۔ اب وہ حیران تھے کہ کیا کریں اور کہاں جائیں ۔ المعتمد کو معلوم ہو چکا تھا کہ ابن عمار اُن کے خلاف ہو کر اطاعت سے نکل چکے ہیں ۔ ابن عمار کو سوا اس کے اور کوئی چارہ نہ سوجھا کہ وہاں سے بھاگ کر کوئی پناہ کی حکمت تلاش کریں ۔ چنانچہ وہ فرار کر کے سر قسطہ میں بنو ہود کے پاس جا پہنچے ، اور وہیں قیام کیا ۔ آخر وہ اُن پر بھی بار معلوم ہونے لگے : بنو ہود بھی اُن کی فتنہ پردازي سے خائف ہو گئے ، اور جو کچھ انہوں نے اپنے آقا اور ولی نعمت کے ساتھ کیا وہ ان کی نگاہ میں کھٹکنے لگا ۔ چنانچہ بنو ہود نے ان کو اپنے بلاد سے نکال باہر کیا ۔ اب یہ کیفیت رہی کہ وہ ایک شہر سے دوسرے کی طرف نکال دئے جاتے تھے اور سب بادشاہ اُن کو برا سمجھتے تھے ۔ شدہ شدہ وہ اندلس کے قلعوں میں سے ایک قلعہ موسومہ بہ شقورہ میں پہنچے ، جو نہایت مضبوط و محصور تھا اور جس پر ایک شخص ، ابن مبارک ، متغلب تھا ۔ اس نے ان کی خوب آویہکت کی اور اچھی طرح مہمان نوازی سے پیش آیا ۔ مگر چند دن کے بعد اُسے بھی ایک تدبیر سوجھ گئی ،

اور اُس نے اُن پر قبضہ پا کر اُن کو قید کر دیا اور اپنے قید خانے میں محبوس کر دیا۔ جر، ابن عمار نے اُس کا یہ سلوک دیکھا، تو اُنہوں نے ابن مبارک سے کہا کہ ”تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ تم تمام شاہان اندلس کو اس امر کی اطلاع دو کہ میں تمہاری قید میں ہوں، اور صحیحے ان سب کے پاس پیش کرو۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو میری خواہش نہ کرے گا۔ جس کو میری طرف زیادہ رغبت ہوگی وہ تمکو انعام دے گا، اور تم صحیحے اُسی کے پاس بھیج دینا“۔ ابن مبارک نے یہی کیا۔ اندلس کے ہر ایک بادشاہ نے ابن عمار کو لینے کی خواہش کی۔ اُن ہی میں سے المعتمد نے بھی اُن کو بلانے کے لئے لکھا۔ اسی واقعہ کے متعلق ابن عمار کہتے ہیں کہ :-

اصبحت في السون ينادي علي راسي بانواع من المال  
والله ما جار علي ماله من ضمني بالثمن الغالي

[یعنی :- میری یہ حالت ہو گئی کہ میرے لئے طرح طرح کے مال و زر کی قیمتیں پزنی لگیں۔ بخدا جس شخص نے میرے لئے بڑی قیمت لگائی اُس نے اپنے مال پر کچھ ظلم نہیں کیا۔ (مترجم)]

اسی قید کی حالت میں ابن عمار نے کسی سے استنظاف کی غرض سے ایک نورۃ (استرا) مانگا؛ مگر عذر کیا گیا۔ پھر اُنہوں نے موسیٰ مانگا، تو اُس نے لا دیا۔ اس واقعہ کا وہ یوں ذکر کرتے ہیں :-

بوسا شقورة عندي اربي علي كل بوسا  
فدفت هرون فيها فضلت اطلب موسى

[یعنی :- میرے لئے شقورۃ نہایت منحوس تھا؛ ایسا منحوس کہ اُس کی نحوست سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ وہاں میں نے ہارون کو گم کر دیا، تو میں موسیٰ کو مانگنے لگا۔ (مترجم)]

المعتمد علی اللہ نے اپنے چند آدمیوں کو زر و مال اور گھوڑے دیکر اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ جاکر ابن عمار کو ابن مبارک کے ہاتھ سے

چیزا لائین ' اور اُن سے کہہ دیا کہ جب ابن عمار اُن کی سردگی میں آجائیں تو وہ اُن کی احتیاط کریں اور بیزبان دال دین۔ عرصہ بہ لوگ اُن کو لیکر نکلے اور قرطبہ پہنچے۔ اثنو سے اُن دنوں المعتمد بھی وہیں تھے۔ ابن عمار بدترین اور تباہ حال سے قرطبہ میں داخل ہوئے۔ وہ حجر ہر سوار تھے اور دو ہوشیار محافظ ساتھ تھے۔ اُن کی بیزبان لوگوں کو صاف نظر آتی تھیں۔ المعتمد نے ہر خاص و عام کو حکم دیا تھا کہ سب نکل کر ابن عمار کو اس بد حالی میں دیکھیں۔ اس سے قبل جب ابن عمار قرطبہ میں داخل ہوئے تھے تو خروشی مدائی کئی تھی؛ رؤساء واعین شہر ان کے استقبال کے لئے ہر آمد ہوئے تھے اور اُن میں سے جو ابن عمار کے ہاتھ کو بوسہ دے سکا تھا با جس کے سلام کا اُنہوں نے جواب دے دیا تھا وہ خود کو خوش نصیب سمجھتا تھا اور بقی لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ اگر وہ ان کے پاس نکت پہنچ بھی سکے تھے تو یا اُن کی رکاب کو جوم سکے تھے یا اُن کے کپڑے کے پلے کو۔ بلکہ اس وقت ایسے لوگ بھی رہ گئے تھے جو اُن تک نہ پہنچ سکے بلکہ صرف دور ہی سے دیکھ لیا۔ پاک ہی اللہ جو احوال کو بدلتا اور دولتوں کو گردش دیتا رہتا ہی! الفصہ ابن عمار عزت و سرفرازی بلندی دولت اور ریاست عالیہ کے بعد اُس ذلت و خواری کی حالت میں قرطبہ میں داخل ہوئے جو ہم نے بیان کی ہی۔ وہ ذلیل تھے خائف تھے فقیر تھے اور سوائے اُن کپڑوں کے جو اُن کے جسم پر تھے وہ کسی چیز کے مالک نہ تھے۔ پاک ہی وہ ذات جس نے اپنا دیا ہوا اُن سے چھین لیا اور جتنا مال و متاع اُن کے پاس تھا اُس سے اُنکو روک دیا!!

ابن عمار کے محافظین میں سے ایک نے اُن کے فرط دکاوت اور سرعت ذہن کا یہ قصہ بیان کیا ہی کہ ”جب ہم قرطبہ کے قریب اس طرح پہنچے کہ لوگ ہمیں دیکھ رہے تھے“ نو ہم نے دیکھا کہ ایک سوار شہر سے نکل کر گھوڑا دوڑاتا ہوا ہماری طرف آ رہا ہی۔ جب ابن

عمار نے اُس کو دیکھا، نو اُنہوں نے اپنا عمامہ سر سے اُتار لیا۔ وہ سوار آیا، ہم تک پہنچ کر ابن عمار کی طرف دیکھا اور ہماری صف میں شامل ہو کر جیلنے لگا۔ ہم نے اُس سوار سے سوال کیا کہ ”تم کیوں آئے ہو؟“ اُس نے کہا کہ ”میں جس کام کے لئے آیا تھا، وہ اس شخص نے اپنے تک پہنچنے سے پہلے ہی کر لیا۔“ اُس وقت ہم کو معلوم ہوا کہ یہ سوار اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ ان کا عمامہ ان کے سر سے اُتار دے۔“

العرض ابن عمار المعتمد علی اللہ کے سامنے اس حال میں پیش کئے گئے جو بیان کیا گیا : کہ وہ اپنی بیڑیاں پہنے ہوئے چل رہے تھے۔ المعتمد نے اُن کے سامنے اپنے عطیات اور نعمتوں کو گننا شروع کیا، اور ابن عمار سر جھکائے ہوئے سب کچھ سنتے رہے، اور ہمکے تک نہیں۔ جب المعتمد سب کچھ کہہ چکے تو ابن عمار نے صرف یہ ہی جواب دیا کہ ”جو کچھ حضور نے (خدا آپ کو سلامت رکھے) فرمایا ہے، میں اُس سے انکار نہیں کرتا۔ اور اگر انکار کروں بھی تو ناطق جبریں تو ابک طرف رہیں، جمادات تک میرے خلاف شہادت دینگے۔ میں نے بیجا کیا، حضور معاف فرمائیں؛ میں نے گناہ کیا، حضور عفو فرمائیں۔“ المعتمد نے کہا ”افسوس، یہ ایسا گناہ نہیں کہ معاف کیا جائے۔“ اُنہوں نے حکم دیا کہ ابن عمار کو کشتی میں بٹھا کر اشبیلیہ لے جائیں۔ حناچہ ان کو اشبیلیہ میں بھی اُسی حال سے داخل کیا گیا جس سے وہ قرطبہ میں داخل ہوئے تھے، اور المعتمد کے قصر کے پھاٹک کے ایک جھروکے میں رکھے گئے۔ اس قصر کا نام ”القصر المبارک“ تھا، اور وہ ہمارے وقت تک باقی ہے۔ ابن عمار وہاں مدتوں قید رہے۔ اسی قید کے دوران میں ان سے بہت سے قصائد مذکور ہیں، اور وہ اسے ہیں کہ اگر ان قصائد کے توسل سے زمانے سے مدد مانگی جاتی تو وہ اپنے جور سے باز آجاتا، اور اگر فلک سے ان کے طفیل سے التجا کی جاتی تو وہ اپنا دور چھوڑ دیتا۔ مگر وہ قصائد ایسے قعوبذ تھے، جنہوں نے کوئی



اثر نہیں کیا؛ وہ دعائیں تھیں، حو فلول نہیں ہوئیں؛ اور وہ منکر تھے، جنہوں نے کوئی نفع نہیں دیا۔ چنانچہ ان قصائد میں سے یہ اشعار بھی ہیں:-

- (۱) سبائک ان عفت اندی واسجج وعذرک ان عاقبت اجلی وارض  
(۲) و ان کان بین الخطین مریۃ فانت الی الادنی من اللہ تجزع  
(۳) حذابک فی اخذی برایک لا تطع عداي ولو انزوا علیک وافصحوا  
(۴) فان رحای ان عذت غیر ما بخوض عدوی الیوم فیہ و منسرح  
(۵) ولم لا وفد اسلمت ودا وخدمۃ یکران فی لیل الخطا فیصبع  
(۶) و ہبني وقد اعقبت اعمال مفسد اما تفسد الاعمال ثمت تصلح  
(۷) افلنني بما بینی و بینک من رضی لہ نحو روح اللہ باب مفتح  
(۸) و عفت علی آثار جرم سسلکتھا بہتہ رحمی منک تمحو وتمصح  
(۹) ولا تلغفت قول الوشاة و رابہم فکل افاء بالذی فیہ برشح

ترجمہ:-

- (۱) اگر آپ معاف فرمائیں، تو آپ کے اخلاق و خصائل نہایت با سخا اور نیک ہیں؛ اور اگر آپ سرا دیں، تو آپ کا عذر نہایت روشن اور واضح ہے۔  
(۲) اگر طرفوں کے مابین کوئی مرمت ہو، تو آپ اُس کی طرف مائل ہونے میں جو اللہ سے نزدیک ہو۔  
(۳) آپ مجھ پر یہ لطف و کرم فرمائے کہ میرے متعلق اپنی رائے کو کام میں لائیے، مگر میرے دہمنوں کی بات نہ مانئے، گوکہ وہ آپ کی تعریف کریں اور فصاحت سے کام لیں۔  
(۴) کیونکہ میری امید وہ نہیں ہے جس میں آج میرا عدو خوض کرتا اور اکثر اکڑ کر چلتا ہے۔  
(۵) اور کون نہ ہو، جب کہ میں زمانہ سلف میں دوستی اور خدمت کا دم بھرتا تھا، جو خطاوں میں شب گزارنی تھیں اور بہر صبح کرتی تھیں۔  
(۶) میں نے نہ بھی فرض کیا کہ آپ نے ایک مفسد کے اعمال کی سزا دی ہے لیکن کیا اعمال ایک مرتبہ بگڑ کر پھر درست نہیں ہوا کرتے؟  
(۷) مجھے اپنے اور میرے مابین کے امور کے لئے معاف فرمائیے اور حوشنودی کو کام فرمائے، جو خوشنودی الہی کی طرف انک کھلا دروازہ ہے  
(۸) میں نے جو جرم کیا ہے اُس کے آثار کو مٹا دیجئے۔ آپ ایک ذرا سے رحم سے اُس کو محو اور وسیدہ کر سکتے ہیں۔  
(۹) آپ پھل غروں کی بات اور رے کی طرف التفات نہ فرمائے؛ کیونکہ ہر برتن میں سے وہی چیز تہکتی ہے جو اُس میں ہوتی ہے۔

- (۱۰) سیاتیک کی امری حدیث و قد اتی بزور بنی عبد العزیز موشع  
 (۱۱) وما ذاك الا ما علمت فاننى اذا ثبت لا انكث آسو وأحرج  
 (۱۲) كانى بهم لادر للله درهم اشاروا تبجاهى بالذمات وصرحوا  
 (۱۳) و قالوا اسىجزيه فلان بفعله فقلت و قد بعفو فلان و بصفح  
 (۱۴) الا ان بطشا للموبد يرتمي ولكن حلما للموبد يرحم  
 (۱۵) و ماذا عسى الو اشون ان يقر بدوا سوي ان ذنبى واضح متصح  
 (۱۶) نعم لى ذنب غير ان لى صفة بزل الذنب عنها فيسمع  
 (۱۷) عليه سلام كيف داربه الهوى الى فيدوا او علي فينزع  
 (۱۸) و بهنيه ان مت السلو فاننى اموت و لى شوى اليه مبرح  
 (۱۹) و بين ضلوعى من هواة نصيصة سنفنع لو ان الحمام يجلم
- ترجمہ :-

- (۱۰) مغرب آب میرے متعلق کوئی بات سننے: نو عبد العزیز کی رنگین دروغ  
 باہمی نو آب تک پہنچ ہی جکی ہی .  
 (۱۱) اور وہ وہی بات ہی جس سے آب واقف ہیں؛ کیونکہ میں جب کہی  
 صحت ناب ہو جانا ہوں، تو پھر غمزدہ اور مجروح ہو جانا ہوں .  
 (۱۲) گونا گے من ان کو دیکھ رہا ہوں (خدا ان کو سمجھے) کہ وہ لوگ یہ کہہ رہے  
 ہیں اور صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ آب میری اس مصیبت سے خوش ہیں:  
 (۱۳) اور وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اُسے اس کے فعل بد کا بدلہ دیگا . مگر میں نے  
 کہا کہ نہیں فلاں معاف کرے گا اور درگزر کرے گا .  
 (۱۴) ہاں، ایک مرید شخص کے لئے بکبارگی حملے کا اندیشہ ہو سکتا ہی، مگر  
 ایک مرید شخص کے لئے حلم و بردباری مرجح جز ہی .  
 (۱۵) نہ بھی ممکن ہی کہ شاید میرے دشمن جعل حور اور نہی بامین بڑھا کر  
 کہیں، علاوہ اس کے کہ میری خطا واضح اور یقیناً صبح ہی .  
 (۱۶) ہاں میری خطا ضرور ہی؛ مگر اس کی برداشت کے لئے ایک صاف و ہموار  
 چٹان بھی ہی، جس پر سے وہ خطا پھسل جائیگی اور گرجائے گی .  
 (۱۷) اُس پر سلام ہو، خواہ پھر اُس کی خواہش اُسے میری طرف راغب کر کے مجھ  
 سے قریب کر دے یا میرے خلاف کر کے مجھ سے جدا کر دے .  
 (۱۸) اگر میں مرجان تو اُسکا مجھے بھلا دینا مبارک ہو؛ کیونکہ میں اس حالت  
 میں مروت کا میرے دل میں اُس کے لئے ایک سوزان عشق موزن ہوگا .  
 (۱۹) میری پسلسوں میں اُس کی صحبت کا ایک تعویذ ہی . وہ ضرور رفع دیتا،  
 مگر موت حملے کر رہی ہی (مترجم)

کے مطابق اختصار العاظ اور صحت معانی کا لحاظ رکھتے تھے، مگر استباج (جن کو متاخرین نے شروع کیا تھا) کی طرف کبھی التفات نہیں کرتے تھے۔ البتہ چند ایک رسائل اسے ہیں، جو انہوں نے بغیر استدعا کے لکھے ہیں اور جن میں صحیح مروحہ ہی۔ ورنہ باقی رسائل، جو المعتمد کی طرف سے لکھے گئے ہیں اور میں نے دیکھے ہیں، ان میں وہ صحت مروحہ ہی جس کی میں تعریف کر رہا ہوں۔ مگر اس وقت بجھے ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں ہے کہ درج کروں \*

پھر ان ابوبکر کے بعد دوسرے با انکے بیٹے کے ہاں وزیر اجل ابو محمد عبد المجید ابن عبدون کاتب ہوئے۔ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اس قدر ہو چکا ہے کہ اب اس کے اعادہ و تکرار کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ ان دونوں کاتبوں سے بھی قبل سیر بن ابی بکر بن تاشفین امیر کے کاتب تھے۔ وہ اشبیلیہ میں المعتمد علی اللہ کے پاس گئے تھے اور اس وقت تک ان ہی کے ہاں عہدہ کتابت پر رہے کہ جب امیر المسلمین کی استدعا پر ان کے ہاں گئے۔ امیر المسلمین کے نام ان کا ایک خط ہے، جس میں وہ ان کو شہر شنترین (اعادھا اللہ) کی فتح کی خبر دیتے ہیں۔ سیر شہر مذکور کی فتح کے وقت وہاں موجود تھے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے ابو محمد نے یہ خط لکھا ہے —

”اللہ امیر المسلمین و ناصر الدین ابو الحسن علی بن یوسف بن تاشفین کے امر کو ہمیشہ قائم رکھے“ اس کے علم ہمیشہ دین کی مدد میں لہراتے اور اس کے فلموں کے تحریر کردہ احکام اقلیم سبعہ میں جاری رہیں!

”از اندرون شہر شنترین — جس کو خدائی تعالیٰ نے آپ کی حسن سیرت اور یمن طبیعت سے اہل اسلام کے لئے فتح کر دیا ہے۔

”تمام ترین حمد اللہ ہی کے لئے ہے: ایسی حمد، جس کے معانی تمام الفاظ شارحہ پر حاوی ہیں، جس کی قریب ترین نگاہ بھی

بلند ترین نگاہوں پر سبقت لے جاتی ہے ؛ جس کے چہرے کو بد دلی نہیں پہنچ سکتی ؛ جسکی کنہ کو کوئی تخصیص محدود نہیں کر سکتی ؛ جس کو کسی مثال یا اندازہ کا قبض و بسطہ احاطہ نہیں کر سکتا ؛ جسے نہ کسی خط کے ذریعے محصور کر سکتے ہیں ، نہ چپ و راست سے محدود ؛ نہ کوئی زمانہ اس قدر وسیع ہے کہ اس پر حاوی ہو ، نہ ابد میں اتنی قوت ہے کہ اس کو پورا کر سکے ، اور نہ عدد اس کا حساب کر سکتا ہے ؛ اور ایسی حمد کہ جب اس کے پیش روندگان سبقت لے جاتے ہیں تو پس آئندگان آگے آکر مل جاتے ہیں ۔ صلاۃ و سلام ہو محمد پر ، جو اس کے بندے ، اس کی وحی کے اصانت دار ، اس کے اوامر و نواہی کے سرانجام دینے والے ، امت کے نظام ، ائمہ کے امام ، سر اولاد آدم ، اور فخر دنیا و مافیہا ہیں ۔ صلاۃ تامہ ، جسکو ہم پورا کرتے ہیں ، اور تحیۃ عامہ جس کو ہم ادا کرتے ہیں ، جو ایک پہول کی طرح شگوفہ میں سے کھل کر نکلتی اور مشک کی طرح اپنے پردے میں سے پھوٹتی ہے ۔ انہوں نے اپنی توحید کا اظہار کیا ہے ؛ وعدہ و وعید پر لوگوں کو جمع کیا ہے ؛ حق کو واضح کیا ہے ؛ اسے جلا دی ہے ؛ خلق خدا سے ہمدردی کی ہے اور اس کو ہدایت دی ہے ۔ البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں ، جن کے لئے کلمۃ عذاب واجب ہو گیا ہے اور سب سے پہلے ام الکتاب ہے میں ان کی بد بختی کا ذکر ہو گیا ہے !

”خدا ئے غالب نے ( عزت اسماء و جلت کبریاؤ ) اپنے مذہب

کو تمام مذاہب پر ، صلیبوں کے زعم اور بتوں کے وہم پر فوقیت دی ہے ۔ اسنے اپنا وعدہ ہم سے پورا کیا اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ان کے بعد فتح مند کیا ۔ اس نے اس جزیرہ نما میں اسلام کی شکست و برید کے بعد پھر ہماری پریشانیوں کو اطمینان کی صورت میں جمع کیا ہے ، مشرکین کے مکر و خدع کو با وجود اس کے انتظام اور قوت کے قطع کر دیا ہے ، اہل کتاب میں سے کافر ہو جانے والوں کو

ہمارے سامنے ان کے قلعوں میں سے اتر دیا ہی اور ہم ان کے پاؤں اور پیشانیان پکڑتے ہیں ۔

”قلعہ تسنترین (خدا امیر المسلمین کو ہمیشہ سلامت رکھے) مشرکین کی نہایت محفوظ جا ہائے پناہ زمین سے تھا اور مسلمانوں کے خلاف نہایت مضبوط مقام تھا۔ آپ کی سعی کے طفیل سے ‘حسکی ہم پیروی کرتے تھے‘ اور آپ کی ہدایت کی برکت سے ‘جس کو ہم کافی سمجھتے تھے‘ ہم ہمیشہ انکے کانتوں کو کاٹنے اور ان کی جزوں کو اکھڑتے ہی رہے۔ ہم ان کو یکے بعد دیگرے حاصل کرتے اور وقتاً فوقتاً ان میں ایزاد کرنے جاتے تھے۔ ٹھہری گھڑی پھر کے بعد ہم ان کے سرداروں کو قتل کرتے اور بار بار ان کے بہادر سپاہیوں کے پہلوؤں میں دھنس جاتے تھے۔ ہم انکی جنگ کے غاروں میں گھس جاتے اور انکی مخالفت کے سمندروں میں کود پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے موہوم جسموں کو پھیلا دیتے اور ان کی ارواح قبض کر لیتے تھے۔ ہم ان کو نبروں کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے سینوں کو ان کے سروں سے بے بندھ دیتے تھے۔ ہم ان کو آگ کی طرف ڈھکیلتے تھے ‘جس کے شعلے ان کے سانس ہوتے تھے۔ ہم انہیں یمنی تلواروں کے ذریعے پھنکتی ہوئی آگ کی جانب بھیجتے تھے‘ اپنی سعی و استعداد سے ان کے خفیہ مکر کے پردے کو اٹھا دیتے تھے‘ اور خدائے قدیم و قدیر سے طلب خیر کر کے ان کی طاقت و قوت کی جٹانوں کو گرا دیتے تھے۔ جب ہم نے دیکھا کہ یہ قلعہ شریفہ ‘جو تمام قلعوں میں سب سے زیادہ مناسب اور تمام بقاع سلطنت میں بلند ترین ہی مگر اس کی دوا دشوار ہی اور مرض بالکل عاجز کن ہو گیا ہی‘ تو ہم نے اس بلندی پر غالب آنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کیا اور اس قصد کی تسہیل کے لئے اس کے سامنے گریہ وزاری کی۔ ہم نے اس سے سوال کیا کہ وہ ہمیں ہمارے نفوس کے حوالے نہ کرے‘ گوکہ یہ امر اس کی صیانت و دیانت میں

مبذول اور بذات خود پسندیدہ و ناپسندیدہ پر محمول ہو۔ پھر ہم اس کی طرف چلے، اور موت کی طرح یکبارگی اس پر جا پڑے۔ ہم ایسے وقت میں وہاں پہنچے کہ حب تمام راستوں کے دروازے بند ہو چکے تھے، اور خدا کی مدد سے تمام حیلوں نے اس ولعہ کے اہالی کو عاجز و درماندہ کر دیا تھا۔ زمانے نے اپنا منہ کھول کر دانتوں کی کچی دکھا دی تھی، اور جو لوگ کہ دلدلوں اور سیلابوں میں تھے ثابت قدمی کے ساتھ جمے ہوئے تھے۔

”الغرض ہم قوم کے میدان میں اترے، اور اس دن ان کی صبح نہایت بری صبح ہوئی۔ ہم برابر ان پر محتسب اور مؤجر کی طرح حملے کرتے رہے، اور ایسے شخص کی طرح ان کو ڈالتے رہے، جو امر الہی کا منتظر اور مرتعب ہوتا ہی۔ ہم ہر جہاں طرف سے ان کو غارت و برباد کر رہے تھے۔ چنانچہ جب ہمارے لشکران کی طرف جانے تھے، تو بالکل ہلکے پھلکے ہوتے تھے، مگر وہاں سے لدے پھندے آنے لگے۔ اس سے اعداء کے دل خوف و ہراس سے معمور ہو گئے، اور ہمارے ہمراہیوں کے ہاتھ مال و اسباب سے۔ ہم نے حکم دیا کہ ان کے قیدیوں اور اموال کا ایک بازار قائم کیا جائے، تاکہ ان کے مرد اور عورت سب اسے دیکھیں۔ اس سے ان کی ہوا بالکل رک گئی، اور ان کی آگ بجھ گئی۔ اور جب محاصرہ کی تنگی نے ان کو گھیر لیا، اور ہلاکت کی موجیں ہر جانب سے ان پر آ پڑیں، بلا ان پر محیط ہو گئی اور موت خدائے جبار کے غضب کے ساتھ ان پر قوت پڑی، جب ان کے خوف و ہراس کی رات کے لئے کوئی ایسی صبح باقی نہ رہی جس کی امید کی جاتی اور ان کی مصیبت کے ورود کے لئے کوئی جائے صدور ایسی نہ رہی جس پر تکیہ کیا جاسکتا، تو انہوں نے ذلت و خواری کو موت پر ترجیح دی، عبودیت کے لئے خود سپردگی اور اپنے اہل و عیال کے لئے قبول اسلام پر راضی ہو گئے: تاکہ اس طرح ان کو کفن کے مدارج اور قبور کے تھکانوں

سے نجات مل جائے؛ گو کہ وہ نجات ایسے وقت میں نصیب ہوئی۔  
کہ وہ جان بلب ہو چکے تھے۔

”جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، ان کے بڑے بڑے سردار اور  
عمدہ شہسوار قتل ہو چکے تھے، اس لئے صرف ایک ذرا سا گروہ اور  
ایک ذلیل سی جماعت باقی رہ گئی تھی۔ نہ تو انکی حیات سے کسی  
مؤحد کو ضرر پہنچ سکتا تھا اور نہ ان کی نجات سے کوئی ملحد خوش  
ہو سکتا تھا۔ ہم نے ان کو موت کے داہنے ہاتھ سے ذلت کے بائیں ہاتھ  
کی جانب، اور درد ناک محاصرہ سے سخت قید کی طرف منتقل  
کر دیا۔ انہوں نے ہم سے رحم کی درخواست کی تھی، مگر ہم نے اس  
وقت تک ان کو جواب نہیں دیا، جب تک کہ انہوں نے اپنے راز  
گویندگان کے سامنے عاجزی اور بیچارگی کا صدقہ ادا نہ کر لیا، اور ہم نے  
ان میں سے ایک کو دوسرے کے حوالے کر دیا۔ ہم نے ان کو معاف کر کے  
اوروں کے لئے بھی یہ راستہ کھول دیا؛ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جنہوں نے  
ان کی طرح دوسرے دن (جب کہ ہم نے خدا کے حکم سے انکا محاصرہ  
کیا) یہ نیک کام کیا۔

”یہ قلعہ، جس کے قرار گاہ کی طرف ہم نے کوچ کیا اور اس کے  
حصون پر غالب ہو گئے، وسعت میں تمام شہروں سے زیادہ وسیع اور  
سرسبز رہی۔ نہ وہاں سے فراخ سالی اور بسیار بارانی کبھی دور ہوتی  
اور ہشتی ہی، اور نہ کبھی خشک سالی اور قحط اس کی طرف رخ  
کرتا ہی نہ وہاں تھیرتا ہی۔ اس کی شاخیں ثریا سے بھی بلند تر ہیں،  
اور اس کی جڑیں تحت الثریا کے نیچے مضبوطی کے ساتھ جاگزیں  
ہیں۔ آسمان کے ستارے اس کے شگوفوں سے مفاخرہ، اور اس کے اسرار  
سے جوا کے کان سرگوشی کرتے ہیں۔ اس کے سوا ہر جگہ باران کے موافق  
غبار آلودہ و کف آلودہ ہیں؛ حالانکہ وہ سرسبز اور تروتازہ رہتا ہی۔  
انوار کے مطالع اس کے سوا باقی ہر جگہ غیر متیقن اور تاریک ہیں۔“

مگر وہ ایک ایسی آنکھ ہی جس کی روشنی صاف و شفاف ہی . زمانہ گزشتہ میں اس نے بڑے بڑے قیصروں کو عاجز کر دیا تھا ، جنہوں نے بارش کے مطروں سے بھی زیادہ تعداد کے لشکروں سے اس پر حملے کئے تھے ، اور سمندر سے بھی زیادہ وسیع مدد کے ساتھ اس کو گھیرا تھا . مگر اس نے ان کی اطاعت سے قطعی انکار کر دیا تھا ، اور ان کی اطاعت طلبی کے جواب میں پوری نافرمانی اور سرکشی کی تھی . اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کی چوٹی تک پہنچنے کی طاقت عطا فرمائی ، اور اس کے سواروں کو اس پر سے اتار دیا .“

اُن کے رسائل ”الاخوانیات“ میں ابک خط ہی ، جو انہوں نے ابو عبد اللہ محمد بن ابی الخصال کے نام لکھا ہی ، جس میں ان کی محبت و مروت سے خطاب کیا ہی ، اور پھر برادرانہ سلوک کی تجدید کی استدعا کی ہی :-

”میں اپنے عماد اعظم - خدا اس کے علو کو ہمیشہ قائم رکھے ! - کے ساتھ ابک مسافر کے مانند ہوں ، جس کو جد و جہد گزشتہ کر دیتی ہی اور تھامہ میں ایک زمین پست اسے جھپا لیتی ہی ؛ جس کی باد بے ابر اور تڑپانے والی گرمی سے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا : پھر اس کا غرق کر دینے والا سراب اور جھلس دینے والی شراب اسے ایک حمام میں پہینک دیتی ہی ، اور وہاں اس دوزخ اور آگ کی بھڑک سے محض خدائے رحیم کی مدد سے ، جو اسے موت سے بچاتا ہی ، بلند ہو کر محفوظ رہتا ہی : پھر وہ ابک ٹیلے کی طرف پناہ کے لئے بھاگتا ہی اور کوہ فاران سے صبا کا سوال کرتا ہی ، تاکہ وہ نجد کی وساطت سے اس صبا کے جھونکوں سے کچھ خنکی حاصل کرے ؛ وہ اپنی نمناک تھنڈی ہوا اور نرم و نازک نسیم کے ذریعے اس میں جان ڈال دیتی ہی ، گویا کہ وہ فی الحقیقت بیمار ہو کر تندرست ہوا ہی .“



”میں نے جو کچھ کہ آپ سے خطاب کیا ہے، اس میں میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ آپ پر فضیلت ابتدا حاصل کروں؟ بلکہ میں نو راہ اقتدا کا سالک اور ہدایت طلبی کی دلیل کا پیرو ہوں۔ میں جاہتا ہوں کہ آپ کے انوار سے نور حاصل کروں، اور آپ کے آسمان کے ستاروں کو برانگیختہ کروں کہ وہ تارکبوں میں میری راہبری کریں با اس کے رجوم کو ابھاروں کہ سرقۂ کلام سے مجھے باز رکھیں۔ پس اگر جناب نے اس کے جواب سے مجھ پر کرم فرمایا، تو مجھ کو جو کچھ جناب سے حاصل ہوگا اس پر مغالطہ ہوگا، اور میرے پاس قمی اپنا راگ، انصار اپنا حسان، زمانہ اپنی بہار، بنوطی اپنے ولید و حبیب، بنو سعد اپنے خالد و شہبیب کو لیکر آئینگے۔ اس نے مجھے جو کچھ فخر و راحت عاریت دیا تھا، میں اس سب سے ناواقف ہو گیا اور میں نے ابوالعتاہیہ کے لئے ثقیلۃً مُعرب اور خفیۃً مُطرب میں کوئی چیز نہ جھوڑی، بلکہ اپنے پہلو کو عبید کے نمون سے لپیٹ لیا، اور لبید کے اشعار سے روگردانی کی۔ میں نے بلعہ عصر سے جمل مصر کی ضرب المثل کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اس بشتے پر تیر اندازی کرو اور اس کو دو نیم کردو، اور اس غایت کی طرف جاؤ با اسکو چہپادو: اگرچہ اس کے چمکتے ہوئے موتی میری ڈبیہ میں نہ رکھے گئے ہوں، اور اس کے درخشندہ ستارے میرے برج میں نہ آئے ہوں۔ میرا ہاتھ اس کے پہلوں کے چنے سے خالی ہے اور میری آنکھ اس کے اقمار کی روشنی سے خشک و بے نور۔ میں اس کے سمندر کے موتی اور اس کے دم سحر کی بازداشت کی وجہ سے دو طرح کے گانوں میں مبتلا ہوں، جن کی حقیقت کا نشان اور اصلیت کا پتہ مجھے نہیں ملتا۔ ایک تو یہ ہے کہ میں نے یہ کہا کہ اُس نے میرے نام کو اپنے دل میں جاری کیا ہے، مگر اُس نے مجھے نہ تو اپنے دوستوں میں پایا نہ اپنے شہر میں، اور کہنے لگا کہ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے وہ تو مغرب

کی طرف کا باشندہ ہے، گو کہ وہ اپنے زعم صمیم میں خود کو اہل عرب سے سمجھتا ہے؛ اور باقی رہا مغرب، سو وہ ممالک میں ایسا ہی ہے کہ جیسے سطرون کے لئے مابین السطور۔ اور دوسرا گمان یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات ایسی باتیں کہا کرتا ہے کہ اسے عقلین تسلیم نہیں کرتیں۔ میں فلاں شخص کی طرف سے زرقاء الہمامہ سے بھی زیادہ نیز نظری کے ساتھ نگاہ اٹھا کر ایسے شخص کی طرف دیکھتا ہوں، جو عنقا سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔ پھر وہ ابو العلاء بن سلیمان شاعر معرۃ النعمان کا یہ قول پڑھتا ہے کہ :-

”اری العنقاء تکبر ان تصادا“

مجھے قسم ہے پر باران موسم بہار اور اس کے اوقات کے اتیلاف کی، شگونہ آور بقیع اور اس کے مختلف الوان کی، شباب اور اسکی گردش کی، مضارب اور اس کی صولت کی، مجھے قسم ہے ترانوں کی جب وہ گائے جائیں، قسم ہے شیشوں کی اور اس کی جو اسکے اندر ہوتی ہے - اور اگر میں ان میں سے بعض کی قسم کھاؤں، تو نہ ان کو دھنی طرف پاونگا نہ بائیں - کہ میرا نام بڑے بڑے بلیغ و فہیم لوگوں میں ایسا ہی ہے جیسے کہ عنقا کا نام اور ناموں میں؛ یعنی ایسا نام ہے کہ جس کے لئے کوئی مسمیٰ ہی نہیں، اور انسا لفظ ہے جو کسی معنی پر دلالت ہی نہیں کرتا۔ پس آپ کے ارادے کو میں کہاں سے پاسکتا ہوں۔ میرا خط میری تعریف یا سرزنش کے مابین گویا ایک قاصد ہے، جو میرے گمانوں کی سرزمین کو گراتا اور میرے جنوں کے تعریضوں کو توڑتا ہے۔ جواب کے بارے میں رائے عالی اسی (آقا و ممدوح) کی ہے، باوجود اس خطا یا صواب کے جس پر میں اپنے گمان کی وجہ سے فائز تھا۔ ان شاء اللہ ع و جل۔ میرے عماد اعظم اور امام پر میرا عمدہ ترین اور کامل ترین سلام ہو! والسلام الا تم الاعم علیہ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

وزیر ابو عبد اللہ نے اس کے جواب میں ایک خط لکھا تھا، جسکا مثل کبھی نہیں لکھا گیا اور جو بہ درجہ غایت بدیع تھا، اگرچہ اس میں کسی قدر تکلف بھی تھا۔ اس کا نام ”الرسالة الحولیة“ ہی۔ مگر اس کا طول اس کے اس تحریر میں درج کرنے سے مایع ہے۔

ابو محمد عبد المجید مذکور الصدر کے اس قدر احسانات ہمیں کہ وہ ملک میں ضرب الامثال کی طرح مشہور ہیں، اور ان کا ذکر اس میں بادھائے جنوبی و شمالی کی طرح جاری و ساری ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، امیر المسلمین کا حال اسی طرح انداز غزوات، قلع و قمع ملوک روم اور جزیرہ نمائی اندلس کی حرص و طمع پر جاری رہا، یہاں تک کہ انہوں نے سنہ ۱۰۹۳ کے دوران میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے علی بن یوسف بن تاشفین قیام امر کے لئے قائم ہو گئے۔ انہوں نے بھی اپنے والد کی طرح ”امیر المسلمین“ ہی کا لقب اختیار کیا اور اپنے ہمراہیوں کو ”المرابطون“ کے نام سے موسوم کیا۔ انہوں نے بھی انداز جہاد، تخویف غنیم اور حمایت بلاد کے بارے میں اپنے والد کے طریقوں پر چلنا شروع کیا۔ وہ نیک سیرت، خوش مزاج، پاک نفس اور ظلم سے کٹارہ کش تھے۔ حتیٰ کہ ان کی بہ حالت تھی کہ بجائے اس کے کہ ان کو بادشاہوں اور غلبہ حاصل کرنے والوں میں شمار کیا جائے، بہ زیادہ فرس مصلحت ہی کہ ان کو زہاد اور گوشہ نشینوں میں گنا جائے۔ انہوں نے نہایت شد و مد سے اہل فقہ اور اہل دین کو ترجیح دینی شروع کی۔ وہ فقہاء سے مشورہ کئے بغیر مملکت کا کوئی کام نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ اپنے قضات میں سے کسی کو والی مقرر کرتے، تو کسی امر کا یا کسی اور جھوٹے یا بڑے معاملہ کا فیصلہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ چار فقہاء کا محضر پیش نہ ہو۔ اس وجہ سے ان کے زمانے میں فقہاء ایسے زبردست رتبے پر پہنچ گئے تھے کہ فتح اندلس کے زمانہ اولین میں بھی نہ تھے۔ وہ

جب تک زندہ رہے ، فقہاء کے رسوخ و قدرت کی یہی حالت رہی  
 اور مسلمانوں کے تمام امور اور چھوٹے بڑے ہر طرح کے احکام ان ہی کی  
 طرف راجع اور ان ہی پر منحصر رہے ۔ اس طرح ، جیسا کہ ہم نے کہا  
 ہے ، فقہاء کو بڑی عظمت حاصل ہو گئی اور لوگوں کا رخ بھی ان ہی  
 کی جانب ہو گیا ۔ اس سے ان کے اموال بکثرت بڑھ گئے اور ان کے  
 مکاسب وسیع ہو گئے ۔ اسی امر کے متعلق ابو جعفر احمد بن محمد  
 المعروف بہ ابن البتی ، جو جزیرۃ نمائی اندلس کے شہر جیان کا  
 باشندہ تھا ، کہتا ہے ۔

اھل الریاء کسبتوا ناموسکم کالذئب أولج فی الظلام العائم  
 فملکتوا الدنیا بمذہب مالک وقسمتموا الاموال باین القاسم  
 ورکبتما شہب الدواب باشہب وباصبح صبغت لکم فی العالم  
 ان ابیات مبین ابو جعفر مذکور نے قاضی ابو عبد اللہ محمد بن  
 حمدین قاضی قرطبہ کی طرف تعریض کی ہے ، اور ان سے مفصود بھی  
 وہی ہے ۔ اس کے بعد شاعر مذکور نے صریح طور پر ان کی ہجو کہی ،  
 جس کے شروع کے ابیات یہ ہیں :-

ادجال هذا اوان الخروج وبا شمس لوحی من المغرب  
 یربد ابن حمدین ان بعثتی وجدواہ انا من الکوکب  
 اذا سئل العرف حاک استہ لیثبت دعواہ فی تغلب

اسی قسم کے اور اشعار بھی تھے ۔ قاضی ابو عبد اللہ بن حمدین  
 خود کو وائل کی بیٹی تغلب کی طرف منسوب کیا کرتے تھے ۔

۱ ترجمہ ۔ اے اصحاب ربا ! تم نے اس بھیڑیے کی طرح عرت و ناموس کماٹی ہے  
 جو سخت فاریکون میں گھومتا پھرتا ہے ۔ اس طرح تم نے امام مالک کے مذہب کے  
 ذریعے دنیا پر قبضہ کر لیا ہے اور اموال کو ابن قاسم کی وساطت سے تقسیم کیا ہے ۔  
 ہم مردان رسا و دھین کے طفیل سے سفید سعید سوار یوں پر سوار ہوئے ، اور اپنے خاص  
 خاص رنگوں میں رنگے گئے ۔ ( مترجم )

امیر المسلمین کے ہاں سواء اسے شخص کے جس نے علم فروع، یعنی امام مالک کے فروع مذہب، کو حاصل کیا ہو کبھی کسی کو قرب حاصل نہیں ہوتا تھا، اور نہ کوئی ان کا منظور نظر ہوتا تھا۔ اس زمانے میں اس مذہب کی تمام کتب ختم کی جاتی تھیں، اور ان ہی کے مقنضا پر عمل کیا جاتا تھا۔ ان کے سواء بانی اور جو کچھ تھا برباد کر دیا گیا۔ اس بات کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ کذاب اللہ اور حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غور و خوض کرنا بھی بھلا دیا گیا، اور اس زمانے کے مشاہیر علماء میں سے کوئی بھی ان دونوں کی طرف اعتنا نہیں کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص علوم کلام میں ذرا بھی غور و خوض کرتا، تو وہ تکفیر سے دوڑتا تھا، کیونکہ فقہاء نے امیر المسلمین کے دماغ میں علم کلام اور سلف کے عیوب کی تغبیح کو پوری طرح بٹھا دیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ سلف میں اگر کسی شخص سے اس قسم کی کوئی بات صادر ہوتی تھی تو اس سے تعلقات ترک کر دئے جاتے تھے، اور یہ کہ یہ امر بدعت فی الدین ہی اور ایسے ایسے اقوال سے اکثر عقائد میں اختلال واقع ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ امیر المسلمین کے دل میں علم کلام اور اہل علم کلام کی طرف سے پوری طرح بغض بیٹھ گیا، اور وہ ہر وقت نہایت شدت کے ساتھ مختلف بلاد کی طرف ایسی باتوں میں غور و خوض کے انسداد کے لئے احکام جاری کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں کے پاس ایسی کوئی کتاب نکلے ان کو وعید کرتے تھے۔ جب ابو حامد الغزالی (رحمہ اللہ) کی کتابیں المغرب میں پہنچیں، تو امیر المسلمین نے ان کے جلا دینے کا حکم دیا، اور اعلان کر دیا کہ جس کے پاس ایسی کوئی چیز پائی جائیگی اس سے خونریزی اور استیصال مال و اسباب کے ساتھ سلوک کیا جائیگا۔ یہ امر نہایت شدید ہو گیا۔

امیر المسلمین نے اپنی امارت کے آغاز ہی سے جزیرہ نمائی اندلہ کے بڑے بڑے مصنفین کو اپنے ہاں بلانا اور ان پر عنایات کو مبذول کر شروع کر دیا تھا ؟ یہاں تک کہ ان کے پاس ایسے ایسے آدمی جمع ہو گئے تھے کہ جو کبھی کسی اور بادشاہ کے ہاں نہ ہوئے تھے ۔ مثلاً ابو القاد بن الجعد المعروف بہ اجدب ، جو اصحاب بلاغت میں سے تھے ابو بکر محمد بن محمد المعروف بہ ابن قبطرنہ ؛ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الخصال ، ایک بھائی ابو مروان ؛ اور ابو محمد عبد المجید ابن عبدون جن کا ابھی ذکر ہو چکا ہے ۔ غرض یہ ایک جماعت کی جماعت تھی جنکا ذکر بہت طویل ہے ۔ ان سب میں حوامیر المسلمین کی نگاہ میر نہایت بلند اور رتبہ میں نہایت رفیع تھے ، وہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الخصال تھے ؛ اور ان کا حق بھی تھا ، کیونکہ وہ کُتاب سلطنت میں سے واحد اور آخری شخص تھے جن پر علم ادب ختم ہو گیا اس کے علاوہ ان کو علم القرآن ، علم الحدیث والاثار اور اس کے متعلقات میں کمال اور ید طولیٰ حاصل تھا ۔ ان کی ( رحمہ اللہ ) تحریروں میں سے میں نے جو کچھ انتخاب کیا ہے وہ ان کے اس خط کا کچھ حصہ ہے جو انہوں نے اپنے کسی بھائی کے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں ان کے بھائی نے ان سے ان کا کچھ کلام طلب کیا تھا ۔ ان کے بھائی کا نام ابو الحسن علی بن بسام ہے ، جو ” کتاب الذخیرہ “ کے مصنف ہیں ۔ وہ انتخاب خط یہ ہے ۔

”مجھ کو غلامی میں قبول کرنے والے آقا اور مجھ پر استحقاق رکھنے والے مالک کے پاس سے (خدا اس پر انعام فرمائے) جس طرح کہ اس نے فضیلت کو اس پر موقوف کر دیا ہے) اس کا بلیغ و پر لطف خط وصول ہوا ۔ اگر اس کا چقماق صرف چٹک کر نہ رہ جاتا ، اس کے افتتاح کی آنکھ نہ سوجاتی ، اس کے انبساط کا ہاتھ منقبض نہ ہو جاتا ، اور اس کی خوشی کا سودا نقصان دہ نہ ہوتا ، تو میں اپنی قدر کے مرکز

کو اُسی کے ساتھ لازم و ملزوم کر دیتا اور اپنے سینے کے اسرار کو محفوظ رکھتا۔ لیکن اس کے دمہائے سحر آگین سے بہرے سننے لگتے ہیں، ہاتھوں کے نشان مٹ جاتے ہیں، دشوار کام آسان ہو جاتے ہیں، اور جتنا دن میں سے دودھ نکالا جاتا ہے۔ پس جب اس کا آغار مجھ سے یکایک صادر ہونے لگا، اور اسکی آوار میرے کان میں پڑی، تو میں خالی الذہن ہو کر فکر میں لگ گیا اور برا دل امن اور خوف میں منذبذب ہو گیا۔ میں نے اپنے فہروں کے ذریعے جنگلون میں بھاگ جانے اور گرد میں غائب ہو جانے والے خیالات کا تعاقب کیا، حالانکہ وہ اپنے ہانکنے والے پر گرد اڑاتے تھے اور اپنا تعاقب کرے اور بکرنے والوں کی طرف توجہ نہیں کرنے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ چیخ پکار، خوف و ہراس، اور درستی و غلطی کے معاملے ہیں؛ تا آنکہ دلوں نے مجھ کو مایوس کر دیا، اور تیز رو گھوڑوں نے مجھ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ البتہ ایک ہلکا سا بادل تھا، جو ایک شریف گھوڑے کا تعاقب کر رہا تھا، اور زر غیر خالص تھا کہ جو انفراد کا متحمل نہیں ہو سکتا، اور مجھ جیسے شخص سے جس کا دل خوف زدہ اور بضاعت قلیل ہے، براعت خطاب اور فصاحت تحریر کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر بیان کے نشانات کا مٹ جانا اور اس حالت پر نیستی کا غلبہ نہ ہوتا، تو اس میں مجھ سے شخص کو کبھی کامیابی نہ ہوتی اور نہ اس بازار میں کبھی نفع حاصل ہوتا۔ مگر وہ ایک خالی فضا اور جہلا کا میدان ہے۔ یہ خدا کی حکمت ہے اس کی خلق کے لئے، اور اس کے تقسیم رزق کی ایک شان ہے۔

”میں نے (خدا آپ کو عزت دے) اس آخری مقدار قلیل میں سے بہ قدر ایک ذخیرے کے محفوظ رکھ لیا ہے، اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے انتہا کو پہنچ گیا ہے اور اپنی خصوصیات کو پورا کر چکا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا قدح و اخلال آپ کے اختیار میں ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ خدا کی قسم میری عادت نہیں کہ جو کچھ میں لکھوں اسکو کسی کتاب یا تحریر میں ثبت کر دوں کہ وہاں سے وہ نقل کیا جاسکے، اور نہ وضع مرانب میں ہمارے پاس کوئی مخاطب ہے جس کے ہاں ہم جائیں اور ملین۔ اصل یہ ہے کہ یہ عفو فکر اور ذکر حقیر ہے۔ عذر یہ ہے کہ (خدا آپ کو عزت دے) میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے ایسی حالت میں لکھا ہے کہ نیند گویا مجھے توڑ رہی تھی، سردی نازل ہو رہی تھی، اور ہوا کی یہ حالت تھی کہ وہ چراغ سے چھیز چھار اور الکحاج کی طرح حملہ کرتی تھی: کبھی اسے نیزے کی طرح سیدھا کردیتی، کبھی زبان کی طرح ہلاتی، کبھی (۱) حبابہ کی طرح لپیٹ دیتی، کبھی گیسوؤں کی مانند پھیلا دیتی، کبھی اس شعلہ کی سوئی بنا کر سیدھا کھڑا کردیتی اور پھر بدل کر طلائی دانہ گندم یا نینس عرب بنا دیتی، کبھی اسے کسی معشوقہ نازنین کی ابرو کی طرح قوسی کردیتی، کبھی اسکو اپنی بٹی پر مسلط کردیتی اور کبھی روغن سے دور کردیتی، کبھی اسے ستاروں کا سا خلعت پہنا دیتی اور ایک چنکاری کی طرح بڑھا دیتی، کبھی اس کی روح کو اس کی بٹی میں سے نکال لیتی اور دوبارہ بحال کر دیتی، کبھی اس کی لو کسی شربف النسب گھوڑے کے کان کی سی اور اس کی نوک تڈی کی آنکھ کی سی ہو جانی، اس کا وجود ایسا تھا جیسے باریک کاغذ پر حروف، کبھی وہ اپنی روشنی سے اپنے قندیل کو بوسہ دیتی اور اپنی مندبل کو اس کے پہلو میں رکھ دیتی۔ غرض کہ نہ تو اس سے آنکھ کو کچھ فائدہ تھا، اور نہ اس کے ذریعے ہاتھوں کو کاغذ پر کسی طرح کی ہدایت ہوتی تھی۔ اور رات کی یہ کیفیت تھی کہ وہ رنگ کی طرح سیاہ تھی، جس کو ستاروں نے چمکا رکھا تھا۔ اس کی آنسو سیاہی ہم پر حاوی اور اس کی موجیں ہم پر محیط

(۱) حبابہ ایک چھوٹے سے آبی جانور کا نام ہے۔ (مترجم)



تھیں۔ نہ تو دیکھنے کی مجال تھی نہ بولنے کا بارا۔ اگر کوئی تیز نگاہ عورت اس کو دیکھتی تو اس کے سرمہ لگت جاتا، اور اگر اس سے سفید بالوں پر خضاب کیا جانا تو اس کا رنگ نہ اترتا۔ کتے کی ناک اسکی دم سے جاملی تھی، اور وہ خیمے اور اسکی طنابوں کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس پر گھرے کے چابک پڑھے تھے، جس سے اسکا سانس اکھڑا جاتا تھا۔ ایسی حالت میں اس کی حفاظت جائز تھی۔ نہ وہ بیونکتا تھا نہ غراتا تھا۔ آگ ایسی تھی جیسے شراب یا کوئی عزیز دوست۔ وہ دونوں عذراء مغرب یا نجم مغرب کی طرح معبود تھے۔ اس سے دونوں کے فرق میں استوا ہو گیا۔ اور آپ کے لئے تمام فضائل ہیں۔ والسلام۔“

ان ہی ابو عبد اللہ کا ایک دیوان رسائل بھی ہے، جو ادبائی اندلس کے ہاتھوں میں رہتا ہے اور جس کو انہوں نے بطور ایک منال اور امام کے قائم کر لیا ہے جس کی وہ نفل اور پیروی کرتے ہیں۔ اس دیوان میں سے میں ضرور کچھ نفل کرتا، مگر اس کی بے جا طوالت اور زیادتی کے خوف سے چھوڑ دیا۔ یہ ابو عبد اللہ اور ان کے بھائی دونوں امیر المسلمین کے کاتب رہے، یہاں تک کہ امیر المسلمین نے ابو مروان کو عہدہ کتابت سے علیحدہ کر دیا، کیونکہ امیر المسلمین ان سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس نارضا مندی کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے انکو اور ان کے بھائی کو حکم دیا تھا کہ وہ دونوں بنفسیہ کے لشکر کو خط لکھیں جب کہ وہ لوگ بالکل سست اور ضعیف و کمزور ہو گئے تھے۔ اسکا انجام یہ ہوا کہ ابن رزمیر (لعنہ اللہ) نے انکو سخت ہزیمت دی اور انٹر کو قتل کر دیا۔ ابو عبد اللہ نے وہ مشہور و معروف خط لکھا، جس کو تمام اہل اندلس اور سب جہیزوں سے بڑھ کر حفاظت سے رکھتے تھے۔ مگر اس کا طول اس کی نقل سے مانع ہے۔ اسی طرح ابو مروان نے بھی اسی غرض سے ایک خط لکھا، جس میں انہوں نے المرابطوں کو ضرورت سے زیادہ

سخت سست کہا اور برے الفاظ میں یاد کیا۔ چنانچہ اسی خط میں یہ بھی ہے :-

”ای بد بختوں کے بچو اور ای ہزیمت کے گدھو! پرکھنے والا تم کو کب تک غیر خالص تھپرائیگا اور ابک واحد سوار تمہیں لوٹاتا رہیگا؟ کاش کہ تمہارے گھوڑے باندھنے کے ساتھ ساتھ تمہارے پاس بھیڑ بکریاں ہوتیں اور انکے دوہنے والے ہوتے! اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ ہم تم کو سزا دیں اور تم چہروں کو نغاب میں نہ لپیٹو۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم تم کو تمہارے صحرا کی طرف واپس کر دیں اور جزیرہ نما کو تمہارے وجودوں سے پاک کر دیں۔“ اور اسی قبیل کی اور باتیں تھیں۔ اس سے امیر المسلمین خفا ہو گئے۔ انہوں نے ان کو کتابت سے علیحدہ کر دیا، اور ان کے بھائی ابو عبد اللہ سے کہا کہ ”ابو مروان کو المرابطون سے جو بغض ہے ہم کو اب نک اس میں شک ہی تھا، مگر اب یقین ہو گیا۔“ جب ابو عبد اللہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے استعفا دے دیا۔ امیر المسلمین نے ان کو خدمت سے الگ کر دیا، اور جب ان کے بھائی ابو مروان نے مراکش میں انتقال کیا تو وہ قرطبہ کو واپس چلے گئے اور المرابطون کے پہلے فتنے میں اپنے ہی مکان میں شہید ہو جانے تک وہیں معیم رہے۔

سنہ ۵۰۰ کے بعد امیر المسلمین کے حالات میں اختلال شدید واقع ہو گیا، اور ان کے ملک میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں، جس کا سبب المرابطون کے اکابر کا استیلاء اور دعویٰ استبداد تھا۔ اس کی انتہائی نوبت تصریح تک پہنچ گئی: یعنی ان میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں امیر المسلمین سے بہتر اور اس سے زیادہ حق دار ہوں۔ عورتوں نے بھی حالات پر غلبہ حاصل کر لیا اور امور ان کی طرف مبدول ہونے لگے۔ چنانچہ لمقونہ اور مسوفہ کی ہر عورت تمام فسادوں، شریروں، راہزنوں، شرابیوں اور کنجر خانوں پر حاوی ہو گئی۔ امیر المسلمین

یہ سب حالات دیکھتے تھے ؛ مگر ان کی غفلت میں زیادتی ہوتی جاتی تھی ، زعم پڑھتا جانا تھا اور وہ صرف امیر المسلمین کے نام اور خراج کی آمدنی پر قابض تھے ۔ ہر وقت عبادت اور گوشہ نشینی میں رہتے تھے چنانچہ تمام رات نمار پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے ۔ ان کی یہ حالت مشہور تھی ۔ انہوں نے امور رعیت کو غابت درجہ اہمال کے سانچہ چھوڑ رکھا تھا ۔ اس سبب سے بلاد اندلس میں سے اکثر خلل پذیر ہو گئے ، اور قریب تھا کہ وہ بھر اپنے پہلے ہی حال پر آجائیں ، بالخصوص اس وقت کہ جب ابن تومرت نے سوس مہین دعوت شروع کر دی تھی ۔

## ذکر قیام محمد ابن تومرت المتسمی بہ المہدی

سنہ ۵۱۵ میں سوس میں محمد بن عبد اللہ بن تومرت آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر بن کر ظاہر ہوئے۔ یہ محمد اہل سوس میں سے تھے۔ ان کی ولادت وہیں ایک گاؤں میں ہوئی تھی، جس کا نام ایلجلی آن وارغن تھا۔ ان کے قبیلہ کا نام ہرغہ تھا، جو اسیسرغین نام کی قوم میں سے تھا، جس کے معنی المصامدہ کی زبان میں ”شرفاء“ کے ہوتے ہیں۔ محمد بن تومرت کا نسب حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے ملتا ہے، جیسا کہ انکی تحریر سے پایا جاتا ہے۔ وہ طلب علم کی غرض سے سنہ ۵۰۱ کے دوران میں مشرق کو گئے تھے۔ وہاں سے بغداد گئے، اور ابوبکر شاشی سے اصول فقہ اور اصول دین اخذ کئے، اور المبارک بن عبد الجبار اور ان جیسے دیگر محدثین سے حدیث پڑھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ابو حامد غزالی سے ان کے ترہد کے زمانے میں ملے تھے \*

کہا جاتا ہے کہ امام غزالی سے بیان کیا گیا کہ ان کی جو کتابیں المغرب میں پہنچی تھیں ان کے ساتھ امیر المسلمین نے ایسا اور ایسا سلوک کیا، اور ان کو جلا دیا اور برباد کر دیا۔ ابن تومرت اس مجلس میں موجود تھے۔ جب امام غزالی کو یہ خبر ملی، تو انہوں نے کہا کہ ”اس کا جو تھوڑا بہت ملک باقی رہ گیا ہے وہ بھی اس کے ہاتھ سے نکل جائیگا اور اس کا بیٹا قتل ہوگا، اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کام کو سوا اس شخص کے اور کوئی کریگا جو اس وقت ہماری مجلس میں موجود ہے“۔ ابن تومرت ان پر حملہ کرنے کے متعلق دل ہی دل میں طرح طرح کی باتیں سوچا کرتے تھے۔ انکی طمع بڑھ گئی۔ وہاں سے واپس ہو کر وہ اسکندریہ پہنچے، جہاں اپنے قیام کے دوران میں کبھی کبھی فقیہ ابوبکر طروش کی مجلس میں شامل ہوا کرتے تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق انکے ساتھ وہاں کئی واقعات پیش آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقولی اسکندریہ نے ان کو ان بلاد سے خارج کر دیا، اور وہ سمندر میں سفر کرنے لگے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے جہاز میں بھی اپنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عادت جاری رکھی، اور آخر کار جہاز والوں نے بھی ان کو سمندر میں پھینک دیا۔ وہ نصف یوم سے زیادہ سمندر میں پڑے رہے، مگر انہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچا۔ جہاز والوں نے یہ کیفیت دیکھ کر ایک شخص کو ہانی میں اتارا، جو ان کو جہاز میں لے آیا۔ اس واقعہ سے اہل جہاز کے دلوں میں ان کی بہت کچھ عظمت بیٹھ گئی، اور وہ برابر ان کی تعظیم کرتے رہے، نا آنکہ وہ بلاد مغرب میں پہنچ کر بجایہ میں اترے۔ وہاں بھی انہوں نے تعلیم و تدریس اور وعظ و نصیحت کا کام شروع کر دیا۔ آدمی جمع ہونے لگے، اور ان کے قلوب ان کی طرف مائل ہو گئے۔ جب صاحب بجایہ کو ان کے افعال سے خوف ہوا، تو اس نے ان کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکل کر مغرب کی طرف روانہ ہوئے، اور ملالہ نام کے ایک گاؤں میں اترے، جو بجایہ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر واقع تھا۔ وہاں ان کی ملاقات عبدالمومن بن علی سے ہوئی، جو اس وقت طلب علم کے لئے مشرق کی طرف جا رہے تھے۔ ابن تومرت نے ان کو دیکھتے ہی ان علامات کے ذریعے، جو ان کو معلوم تھیں، پہچان لیا۔ یہ ابن تومرت علم خط الرمل میں اپنے زمانے کے وحید روزگار شخص تھے۔ اس کے علاوہ مشرق میں ان کو منجموں کا بنایا ہوا ایک کپڑا مل گیا تھا، اور انہوں نے وہیں خلفاء بنو عباس کے خزانوں کے چند کوئین بھی پائے تھے۔ ان اشیاء کو انہوں نے بڑی محنت کے بعد حاصل کیا تھا، اور وہ اپنے دل میں برابر ایسی ہی باتیں سوچتے رہتے تھے۔ مجھے صحیح طریقوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب وہ ملالہ گاؤں میں (جس کا ذکر ہو چکا ہے) پہنچے، تو وہ

بار بار لفظ ملالہ کو اپنی زبان سے دھراتے تھے اور اس کے حروف پر غور کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے رمل کے ذریعے سے یہ معلوم کیا تھا کہ انکا امر ایسے مقام سے شروع ہوگا ، جس کے نام کا سر حروف میم ہی اور جس میں حرف لام دو مرتبہ آتا ہے ۔ العرض ، جیسا کہ ہم نے ابھی کہا ہے ، وہ اس نام کو بار بار دھرانے تھے ؛ مگر بار بار یہی کہتے تھے کہ ”نہیں بہ وہ جگہ نہیں ہے“ ۔ وہ وہاں کئی ماہ تک مقیم رہے حناچہ ان کے نام سے آج تک ایک مسجد وہاں باقی ہے ۔ مسجد معلوم نہیں کہ وہ ان ہی کے عہد میں بنائی گئی تھی یا ان کے بعد بنی ہے ۔ انہوں نے عبد المومن کو طلب کیا ، اور خلوت میں ان سے ان کے اور ان کے والد کا نام ، ان کے نسب ، اور ان کے مقصد کے متعلق سوالات کئے ۔ انہوں نے سب کچھ بتایا اور کہا کہ ”میں طلب علم کے لئے مشرق جا رہا ہوں“ ۔ ابن تومرت نے کہا کہ ”اچھا اگر میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں تو کیسا ؟“

عبد المؤمن :- وہ کیا ہے ؟

ابن تومرت :- دنیا اور آخرت کا شرف ، بشرطیکہ تم میرے ہمراہ رہو اور امور منکر کی بربادی ، احمیاء علم اور غارت بدعت کے لئے میں جو جو کچھ کرنا چاہتا ہوں ، اس میں میری مدد کرو ۔

عبد المؤمن نے ان ہی کے ارادے کے مطابق ان کو جواب دیا ۔ بعد ازاں ابن تومرت ملالہ میں چند ماہ قہیر کر وہاں سے روانہ ہو گئے ۔ ان ہی کے خاندان کا ایک شخص مسمیٰ عبد الواحد ان کے ہمراہ تھا ، جسے المصامدہ عبد الواحد مشرقی کہتے ہیں ۔ عبد المومن کے بعد وہ پہلا شخص تھا ، جو ان کے ہمراہ ہوا ۔ مختصر یہ کہ ابن تومرت وہاں سے مغرب کی طرف چلے \*

ایک بیان یہ بھی ہے کہ عبد المومن انکو اس مقام میں ملے تھے جس کو فنزارہ کہتے ہیں اور جو بلاد متبیحہ میں سے ہے ، اور یہ کہ وہ

اسی گاؤں کے لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے • جب ابن تومرت انکو علامتوں سے پہچان گئے (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) تو ان سے صحبت • حصول تعلیم اور اعانت کا سوال کیا • اس قرہ میں ان کے قیام کے متعلق ابک عجیب و غریب قصہ بیان کیا جاتا ہے • وہ یہ ہے کہ جس زمانے میں وہ وہاں تھے • انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ امیر المسلمین علی بن یوسف کے ہمراہ ابک ہی پیالہ میں کھانا کھا رہے ہیں • ان ہی کا بیان ہے کہ ”میں علی سے زیادہ دیر تک کھاتا رہا“ اور میں نے محسوس کیا کہ میرا نفس کھانے کی طمع کرتا ہے • کھاتے کھانے میں نے وہ پیالہ اس کے سامنے سے اچک لیا اور اس میں سے اکیلا ہی کھانے لگا • جاگنے کے بعد انہوں نے ابک شخص کو جس سے وہ پڑھا کرتے تھے • یہ خواب سنا • (اس شخص کا نام عبد المنعم بن عشیر اور کنیت ابو محمد تھی) • جب وہ خواب کے آخری حصے تک پہنچے • تو اسنے کہا کہ ”بیٹا عبد المومن! ضروری ہے کہ خواب تمہارے لئے ہی ہو“ کیونکہ یہ ابک ایسے شخص کے حق میں ہے • جو حملہ آور ہو اور امیر المسلمین پر دھاوا کر کے ان کے ملک کے کچھ حصے میں ان کا شریک ہو جائے • اور بعد میں اس تمام ملک پر غلبہ حاصل کر کے اکیلا ہی اسکا مالک ہو جائے • اسی طرح ان کو وہاں اور بھی عجیب عجیب اتفاقات سے سابقہ ہوا • جو ایسے امور میں شامل ہیں جن میں الفاظ عین مقدر کے مطابق منہ سے نکلتے ہیں : مثلاً کہ الملک العزیز ابن منصور صنهاجی • صاحب بجایہ و قلعہ کے امراء میں ایک شخص تھا • جس سے بادشاہ موصوف ناراض ہو گئے • وہ خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگا اور اسی قرہ مذکور میں پہنچا • جس میں عبد المومن تھے • وہاں پہنچ کر وہ بھی ان کے ساتھ مل کر لڑکوں کو پڑھانے لگا • رفتہ رفتہ اس شخص کی حالت افلاس تک پہنچ گئی • بعد میں اتفاق سے اسکا آقا اس سے راضی ہو گیا • اور جب اس امر کی خبر اس شخص

کو ملی تو وہ بجایہ جا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ ”تم اس تمام زمانے میں کہاں رہے؟“ اس شخص نے اپنا قصہ سنایا اور نہ یہی بتا دیا کہ کس طرح وہاں کے لڑکوں نے اسے تکرے دے کر زندہ رکھا ہی۔ یہ سن کر بادشاہ ہنس پڑا اور کہا کہ ”اچھا وہ گاؤں اور جو کچھ اس میں ہی سب تمہارا ہی“۔ پھر حکم دیا کہ اسے مال اور سواروں اور کپڑے بھی دئے جائیں۔ وہ شخص وہاں سے نکل کر مع اپنے خیل و رجال کے اس گاؤں میں پہنچا۔ وہاں کے باشندے اس سے ملنے کے لئے گاؤں سے باہر آئے۔ لڑکے عبد المومن کے پاس گئے۔ اس وقت وہ مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لڑکوں نے ان سے پوچھا کہ آپ پہنچاتے ہیں بہ کون صاحب ہیں، جن کی آمد کی خوشی میں یہاں کی زمین بھی جھرمی جانی ہی؟“

عبد المومن :- نہیں۔

لڑکے :- یہ فلاں صاحب ہیں جو آپ کے ساتھ ہم کو پڑھایا کرتے تھے۔ عبد المومن :- اگر اس شخص کی حالت اس حد کو پہنچ سکتی ہی، تو کچھ بعید نہیں کہ میں بھی ایک دن امیر المومنین ہو جاؤں \* چنانچہ جیسا انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا؛ اور ان کے الفاظ عین مفدر کے مطابق ثابت ہوئے \*

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہی، ابن تومرت معرب کی جانب روانہ ہوئے، اور سفر کرتے کرتے شہر تلمسان پہنچے، جہاں اپنی عادت کے موافق شہر کے باہر ایک مسجد میں قیام پذیر ہوئے، جس کو مسجد عباد کہتے تھے۔ کچھ قدرتی بات تھی کہ نفوس کو ان سے ہیبت ہوتی تھی، اور ان کی عظمت دلوں میں بیتہ جاتی تھی۔ چنانچہ جو شخص ان کو دیکھ لیتا تھا خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ان کا امر روز بروز ترقی پذیر رہا۔ وہ نہایت درجہ خاموش اور منقبض مزاج آدمی تھے: جب مجلس سے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب



ایک لفظ بھی نہ بولینگے ۔ مجھ سے تلمسان کے ابک شیخ نے کہا ہے کہ ”ایک مرد صالح میرے ساتھ مسجد عباد میں معتکف تھا ۔ ابک مرتبہ رات کے وقت وہ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر ہم سے ملنے کو آیا ۔ اس نے پہلے ہمیں غور سے دیکھا ” پھر ایک شخص سے ” جو اس کے ہمراہ تھا “ بہ سوال کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے ؟ کہا گیا کہ وہ قید میں ہے ۔ یہ سن کر وہ اسی وقت اُٹھا اور ہم میں سے ایک شخص سے کہا کہ ” میرے آگے آگے چلو “ ۔ وہ اسے ساتھ لیکر سیدھا شہر پناہ پر پہنچا ” اور برے زور سے دروازہ کھٹکھٹاکر دربان کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا ۔ دربان نے فوراً بلا درنگت و سستی اُٹھ کر دروازہ کھول دیا ۔ اگر امیر شہر بھی ہوتا تو شاید وہ کھولنے میں کچھ عذر کرتا ؛ مگر اس شخص سے کچھ نہ کیا ۔ غرض کہ دروازے میں داخل ہو کر وہ اندر گیا اور سیدھا قید خانے کی طرف چلا ۔ وہاں کے منتظمین اور حراس اس کی طرف دوڑے ۔ اس نے پکار کر کہا کہ ” ای فلاں ! “ اس نے جواب دیا ” ہاں “ ۔ اس نے کہا کہ ” نکل آؤ “ ۔ وہ شخص نکلا ” اور منتظمین حبس کی یہ کیفیت بھی کد وہ خاموش دم بخود کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے ” گویا ان پر کسی نے گرم گرم پانی ڈال دیا تھا ۔ وہ اپنے اس ہمراہی کو ساتھ لیکر وہاں سے مسجد عباد کو آگیا ۔ ” اصل یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے اس میں ان کی یہی عادت تھی ۔ ان کو کسی مراد یا مقصد کے حاصل کرنے میں نہ کبھی کڑی رکاوٹ پیش آئی نہ کسی تکلیف کا سامنا ہوا ۔ رعیت کو تو انہوں نے گویا تسخیر ہی کر لیا تھا ۔ بڑے بڑے جبابرہ ان کے مطیع و منقاد تھے ۔ وہ جب تک تلمسان میں رہے ” امیر سے لیکر مامور تک وہاں کے سب باشندے ان کی تعظیم کرتے رہے ۔ جب وہ وہاں کے سرداروں کو اپنی طرف مائل اور ان کے قلوب کو اپنے قبضے میں لا چکے ” تو شہر فلس کو روانہ ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے پھر اپنے علمی خیالات کا اظہار اور اسی موضوع پر تقریر و گفتگو

شروع کی ۔ وہ ہر امر میں لوگوں کو عقائد اشعریہ کی پیروی کرنے کی دعوت دیتے تھے ۔ مگر ، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے ، ان ہی علوم سے اہل مغرب کو نفرت تھی اور جو شخص اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتا تھا اس کے دشمن ہو جاتے تھے ۔ یہ معلوم کر کے والی شہر نے فقہاء کو بلایا اور ان کو بھی دعوت دی ۔ چنانچہ مناظرہ شروع ہوا ، جس میں غلبہ اور کثرت و فوقیت ان ہی کے ہاتھ رہی ؛ کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ ان کے مناظرین بمنزلہ ایک خالی خولی جتیل میدان کے ہیں ، تمام علوم نظریہ سے عاری ہیں اور سوا علم الفروع کے اور کچھ نہیں جانتے ۔ جب فقہاء نے انکی گفتگو سنی ، تو والی شہر سے ان کو اس بناء پر خارج البلد کر دینے کا اشارہ کیا کہ مبادا عوام الناس کی عقلوں میں فتور و فساد واقع ہو ۔ چنانچہ والی شہر نے ان کو شہر بدر ہو جانے کا حکم دیا ، اور وہ وہاں سے مراکش کے جانب روانہ ہوئے ۔ ادھر امیر المسلمین علی بن یوسف کو ان کے حال سے اطلاع دی گئی ۔ وہ شہر میں داخل ہوئے ، تو ان کو امیر المسلمین کے سامنے پیش کیا گیا ، اور فقہاء کو ان سے مناظرہ کرنے کے لئے طلب کیا گیا ۔ مگر ان سب میں سے ایک بھی تو ان کا مطالب نہ سمجھ سکا ، اور سمجھا تو صرف ایک شخص ، جو اندلس کا باشندہ تھا ۔ اس کا نام مالک بن وہیب تھا ، اور وہ تمام علوم میں ان کا شریک و سہیم تھا ۔ مگر وہ بھی کبھی سوا ان خیالات کے جو اس زمانے میں رائج تھے کسی اور خیال کا اظہار نہ کرتا تھا ، حالانکہ اسے متعدد علوم و فنون میں دسترس تھا ۔ چنانچہ میں نے اسکی ایک کتاب ”قراۃ الذہب فی ذکر لثام العرب“ دیکھی ہے ، جس میں زمانہائے جاہلیت و اسلام کے لثام عرب کے حالات درج ہیں اور جو دیگر آداب وغیرہ اس کے متعلق ہیں وہ بھی اسی میں شامل و منضم ہیں ۔ مختصر یہ کہ وہ ایک بے نظیر کتاب ہے ، اور میں نے اسے بنو عبد المومن کے ذخیرۂ کتب میں دیکھا ہے ۔ اسی مالک بن وہیب

کو بعض اجزاء فلسفہ میں زبردست تحقیق حاصل ہی . میں نے خود اسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اس کی تصانیف ”کتاب الثمرة لبطلمیوس فی الاحکام“ اور ”کتاب المجسطی فی علم الہیئہ“ دیکھی ہیں . موخر الذکر پر ان کے حواشی اور تفہیمات بھی تحریر ہیں ، جو اس زمانے کی ہیں جب وہ اسے ایک اہل فرطہ موسوم بہ حمد الذہبی کو پڑھایا کرتے تھے . الغرض جب مالک نے محمد بن ترمذی کا یہ کلام سنا ، ان کی حدت نفس کی کثرت ، ذکاوت خاطر اور وسعت عبارت کو بخوبی سمجھ گیا اور امیر المسلمین سے انکے قتل کے لئے کہا اور کہا کہ ”یہ شخص فساد ہی . اس کے مکر و فریب سے بے خوف نہ رہنا چاہئے . جو شخص اس کا کلام سنیگا ضرور اس کی طرف مائل ہو جائیگا ، اگر المصامدہ کے ملک کی یہ حالت ہو گئی ، تو ان کے ہاں سے ایک شیر کنیر ہم پر یکبارگی قوت پڑےگا .“ مگر امیر المسلمین نے ان کے قتل کا حکم دینے میں توقف کیا ، کیونکہ ان کا مذہب ان کو ابسا کرنے سے مانع تھا . گو کہ وہ ایک صالح ، مستجاب الدعوات ، قائم اللیل اور صائم النہار شخص تھے ، مگر خرابی یہ تھی کہ وہ خود بھی ضعیف تھے اور دوسروں کو بھی ضعیف خیال کرتے تھے . یہی وجہ تھی کہ ان کے آخری زمانے میں ملک میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں ، اور چونکہ عورتوں نے حالات حاضرہ پر استیلاہ پالیا تھا اور امور میں استبداد اور خود رائی سے کام کرتی تھیں ، اس لئے فواحش شنیعہ کا بھی ظہور ہوا : حتیٰ کہ ہر ایک بد معاش ، جور اور رھرن کسی نہ کسی عورت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جسے اس نے اپنا ملجبا و ماوا بنا رکھا تھا . بہ سب کچھ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں . غرضیکہ جب مالک قتل ابن ترمذی کے ارادے کے پورے ہونے سے مایوس ہو گیا ، تو اس نے امیر المسلمین سے کہا کہ ”اسے موت کے وقت تک کے لئے قید کر دیا جائے .“ مگر امیر المسلمین نے کہا کہ ”ہم کسی مسلمان آدمی کو بلا ایسی وجہ

کے، جسکی ہم نے تعین بھی نہیں کی ہے، کس طرح قید کر سکتے ہیں؟ اور اصل تو یہ ہے کہ قید موت کی بہن ہے۔ لیکن خیر، ہم یہ حکم دئے دیتے ہن کہ وہ ہمارے شہر سے نکل جائے اور جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔“ چنانچہ ابن تومرت اور ان کے ہمراہی وہاں سے نکل کر سوس کو چلے۔ وہاں پہنچکر تینملل نام کے ایک مقام میں فروکش ہوئے۔ وہیں سے ان کی دعوت کا آغاز ہوا، اور وہیں ان کی قبر بھی ہے۔ ان لوگوں کے وہاں نازل ہوتے ہی المصامدہ کے سردار وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے تعلیم و تدریس اور دعوت الی الخیر شروع کر دی، مگر اپنا اصلی امر ظاہر نہیں کیا، اور نہ بادشاہ نے ان کو طلب کیا۔ انہوں نے وہیں کی زبان میں، جس میں وہ اپنے زمانے کے فصیح ترین شخص تھے، اپنا عقیدہ سمجھایا، اور جب وہ لوگ اس عقیدہ کے مطالب و معانی کو سمجھ گئے، تو انہوں نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی، اور ان کی محبت ان کے قلوب اور اطاعت ان کے جسموں میں جا گزرنے لگی۔ جب ابن تومرت کو ان پر پورا پورا اعتماد ہو گیا، تو انکو اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی اور شروع شروع میں اس دعوت قیام کو صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک محدود رکھا اور ان لوگوں کو سختی کے ساتھ خونریزی کرنے سے منع کر دیا۔ عرصے تک وہ یہی کرتے رہے۔ بعد ازاں انہوں نے جند اشخاص کو، جن کی عقلیں صلاحیت پذیر ہو چکی تھیں، آغاز دعوت اور رؤساء قبائل کی استمالت قلوب کرنے کا حکم دیا۔ پھر انہوں نے یہ کرنا شروع کیا کہ وہ ان لوگوں کے سامنے امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کرتے، ان کو شوق دلاتے، اور امام مہدی کے متعلق جسقدر احادیث وارد ہوئی ہیں ان کو سناتے۔ جب امام مہدی کی فضیلت اور ان کے نسب و تعریف نے ان لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح گہر کر لیا، تو ابن تومرت نے خود مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ”میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔“ اپنے نسب

کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا، اور خود اپنے ہی لئے دعوت عصمت کی تصریح کر کے کہا کہ ”میں ہی مہدی معصوم ہوں؟“ بلکہ اس دعوت کے ثبوت کے لئے بہت سی احادیث بھی بیان کیں۔ آخر ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ابنِ تومرت ضرور مہدی ہیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ پیلا دیا، اور سب لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔ انہوں نے کہا کہ ”میں اسی چیز پر بیعت لیتا ہوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔“ پھر ان کے لئے مختلف علوم کی کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے ایک کتاب کا نام ”اعز مایطلب“ تھا۔ اسی طرح چند کتب اصول دین اور عقائد پر بھی تصنیف کیں۔ وہ اکثر مسائل میں ابو الحسن اشعری کے مذہب کے پیرو تھے؛ مگر مسئلہ اثبات صفات کی نفی اور جند دیگر مسائل میں معتزلہ کے موافق تھے۔ علیٰ ہذا القیاس وہ تشیع کو بھی کسی قدر چھپائے رکھتے تھے، صرف فرس یہ تھا کہ وہ عوام الناس کے سامنے اس کا اظہار نہیں کرنے تھے۔ انہوں نے اپنے پیروان کو طبقات میں تقسیم کیا، اور ان کی دس مختلف جماعتیں قائم کیں، جن میں سے اولین جماعت مہاجرین کی تھی جنہوں نے ان کی دعوت کو سرعت کے ساتھ قبول کیا تھا۔ انکو وہ ”الجماعت“ کہا کرتے تھے۔ پھر انکی جماعت میں ”الخمسين“ تھے، جو طبقہ دوم میں تھے۔ یہ تمام طبقات کسی ایک ہی قبیلے میں سے نہ تھے، بلکہ مختلف قبائل کے افراد پر مشتمل تھے۔ ان سب کو وہ ”مؤمنین“ کہا کرتے تھے، اور ان سے کہتے تھے کہ ”تمام روئے زمین پر کوئی شخص تم لوگوں کا سا سچا اور حقیقی ایمان نہیں رکھتا۔ تم ہی وہ جماعت ہو جو آن حضرت علیہ السلام کے اس قول مبارک میں معین ہو چکی ہو کہ ”سرزمین مغرب میں ایک جماعت حق کی حمایت میں برابر ظاہر ہوتی رہیگی“ اور انہیں

کوئی شخص جو ان سے جدا ہو جائے ضرر نہ پہنچا سکیگا، بہانہ تک کہ امر خداوندی آپہنچے۔“ تم ہی وہ جماعت ہو، جسکے ذریعے سے اللہ فارس اور روم کو فتح اور دجال کو قتل کرائیگا۔ تم ہی مدین سے وہ امیر بھی ہی، جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی نماز ادا کرتا ہی۔ نا قیام قیامت یہ امر تم ہی مدین رہیگا۔“ مزید برآں وہ ان کو اور جزئیات کی بھی خبر دیا کرتے تھے، جن میں سے اکثر واقع بھی ہوئیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ”اگر میں جاہلون تو تمہارے تمام خلفاء کے نام بھی ابک ایک کر کے بتا دوں۔“ اس وجہ سے یہ فتنہ اور بھی زیادہ ہو گیا، اور ان لوگوں نے بیس از پیدش اظہار اطاعت کیا۔ اس تمام امر کی تخلید کے متعلق ہم نے جو کچھ ابن تومرت کے قول کے مطابق بیان کیا ہی، اسے ایک شخص نے نظم میں ادا کیا ہی، جو اہل الحرائر مدین سے تھا اور اعمال بجایہ کے ابک شہر کا باشندہ تھا۔ وہ تینمیل میں امیر المرمین ابو یعرب کے پاس گیا تھا، اور وہاں الموحدون کی ایک جماعت کے ساتھ ابن تومرت کی قبر پر کھڑے ہو کر اس نے ایک فصیدہ پڑھا تھا، جس کے شروع کے اشعار یہ ہیں۔

- (۱) سلام علی قبر الامام المصجد      سلالۃ خیر العالمین محمد
- (۲) و مشبہہ فی خلفہ ثم فی اسمہ      و اسم ابیہ والقضاء المسدد
- (۳) و محیی علوم الدین بعد مماتہا      و مظهر اسرار الکتاب المسدد
- (۴) اُثینا بہ البشري بان یملأ الدنا      بفسط و عدل فی الانام ماخلد
- (۵) ویفتح الامصار شرقا و مغربا      ویملک عربا من معیر و منجد

ترجمہ:-

- (۱) سلام ہو اس صاحب مجد امام کی قبر پر، جو دونوں جہان کے بہترین فرد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد میں سے ہی!
- (۲) و (۳) اور اپنے احلاق، اپنے اور باب کے نام میں اور اپنی قضاء محکم میں اس سے مشابہ ہی؛ جو علوم دین کی موت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرے والا اور کتاب محکم کے اسرار کو ظاہر کرے والا ہی!
- (۴) و (۵) ہم کو اس سے بے خوشخبری ملی ہی کہ وہ مخلوق میں اپنے عدل و انصاف بابت سے دنیا کو پُر کر دیگا، وہ مشرق و مغرب میں ہر طرف کے شہروں کو فتح کر دیگا اور عرب کے تمام نشیب و فراز کے باشندوں کا مالک ہوگا۔

- (۶) فمن وصفه اقني واجلي وانه  
 (۷) زمان واسم والمكان ونسبه  
 (۸) ويلبث سبعا او فتسعا يعيشها  
 (۹) فقد عاش تسعا مثل قول نبينا  
 (۱۰) و تتبعه للنصر طائفة الهدى  
 (۱۱) هي الامة المذكور في الذكر امرها  
 (۱۲) ويفدها المنصور والناصر الذي  
 (۱۳) هو المنتقي من قيس عيلان مخبرا  
 (۱۴) خليفه مهدي الاله و سيفه  
 (۱۵) بهم يقمع الله الجبارة الليلي  
 علاماته خمس تبين لمهدي  
 و فعل له في عصمة و تاييد  
 كذا جاء في نص من النفل مسند  
 فذلكم المهدي بالله بهتدي  
 فاکرم بهم اخوان ذي الصدق احمد  
 و طائفة المهدي بالحق تهتدي  
 له النصر حزب اذ بروح و بهتدي  
 ومن مرة اهل الجلال الموطد  
 ومن قد غدا بالعلم والحلم مرتدي  
 يصدون عن حكم من الحق مرشد

ترجمہ :-

- (۶) وہ کہ جس کی توصیف نہایت صاف و واضح ہے ! اسکی تابع علامتیں ہیں ،  
 جو ایک ہدایت طلب کے لئے ظاہر ہیں :-  
 (۷) زمانہ ، نام ، مکان ، نسب اور اس کا وہ فعل جو کنایہ سے سرا اور خدا کی  
 مدد سے بہرہ ور ہے ۔  
 (۸) معتبر نعل کی نص میں یہ لکھا ہے کہ وہ سات یا نو سال زندہ رہے گا ۔  
 (۹) چنانچہ وہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کے مطابق نو سال  
 زندہ رہا ۔ یہی ہی تمہارا وہ مہدی جو اللہ کی طرف سے ہدایت نامہ تھا ۔  
 (۱۰) اس کی مدد کے لئے ایک ہدایت یافتہ جماعت اس کی پیروی کرتی ہے ۔  
 وہ صاحبان صدق کس قدر کریم و عادل متائش ہیں !  
 (۱۱) یہی ہی وہ جماعت جس کے امر کا قرآن شریف میں ذکر ہے ۔ یہی ہی  
 مہدی کا وہ گروہ جو حق سے ہدایت کرتا ہے ،  
 (۱۲) اور جس کا امام وہ منصور و ناصر شخص ہی کہ فتح و نصرت تمام و نگاہ پرا  
 باندھے اس کے ہمراہ رہنی ہے ۔  
 (۱۳) ازروئے فخر و بنو قیس عیلان اور صاحب جلال بنو مرہ میں ایک برگزیدہ  
 شخص ہے  
 (۱۴) وہ خدا کے مہدی کا خلیفہ اور اس کی تلوار ہے ۔ وہ وہ ہی جس نے علم  
 و حلم کی جادر آڑھ لی ہے ۔  
 (۱۵) ان ہی کے ذریعے سے خدا ان جاہلون کا قلع قمع کریگا ، جو ابکے برحق اور  
 ہدایت دہندہ حکم سے روگردانی کرتے ہیں ،

- (۱۶) و بفتح ابام الجبابرة التي ابادت من الاسلام كل مشيد  
 (۱۷) فيغزون اعراب الجزيرة عنوة ويعرون منها فارساً ..... \*  
 (۱۸) و بفتحتون الروم فتح غنيمته ويفتسمون المال بالترس عن بد  
 (۱۹) و بعدون للدجال يعزونه ضحا يذيقونه حد الحسام المهند  
 (۲۰) ويفتله في باب لد و تنجلي شكوك امالت قلب من لم يوحد  
 (۲۱) وينزل عيسى فيهم و اميرهم امام فيدعوهم لمحاراب مسجد  
 (۲۲) يصلى بهم ذات الامير صلاتهم بقعدبم عيسى المصطفى عن تعدد  
 (۲۳) فيصمخ بالكفين منه وجرهم و بخبرهم حفا بعمر محدث  
 (۲۴) وما ان يزال الامر فيد و فيهم الي آخر الدهر الطويل المسرمد

ترجمة :-

- (۱۶) اور ان ظالموں کے زمانے کا خاتمہ کرے گا، جنہوں نے اسلام کے ہر مصدوق و محکم امر کو دھوا دیا تھا۔  
 (۱۷) وہ الجزیرہ کے اعراب پر سختی سے حملہ کرینگے اور ...  
 (۱۸) وہ روم کو فتح غنیمت کے طور پر فتح کرے گا، اور ڈھال کے ذریعے اسے ہاتھوں سے مال فسیم کرینگے۔  
 (۱۹) وہ دجال کے مقابلے میں دن دھارے جنگ کرینگے اور اس کو ہندی تلوار کی دھار کا مڑا چکھائے گا۔  
 (۲۰) وہ اسے مناصمت کے ناب میں قتل کرے گا، اور ان غیر موحد لوگوں کے وہ شکوک مٹ جائینگے جنہوں نے ان کے دلوں کو ایسی طرف مائل کر رکھا تھا۔  
 (۲۱) حضرت عیسیٰ ان میں مازل ہونگے، اور ان کا امیر و امام ان کو مسجد کی محراب کی طرف بلائیگا۔  
 (۲۲) ان کا وہ امیر حضرت عیسیٰ کی تقدیم کے ساتھ ان کو نماز پڑھائیگا۔  
 (۲۳) وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کی جھروں پر مسح کرے گا اور ان کو حق کے ساتھ شمسیر تیر کی خبر دیگا۔  
 (۲۴) اور یہ امر اس میں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیگا۔

\* فلمی نسخے میں جو الفاظ کاتب نے پہلے لکھے تھے مثلاً دئے گئے ہیں، اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کی جگہ اس نے کیا الفاظ رکھے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس نے وکان قد لکھا ہے۔ مگر کان کے نون کے اوپر ایک ة بنی ہوئی ہے۔ (دروزی)



(۲۵) فابلق امیر المؤمنین تحفۃ علی الذی منی والوداد الماکد  
 (۲۶) علیہ سلام اللہ ما در شارق و ما صدر الوردان عن ورد ضرور  
 کہتے ہیں کہ اس قاصدہ کا انشا کرنے والا خود اس فبر پر حاضر  
 نہ تھا اور اس نے خود یہ قاصدہ نہیں پڑھا، کیونکہ کبر سنی اور بعد  
 مقام اس کو ابسا کرنے سے مانع تھا؛ بلکہ اس نے نہ قاصدہ بھیج دیا  
 تھا، اور اسے امام کی قبر پر پڑھ دیا گیا تھا۔ اس وقت عبد المؤمن  
 زندہ تھے۔ واللہ اعلم \*

بہ ایک طویل قاصدہ ہی۔ میں نے جو کچھ یہاں نقل کیا ہے  
 یہ صرف اس کا انتخاب ہی، اور میں نے ان اشعار کو یہاں اس وجہ  
 سے نقل نہیں کیا ہے کہ وہ اشعار عمدہ ہیں، بلکہ اس خیال سے کہ ان  
 سے پہلے جو بیان ہے یہ اس سے متعلق ہیں \*

المصامدہ اسی طرح روز افزون کیفیت کے ساتھ اس تومرت کے  
 مطیع ہوتے رہے۔ انکا فتنہ ابن تومرت کے بل پر زیادہ شدید اور انکا ادب  
 واحترام ان کے قلوب میں زیادہ راسخ و مضبوط ہوتا گیا، اور رفتہ رفتہ  
 اس حد کو پہنچ گیا کہ اگر وہ ان میں سے کسی کو اس کے باپ، بھائی  
 یا بیٹے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیتے تو وہ فوراً بلا درنگ ایسا کرتا۔  
 اصل یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ خونریزی کو انکے نہایت معمولی بات  
 سمجھتے تھے اس لئے ان کی ایسی طبیعت بھی ان کو اس کام میں  
 مدد دیتی اور اسے آسان کر دیتی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ کام  
 ان کی فطرت و جبلت ہی میں تھا اور ان کے ملک کے جائے وقوع کا

ترجمہ:-

(۲۵) امیر المؤمنین کو باوجود میری دوری کے میری پختہ دوستی کا سلام  
 پہنچا دو۔  
 (۲۶) اللہ کا اس پر سلام ہو، جب تک آفتاب روشن ہے اور جب تک کہ کسی  
 چشمے پر اس کے متلاشی وارد ہوتے ہیں۔ (مترجم)

یہی یہی اقتضا تھا۔ ابو عبید بکری اندلسی قرطبی اپنی کتاب ”المسالك والممالك“ میں ایک شخص کی زبانی یہ حکایت بیان کرتا ہے کہ ”بلاد مغرب میں کسی جگہ سکندر کے پاس ایک گھوڑا پیش کیا گیا، جس سے زیادہ بھاگنے اور سبقت لے جانے والا کوئی گھوڑا پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس میں سوا اس کے کہ اس کو کبھی ہنہاتے ہوئے نہیں سنا گیا اور کوئی عیب نہ تھا۔ جب سکندر دورہ کرتا ہوا کوفہ ہلے درن میں پہنچا، جو بلاد مصادہ میں واقع تھا، تو اس کا وہ گھوڑا اس زور سے ہنہایا کہ پہاڑ تک ہل گیا۔ سکندر نے اپنے حکیم کو لکھکر اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ”وہ شر و فساد اور سختی و درشتی کا ملک ہے۔ وہاں سے جلد نکل آؤ۔“ غرض کہ ایک ملک کا یہ حال ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ خرنیزی کو ایک معمولی سی بات جانتے تھے، اس کی کیفیت میں نے خود اس زمانے میں دیکھی جب میں سوس میں تھا، اور وہ یہی عجیب قصہ ہے \*

سنہ ۵۱۷ء میں انہوں نے تینملل کے تمام مصادہ اور ان لوگوں کا جو سوس سے آکر ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے، ایک لشکر جرار تیار کیا اور ان سے کہا کہ ”ان کافروں اور مذہب کو بدلنے والوں کی طرف جاؤ، جنکو المرابطون کہتے ہیں۔ ان کو بد افعالی کی غارت گری، عمل نیک کے احیاء، ازالۃ بدعت اور امام مہدی معصوم کے اقرار کی دعوت دو۔ اگر وہ تمہاری دعوت کو قبول کر لیں، تو وہ تمہارے بھائی ہونگے اور تمہارا اور ان کا مالہ و ما علیہ ایک ہی ہو جائیگا۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے لڑو۔ سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے جنگ آزمائی تمہارے لئے حلال کر دی ہے۔“ انہوں نے عبد المومن کو امیر لشکر بناکر کہا کہ ”تم لوگ مومنین ہو اور یہ تمہارے امیر ہیں۔“ اس دن سے عبد المومن کو امیر المومنین کے نام کا استحقاق حاصل ہو گیا۔ وہ لوگ مراکس کی طرف روانہ ہوئے، اور ابھی اس کے قریب

ہی پہنچے تھے کہ ان کو بحیرہ نام ایک مقام پر المرابطون کا ایک لشکر ضخیم ملا، جس میں لمتوہ کے سردار شامل تھے اور زبیر بن علی بن یوسف بن تاشفین ان کا سپہ سالار تھا۔ جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں، تو المصامدہ نے ابن تومرت کے حکم کے مطابق تمام مدکورہ بالا امور کی دعوت کے لئے ان لوگوں کے پاس پیغام بھیجا۔ مگر انہوں نے اسے نہایت بری طرح رد کر دیا۔ عبد المومن نے امیر المسلمین علی بن یوسف کو ایک خط لکھا، جس میں وہ تمام باتیں شامل تھیں جو محمد ابن تومرت نے ان سے کہی تھیں۔ امیر المومنین نے اس کے جواب میں ان کو تفرقہ جماعت سے خوف دلایا۔ اور خونریزی اور فتنہ انگیزی کے بارے میں خدا یاد دلایا۔ مگر عبد المومن نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی، بلکہ وہ المرابطون کے اور بھی زیادہ حریص ہو گئے اور انہیں انکے ضعف کا یقین ہو گیا۔ فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ جنگ میں المصامدہ کو ہریمت ہوئی، اور ان کے بہت سے آدمی بھی کام آئے۔ مگر عبد المومن اور چند اور آدمی بچ گئے۔ جب ابن تومرت کو یہ خبر ملی، تو انہوں نے پوچھا ”کیا عبد المومن بھی نہیں بچے؟“ کہا گیا ”ہاں بچ گئے۔ ابن تومرت نے کہا ”تب تو کویا کوئی بھی ضائع نہیں ہوا!“ جب فوج کے باقی ماندہ افراد ان کے پاس پہنچے، تو انہوں نے انکی پسپائی کو محض معمولی واقعہ کر کے دکھانا، اور ایک دل میں یہ بات بٹھا دی کہ ان کے مقتولین شہید ہوئے، کیونکہ وہ دین الہی کو خرابی سے بچانے والے اور سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مظہر تھے۔ اس سے ان لوگوں کی اپنے امر میں بصیرت اور بھی بڑھ گئی، اور وہ اپنے دشمن سے جنگ و قتال کرنے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ آمادہ و تیار ہو گئے۔ اسی وقت سے المصامدہ نے نواحی مراکش کو تاخت و تاراج کرنا، وہاں کے سامان معیشت و آسائش کو منقطع کرنا شروع کر دیا۔ وہ قتل اور قید کرتے تھے، اور جس جس شخص پر ان کا

فابو جملنا تھا اس پر کبھی رحم نہ کرتے تھے۔ اس طرح ان کی اطاعت میں داخل ہونے اور اوروں سے قوت کرانکی طرف آنے والوں کی تعداد میں کثرت ہوتی گئی، اور اس تمام عرصے میں ابن تومرت نے زہد و رزی اور قلت دنیا داری کو اور بھی چمکا دیا تھا، اور خود کو صلحاء سے مشابہ کرنے اور سنت اولیٰ کی طرح حدود شرعی کی نگرانی میں تشدد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

صحابہ سے ابک معتبر شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کو شراب خواری پر کھجور کی جھال اور رسی، اور پاپوشوں سے سزا دیا کرتے تھے، جیسا کہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔ ایک شخص، جو موقعہ پر موجود تھا، صحابہ سے بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ابک آدمی حالت سکر میں ان کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اسے سزا کا حکم دیا۔ اسپر اسکے ایک ذی مرتبہ ہمراہی، یوسف بن سلیمان نے کہا کہ ”اگر ہم اس پر اس وقت تک برسر سختی کئے جائیں جب تک کہ وہ یہ نہ بتائے کہ اسنے کہاں سے شراب پی ہے، تو یقین ہے کہ اس علت کی بیخ کنی ہو جائیگی“۔ مگر ابن تومرت نے منہ پھیر لیا۔ یوسف نے پھر یہی کہا، اور ابن تومرت نے بھر روگردانی کی۔ جب اسنے تیسری مرتبہ اسے کہا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ”اگر ملزم نے یہ کہا کہ میں نے یوسف بن سلیمان سے گھر میں شراب پی ہے، تو ہم کیا کریں گے؟“ اس سے یوسف بن سلیمان شرمندہ ہو کر ساکت ہو گیا۔ بعد میں اس امر کا یوں انکشاف ہوا کہ یوسف ہی کے نوکروں نے اسے شراب پلائی تھی۔ اور یہ واقعہ بھی منجملہ ان وافعات کے ہو گیا، جس سے یہ فتنہ اور بھی ترقی پذیر ہو گیا، اور ابن تومرت کو جو خبریں ملتی تھیں اور لفظ بہ لفظ صحیح ہوتی تھیں، ان کی وجہ سے ان کی تعظیم و تکریم میں اور بھی زبادت ہو گئی۔

یہ باتیں یوں ہی ہوتی رہیں، ابن تومرت کے احوال برابر نیکی کے ساتھ جاری رہے، ان کے اصحاب غلبہ یاب ہوتے رہے، اور المرابطون کے

حالات میں اختلال بڑھنا گیا اور ان کی دولت و سلطنت ٹوٹتی چلی گئی — تو آنکہ ابن تومرت نے سنہ ۵۲۶ء کے دوران میں وفات پائی۔ اس وقت تک وہ ناسیس امور اور احکام تدبیر کر چکے تھے، اور اپنے ساتھیوں کو اچھی طرح بتا چکے تھے کہ انکر کیا کیا کرنا چاہئے۔

### ذکر ولایت عبد المومن

ابن تومرت کے بعد عبد المومن بن علی نے قیام امر کیا۔ المصامدہ نے ان سے بیعت کر لی، اور الجماعت نے بھی ان کی تقدیم و امارت کو قبول کر لیا۔ جن لوگوں نے ان کی تقدیم کے لئے سعی کی اور ان کو اس پر فائز کرایا وہ ”الجماعت“ کے تین افراد تھے :-

- (۱) عمر بن عبد اللہ صہاجی، جو انکے ہاں عمر ازناج کہلاتے تھے۔
- (۲) عمر بن وُمرال، جن کا نام اس وقت سے قبل فصکۃ تھا مگر ابن تومرت نے عمر نام رکھا اور عمر اینتی کہنے لگے تھے؛ اور
- (۳) عبد اللہ بن سلیمان، جو تینمیل کے باشندہ اور قبیلۃ مسکالہ میں سے تھے۔

تمام اہل الجماعت، اہل خمسین اور باقی کے تمام المرحدون نے ان سے اس امر میں اتفاق کیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ ابن تومرت نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ان لوگوں کو جو ”الجماعت“ کے نام سے موسوم تھے اور اہل خمسین کو اپنے پاس بلایا۔ (اور ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ یہ لوگ متفرق قبائل کے افراد تھے اور ان میں کوئی چیز سوا ان کے نام ”المصامدہ“ کے مشترک نہ تھی) جب وہ آئے تو ابن تومرت تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ان کو دیکھ کر کہڑے ہو گئے، اور اللہ کے شایان شان حمد و ثناء، اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پر صلات و سلام اور خلعائے راشدون کے لئے طلب رضائے الہی کرنے کے بعد ان کے ثبات دین اور عزم امر کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان حضرات میں سے کوئی بھی خدا کی طاعت اور رضا جوئی میں کسی ملامت گری ملامت کی پرواہ نہ کرنے تھے۔ پھر وہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو شراب خواری کی سزا دی تھی اور حق پر کس قدر سختی اور پختگی سے قائم تھے۔ بعد ازاں اسی قسم کی اور باتیں بیان کیں اور کہا کہ ”وہ جماعت گزر گئی — خدا ان کے چہروں کو تر و تازہ رکھے“ ان کے مساعی کا اجر دے؛ اور امت نبوی کی طرف سے ان کو جزائے خیر عطا کرے! — اور لوگوں کو ایک فتنہ نے مخبوط الحواس کر دیا، جس نے حلیم الطبع آدمی کو حیران اور عالم کو متجاہل و متذہل کر دیا۔ علمائے اپنے علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھانا، بلکہ بادشاہوں کے ہاں پہنچے اور اس علم کے ذریعے سے دنیا حاصل کی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا، اور اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔ بہ سبب یوں ہی ہوتا رہا۔ پھر ای لوگو! تم ہر خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے (اور اسی کے لئے تمام تعریف ہے) یہ احسان فرمایا کہ تمہاری تائید کی اور اس زمانے والوں میں اپنی حقیقت توحید کے لئے تم ہی کو مخصوص فرمادیا، حالانکہ اس نے تم میں سے ہزاروں کے لئے گمراہی مقدر میں لکھ دی تھی۔ تم کسی کی ہدایت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ تم اندھے تھے اور کچھ دیکھ نہ سکتے تھے۔ نہ تم نیکی کو نیکی سمجھتے اور نہ بدی کو بدی جانتے تھے۔ تم میں بدعتیں پھیل گئی تھیں۔ بیہودہ اور باطل باتوں نے تم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ شیطان نے تمہارے لئے گمراہی کو مزین کر دیا تھا۔ اور اسی قسم کی نامعقول اور خرافات باتیں تھیں، جن کے ذکر سے میں اپنے نطق کو بے لوث اور الفاظ کو دور ہی رکھتا ہوں۔ غرض کہ اللہ نے تم کو گمراہی کے بعد ہدایت اور کوری کے بعد بینائی عطا فرمائی؛ تم کو متفرق ہو جانے کے

بعد مجتمع کیا، ذلت کے بعد عزت دی؛ تم پر سے ان نامسلمان مسلمانوں کا غلبہ اٹھا لیا؛ اور عنقریب تم کو ان کی زمین اور ان کے ملک کا وارث بنائیگا۔ نہ سب کچھ اسی کے سبب سے ہی، جو کچھ کہ انکے ہاتھوں نے کہا اور ان کے دلوں نے چھپایا، و ما ربک بظلام للعبید۔ لہذا اب تم اللہ سبحانہ کے لئے اپنی نیتوں کی تجدید کرو، اور اپنے قول و فعل سے اس طرح اس کا شکر ادا کرو کہ اس سے تمہارے مساعی کا تزکیہ ہو، تمہارے اعمال قابل قبول ہوں، اور تمہارا امر پھیل جائے۔ نا اتفاقی، اختلاف فول اور پریشانی رائے سے دُرو اور اپنے دشمن کے لئے بمنزلہ ایک دست واحد کے ہو جاؤ؛ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا، تو لوگ تم سے ہیبت کرینگے، تمہاری اطاعت قبول کرنے میں جلدی کرینگے، تمہارے پیروان کی تعداد میں اضافہ ہو جائیگا، اور خدائے تعالیٰ حق کو تمہارے ہاتھ سے ظاہر فرمائیگا۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو ذلت تم کو پریشان کر دیگی، خواری تمہارے لئے عام ہو جائیگی، عوام الناس تم کو حقیر جانینگے، اور خاصان قوم تم کو بد حواس گردننگے۔ اپنے تمام امور میں رحم کو درشتی سے اور نرمی کو سختی سے ملا دو، اور بہ یہی خوب سمجھ رکھو کہ اس قوم کا انجام کار صرف اسی بناء پر درست ہوگا جس پر اس کا آغاز امر درست تھا۔ ہم نے تمہارے لئے ایک شخص کو انتخاب کیا ہے اور اس کو تم پر امیر بنا دیا ہے۔ اور نہ یہی ہم نے اس وقت کیا ہے کہ جب ہم نے اس کے تمام احوال، اس کے لیل و نہار اور اس کی آمد و شد کو آزمایا ہے، اس کے باطنی و ظاہری حالات و کوائف کو جانچ لیا ہے، اور ان تمام باتوں سے معلوم کر لیا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر ثابت قدم اور اپنے امر میں متبصر ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بارے میں کبھی اختلاف کا خیال نہ پیدا ہوگا۔ وہ مشار الیہ عبد المومن ہیں۔ جب تک کہ وہ اپنے پروردگار کے مطیع و منقاد ہیں، تم یہی بہ سمع و طاعت ان کی فرمانبرداری

کرو۔ اگر وہ بدل جائیں، یا پھر جائیں، با اپنے امر میں شک کریں، تو خدا کے فضل سے المؤمنین میں — خدا ان کو عزت دے! — برکت اور خیر کثیر موجود ہے، اور امر الہی ہے، وہ جس کو چاہے اس سے سرراز فرمائے۔“

بعد ازاں سب لوگوں نے عبد المؤمن سے بیعت کی۔ ان تو مورت نے ان کے لئے دعا کی اور ہر فرد کے چہرے اور سینے پر ہاتھ پھیرا۔ یہی سبب عبد المؤمن کے امیر المؤمنین ہو جانے کا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ابن تومرت نے وفات پائی، اور المصامدہ کا امر بالاحتماع عبد المؤمن پر وارد ہوا۔

## فصل

عبد المؤمن مذکور کا نام عبد المؤمن بن علی بن علوی الکومی ہے۔ ان کی والدہ بھی گومیہ اور ایک شریف و آزاد خاتون تھیں۔ ان کی قوم بنو مویجر کہلاتی تھی۔ عبد المؤمن کی ولادت اعمال شہر تلمسان کے ایک موضع میں ہوئی جس کو تاجرا کہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے گومیہ کا ذکر ہوتا تھا تو وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ”میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ بلکہ ہم لوگ قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان میں سے ہیں۔ گومیہ کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم ان کے ہاں پیدا ہوئے اور بڑے ہوئے، اور اس لحاظ سے وہ ہمارے احوال ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس میں انکی اولاد اور اولاد کی اولاد میں سے بھی جن جن سے ملا ہوں انہوں نے بھی خود کو قیس عیلان بن مضر ہی سے منسوب کیا۔ اس وجہ سے خطباء نے بہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ جب کبھی وہ ابن تومرت کے بعد ان کا ذکر کرتے ہیں، تو ان کو شرافت نسب میں ان کا ہمسر بتاتے ہیں۔ ان کی پیدائش یوسف بن تاشفین کے زمانے میں سنہ ۴۸۷ کے آخر میں ہوئی، اور وفات



سنہ ۵۵۱ء کے ماہ جمادی الآخر میں . جس وقت سے کہ امیر المسلمین علی بن یوسف کے انتقال یعنی سنہ ۵۳۷ء سے ان کے امر کو استحکام اور مضبوطی حاصل ہوئی ، تب سے ان کی وفات کی تاریخ مذکورہ تک علی التحفیق ان کی ولایت کا زمانہ اکیس سال کا ہوا . ان کا رنگ سفید ، بدن دھرا اور تیز سرخ رنگ کا تھا ، بِل سیاہ ، فد معتدل ، چہرہ روشن اور آواز بلند تھی . وہ فصیح اللغز اور بسیار کو تھے . لوگوں میں عموماً پسند کئے جاتے تھے . کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ ان کو دیکھ لے اور از خود رفتہ ہو کر ان سے محبت نہ کر لے . مجھے معلوم ہوا ہی کہ ابن تومرت ، جب کبھی ان کو دیکھتے تھے ، یہ اشعار پڑھا کرتے تھے :-

تکاملت فیک اخلاق خُصمت بها فکلنا بک مسرور و مُغتبط  
فالس ضاحکة والكف مانحة والصدر منشرح والوجه منبسط

۱ یعنی :- تجھ میں تمام اخلاق ، جو تیرے ہی لئے مخصوص ہیں ، کمال کو پہنچ گئے ہیں ، اور ہم سب تجھ سے خوش ہیں اور تجھ پر رشک کرنے ہیں . تیرے دانت خندان ہیں ، ہاتھ سخی ہیں ، سینہ گشادہ ، اور چہرہ بُر از انبساط ہی . (مترجم)

### ان کی اولاد

ان کی اولاد میں سولہ (۱۶) لڑکے تھے ، جن کے نام یہ ہیں :-

(۱) محمد ، جو سب سے بڑا اور ولی عہد تھا . اس سے خلع کرایا گیا .

(۲) علی ، (۳) عمر ، (۴) یوسف ، (۵) عثمان ، (۶) سلیمان ،

(۷) یحییٰ ، (۸) اسماعیل ، (۹) حسن ، (۱۰) حسین ، (۱۱) عبد اللہ ،

(۱۲) عبد الرحمان ، (۱۳) عیسیٰ ، (۱۴) موسیٰ ، (۱۵) ابراہیم ، اور

(۱۶) یعقوب .

## ان کے وزراء

عبد المومن کے آغاز امر سے لے کر ان کے استمرار و استقلال تک ابو حفص عمر از ناچ وزیر رہے۔ اس کے بعد ان کو معزول کر دیا گیا، کیونکہ انکو ان سے زیادہ رتبے کے آدمی مل سکتے تھے۔ چنانچہ ابو حفص کی جگہ ابو جعفر احمد بن عطیہ کو وزیر بنادیا۔ وہ وزیر بھی تھے اور کاتب بھی۔ اسی وجہ سے ان کا شمار کذاب اور وزراء دونوں میں ہوتا ہے۔ عبد المومن نے بجایہ کی فتح تک یہ دونوں عہدے ان ہی کے پاس رہنے دئے۔ بعد میں اپنے ہی خاندان میں سے ایک زبردست کاتب کو کذابت کا عہدہ دیا۔ اس کا نام ابو الفاسم قالمی تھا۔ اس کا ذکر عبد المومن کے کتاب کی فصل میں آئیگا۔ ابو جعفر کی وزارت اس وقت تک قائم رہی کہ جب عبد المومن نے انہیں سنہ ۳۰ھ کے دوران میں قتل کرادیا، اور ان کا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ ان کے بعد عبد السلام گومی وزیر ہوا۔ چونکہ عبد المومن کے ہاں اسے بہت کچھ قرب حاصل تھا، اس لئے اسے ”المقرب“ کہتے تھے۔ اس کی وزارت اس وقت تک جاری رہی کہ جب عبد المومن نے سنہ ۵۰ھ کے دوران میں ایک آدمی بھیج کر اس کا گلا گھٹوا کر مروا ڈالا۔ اس کے بعد خود ان کا بیٹا عمر وزیر ہوا، اور ان کی وفات تک وزیر رہا۔

## ان کے کُتّاب

(۱) ابو جعفر احمد بن عطیہ —

ان کا ابھی وزراء میں ذکر ہو چکا ہے۔ عبد المومن کے دربار میں پہنچنے سے قبل وہ دولت لمقونیہ میں علی بن بوسف کے ہاں ان کے آخری ایام میں عہدہ کذابت پر رہ چکے تھے، اور بعد میں تاشفین بن علی بن یوسف کے بھی کاتب رہے تھے۔ جب ان لوگوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو وہ وہاں سے بھاگے، اور اپنی ہیئت بدل کر ایک

لشکری کا بیس بدلا۔ وہ تیر اندازی اچھی جانتے تھے، اور اس لشکر میں شامل تھے جو سوس کی طرف اس حملہ آور سے جنگ آزمائی کے لئے کیا تھا جو وہاں پیدا ہو گیا تھا۔ اس لشکر کے سپہ سالار ابو حصص عمر اینتی (حن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) تھے اور اہل ”الجماعت“ کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے تھے۔ جب اس حملہ آور کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ جماعت بن برباد ہو گئیں، تو ابو حصص کو انک ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو اس تمام واقعہ کی خبر نذر بعثت تحریر مرآئش کے المؤمنون کو پہنچا دے۔ لوگوں نے ابو جعفر کا نام لیا اور انکی عظمت قدر کی تعریف کی۔ ابو حصص نے ان کو بلایا، اور ابو جعفر نے انکی جانب سے المؤمنون کو ابک خط لکھا جس میں انہوں تمام حال کی شرح کی اور اس کا بیشتر حصہ نہایت خوبی سے لکھا۔ مگر اس خط کا طول اس کے بہان نقل کرنے سے مانع ہے۔ جب وہ خط عبد المومن کے پاس پہنچا، تو انہوں نے بہت تعریف کی اور ابو جعفر کو بلا کر پہلے کتبت ب عہدہ دیا، اور جب انہوں نے ان کی شجاعت قلب اور کمال عقل کو دیکھا تو اس پر عہدہ وزارت کی ایزاد کی۔ جیسا کہ ہم نے انہی ذکر کیا ہے، وہ اس تاریخ تک وزیر رہے جب عبد المومن نے ان کو قتل کرا دیا۔ انکے قتل کا سبب، جیسا کہ مذکور ہوا ہے، یہ تھا کہ ان کے پاس ابوبکر بن یوسف بن تاشفین کی بیٹی تھی جس کو بنت الصحراویہ کہا کرتے تھے، جس کا بھائی یحییٰ المرابطون کا ایک مشہور شہسوار تھا۔ وہ یہی یحییٰ بن الصحراویہ کہلاتا تھا۔ اس یحییٰ نے المؤمنون کے ہاں رہ کر خوب ترقی کی تھی، اور ان کی جانب سے لمتونہ کے مؤحدین کا سردار بنادیا گیا تھا۔ وہ المؤمنون کے ہاں ہمیشہ وجیہ و عزیز رہا۔ اس کے افعال و اقوال کے متعلق چند باتیں عبد المومن تک پہنچ گئیں، جن کی وجہ سے وہ اس سے ناراض ہو گئے۔ عبد المومن نے ان میں سے حنف باتیں اپنی مجلس میں بیان کیں اور بعض اوقات یحییٰ کو گرفتار کر لینے کا

یہی ارادہ کیا۔ مگر ابو جعفر کو بہ خیال آیا کہ دونوں مصالح یعنی امیر المومنین کی خیر خواہی اور اپنے برادر زن کی تکذیب کو جمع کر دیا جائے۔ جناحہ ابون نے انہی زوجہ، یعنی یحییٰ کی ہمیشہ سے کہا کہ ”تم اپنے بھائی سے کہو کہ وہ اپنی حفاظت کا سامان کر لیں۔ جب ہم کل انکو طلب کریں، تو ان کو چاہئے کہ علالت کا بہانہ اور مریض ہونے کا اظہار کریں۔ اور اگر فرار کرنے پر قادر ہوں اور حذرہ میرفہ کو حاسکین تو ضرور ابساہی کریں“۔ جناحہ یحییٰ کی بہن نے اسے اس بات کی اطلاع دے دی؛ اور اس نصیحت کے مطابق یحییٰ نے مریض ہونے کا بہانہ کیا اور ظاہر کیا کہ اسے کفنہ پائی کی شکایت ہے۔ اس کے چند عزیز دوست اس سے ملنے کو گئے اور اس سے مرض کا حال دریافت کیا۔ اس نے ان میں جس جس کو نہایت قابل اعتماد دوست سمجھا اس سے وہ تمام ماجرا کہہ دیا، جس کی خبر اسے وزیر سے ملی تھی۔ ان احباب میں سے ایک شخص اٹھ کر عبد المومن کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس پہنچا اور اسے پورا پورا واقعہ سنا دیا۔ ابو جعفر مذکور کے قتل کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔ امیر المومنین عبد المومن نے یحییٰ کی گرفتاری کا حکم دیا، اور قید کر دیا۔ جناحہ وہ اپنی موت تک برابر قید ہی میں پڑا رہا \*

(۲) ابو جعفر کے بعد ابو العاسم عبد الرحمان قلمی کاتب ہوا۔ وہ قلم نام کے ایک موضع کا باشندہ تھا، جو شہر بجابہ کے اعمال میں سے تھا \*

(۳) قلمی کے ساتھ ساتھ دوسرا کاتب ابو محمد عیاش بن عبد الملک بن عیاش بھی تھا، جو اہل قرطبہ میں سے تھا \*

### ان کے قضاۃ

(۱) ابو محمد عبد اللہ بن جبل، جو اعمال تلمسان کے شہر وهران

کے رہنے والے تھے \*

(۲) عبد اللہ بن عبد الرحمن المعروف بہ مالمی • یہ عبد المومن کی وفات کے بعد بھی ابو یعقوب کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک قاضی رہے \*

عبد المومن اہل علم کو عزیز رکھتے تھے ، ان سے محبت اور ان پر احسانات کرتے تھے ، انہیں دیگر ممالک سے بلا بلا کر اپنے ہاں رکھتے اور اپنے دربار میں قرب دیتے تھے ، ان کے لئے بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کرتے اور بہت قدر و منزلت اور عزت کرتے تھے • انہوں نے طلبہ کو دو جماعتوں میں تقسیم کر رکھا تھا -

(۱) طلبۃ المؤحدین ، اور (۲) طلبۃ الحضرة

یہ اس وقت عمل میں آیا تھا جب ابن تومرت نے المصامدہ کو ”المؤحدون“ کے نام سے موسوم کیا ، کیونکہ ان لوگوں کے سوا اس زمانے میں اور کوئی فرد بشر کبھی علم الاعتقاد میں غور و خوض نہیں کرتا تھا \* عبد المومن بذات خود قوی ہمت ، پاک نفس ، اور سخت گیر تھے ؛ گویا کہ یہ بات انہوں نے اپنے بزرگوں سے یکے بعد دیگرے ورثہ میں پائی تھی • وہ معالی امور کے سوا اور کسی بات کے لئے راضی نہ ہوتے تھے • مجھے فقیہ متغنی وزیر ابو القاسم عبد الرحمان بن محمد بن ابی جعفر نے اپنے والد کی زبانی یہ واقعہ سنایا کہ ان کے دادا یعنی وزیر ابو جعفر بیان کرتے تھے کہ ”میں ایک مرتبہ عبد المومن کے پاس گیا • اس وقت وہ اپنے باغ میں بیٹھے ہوئے تھے • باغ کے پہل پختہ اور شکوفے شکفتہ تھے • پرندے درختوں کی شاخوں پر بھدکتے بھرتے تھے • غرضیکہ ہر جہت سے وہ باغ اپنے کمال حسن پر تھا ؛ اور وہ اس میں ایک بلند گنبد میں بیٹھے ہوئے تھے • میں سلام کر کے بیٹھ گیا ، اور اس باغ کے حسن سے متعجب ہو کر میں اس کے سعد و نحس پر غور کرنے لگا • انہوں نے مجھ سے کہا کہ ”ابو جعفر ! میں دیکھتا ہوں کہ تم اس باغ کو بڑے غور سے

دیکھ رہے ہو۔“ مین نے عرض کیا کہ ”خدا امیر المومنین کو بقاء طویل عطا فرمائے۔ بخدا بہ منظر نہایت عمدہ ہی۔“

عبد المومن۔ کیا واقعی یہ نظارہ نفیس ہی؟

مین۔ جی ہاں \*

پھر وہ خاموش ہو گئے، اور مجھے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس واقعہ کے دو یا تین دن بعد حکم دیا کہ افواج کو معائنہ کے لئے پیش کیا جائے اور سب سپاہی ہتھیار لگائے ہوئے ہوں۔ چنانچہ وہ خود ایک بلند مقام پر بیٹھ گئے، اور فوج ایک ایک قبیلہ اور دستہ دستہ ہو کر ان کے سامنے سے گزرنے لگی۔ کوئی دستہ ایسا نہ گزرتا تھا، جو اسلحہ کی خوبی گھوڑوں کی فریبی اور ظہور قوت میں سابق دستہ کی بہ نسبت بہتر نہ ہو۔ یہ دیکھ کر انہوں نے میری طرف ملتفت ہو کر کہا کہ ”ابو جعفر! دیکھو یہ منظر عمدہ ہی نہ کہ وہ تمہارے اثمار و اشجار!“

ابن تومرت کے انتقال کے بعد عبد المومن مختلف ممالک کو ایک ایک کر کے فتح اور بلاد کو تاخت تاراج کرتے رہے، تا آنکہ بلاد ان کے سامنے عاجز ہو گئے اور لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔ المرابطون کا آخری شہر، جس پر وہ قابض ہوئے، شہر مراکش تھا، جو امیر المسلمین ناصر دین یعنی علی بن بوسف بن تاشفین کا دار السلطنت تھا۔ یہ واقعہ امیر المسلمین مذکور کے سنہ ۵۳۷ کے دوران میں طبعی طور پر وفات پانے کے بعد ہوا۔ وہ اپنی حیات ہی میں اپنے بیٹے تاشفین کو ولی عہد مقرر کر چکے تھے۔ مگر اس فتنے نے ان کے تمام امور کو روک دیا، اور ان کو اپنے بیٹے تاشفین کو مستقل طور پر تخت نشین کرنے وغیرہ کی جو امیدیں تھیں، ان میں سے ایک بھی نہ پوری ہوئی۔ تاشفین اپنے باپ کی موت کے بعد تلمسان گیا، مگر وہاں کے باشندوں سے وہ جو کچھ چاہتا تھا کچھ بھی نہ ہوسکا۔ بعد ازاں وہ شہر وهران کو گیا، جو تلمسان سے تین منزلوں کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں الموحدون نے

اس کا محاصرہ کر لیا ؛ اور جب محاصرہ اس پر سخت گزرنے لگا ، تو وہ مع اپنے اسلحہ کے ایک سفید گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا اور سمندر میں کود کر ہلاک ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ الموحدون نے اس کو سمندر میں سے نکال کر پہلے پھانسی دی اور پھر جلا دیا ۔ واللہ اعلم یہ کہان تک درست ہی ۔ اس تاشفین کی ولایت اپنے باپ کی موت کے دن سے اپنی موت کے دن تک (حوہمارے مندرجہ بالا بیان کے مطابق شہر وهران میں واقع ہوئی) دو ماہ کم تین سال کی ہوئی ۔ اسکی موت سنہ ۱۰۴۰ء میں ہوئی ۔ اس ولایت و حکومت کے تمام عرصے میں نہ اسے کبھی قرار نصیب ہوا ، اور نہ کبھی خود اس کی حالت کو استقامت ہوئی ۔ آئے دن کوئی نہ کوئی شہر حکومت میں سے نکل جاتا تھا ، اور لوگ روز بروز اس سے زیادہ زیادہ متنفر ہوتے جاتے تھے ۔ اس کی یہی حالت رہی ، بلکہ انجام کار وہ نوبت پہنچی جو ہم بیان کر چکے ہیں ۔ عبد المومن (رحمہ اللہ) کے دخول مراکش کے بعد امیر المسلمین کی قبر کو تلاش کیا گیا ، اور خود انہوں نے بھی بہت کوشش کی کہ مل جائے ۔ مگر خدا نے جس طرح انہیں ان کی زندگی میں چھپائے رکھا ، اسی طرح موت کے بعد بھی پوشیدہ ہی رکھا ؛ اور خدائے تعالیٰ صالحین و مصلحین کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتا ہی ۔ امیر المسلمین اور ان کے بیٹے کی موت سے المغرب میں بنو عباس کی دعوت و سلطنت کا خاتمہ ہو گیا ۔ اس دن سے آج تک ان کا نام کسی منبر پر سے نہیں لیا گیا ۔ البتہ افریقہ میں چند سال تک ان کی سلطنت رہی ؛ کیونکہ یحییٰ بن غانیہ نے جزیرۃ میرقہ سے اس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا تھا ، جس کا بیان عنقریب آگے آئیگا ۔ المرابطون کے دخول مراکش ، اور امیر المسلمین اور ان کے بیٹے کی موت پر ان کی دولت کے یکبارگی خاتمہ تک ، المرابطون کا کل زمانہ حکومت چھیتر (۷۶) سال کا ہوا ۔

جب مغرب اقصیٰ کے تمام ممالک، جن پر ہمارے مذکورہ بالا  
 بیان کے مطابق المرابطون قابض تھے، عبد المومن کے قبضے میں آ گئے  
 اور ان کے باشندے بھی ان کے مطیع ہو گئے، تو انہوں نے ابک لشکر عظیم  
 تیار کیا، اور مراکش سے نکل کر یحییٰ بن عزبز بن منصور بن منتصر  
 صنهاجی کی مملکت کی طرف روانہ ہوئے، جس نے بجایہ اور اس کے  
 اعمال پر موضع سیو سیرات سے قبضہ جما رکھا تھا۔ یہی مقام اس کے  
 اور لمتونہ کے مابین سرحد تھا۔ تو جیسا کہ ہم نے کہا، عبد المومن نے  
 سنہ ۵۴۰ھ میں اس کا رخ کیا اور بجایہ کا محاصرہ کر لیا؛ اور نہایت  
 درجہ سختیاں کرنی شروع کیں۔ جب یحییٰ بن عزبز نے دیکھا کہ اس  
 میں تاب مدافعت نہیں رہی اور وہ لوگ اس کے روکے نہیں رک سکتے،  
 تو وہ سمندر کی راہ سے فرار کر کے شہر بونہ پہنچا، جو بلاد افریقیہ کی  
 پہلی حد ہے۔ پھر وہاں سے نکل کر قسطنطینۃ المغرب کو گیا۔ عبد المومن  
 (رحمہ اللہ) نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کئے، جو اسے ان کے  
 پاس پکڑ لائے۔ اس سے پہلے عبد المومن نے وعدہ کر لیا تھا کہ یحییٰ اور  
 اس کے اہل و عیال کو امان دی جائیگی۔ عبد المومن نے بجایہ میں  
 داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا، اور ساتھ ہی قلعة بنو حماد پر بھی تصرف  
 کر لیا، جو صنهاجہ کا زبردست قلعہ اور نہایت محفوظ مامن تھا۔ اسی  
 میں انکی سلطنت کا نشو و نما ہوا تھا، اور وہیں سے انکا امر پھیلا تھا۔  
 یہ یحییٰ، اس کا باپ عزبز، اس کے دادا منصور اور منتصر، اور اس کا  
 جد اکبر حماد، سب کے سب بنو عبید کی جماعت میں سے تھے،  
 ان ہی کے پیرو تھے اور ان ہی کی دعوت کو لیکر آتے تھے۔ ان ہی  
 صنهاجہ کے بلاد سے بنو عبید کی دعوت کا آغاز ہوا تھا، اور انہوں نے ہی  
 ان کو ظاہر کیا، پھیلایا اور مدد دی۔ بنو حماد کی حکومت مستمر  
 قائم رہی، ان کا امر نافذ رہا، اور کوئی شخص انکے مقبوضات کے بارے  
 میں ان سے تنازع نہیں کرتا تھا، حتیٰ کہ ابو محمد عبد المومن بن



علی نے تاریخ مذکورہ بالا میں اس کا قتل ملک لے لیا اور اپنے مقبوضات میں منظم کر لیا \*

جب عبد المومن بجایہ 'قلعہ' اور ان کے دونوں کے اعمال پر قابض ہو گئے، تو انہوں نے الموحدون کی ایک جماعت اس غرض سے تیار کی کہ وہ ان بلاد کی حمایت و حفاظت اور اس سے غنیمت کی مدافعت کرے، اور اپنے بیٹے عبد اللہ کو اس پر حاکم مقرر کر کے خود 'اپنے لشکر' یحییٰ بن عزیز بادشاہ صہاجہ، اور اس کے اعیان دولت کو ہمراہ لیکر مراکش کو واپس چلے گئے۔ وہاں پہنچکر انہوں نے ان لوگوں کے لئے وسیع مکانات، عمدہ سواریاں، لباس ہائے فاخرہ اور اموال وافرہ مہیا کرنے کا حکم دیا، اور یحییٰ کے لئے اس سے بھی زیادہ، بیش قیمت اور نفیس اشیاء مخصوص کر دیں۔ یحییٰ نے ان کے ہاں رتبہ عالیہ اور زبردست قدر و جاہ حاصل کی، اور عبد المومن نے اس پر اس قدر عنایات کیں جن سے زیادہ ہونا ممکن نہ تھا۔ مجھے متعدد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک دن یحییٰ، عبد المومن کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ خرچ کی تنگی کا ذکر آیا۔ یحییٰ نے کہا کہ "مجھے اس وجہ سے کلفت شدید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میرے غلام آئے دن ان ہی تکالیف کا ذکر کرتے رہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کے اکثر حوائج قلت زر کی وجہ سے پورے نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ بلاد مغرب میں عادت ہے کہ وہ لوگ درہم کے نصف اور چوتھائی اور آٹھویں حصے کے سکے اور خرابیہ بھی بناتے ہیں، جن سے لوگوں کو آرام ملتا ہے۔ وہ سکے ان کے ہاتھ میں رہتے ہیں، اور وہ بہت سی چیز خرید سکتے ہیں۔" جب یحییٰ بن عزیز اس مجلس سے اٹھکر چلا گیا، تو عبد المومن نے اس کے پیچھے پیچھے تین تھیلیاں بھیجیں، اور قاصد سے کہا کہ "اس سے کہہ دینا کہ جب تک تم ہمارے پاس رہو گے انشاء اللہ تم کو خرچ کی کبھی تکلیف نہ ہوگی۔"

بعد ازان عبد المومن مراکس مین مقیم رہکر امور مملکت کی ترتیب و تدبیر مین مصروف رہے۔ مثلاً مکان بنوائے، محل تیار کرائے، فوج مین اضافہ کیا، مجرموں کو سزائیں دیں، راستوں مین امن وامان قائم کیا، اور رعایا کے ساتھ نیکیان کیں \*

## فصل

### جزیرہ نمائے اندلس کے حالات

امیر المسلمین ابو الحسن علی بن یوسف کے عہد کے آخری حصے مین جزیرہ نمائے اندلس کے حالات مین سخت خلل واقع ہو گیا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ المرابطون ضعف و سستی کا شکار ہو گئے، ناز و نعمت کی طرف مائل ہو کر آرام و آسائش مین پڑ گئے اور عورتوں کی اطاعت کرنے لگے، اہل جزیرہ نما ان کو بے عزت سمجھنے لگے، وہ ان کی نگاہوں مین حقیر و ذلیل ہو گئے، دشمن ان کے خلاف جرات کرنے لگے، اور نصاریٰ کو ان کے قرب و جوار کے اکثر بلاد پر اسذیلا حاصل ہو گیا۔ علیٰ هذا القیاس ان کے اختلال کے اسباب مین ایک امر بہ بھی شامل تھا کہ ابن تومرت، سوس مین نمودار ہوئے، اور علی بن یوسف، بجائے اس کے کہ ملک کی حالت پر اعتنا کرتے، ابن تومرت کے کوائف کے مطالعہ مین لگت گئے۔ جب جزیرہ نما کے مختلف بلاد کے اعیان و سرداران نے المرابطون کا یہ ضعف دیکھا، تو انکے والی ہر طرف سے نکل نکل کر ان کے شہروں پر قابض ہو گئے اور استبداد کرنے لگے۔ قریب تھا کہ اندلس پھر اپنی اسی پہلی حالت پر پہنچ جائے، جو بنو امیہ کے انقطاع دولت کے وقت تھی \*

### بلاد افراغہ کے حالات

بلاد افراغہ پر بادشاہ ارعن (لعنه الله) غالب آ گیا، اور ان کے ساتھ ہی وہ سر قسطہ (اعادھا للمسلمین) اور اس علاقے کے کئی اعمال پر بھی قابض ہو گیا \*

جس وقت یہ قصیدہ المعتمد کے بس پہنچا اور ان کے سامنے پڑھا گیا، اس وقت ان کی مجلس میں ایک بغدادی شخص موجود تھا۔ وہ اس شعر پر کہ ”وہین ضلوعي ... الخ“ اعتراض کرنے اور یہ کہنے لگا کہ ”شعر کی اس قول سے کیا مراد ہے؟“ المعتمد نے جواب دیا کہ ”اگر خدا نے اس سے مروت اور وفاداری نہ سلب کر لی ہرئی، تو وہ اپنی فطرت و ذکاوت کو بھی گم نہ کرتا۔ بنت بہ ہی کہ اس نے ہذلی کے اس شعر کو اچھی طرح آنکھیں کیوں کر نہیں پڑھا کہ :-

و اذا المنية اشبت اظفراها العيت كل تميمة لا تنفع

[یعنی - حب موت اپنے پنجے گاز دینے ہی، نو میں نے دیکھا ہے کہ کسی طرح کا تعویذ کام نہیں دیا کرتا۔ (مترجم)]

یہ ابن عمار برابر المعتمد کی قید میں رہے اور آخر سنہ ۳۸۹ کے دوران میں نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ ان کے قتل کے حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کے قید کی مدت بہت بڑھ گئی تو انہوں نے المعتمد کے پاس ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا۔ المعتمد کا دل کچھ نرم ہوا، اور انہوں نے ایک رات اپنی ایک بے تکلف مجلس کے دوران میں ابن عمار کو بلا بھیجا۔ وہ اپنی بیزیوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے۔ المعتمد نے ان کے سامنے اپنے احساسات و عطیات گننے شروع کئے۔ ابن عمار نہ کوئی جواب دے سکے نہ عذر کرسکے؛ بلکہ رونے لگے، المعتمد کے سامنے گڑگڑانے اور ایسے الفاظ کہنے لگے کہ جن سے المعتمد کے دل میں مہربانی پیدا ہو۔ چنانچہ اس میں انکو کسی قدر کامیابی بھی ہوئی، اور ان باتوں نے ان کی زبان سے سابق کی مہربانی اور قدیم حرمت و عزت کو دہر پیدا کر دیا۔ المعتمد نے ان سے ایسی باتیں کیں جو عفو پر متضمن تھیں؛ مگر وہ بھی تعرضاً نہ کہ تصریحاً۔ پھر ان کو قید خانہ میں لے جانے کا حکم دیا۔ ابن عمار نے یہ کیا کہ فوراً ان میں

اور المعتمد میں جو باتیں ہوئی تھیں سب انکے بیٹے الراضی باللہ کو لکھ دیں۔ جس وقت نہ خط الراضی کے پاس پہنچا اس وقت ان کے پاس ایسے لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن کو ابن عمار سے عداوت قدمہ تھی۔ الراضی نے خط پڑھکر ان سے کہا کہ ”مجھے بہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمار بہت جلد رہا ہو جائینگے“۔ ان لوگوں نے بوجھا کہ ”حضر اس کو بہ کیسے معلوم ہوا؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ”ابن عمار نے اپنے اس خط میں لکھا ہے کہ مولانا المعتمد نے ان سے رہا کر دینے کا وعدہ کیا ہے“۔ نہ سن کر ان لوگوں نے بہ ظاہر تو خوشی کا اظہار کیا، مگر دل میں رنجیدہ ہوئے، اور جب الراضی کی مجلس سے اُٹھے تو ابن عمار کے متعلق بری بری باتیں مشہور کر دیں، بلکہ ان میں اور بھی قبیح زبانتیاں کیں، جن سے میں نے اپنی اس کتاب کو محفوظ و مصون رکھا ہے۔ المعتمد کو اس امر کی اطلاع ہوئی، تو انہوں نے ابن عمار سے پوچھا ”کل جو کچھ میرے اور تمہارے مابین باتیں ہوئی ہیں ان سے تم نے کسی اور کو بھی مطلع کیا ہے؟“ ابن عمار نے قطعی انکار کیا۔ المعتمد نے قاصد سے کہا کہ ”اس سے جا کر نہ کہو کہ تم نے جو مجھ سے کاغذ کے دو اوراق مانگے تھے، ایک پر تو تم نے قصیدہ لکھا تھا، دوسرا ورق کیا کیا؟“ ابن عمار نے کہا کہ ”دوسرے پر میں نے قصیدہ کو صاف کر کے لکھا تھا“۔ المعتمد نے کہا کہ ”اس کا مسودہ پیس کرو“۔ ابن عمار کو اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ المعتمد غصہ میں اُٹھے اور تبر ہانپ کر نکل کھڑے ہوئے، اور جس جھروکے میں ابن عمار مفید تھے اس پر حڑھ گئے۔ ابن عمار ان کو دیکھتے ہی جان تلے کہ وہ ضرور ان کو قتل کر دالینگے۔ وہ اپنی گران بار بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے چلے اور المعتمد کے قدموں پر جا گرے اور قدمبوسی کرنے لگے۔ مگر المعتمد نے ایک بھی پرواہ نہیں کی، اور اسی تبر سے اتنا مارا کہ ابن عمار قہقہے ہو گئے۔ المعتمد نے واپس جا کر ابن عمار کے غسل و تکفین کا

حکم دیا، ان پر نماز پڑھی اور قصر مبرک میں دفن کرا دیا۔ ابن عمار کے بد حالات ہمیں، جو ہم نکت پہنچے ہمیں، اور حوکیچہ مجھے بد تھا میں نے بطریق اختصار بیان کر دیا ہے۔

المعتمد اسی طرح اپنی نمم مدت ولایت میں حکومت کرنے رہے۔ زمانہ ان کا مساعد رہا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے اس میں انکا ہاتھ بٹانا اور مدد کرتا رہا۔ ہوتے ہوتے ان کی سلطنت میں انے بلاد اندلس شامل ہو گئے کہ ان سے قبل کسی اور بادشاہ (یعنی متعلب) کی حکومت میں نہ تھے۔ اندلس کے اسے ابسے شہران کی اطاعت میں داخل ہو گئے تھے کہ جن سے اور بادشاہ عاجز و درماندہ رہ گئے تھے۔ ان کی مملکت بڑھتے بڑھتے مرسیہ تک پہنچ گئی تھی۔ یہی وہ شہر ہے جسکو تدمیر کہتے ہیں۔ اس میں اور اشبیلیہ میں تقریباً بارہ مراحل کا فاصلہ ہے، اور ان دونوں کے مابین وسیع شہر اور بڑے بڑے قصبے آباد تھے۔ انہوں نے سنہ ۴۷۱ء میں ماہ صفر کے اختتام سے سات دن قبل سہ شنبہ کے دن قرطبہ پر قبضہ جماکر ابن عکاسہ کو وہاں سے نکال باہر کیا، اور اپنے بیتے عباد کو المامون کا لقب دیکر وہاں جھوڑا اور حود اشبیلیہ واپس چلے آئے۔ المامون ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وہ ان کے والد المعتمد کی حیثیت میں پیدا ہوا تھا، اور ان ہی نے اسکا نام عباد رکھا تھا۔ المعتمد اکثر اسے اپنے سینے سے لگا کر کہا کرتے تھے کہ ”ای عباد! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ قرطبہ میں کون قتل ہوگا، میں یا تو“۔ چنانچہ قرطبہ میں عباد پڑے والد المعتمد کی زندگی ہی میں اس سال قتل ہوا جس سال ان کے ہاتھ سے ملک نکلا۔

سنہ ۴۷۹ء میں المعتمد براہ دریا بوسف ابن ناشفین سے ملنے کے لئے مراکش گئے تاکہ ان سے اہل روم کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مدد طلب کریں۔ بوسف ان سے خوب گہرے ملے، اکرام کے ساتھ اپنے ہاں ٹھہرایا، اور ان سے ان کی حاجت دریافت کی۔ المعتمد نے کہا کہ

”میں چاہتا ہوں کہ اہل روم سے جنگ کروں اور اس جنگ میں گھوڑوں اور آدمیوں کی مدد خود آپ ہی سے لینا چاہتا ہوں“۔  
 امیر المسلمین مذکر فرما اس پر آمادہ ہو گئے، اور المعتمد سے کہا کہ ”اس دین کی مدد کے لئے میں سب سے پہلے آمادہ ہوں“ اور اس مہم پر سواہ میرے اور کئی شخص مامور نہ کیا جائیگا“۔ امیر المسلمین کے وعدہ امداد سے خوش ہو کر المعتمد اندلس کو واپس چلے گئے اور یہ نہ سمجھے کہ اس تدبیر میں خود ان ہی کی تباہی مقصود ہی، اور وہ تلوار جو میان سے نکلی ہی اور جسے وہ اپنے حق میں مفید سمجھتے ہیں وہ خود ان ہی کے خلاف ہی۔ چنانچہ وبسا ہی ہوا جیسا کہ ابو فراس کہتا ہے کہ :-

إذا كان غير الله للمرء عدة اتته الرزايا من وجوه الفوائد  
 كما جرت الحنفاء حتف حديقه و كان براها عدة للشدائد

یعنی :- جب انسان سواہ خدا کے کسی اور پر تکیہ کرتا ہے، تو اس کے فائدے کی باتوں سے بھی اس پر مصیبتیں قوت پڑتی ہیں، جس طرح حذیفہ کی موت اس کے گھوڑے حنفاء کی وجہ سے ہوئی، حالانکہ وہ اسے شدائد کے وقت میں کار آمد سمجھتا تھا۔ (مترجم)

سال مذکور کے ماہ جمادی الاولیٰ میں امیر المسلمین یوسف بن تاشفین نے جزیرہ نمائی اندلس میں جانے کا قصد کیا، اور افسران فوج اور عمائد قبائل بربر میں سے جتنے آدمی ان سے جمع کئے گئے جمع کر لئے۔ چنانچہ سات ہزار کے قریب سوار اور ایک کثیر تعداد میں پیدل سپاہی مہیا کر کے اس تمام لشکر ضخیم کو ہمراہ لیکر شہر سبتہ کے راستے سے سمندر کو عبور کیا اور مشہور شہر جزیرہ خضرا میں جا کر اترے۔ المعتمد اپنے ارکان دولت کو ہمراہ لیکر وہاں ان سے ملاقات ہوئے، اور امیر المسلمین کا وہ اعزاز و اکرام کیا کہ ان کے خیال میں بھی نہ تھا اور ایسے ایسے شاہانہ تحفے، ہڈئے اور ذخائر پیش کئے کہ یوسف کو خیال

یہی نہ تھا کہ کسی بادشاہ کے پاس اسے ہو سکتے ہیں۔ ان ہی اشیاء کو دیکھ کر ان کے دل میں جربرد نہ گئی اندلس کو اپنے قبضے میں کر لینے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ غرض اس کے بعد وہ جریرۃ حضراء سے اپنی فوج لیکر شرف اندلس کے ارادے سے نکلے۔ المعتمد نے ان سے ایسے دارالسلطنت اشبیلیہ میں حلیے، حند اہم آرام کر کے ستر کی تکان دور کرنے اور پھر ابتداً قصد پورا کرنے کی درخواست کی۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ”میں یہاں دشمن سے جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں۔ جہاں کہیں دشمن ہوگا، اسی طرف جاؤں گا۔“ ان دنوں افنش (لعنہ اللہ) مسلمانوں کے ایک فلعہ مسمیٰ بہ حصن اللیط کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ اہل بربر عبور کر آئے ہیں، تو وہ فلعہ چھوڑ کر اپنے بلاد کی طرف اس ارادے سے واپس ہوا کہ فوج جمع کر کے اہل بربر کا مقابلہ کرے۔ یوسف ابن تاشعین اُسی محصور قلعہ کو جانے کی نیت سے مشرقی اندلس کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا یہ بھی ارادہ تھا کہ المعتمد علی اللہ اور اس شخص کے درمیان صلح کرادیں، جو مرسیہ پر قابض ہو بیٹھا تھا اور جس کا نام ابن رشیق تھا۔ اُس کا ذکر ابن عمار کے حال میں آچکا ہے۔ امیر المسلمین یوسف نے ان دونوں میں اس شرط پر صلح کرادی کہ ابن رشیق مرسیہ چھوڑے اور خود ان کے مقرر کردہ مال کی مقدار المعتمد اس کو دے دیں اور اشبیلیہ میں کسی علاقہ کا حاکم بنادیں۔ ابن رشیق نے تسلیم کیا، اور المعتمد مرسیہ اور اس کے اعمال پر قابض ہو گئے۔ امیر المسلمین یوسف ان بادشاہوں سے ملتے گئے، جو ان کے راستے میں پڑے: مثلاً صاحب اغرناطہ، المعتمد بن عمار صاحب مریہ، ابن عبد العزیز ابو بکر صاحب بلنسیہ۔ پھر یوسف مذکور نے اپنی فوج کو حصن لرقہ کی طرف بھیجا، اور انہوں نے اپنے اہل فوج کی وہ باتیں دیکھیں جن سے وہ خرس ہو گئے۔ انہوں نے المعتمد علی اللہ سے کہا کہ ”آئیے اب اس کام کی طرف چلیں

جسکے لئے ہم آئے تھے، یعنی جہاد اور دشمن کا قصد“۔ وہ جزیرہ نماي اندلس میں تھیرے کا افسوس اور مراکش کا شوق ظاہر کرتے رہے اور برابر اندلس کی بے قدری کا اظہار بھی کرتے رہے۔ اکثر اوقات کہا کرتے تھے کہ ”جب تک ہم نے اس جزیرہ نما کو نہیں دیکھا تھا اس کی قدر ہماری نگاہ میں بہت بڑی تھی۔ لیکن اب کہ ہم نے اس کو دیکھ لیا ہے تو تعریف کے خلاف باتیں ہیں“۔ اور حقیقت یہ تھی کہ انکے دل میں کچھ اورتھا، مگر ظاہر کچھ اور کرتے تھے۔ الغرض المعتمد انکے آگے آگے طلیطلہ کے قصد سے روانہ ہوئے۔ انکے پاس بھی تمام اقطار اندلس سے بہت بڑی فوج جمع ہو گئی، اور لوگ ہر طرف سے جہاد کے لئے قوت پڑے۔ ان کے علاوہ جزیرہ نماي اندلس کے بادشاہوں نے بھی جہان تک ان سے ممکن ہو سکا اپنی طرف سے سواروں، پیادوں اور اسلحہ سے المعتمد اور یوسف کی مدد کی۔ اس طرح تقریباً بیس ہزار ایسے مسلمانوں کی جماعت جمع ہو گئی جن میں تذخرۃ دار اور بلا تذخرۃ کے آدمی شامل تھے۔ وہ سب بلاد روم کے آغار سرحد پر دشمن سے مقابل ہوئے۔ اذفنز (لعنہ اللہ) نے سب چھوٹے بڑوں کو جمع کر رکھا تھا، اور اپنے مراک کے دور ترین حصوں سے بھی ہر اس شخص کو اپنے ساتھ لے لیا تھا، جو جنگ کے قابل تھا۔ غرض کہ وہ جہاز جہنکاز تک کو ہمراہ لے کر چلا۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اہل بربر کو جزیرہ اندلس سے بد دل کر کے ان پر اپنی ہیبت جمادے۔ شاہان اندلس میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہ رہا تھا جس نے اس کا ہاتھ نہ بٹایا ہو، اور وہ سب کو حقیر سمجھتا تھا اور اس قابل نہیں جانتا تھا کہ ان کے ساتھ مل کر چلے۔ جب مسلمانوں اور عیسائیوں کی افواج ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں، تو یوسف بن تاشفین اور ان کے ہمراہیوں کو یہ مہم بہت ہی بڑی معلوم ہوئی۔ ان لوگوں کی کثرت تعداد، اسلحہ کی عمدگی، اور ان کے گھوڑوں اور ان کی قوت کے ظہور سے ان کے دلوں میں



وضعت و قد فضحت ضياء النير  
وتبسمت تن جوهر فحسبته  
وتكلمت فكان طيب جدبها  
هرت بنعمة لفظها نفسي كما  
اذنبت واستغرتها فجرت علي  
جادت علي بوصفها فكانه  
ولمست فها فاعتدت بانني  
سمعت بتعنيقي فقلت صنعة  
نهد كقسوة قلبه في معرفت  
ومعاصف تحت الذوائب خلقتها  
حسنت امامي في خمار مثل ما  
وتوشحت فكانه في جوشن  
غمزت ببعض قسيّة من حاجب  
أومت بمصقول اللحاظ فخلته  
وضعت حشاها فوق ارائك  
من رامة او رومة لاعلم لي  
بنت الملوك فقل لكسري فارس  
عاديت فيها عز قومي فاغثوا  
وكذلك الدنيا عهدنا اهلها  
طاقت علي بجمرة من خمرة  
فكان انملها سيوف مبشر  
ملك ازرة برده ضمت علي

فكانما التحفت ببشر مبشر  
ما قلته محامدي من جوهر  
مكتمة منه بطيب مسك اذفر  
هرت بذكراه اعالي المنبر  
عادتها في المذنب المستغفر  
حدوي يدبه علي الملل المتفر  
من كنه سوت لنم الخنصر  
سمحت علاه بي فلم نتعذر  
وحشا كلين طباعة في محضر  
تحت الخواثق ماله من سميري  
حسن الكمّي امامه في مغفر  
قد قام عذبة مقام العذير  
ورنت ببعض سهامه من محجر  
بومي بمصقول الصفيحة منبر  
وضع السروج علي الجياد الصمر  
آتت عن النعمان ام عن قيسر  
تُعزي والا قل لتتبع حمير  
لا ارضهم ارضي ولاهم معشري  
بتعارون علي الترد الاعمر  
فرابت مربخاً براحة مشجري  
وقداكنست علق النجيع الاحمر  
باس الوصي وعزمة الاسكندر

یہی ہی جو کچھ کہ میں نے اس قصیدے میں سے انتخاب کیا  
ہی۔ اس کی ملیح اور خفیف الروح تشبیب کا نمونہ ان اشعار میں  
پایا جاتا ہے، جن سے وہ اسی مبشر کی تغزل کرتا اور مدح کہتا ہے :-

۱ ہلا ثنّاک علیّ قلب مشفقؑ فتری فراشا فی فراش یحرق  
 فد صرت کالرمق الذی لایرتجی ورجعت کالنفس الذی لایلحق  
 وغرقت فی دمعی علیک وغممتی طرفی فهل سببٌ به اتعلق  
 هل خدعةٌ بتحیة فخفیة فی جنب سرودک الذی لایصدق  
 انت المذیة والمنی فیک استوی طلّ العمامة والهجیر المصرق  
 لک قدّ ذابلة الرشیح ولونها لکن سفانک اکحل لا ازرق  
 ویقال انک ایكة حتی اذا غنیت قیل هو الحمام الاورق  
 ۲ با من رشفت الی السلو فردنی سبقت جفونک کل سهم یرشق  
 لو فی یدی سحر و عندی أخذة لجعلت قلبک بعض حین بعشق

۱ ترجمہ:- کیا تجھے تیرے مہربان دل نے میری طرف بہین بہیرا کہ تو دیکھتی  
 کہ ایک صاحب فراش فرش پر بڑا جل رہا ہی؟  
 میں رمق کی طرح ہو گیا ہوں، جس کی کوئی امید بہین ہو سکتی، اور ایک ایسا  
 سانس ہو گیا ہوں جس سے کوئی چیز ملحق نہیں ہو سکتی۔ میں تیری محبت کی  
 وجہ سے اپنے آنسوؤں میں غرق ہو گیا ہوں؛ میری آنکھ میرا بادل ہی: تو کسا کوئی  
 ایسا ذریعہ ہی جس پر میں سہارا پا سکوں؟  
 کیا تیرے غیر صادق وعدوں کے پہلو میں کسی بوشیدہ سلام و پیام کا دھوکہ بھی ہی؟  
 تو موت ہی؛ اور تیرے متعلق جو آرزوئیں ہیں، ان میں بادلوں کا پانی اور  
 جلا دینے والی دو بہر دونوں یکساں ہیں۔  
 تیرا قد دبلیے پتلے بوٹے کا سا ہی اور رنگ بھی ونسا ہی ہی؛ مگر تیرا سنان  
 سرمگین ہی مہ کہ ازرق۔  
 کہتے ہیں کہ تو ایکہ کا درخت ہی؛ لیکن جب تو گاتی ہی، تو کہا جاتا ہی  
 کہ تو قمری ہی۔

۲ ترجمہ:- ای وہ کہ جس نے مجھے تسلی اور فراموشی کی طرف جانے سے روک دیا۔  
 تیری پلکین ہر اس تیر سے سبقت لے گئی ہیں جو کسی پر چلایا جائے۔  
 کاش کہ میرے ہاتھ میں جادو ہوتا اور مجھ میں طاقت گرفت ہوتی! تو میں  
 تیرے دل کو ایسا کر دیتا کہ کسی وقت اسے ضرور عشق ورزی کرنی پڑتی، تاکہ تو بھی  
 سوزش و فراق کے اس الم کا ذائقہ چکھ سکتا جو میں چکھ رہا ہوں، اور تاکہ تو  
 میری حالت کو دیکھ کر نرم دل اور شفیق ہو جاتی۔  
 میرا جسم تیرے بارے میں اعداد میں سے ہی، کیونکہ وہ ایک ناظر آنکھ سے آفاہ  
 حاصل نہیں کرتا۔

تیرے خیال شبینہ کو میرے بستر کے مقام کی خبر نہیں ہوئی، تو میں نے اس کو  
 معذور سمجھا کہ وہ کبھی آتا ہی نہیں۔  
 تیری وجہ سے میرے منابت و منابع خشک ہو گئے ہیں۔ آنسو بہتا ہی اور شوق  
 و محبت بے نیل مرام واپس آتے ہیں۔ (مترجم)

لتذوق ما قد ذقت من الم الجوی و ترقّ لي مما تراه و تشفق  
جسدي من الاعداء فيك لانه لا يستعيق لطرف طيف يرمق  
لم يدرك طيفك مرضعي من مضجعي فعذرتہ في انه لا يطرق  
جنت عليك منابتي و مذابعي فالدمع يفسخ و الصباة تورق  
و كان اعلام الامير مبشر نشرت على قلبي فاصبح يخفق  
اسي قصيدة مین يوم مہرحان مین اسطوں کے کھیل کی تعریف  
کرتے ہوئے کہتا ہی کہ -

بشري بيوم المہرجان فانه طارت بذات الماء فيه و ريشها  
و علي الخلیج کتيدہ جرارة و بنو الحروب علي الجوّاري التي  
ملا الکماءة ظهورها و بطونها خاضت غدبر الماء سابحة به  
عجبا لها ماخلت قبل عيانها هزت مجاديفا اليك كانها  
و كانها اقلام کاتب دولة فکانت کما ياتي السحاب المغدق  
فکانما هي في سراب انيق ان يحمل الاسد الضواري زورق  
اهداب عين للرقيب تحدد في عرض قرطاس تخط و تمشق

اس مین اس نے اور بہت سی نراکتیں دکھائی ہیں ۔ اس کا ایک  
اور قصیدہ ہے ، جس مین یوں تغزل کرتا ہے :-

فوادي معني بالحسان معنت و كل موق في التصابي موقت  
ولي نفس يخفي ويخفت رقة ولكن جسمي منه اخفي واخفت  
وبي ميت الاعضاء حتي دلالة غرامي به حي و صبري ميت  
جعلت فوادي جفن صارم جفنه فيا حرما يصلي به حين يصلات  
اذل له في هجرة وهو ينتمي واسكن بالشكوي له وهو يسكت  
وما نبت حبل منه اذ كان في يدي لريحان ريعان الشبيبة منبت

اس کے بہترین اشعار میں سے وہ قصیدہ بھی ہے، جو اس نے مبشر  
ناصر الدولہ کی مدح میں کہا ہے اور جس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ :-  
راق الربیع ورق طبع ہوائہ فانظر نضارة ارضہ و سماءہ  
واجعل قرین الورد فیہ سلفۃ یحکمی مشعشعہا مصعد ماءہ  
لولا ذبول الورد قلت بانہ خد الحبیب علیہ صبح حیاءہ  
ہیئات ابن الورد من خد الذی لا یتحیل علیک عہد وفاءہ  
الورد لیس صفاءہ کصفانہ والطیر لیس غناؤہا کغناءہ  
تتنفس الاصباح والربحان من حرکات معطفہ و حسن رواۃ  
ویجول فی الارواح روح ماسرت ریاہ من تلقائہ بلقاءہ  
صرف الهوی جسمی شبیہ خیالہ من فرط خفتہ و فرط خفاءہ

اس کے جو اشعار مجھے یاد ہیں ان میں سے بہترین اس کے  
بہ دو اشعار ہیں، جن میں وہ ایک خال رخسار کی تعریف کرنا ہے :-  
بدا علی خدہ خال یزینہ فزادنی شغفا فیہ الی شغف  
کان حبة قلبی عند روثہ طارت فقال لہا فی الخد منہ قف

[یعنی :- اس کے رخسار پر ایک خال ہے، جو اسے زینت دیتا ہے  
اور جس نے میرے شغف و محبت کو بہت بڑھا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا  
ہے کہ اسے دیکھ کر میرے دل کی محبت اس کی طرف سے ہٹ گئی،  
تو اس خال نے اس سے کہا کہ اس معشوق کے رخسار میں تھیر جا۔  
(مترجم)]

اس ابن اللبانہ کے بہت سے عمدہ عمدہ اشعار ہیں۔ مگر خوف  
طوالت، اور نیز یہ امر کہ یہ کتاب اس کام کے لئے موضوع نہیں، مجھے  
ان کے نقل کرنے سے روکتا ہے۔ البتہ اس کتاب میں ایسے اشعار نقل  
کئے جائینگے جو بیانات کے لحاظ سے ضروری ہونگے۔

اب ہم پھر المعتمد علی اللہ کے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔  
میں نے سنا ہے کہ بنو عباد پر اس مصیبت عظمیٰ کے واقع ہونے سے

چند ماہ پیشتر ایک شخص نے شہر قرطبہ میں یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص آکر منبر پر چڑھ گیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ آواز بلند بہ اشعار پڑھ :-

رب ركب قد اداخوا عيسهم في ذري مسجدہم حين بسق  
سكت الدهر زمانا عنہم ثم ابكاهم دما حين نطق

[یعنی :- کئی قافلے ایسے ہیں جنہوں نے اپنے مسجد و شرف کی بلندی کے دوران میں اپنے شتران سفید کو بٹھانا . زمانہ کچھ عرصہ ان سے بالکل خاموش رہا؛ مگر جب بولا، تو ان کو خون رلیا . (مترجم)]  
چنانچہ حند ہی ماہ گزرے تھے کہ بنو عباد پر جو آفت آنی تھی آگئی اور، حسب قول بالا، زمانے نے ان کو رلا دیا .

اغماٹ میں المعتمد علی اللہ کے حالات کے متعلق بہ یہی معلوم ہوا ہے کہ ان کی ایک نہایت مرحم، منظور نظر اور بزرگ ترین بیٹی کی حالت سقیمہ اس نوبت کو پہنچ گئی تھی کہ وہ لوگوں سے غزل کی استدعا کرتی تھی، تاکہ وہ اس کی اجرت سے اپنی بد حالی اور اختلال زندگی کو درست کر سکے . منجملہ اور غزلوں کے جو اس کے پاس پہنچیں ایک غزل بنت عریف یعنی اس کے والد کے ایک کوتوال شہر کی لڑکی کی تصنیف تھی . یہ وہ کوتوال تھا، جو بادشاہ کی سواری کے نکلنے کے اوقات میں انتظام و اہتمام کیا کرتا تھا اور سوا اس خاص دن کے کبھی نہیں دکھائی دیتا تھا .

اسی اثناء میں یہ اتفاق ہوا کہ سیدۃ کبریٰ علیہا السلام . اس وقت وزیر ابو العلاء زہر بن عبد الملک بن زہر مراکش میں تھے اور امیر المسلمین کی استدعا پر ان کے معالجہ میں مشغول تھے . المعتمد نے ان کو ایک خط لکھ کر سیدۃ کے علاج کے لئے خواہش ظاہر کی اور لکھا کہ وہ خود آکر سیدۃ کے حالات کا مطالعہ کریں . وزیر نے اس خط کا جواب لکھا، جس میں انہوں نے اپنا حق پوری طرح ادا کیا اور بادشاہ کی طلب کے موافق حاضر ہونے کا اظہار کیا . انہوں نے اپنے خط میں

بادشاہ کر طول بقاء کی دعا بھی دی، جس کو پڑھکر المعتمد نے یہ اشعار کہے :-

دعای بالبقاء و کیف بھوی	اسیر ان یطول بہ البقاء
الیس الموت اروح من حیة	یطول علی الشقی بہا الشقاء
فمن یک من هراء لفاء حب	فان هوای من حتفی اللفاء
ارغب ان اعیش اری بذاتی	عوارې قد اضر بها الحفاء
خوادم بنت من قد کان اعلی	مراتبہ اذا ابدوا النداء
وطرہ الناس بین یدی مصری	و کھم اذا غص الفناء
ورکض عن یصین او شمال	لنظم الجیش ان رُفَع اللواء
یعنیہ امام او وراہ	اذا اختل الامام او الوراہ
ولکن الدعاء اذا ادعاه	ضمیر خالص نفع الدعاء
جزیت ابا العلا جزاء بر	..... * .... و صاحبک العلا
سیسلی النفس عن مافات علمی	بانّ الک کل یدرکہ العلاء

۱ ترجمہ :- اس نے میرے لئے بقاء کی دعا کی ہی ! مگر بہ کیسے ہو سکتا ہی کہ ایک نیدی شخص اپنی زندگی کے طول کی خواہش کرے۔

کیا موت ایسی زندگی سے زیادہ آرام دہ نہیں ہی، جس میں کسی بد بخت کی بد بختی میں اور بھی طول اور اضافہ ہو جائے ؟

اس کی خواہش تو وہ کرے، جس کو اپنے معشوق سے ملاقات کی آرزو ہو : مجھے تو صرف موت ہی سے ملائی ہونے کی تمنا ہی۔

کیا میری نہ خواہش ہو سکتی ہی کہ میں زندہ رہوں، اور انی بیٹیوں کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ بڑھنے میں اور بڑھنے پائی کے ساتھ بڑھنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہی، اور یہ کہ وہ خادمہ ہو جائیں اس شخص کی بیٹی کی، جس کا بلند ترین مرتبہ یہ تھا کہ جب وہ (میری لڑکیاں) نکلا کریں تو لوگوں کو ہٹانے کے لئے آواز لگائے اور میرے راسے میں سے لوگوں کو ہٹاکر علیحدہ کرے اور جب تمام صحن آدمیوں سے پر ہو جائے، تو ان کو جیفلنس کرنے سے باز رکھے، اور علم برداری کے وقت لشکر کے انتظام کے لئے چب و راست بھاگنا پھرے، اور آگے اور پیچھے بھی دوڑے جب کبھی ان اطراف میں کچھ خلل واقع ہو۔

مگر جب دعا ایک خالص دل سے نکلتی ہی، نو ضرور نفع دیتی ہی۔

ای ابو العلا ! مجھے اس کا اچھا اجر ملے ..... اور علوشان تیری ہمدم رہے !

مگر چونکہ میں جانتا ہوں کہ آخر الامر ہر چیز کو فنا ہونا ہی، اس لئے نفس کو کچھ تلسی ہو جاتی ہی۔ (مترجم)

\* یہاں کے الفاظ علامہ درزی سے قلمی نسخے میں نہیں پڑھے گئے اس لئے چھوڑ دئے گئے۔ (مترجم)

مقدم الذکر ابوبکر بن اللبانہ ایفا وعدہ اور اداء شکر نعمت کے لئے اغماٹ میں المعتمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ المعتمد اس کے ورود سے بہت خرس ہوئے، اور جب ابن اللبانہ نے واپسی کا قصد کیا تو المعتمد نے اپنی وسعت کے مطابق اس کے لئے خرچ کیا۔ چنانچہ اس کے پاس بیس (۲۰) مثقال اور دو کپڑے بھیجے، جن کے ہمراہ ذیل کے اشعار بھی تھے :-

۱ الیک النزر من کف الاسیر      فأن تقبل تکن عین الشکور  
تقبل ما یذوب له حیاہ      وان عذرتہ حالات الفقیر  
ولا تعجب لخطب غص منه      الیس الخسف ملتزم البدور  
و رج لجبرۃ عقلم یداء      فکم جبرت یداء من کسیر

۱ ترجمہ :- یہ حقیر چیرین ایک قیدی کے ہاتھ سے تمہارے پاس آتی ہیں۔ اگر ان کو قبول کرلو، تو عین شکریہ کا باعث ہی۔  
قبول کرلو ایک ایسی چیز کو جس کے لئے حیا بھی پگھلی جاتی ہی؛ اگرچہ ایک فقیر کے حالات اس کو معذور رکھتے ہوں۔  
ایسے حادثہ سے تعجب نہ کرو، جس سے وہ تنگ آگیا ہو۔ کیا چاند کے لئے گرہن لازمی نہیں ہی؟

اسکے ہاتھوں کے مال کار سے برمیم و درستی کی امید رکھو، کیونکہ اسکے ہاتھوں نے بہت سے شکستگان کو درست کیا ہی۔  
اس کی بلندی نے اکثر اشخاص کو گڑھے سے نکال کر بلندی پر پہنچایا ہی، اور بہت سے امیروں کو اس کی تلوار کی دھاروں نے گرا دیا ہی۔ بہت سے منبروں اور تختوں نے آرزو کی ہی کہ اس کے اعلیٰ جائے نشست بن جائیں۔  
اس وقت کہ جب ہر یف النسل گھوڑے دونوں طرف سے ہلاک کن موت لیکر اسپر چڑھ آئے، منحوس آنکھوں نے اس کی طرف دیکھا اور ایک معدوم النظیر شخص کو تباہ کر دیا۔

خوش انجامی کے وقت وہ منحوس ہو گئیں۔ خدائے قدیر کی قدرتیں یوں ہی گردش کیا کرتی ہیں۔

بہت سے منظور نظر آدمیوں کو اس کی رضا مندی نے خوش اور با اقبال کر دیا، اور بہت سے مشہور اشخاص کو اسی کی علو منزلت نے مشہور کیا۔  
اس وقت کہ جب زمانے پر ظلم کرنے والے بادشاہ اس کے ملک میں حصہ حاصل کرنے کی خواہش کرنے لگے، اور جب کہ خوف و ہراس سے جری اور بہادر اشخاص حواس باختہ ہو جاتے اور اس کو کوہِ ثبیر سے بھی گراں پاتے ہیں۔ (مترجم)

و کم اعلت علاء من حضيص      و کم من منبر حنت الیہ  
 و کم من مرتقاء و من سریر  
 زمان تراخفت عن جانبیہ  
 جیاد الخیل بالموت الممیر  
 فقد نظرت الیہ عیون نحس  
 مضت منه بمعدوم النظیر  
 نحوس کن فی عفتی سعور  
 کذاک تدور اقدار القدیر  
 و کم شهرت علاء من شہیر  
 و کم آحتی رضا من حظی  
 ملوک قد تجور علی الدهور  
 زمان تنافست فی الحظ منه  
 بحیث یطیر بالابطال دعر  
 و یلفی ثم ارجح من ثبیر

ابن اللبانہ نے ان اشیاء کو قبول کرنے سے انکار کیا، اور ان کو واپس کرتے ہوئے ان اشعار میں جواب دیا :-

\* (۱) سقطت من الرفاء علی خبیر      فذرني والذي لك في ضميري  
 ترکت هواءک و هو شقیق دینی      لئن شفت برودي عن غدور  
 ولا کذت الطلیق من الرزایا      لئن أصبحت أجهف بالأسیر  
 اسیر ولا اصیر الی اغتنام      معاذ الله من سوء المصیر  
 اذا ما الشکر کان و ان تناهی      علی نعمی فما فضل الشکور  
 جذیمة انت و الايام خانت      و ما انا من یقصر من قصیر  
 (۷) انا ادري بفضلک منك انی      لبست الظل منه فی الحرور  
 (۸) غنی النفس انت و ان الحت      علی کفیک حالات الفقیر  
 (۹) تصرف فی الذی حیل المعالی      فتسمع من قلیل بالکثیر

\* میں ضروری نہیں سمجھتا کہ ان تمام اشعار کا ترجمہ دیا جائے۔ بنظر تلخیص مضمون چیدہ چیدہ اشعار کا ترجمہ کیے دیتا ہوں :-

(۱) تم وفا کے حقیقت کار کے واقف تک پہنچے ہو؛ بس مجھکو اور ان حیالات کو جو میرے دل میں تمہارے لئے موج زن ہیں، الگ رہنے دو۔

(۷) میں جانتا ہوں کہ تمہارا فضل و احسان میرے لئے ایک سایہ ہی کہ مجھے اس باد گرم سے محفوظ رکھتا ہی۔

(۸) تم غنی النفس ہو، اگرچہ فقیرانہ حالات تم کو گھیر ہوئے ہیں۔

(۹) تم معالی کے حیلوں کو تصرف میں لاتے ہو، اور ذرا سی بات پر بڑی سخاوت دکھاتے ہو۔



- (۱۰) اُحَدِّثْ مِنْكَ عَنْ نَمْعٍ عَرِيبٍ تَفْتَحُ مِنْ جَنَازِهِرِ نَضِيرِ  
 (۱۱) وَاعْجِبْ مِنْكَ اِنَّكَ فِي ظَلَامٍ وَتَرْفَعُ لِلْعَفَاةِ مَنَارِ نُورِ  
 (۱۲) رَوَيْدُكَ سَوْفَ تَوْسَعُنِي سُرُورَا اِذَا عَادَكَ ارْتِفَاعُكَ لِلْسُرُورِ  
 (۱۳) وَسَوْفَ تَحِلَّنِي رَتَبُ الْمَعَالِي غَدَاةٌ تَحِلُّ فِي تِلْكَ الْقُصُورِ  
 تَزِيدُ عَلَيَّ ابْنَ مِرْوَانَ عَطَاءً بِهَا وَانِيْفَ ثُمَّ عَلَيَّ جَرِيرِ  
 (۱۵) تَاهَبْ اِنْ تَعُودُ عَلَيَّ طُلُوعِ فَلَيْسَ الْخُسْفُفُ مَلْتَزِمُ الْبُدُورِ

المعتمد نے اس کا ان اشعار سے جواب دیا :-

- \* رَدِّ بَرِّي بَغِيَا عَلَيَّ وَبَرًّا وَجَفَا فَاَسْتَحِقُّ لَوْ مَا وَشَكْرَا  
 حَاطُ يَزْرِي اِنْ خَافَ تَاكِيدُ ضَرِي فَاَسْتَحِقُّ الْجَفَا اِنْ حَاطَ نَزْرَا  
 فَاِذَا مَا طَوَيْتُ فِي الْبَعْضِ حَمْدَا عَانَ لَوْ مَيَّ فِي الْبَعْضِ سَرَا وَجَهْرَا

ترجمہ :-

- (۱۰) میں تمہارا اس طرح ذکر کرتا ہوں کہ گویا تم ایک خالص نفع ہو، جس میں تر و تازہ شگومہ ظاہر ہونا ہی ۔  
 (۱۱) اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ گوکہ تم خود تاریکی میں ہو، لیکن اپنے ساتھیوں کے لئے نور کی مینار بلند کرتے ہو۔  
 (۱۲) ذرا اور تھیر جاؤ؛ تم کو عنقریب سرور کی وسعت حاصل ہوگی، جب کہ تم دوبارہ تخت پر بلندی حاصل کرو گے۔  
 (۱۳) اور جب تم ان مہلکوں میں پہنچ جاؤ گے تو عنقریب مجھ کو بلند مراتب پر سرفراز کرو گے۔  
 (۱۵) طلوع کی طرف عود کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جاند کے لئے گرہن کچھ لازمی امر نہیں ہے۔ (مترجم)

\* خلاصہ اشعار یہ کہ تمہارے اس طرز عمل پر میں تمہارا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور تم کو قابلِ ملامت بھی سمجھتا ہوں۔ شعر ما قبل آخر میں کہتے ہیں کہ ”ای ابو بکر! تم ایک مسافر و بے کس شخص کے وفادار ہو۔ خدا نہ کرے کہ ہم تم جیسے ایک خزانے کو مغرب میں گم کر دیں۔“ آخری شعر میں کہتے ہیں کہ ”ایک برادر شقیق کی احتیاط بھلا کس کام آ سکتی ہے۔ میں تو مصیبت میں مر رہی رہا ہوں“ پھر مصیبت سے کیوں ڈروں۔“ (مترجم)

یا ابابکر الغریب وفاء لا عدمناک فی المغرب دخرا  
ای نفع یجدی احتیاط شقیق مت ضرراً فکیف ارهب ضرا

ابن البانہ (رحمہ اللہ) نے یوں جواب دیا :-

- (۱) ایہا الماجد السمیدم عذرا صرفی البر انما کان برا  
(۲) حاش للہ ان اجیم کریمما یتشکی فقرا و کم سد فقرا  
لا ازید الجفاء فیہ شقوا غدر الدھر بی لئن رمت غدرا  
لیت بی قوۃ اوای لرکن فتری للوفاء منی سرا  
(۵) انت علّمتنی السیادۃ حتی ناهمت همّتی الکواکب قدرا  
ربعت صفۃ ازبل برودا عن ادیمی بها والبس فخرا  
(۷) وکفانی کلامک الرطب نیلا کیف الفی درّا و اطلب تبرا  
(۸) لم تمت انما المکارم مانت لا سقی اللہ بعدک الارض قطرا

ترجمہ :-

- (۱) ای صاحب مجد، ای مہتر و بزرگ، ای ہسبار عطا، ای میرے ساتھی نیکی  
کرنے والے، جو خود ہی نیکی ہی !  
(۲) حاہا و کلاکہ میں اس مرد کریم کی موت چاہوں، جو فقرا کا شاکی ہی،  
حالانکہ اس نے اکثر فقرا کو روکا ہی۔  
(۵) تم نے ہی تو مجھے سیادت سکھا کر اس قابل کیا ہی کہ میں ہمت میں  
کواکب سے مقابلہ کرتا ہوں۔  
(۷) تمہارا کلام شیریں ہی میرے لئے بطور انعام کے کافی ہی۔ اگر وہ نہ ہو تو  
مجھے موتی اور سونا کہاں سے ملے ؟  
(۸) تم کو موت نہیں آئی، بلکہ مکارم ہی مر گئے۔ خدا نہ کرے کہ تمہارے بعد  
زمین کو ایک قطرے سے بھی سیرابی نصیب ہو۔ (مترجم)

المعتمد نے اپنی موت کے وقت جو اشعار کہے تھے اور حکم دیا  
 تھا کہ ان کو قبر پر لکھوا دیا جائے ، ان میں سے ذیل کے اشعار ہیں :-

\* قبر الغریب سقاك الراحم الغادي  
 بالبحام بالعلم بالنعمی اذا اتصا  
 بالطاعن الضارب الرامي اذا اقتتلوا  
 بالدهر فی نقم بالبحر فی نعم  
 نعم هو الحق حاباني به قدر  
 ولم اكن قبل ذاك اللعش اعلمه  
 كفاك فارفق بما استودعت من كرم  
 ببكي اخاه الذي غيبت وابله  
 حتي يجودك دمع الطل منهمر  
 ولا تزل صلوات الله دائمة

بالخصب ان اجدبوا بالري للصادي  
 بالموت احمر بالضرامة العادي  
 بالبدر فی ظلم بالصدر فی النادي  
 من السماء فوافاني لميصادي  
 ان الجبال تهادي فوق اعدا  
 رواك كل قطوب البرق رعا  
 تحت الصفيح بدمع رائم غادي  
 من اعين الزهر لم تتحل باسعاد  
 علي دفينك لا تحصي بتعداد

\* ترجمہ :-

اے مسافر کی قبر ! خدا کرے کہ تجھ کو صبح و شام کے اہر میراب کرین ، اس حق  
 کی بناء پر کہ تو اہن عباد کے جسم پر حاوی ہی ۔ تو کامیاب ہوئی ہی حاوی ہوئے  
 میں حلم اور علم اور عہدہ پر جب وہ گو کہ خشک ہیں ، ایک پیاسے کو میراب کرنے  
 کے لئے مل جاتے ہیں ؛ ایک نیزہ زن ، ہمشیر زن ، تیر افکن اور شیر زبان پر جو جنگ  
 کے وقت سرخ ہو جاتا ہی ؛ زمانے پر نعمت میں ، بحر پر نعمتوں میں ، بدر پر تاریکیوں  
 میں اور محفل کے صدر پر ۔

ہاں یہ وہ حق ہی کہ قضا و قدر آسمانی نے مجھ کو دیا تھا ، مگر اب میعاد کے  
 پورا ہو جانے پر مجھ پر آ پڑے ۔

اس نیکو حالی سے پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ پہاڑ تختوں پر بھی گر پڑا کرتے ہیں ۔  
 تیرے لئے کافی ہی ۔ تجھ کو جو کچھ ودیعت دی گئی ہی اسی کو اچھی طرح رکھ ۔  
 خدا کرے کہ ہر برق دار اور گھنگھور بادل تجھے میراب کرے ! جو صبح شام اپنے اس  
 بھائی کے لئے آنسو بہاتا ہی ، جس کی بارش کو تونے پتھروں کے نیچے چھپا دیا ہی :  
 حتیٰ کہ شکوفوں کی آنکھوں سے تری کے آنسو بہتے ہیں ، مگر تجھ کو نیک بخت  
 نہیں بناتے ۔

اور خدا کرے کہ تیرے اندر مدفون شخص پر ہمیشہ ہمیشہ خدا کی بے شمار  
 رحمتیں نازل ہوتی رہیں ۔ (مترجم)

إن المعتمد علي الله کا ابک بیتا تھا، حس کا لقب فخر الدولہ تھا۔ انہوں نے اس کو اپنے بعد حکومت کرنے کے لئے نریت دی تھی؛ پھر اپنا ولی عہد بنا کر ”المؤید بنصر اللہ“ کے لقب سے مملکت کیا تھا۔ مگر اس فتنہ نے ان کو اپنی مراد تک نہ پہنچنے دیا، اور قضا و قدر اس کے اصدار و ابراد میں حائل ہو گئی۔ اس فتنہ کے بعد یہ فخر الدولہ برابر گردش ابام میں مبتلا رہا۔ آخر اس نے خود کو بازار کے سہرہ کر دیا اور مختلف صنائع میں سے صواغی کی صنعت سبکی۔ ابک مرتبہ مقدم الذکر محمد ابن اللبائہ، اس کے باب کا شاعر، اس کے پاس سے گزرا اور اس کی حالت پر یہ اشعار کہے۔

- (۱) اذکی الغلوب اسی ابکی العیون دما خطب و حدناک فیہ بشبہ العدما  
(۲) افراد عقد المنلی منا قد اندرت و عقد عروتنا الوثقی قد انفصما  
(۳) شکائنا فیک یا فخر العلی عظمت والرز یعظم فیمن قدرہ عظما  
(۴) طوقت من نائبات الدھر مخنفة ضاقت علیک و کم طوقتنا نعما  
(۵) و عاد کونک فی دکان قارعة من بعد ما کنت فی قصر حکمی لرمّا  
(۶) صرفت فی آلة الصواغ انملة لم تدر الا الندی والسیف والغلما

ترجمہ :-

- (۱) اس حادثہ نے، جس میں ہم تم کو مبتلا بنائے ہیں اور جو عدم سے مسابہ ہی،  
دلہن میں غم و اندوہ کی آگ بھڑکادی ہے اور آنکھوں کو خون رلا دیا ہے۔  
(۲) ہماری تمنائوں کے ہار کے افراد نکھر گئے ہیں، اور ہمارے مضبوط دستے کی گرہ  
کھل گئی ہے۔  
(۳) اے فخرعلا! تمہاری وجہ سے ہماری شکایات بڑھ گئی ہیں، کیونکہ حس کا  
مرتبہ بلند ہو، اس کی طرف سے جو مصیبت بڑی ہی رے بھی بڑی ہی ہوتی ہے۔  
(۴) زمانہ کے مصائب اس طرح تمہارے گلے کا ہار ہو گئے ہیں کہ دم گھٹا جانا ہی  
اور ضیق پیدا ہو گیا ہے، حالانکہ تم نے اکثر ہماری گردنوں میں نعمت و احسان کے  
ہار ڈالے ہیں!  
(۵) و (۶) اس کے بعد کہ تم ارم نما قسروں میں رہتے تھے، اب تمہاری ہستی  
ایک کونے والے کی دکان میں رہ گئی ہے؛ اور تم نے اپنی ان انگلیوں سے، جو سولہ  
جود و کرم اور کچھ نہ جانتی تھیں آٹھ صواغی میں کام لینا شروع کیا ہے۔

- (۷) يد عهدك للتفبيل تبسطها فتستقل الثريا ان تكون فما  
 (۸) يا صائغاً كانت العليا تصاغ له حلياً وكان عليه الحلي منظمًا  
 (۹) للنفع في الصور هول ما حكاة سوي هول رأيك فيه تنفع الفحما  
 (۱۰) وددت اذ نظرت عيني اليك به لو ان عيني تشكو قبل ذاك عما  
 (۱۱) ما حطك الدهر لما حط من شرف ولا تحييف من اخلاق الكرما  
 (۱۲) لم في العلي كوكبا ان لم تلح قمرا وقم بهار برة ان لم تقم علما  
 (۱۳) واصبر فربتما احمدت عاقبة من يلزم الصبر بجمد غيب مالموما  
 (۱۴) واللذ لو انصفتك الشيب لا كسفت ولو وفي لك دم مع المزن لانسجما  
 (۱۵) بكى حديثك حتي الدر حين غذا بحكيك رهطاً والفاظاً ومبتسما  
 (۱۶) وروضة الحزن من ازهارها عريت حزنا عليك لان اشبهتها شيما

ترجمة :-

- (۷) وہ ہانپہ ، جس کو میں نے دیکھا ہی کہ تم بوسہ لینے کے لئے بھیلایا کرتے تھے اور اگر بریا بھی کسی کا مسہرہ بن جاتا تو تم اسے حقیر سمجھتے تھے !  
 (۸) و (۹) ای وہ دھالنے والے ، جس کے لئے بلند مرآب ڈھالے جاتے تھے اور جس پر زبور مہامت عمدگی سے آراستہ ہونے لگے ! نفع صور میں جو هول و دہشت پہنان ہی وہ صرف اسی هول کی مانند ہی جو مچہ در نم کر کوئلے بھونکے ہوئے دیکھ کر طاری ہونی ہی ۔  
 (۱۰) جب میری نکاتہ نم پڑ پڑی ، تو میرا خیال وہ چاہا کہ کاش کہ اس سے پہلے ہی میری آنکھ اندھی ہو جاتی ۔  
 (۱۱) حب زمانے نے تم کو شرف سے گرا با ، تو تم کو پست نہیں کیا اور نہ تمہارے اخلاق میں سے کرم کو متا با ۔  
 (۱۲) اگر تم بلندی میں قہر ہو کر مہین نو ستارہ ہو کر ہی چمکو ، اور اگر جائے نشان مند میں نہیں ہو مقام بلند ہی میں کھڑے ہو جاؤ ۔  
 (۱۳) صبر کرو ، کیونکہ تمہارے امور کے انجام اکثر قابل تعریف ہی ہوتے ہیں ۔ جو شخص صبر کو لازم پکڑتا ہی ، وہ اس کے لزوم کے بعد ضرور قابل ستائش ہوتا ہی ۔  
 (۱۴) بہ خدا اگر ہسباب ہائے ثائب تم سے انصاف کرتے ، تو چاہتے تھا کہ وہ ڈوب جائے ! اور اگر نارش کے آنسو تم سے وفا کرتے ، تو ان کو جم جانا چاہتے تھا ۔  
 (۱۵) تمہاری باتیں بھی روئی ہیں ، حتی کہ مروارید ، جب کہ وہ گرور ، الفاظ اور تبسم میں تمہاری نقل کرتے ہیں ۔  
 (۱۶) چونکہ تم خصلت میں شگوفہ کی مانند تھے ، اس لئے تمہارے غم میں مرغزار کے باغات بھی اپنے شگوفوں سے عاری ہو گئے ہیں ۔

- (۱۷) بعد الذعیم ذوی الریحان حین رای ریحانک الغص یدوی بعد ما معما  
 (۱۸) لم یرحم الدهر فضلا انت حامله من لیس یرحم ذاک الفضل لارحما  
 (۱۹) شقیقت الصبح ان اصحی یشارقه وانت فی ظلمة فالصبح ود ظلما

## فصل

ہم نے المعتمد علی اللہ کے حالات اور ان کے متعلقات کا یہ مختصر سا بیان، گو کہ وہ ہمارے مقصد سے خارج ہے، اس لئے فلمبند کیا ہے کہ ہم نے اس سے پہلے ان کے فضل، غزرت ادب اور ایثار کے باب میں جو کچھ بیان کیا ہے، اس پر دلیل ہو۔ اسی طرح اب ہم مملکت اندلس کے ان حالات کے نسق کو المرابطون یعنی اصحاب یوسف بن تاشفین کے کوائف سے متصل کریں گے۔ اس امر کی ایک اور تیسری وجہ یہ ہے کہ المعتمد مذکور کے حال کو جس امر نے نباہت سے خمول، بلندی سے پستی اور بسط سے قبض تک پہنچایا، وہ منجملہ ان عبرتوں کے ہے، جو زمانے نے ہم کو دکھائیں، اور ان مواعظ میں سے ہے جس سے دنیا اصحاب فہم کی نگاہ میں ذلیل و خوار معلوم ہوتی ہے \*

المعتمد پر قبضہ پانے کے بعد یوسف بن تاشفین کے لئے اندلس کا معاملہ بالکل مجتمع ہو گیا؛ کیونکہ وہی اسکے سر لشکر، عین الاعیان اور بمنزلۃ واسطۃ نظم کے تھے۔ یوسف بن تاشفین کے ہمراہی اسی طرح ایک ایک ملک کر کے تمام ممالک کو سمیٹتے رہے، تا آنکہ تمام

ترجمہ :-

(۱۷) جب ریحان نے دیکھا کہ ہمارا ریحان نار و نعم کے بعد پژمردہ ہو گیا ہے، تو ریحان بھی خوش عیشی کے بعد پژمردہ ہو گیا۔

(۱۸) زمانے نے ان فضائل پر رحم نہیں کیا، جن کے تم حامل ہو۔ جو اس فضیلت پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(۱۹) صبح گرنا تمہاری توام ہے، جس وقت وہ روشن ہوتی ہے۔ مگر چونکہ تم تاریکی میں ہو، اس لئے صبح بھی تاریک ہے۔ (مترجم)

جزیرہ نما ان کا مطیع ہو گیا۔ ان کے امر کے آغاز ہی میں دشمن کی گوشمالی، مسلمانوں سے مدافعت غنیم اور حمایت حدود میں اس قسم کے امور ظہور پذیر ہوئے، جن کی لوگوں کے خیالات نے تصدیق کی، اور ان کے دلوں کو سرور ہوا اور آنکھوں کو تہندک پہنچی۔ اس طرح اہل اندلس کو ان سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی اور ملوک روم بھی بیش از پیش خائف ہو گئے۔ یوسف بن تاشفین اس تمام عرصے میں دم بہ دم لشکر پر لشکر اور فوج پہ فوج بھیج بھیج کر ان کی مدد کر رہے تھے، اور اپنی ہر مجلس میں کہا کرتے تھے کہ ”ہماری غرض اس ملک میں آنے سے یہ تھی کہ ہم اسے اہل روم کے ہاتھوں سے خلاصی دلادیں۔ مگر ہم نے دیکھا کہ اس ملک کے اکثر حصے پر ان کا غلبہ ہو گیا ہے، اور اس کے بادشاہ غافل، جنگ آزمائی میں سست، اور ان کے دست نگر اور ان کے سامنے ذلیل ہیں، آرام طلبی کو ترجیح دیتے ہیں، ہر ایک کی ہمت اسی میں صرف ہوتی ہے کہ وہ جام شراب نوش کرے، کسی معنیہ کا گیت سننے اور لہو و لعب میں اپنے دن تیر کرے۔ اگر میں زندہ رہا تو ان تمام ممالک کو، جن پر اس فتنے کے دوران میں اہل روم نے قبضہ کر لیا ہے، دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچا دوں گا۔ میں اہل روم کے خلاف اس ملک کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ نہ ان کو ناز پروری کا موقعہ ملیگا، نہ خوش عیشی کا علم تک ہوگا۔ بلکہ ان کی ہمت گھڑوں کو سدھانے اور ماہر کرنے اسلحہ کی درستی اور دعوت جنگ کا جواب دینے میں صرف ہوگی۔“ اور اسی قبیل کی اور باتیں کہا کرتے تھے۔ اس کی خبر نصاریٰ کے بادشاہوں تک پہنچی، تو ان کا خوف و ہراس اور بھی بڑھ گیا، اور مسلمانوں کے، بلکہ یون کہتے کہ خود ان کے، حالات حاضرہ سے ان کی ناامیدی اور بھی زیادہ قوی ہو گئی۔

جب بوسف امیر المسلمین نے جزیرہ نمائی اندلس پر قبضہ کر لیا، اور وہ تمام ملک انکا مطیع و منفاد ہو گیا اور کسی طرح کا اختلاف باقی نہ رہا، تو وہ اسی دن سے شاہان اندلس میں شمار ہونے لگے اور بادشاہ کے نام کے مستحق ہو گئے۔ وہ اور ان کے ہمراہی ”المرابطون“ کے نام سے موسوم ہو گئے۔ وہ اور انکا بیٹا اکبر ملوک میں شمار ہونے لگے؛ کیونکہ جزیرہ نمائی اندلس مغرب اقصیٰ کے سامنے واقع ہے، اس کے لئے بمنزلہ ام القریٰ کے ہے اور معدن فضائل ہے۔ چنانچہ عموماً ہر قسم کے علماء اسی سے منسوب ہیں اور اسی میں محسوب ہوتے ہیں۔ وہ ملک علوم کے شمس و اقمار کے طلوع کا مقام ہے، فضائل کا مرکز اور قطب ہے، ہوا کے لحاظ سے تمام اقالیم کے مقابلے میں معتدل ترین ہے، اس کا آسمان صاف ترین، اس کا پانی نہایت شیریں، اس کی روئیدگی نہایت خوشبو، اس کی پہاڑیاں بہ کمال سرسبز، اس کی صبحیں نہایت ہائیزہ اور شامیں بہ غایت پر لطف ہیں۔ (ابیات)۔

وہ ابک ایسی سرزمین ہے کہ اس کی آرام گاہ اور اسکے باشندوں کے شوق سے میرا دل آر کر وہاں جانا چاہتا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں، جن کے ذکر ہی سے گویا میں گلہائے تر چن رہا ہوں۔ کیا ان کی ملاقات سے میں گلہائے آس بھی چن سکتا؟

تمام جزیرہ نما سے ہر علم کے بہترین علماء قوت قوت کر امیر المسلمین کے پاس آ گئے اور انکا دربار ابسا ہو گیا جیسا کہ عین عروج سلطنت کے زمانے میں بنو عباس کا تھا۔ انکے اور انکے بیٹے کے ہاں ابسے ایسے زبردست مصنف اور فصیح و بلیغ اشخاص جمع ہو گئے تھے کہ شاید کبھی کسی زمانے میں ابسا اتفاق نہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ امیر المسلمین کے کتاب میں سے ایک صاحب ابوبکر المعروف بہ ابن القصیرہ تھے، جو المعتمد علی اللہ ابوبکر کے کاتب تھے۔ وہ فصحاء میں سے تھے اور میدان بلاغت میں دیگر فضلاء پر سبقت رکھتے تھے۔ وہ قدیم کاتبوں کے طریقے



ہول بیٹھ گئی۔ یوسف نے المعتمد سے کہا کہ ”اسمیر خدا کی بہتکار ہو“  
 مین نہیں سمجھتا تھا کہ یہ سؤ اس حد تک پہنچ جائیگا۔“ یوسف نے  
 اپنے آدمیوں کو جمع کر کے اسے لوگ غرر کئے جو ان کے سامنے بند  
 و نصیحت کریں اور بہادری کے قصے یاد دلا دیں۔ حناجہ ابسا کرنے سے  
 ان لوگوں کی صدق نیت، شوق جہاد اور شہادت کو محض آسمان  
 سمجھنے کا حال معلوم کر کے یوسف اور مسلمان خوش ہو گئے۔ دونوں  
 افواج ۱۲ رمضان کو جمعرات کے دن ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں  
 تھیں۔ پھر فریقین مبین آغاز جنگ اور تیاری کا دن مقرر کرنے کے متعلق  
 رسل و رسائل دوزے۔ ادفنش (لعنہ اللہ) نے کہا کہ ”جمعہ تمہارا مبارک  
 دن ہی اور سبت (شنبہ) یہودیوں کا دن ہی، جو ہمارے وزراء اور کذاب  
 ہیں اور ہم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس لئے مناسب یہ ہی کہ  
 دوشنبہ کے دن ہم لوگ اپنے مقصد کا کام شروع کریں۔“ درحقیقت  
 اس کا اصلی مطلب مسلمانوں کو دھوکا دینا تھا؛ مگر وہ اپنے ارادے  
 میں کامیاب نہیں ہوا۔ جب جمعہ کا دن آیا، تو مسلمانوں نے نماز  
 جمعہ کی تیاری کی۔ اس وقت تک ان کے ہاں کسی شخص کو  
 امارت جنگ پر مامور کرنے کا اہتمام نہ ہوا تھا؛ اور یوسف بن تاشفین نے  
 اس خیال کی بناء پر امارت کو قائم کیا تھا کہ بادشاہ غدر نہیں کیا  
 کرتے: غرض کہ وہ اور ان کے ہمراہی لباس فاخرہ پہن کر نماز کے لئے نکلے۔  
 لیکن المعتمد نے حزم و احتیاط سے کام لیا، اور وہ اور ان کے ہمراہی پوری  
 طرح مسلح ہو کر برآمد ہوئے۔ انہوں نے امیر المسلمین سے کہا کہ ”آپ  
 اپنے آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کیجئے، کیونکہ آج کے دن میرا کچھ  
 جی نہیں خوش ہوتا۔ میں آپ کے پیچھے ہوں، اور میرا خباں ہی  
 کہ اس سؤ نے اپنے دل میں مسلمانوں کو احانک قتل و غارت کرنے  
 کا ارادہ کر رکھا ہے۔“ حناجہ یوسف اور ان کے ہمراہی نماز میں مشغول  
 ہو گئے۔ ابھی ان کی پہلی ہی رکعت تھی کہ ان کے سامنے عیسائیوں

کی طرف سے سوار نظر آئے ، اور ادفنش (لعنہ اللہ) نے اپنے رفقاء کو لے کر دھاوا کر دیا ؛ کیونکہ اسے بہ خیال تھا کہ اسے اچھی فرصت ہاتھ آگئی ہے ۔ دکابک المعتمد اور اس کی فوج ان لوگوں کے پیچھے سے اُن پر جا پڑی ۔ اس دن انہوں نے وہ کمال کر کے دکہابا کہ کہہ ہی کسی دن نہ دیکھا گیا تھا ۔ المرابطون نے بیوی اپنے اسلحہ سنبہال لئے اور گھوڑوں پر سیدھے سوار ہو گئے ۔ دونوں فوجیں آپس میں خلط ماط ہو گئیں ۔ یوسف ابن تاشفین اور ان کے ساتھیوں نے وہ صبر اور عزم و نجات دکہابا کہ جس کا المعتمد کو گمان تک نہ تھا ۔ اللہ نے دشمن کو ہزیمت دی ، اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو ہر طرف قتل کرنے لگے ۔ مگر ادفنش (لعنہ اللہ) اپنے نو عدد رفقاء کے ساتھ بچ گیا ۔ اندلس کی ان شہر فترج میں سے ایک فتح یہ بھی تھی جس میں اللہ نے اپنے دین کو غالب اور اپنے کلمہ کا بول بالا کیا ، اور ادفنش (لعنہ اللہ) کی طمع جزیرہ نمائی اندلس سے ، نطفہ ہو گئی ، حالانکہ وہ اس سے پہلے بہ سمجھا کرتا تھا کہ وہ اس کا مال ہے اور وہاں کے رؤسا اس کے غلام ہیں ۔ یہ سب کچھ امیر المسلمین کے حُسن نیت کا نتیجہ تھا ۔ یہ جنگ واقعہ زلفہ کے نام سے موسوم ہے ۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں ، مسلمانوں نے سنہ ۴۸۰ میں ماہ رمضان کی تیرہویں تاریخ کو عیسائیوں سے یہ جنگ کی تھی ، اور وہ جمعہ کا دن تھا ۔

یوسف ابن تاشفین اور ان کے ہمراہی اُس میدان جنگ سے مظفر و منصور واپس آئے ۔ فتح ان ہی کے لئے اور ان ہی کے ہاتھوں ہوئی تھی ۔ اہل اندلس اس سے بہت خوش ہوئے ، اور اس فتح کو امیر المسلمین کے یمن و برکت پر محمول کیا ۔ منبروں پر اور مسجدوں میں ان کے لئے بہت دعائیں ہوئیں ، اور تمام جزیرہ نمائی اندلس میں ان کی ثنا و توصیف اس قدر پھیلی کہ ان کو اندلس کی اور بھی زیادہ طمع ہو گئی ، وجہ یہ تھی کہ ان سے پہلے نصاریٰ ہر جگہ غلبہ پذیر ہو گئے تھے

اور اندلس کے تمام بادشاہوں سے انہوں نے اپنی اطاعت کرا لی تھی ۔ جب اللہ نے دشمن پر قہر ڈھایا اور اس کو امیر المسلمین کے ہاتھ سے ہزیمت دی ، تو لوگوں نے ان کی عظمت ظاہر کی اور ان کی محبت دلوں میں جا گزین ہو گئی ۔ تب تو انکو یہ خیال آیا کہ سیر و تفریح کے طور پر اندلس میں گھومیں ۔ حالانکہ انکا قصد کچھ اور ہی تھا ۔ جنانچہ انہوں نے چکر لگایا ، اور جو کچھ چاہتے تھے حاصل کر لیا ۔ پھر اس تمام عرصے میں وہ برابر المعتمد کی تعظیم و تکریم ہی ظاہر کرتے رہے ، اور صاف طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ ”ہم تو اس شخص کے مہمان اور اس کے حکم کے ماتحت ہیں ۔ وہ جب تک چاہیگا ہم اس کے پاس تبہرینگے“ ۔ شاہان جزیرہ نما میں سے جس کو امیر المسلمین سے اختصاص پیدا ہو گیا تھا ، جس کا اُن کو لحاظ تھا اور جس کو ان سے تقرب حاصل تھا ، وہ ابو یحییٰ محمد بن معن بن صمدح المعتمد ، صاحب مریہ ، تھا ۔ بہ المعتمد ہمیشہ المعتمد سے دشمنی کرتا تھا ، اور قدیم زمانے سے ان کا حاسد تھا ۔ ملوک جزیرہ نما میں اس کے سوا کوئی اور شخص ایسا نہ تھا جو المعتمد کو برا سمجھتا ہو ۔ ان دونوں کے درمیان میں بعض اوقات بری بری خط و کتابت ہوا کرتی تھی ۔ المعتمد اپنی مجالس میں المعتمد کی عیب چینی کیا کرتا تھا ۔ ادھر المعتمد کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنی مروت ، نزاہت نفس ، پاکیزگی سیرت اور شدت ملوکیت کی وجہ سے ایسا کرنے سے باز رہتے تھے ۔ امیر المسلمین کے ورود سے چند عرصہ پیشتر المعتمد مشرقی اندلس میں دورہ کرنے اور اپنے عمال و رعیت کی حالت معلوم کرنے کے لئے گئے تھے ۔ جب وہ المعتمد کے بلاد کے پاس پہنچے ، تو وہ اپنے ارکان دولت کو لے کر ان سے ملنے کے لئے آیا تھا ، اور المعتمد سے یہ چاہا تھا کہ وہ اس کے بلاد میں داخل ہوں ۔ مگر المعتمد نے انکار کیا ۔ آخر کار بہت کچھ درخواست اور خواہش پر دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ وہ المعتمد کی

حدود بلاد کے شروع اور المعتمد کے بلاد کی حدود کے آخر میں ایک دوسرے سے ملین . چنانچہ ایسا ہی ہوا ، اور دونوں میں بہ ظاہر صلح ہو گئی . المعتمد نے ان کے اکرام کے لئے ایک مجلس منعقد کی ؛ اور ایسے اسے آلات سلطانیہ اور ذخائر شاہانہ دکھلائے ، جو ایسے موقعوں کے لئے موزون ہوتے ہیں ، اور بہ سمجھا کہ اس سے المعتمد کو رنج و غم ہوگا . مگر اللہ نے المعتمد کو اس سے محفوظ رکھا ، اور ان کے خلیق کریم نے ان کو بچا لیا ، اور خدا کے فضل سے وہ اس طرح محفوظ رہ گئے . المعتمد تین ہفتے ان کے مہمان رہ کر اپنے ملک کو واپس آ گئے ، اور بعد ازاں مراکش چلے گئے . امیر المسلمین کے آنے تک ان دونوں کے درمیان یہی کیفیت جاری رہی ، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں . المعتمد ہدایائی فاخرہ اور تحفہ ہائے گران لے کر امیر المسلمین سے ملے ، ان کی خدمت میں بہت سرگرمی دکھائی ، تا آنکہ یوسف نے ان کو اپنا نہایت درجہ مقرب بنالیا ، اور اپنے رفقاء سے ان دونوں کی نسبت یہ کہا کرتے تھے کہ ”بہ دونوں (بغنی المعتمد اور المعتمد) اس جزیرہ نما کے خاص آدمی ہیں“ . المعتمد کے مقرب بن جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ المعتمد نے امیر المسلمین سے اس کی بہت ثنا کی تھی ، اور اسے تمام فضائل سے متصف بتایا تھا . حق تو یہ ہی کہ وہ اوصاف المعتمد سے بہت دور نہ تھے ، جو المعتمد نے اس کی نسبت بیان کئے تھے . جب المعتمد کو امیر المسلمین کے مزاج میں بہت درخور ہو گیا تو اس نے یہ کوشش شروع کی کہ کسی طرح ان کا دل المعتمد کی طرف سے پھیر کر دونوں میں فساد برپا کر دے . اس کی سوہ رائے ، ناپاک سیرنی اور انجام بینی کے لئے ضعف بصیرت نے اس کے دل میں یہ بات پیدا کر دی . اصل یہ ہی کہ خدائے تعالیٰ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اسے پورا کر کے رہتا ہے ، جو کچھ مقدر ہوتا ہے وہ ضرور اپنے وقت پر ہو کر رہتا ہے ؛ اور جب اللہ کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب پیدا

کر دیتا ہی . المعتمد کا جو کچھ ارادہ تھا اسکی تدابیر اس نے شروع کر دیں ، مگر وہ یہ نہ سمجھا کہ وہ خود بھی اسی کنوین میں گرے والا ہی جو وہ کہہ رہا ہے ، اور ان اسلحہ سے خود ہی قتل ہونے والا ہی جو اس نے تیز کئے ہیں . جہاں اس نے اور بائیں امیر المسلمین تک پہنچائیں ، ان ہی میں سے ایک بہ بھی اظہار کیا کہ المعتمد اپنی ذات سے سخت مغرور و متکبر ہی اور یہ کہ وہ کسی کو اپنی برابر نہیں سمجھتا : بلکہ ان سے ایک مرتبہ نہ بھی کہہ دیا تھا کہ المعتمد نے یہ کہا کہ ” یہ شخص ( یعنی امیر المسلمین ) بہت عرصے سے جزیرہ نما میں پڑا ہوا ہے . اگر میں اپنی انگلی بھی ہلاؤں ، تو وہ ایک شب بھی یہاں نہیں قہیر سکتا اور نہ اس کے ہمراہی رہ سکتے ہیں . ( گویا کہ آپ المعتمد کی دشمنی سے درتے ہیں ) آخر یہ بچارہ اور اس کے ساتھی ہیں کیا چیز ! نہ لوگ اپنے ملک میں اپنی ہستی کے قیام کی کوشش کرتے رہتے تھے اور بیوکے مرے جاتے تھے . ہم ان کو اس ملک میں کھلانے پلانے کے لئے لے آئے ہیں . جب ان کے پیت بھر جائینگے ، تو پھر ان کو ان ہی کے ملک کی طرف نکال دینگے . “ غرض اسی نوع کے اور تحفیر کے کلمے المعتمد کی طرف منسوب کئے . اس امر میں امراہ اندلس نے بھی المعتمد کی اعانت کی . نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح وہ لوگ چاہتے تھے اسی طرح یوسف امیر المسلمین کا دل المعتمد کی طرف سے پھیر دیا . فی الاصل امیر المسلمین نے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے قیام اندلس کے لئے ایک خاص وقت اور حد مقرر کر دی تھی . اس سے زیادہ وہ وہاں نہ تھیرتے . ان کے وہاں جانے کی غرض صرف یہ تھی کہ المعتمد کی دلجوئی اور تسکین خاطر ہو جائے . جب وہ مدت گزر گئی اور ان کے جانے کا وقت قریب آگیا ، تو امیر المسلمین اس کیفیت کے ساتھ سرحد کی طرف جلے گئے کہ انکا دل دشمنی سے بھر گیا تھا اور مزاج متغیر ہو چکا تھا .

وما النفس الانطفة في قرارة اذا لم تكدر كان صفوا غديرها :

پھر یہ تمام باتیں علاوہ اس کے تھیں کہ ان کو جزیرہ نما کی طبع اور اس پر قبضہ پانے کا بہت شوق تھا۔ قبل اس کے کہ امیر المسلمین وہاں سے روانہ ہوں، المعتمد کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہو گئی تھیں جن سے انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یوسف کا دل ان کی طرف سے بدل گیا ہے \*

غرض کہ امیر المسلمین مراکش کو واپس چلے گئے، اور ان کے دل میں جزیرہ نمائی اندلس کے متعلق سخت بے حیثی لگی رہی۔ معجزہ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے عمائد اصحاب میں سے ایک ثقہ شخص سے یہ کہا کہ ”میں سمجھتا تھا کہ میرے پاس بھی کچھ ہے۔ مگر جب میں نے اس ملک (یعنی اندلس) کو دیکھا، تو میری نگاہ میں میری مملکت حقیر معلوم ہونے لگی۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے کیا حیلہ کرنا چاہئے؟“ ان کی اور ان کے اصحاب کی یہ رائے قرار پائی کہ المعتمد سے خط و کتابت کر کے اس امر کی اجازت طلب کی جائے کہ ان کے ہاں کے صلحاء اندلس میں جاکر جہاد کی نیت سے اقامت کریں، دشمن سے جنگ کریں اور ان چند قلعوں میں مدت تک رہیں جو عیسائیوں کے قبضے میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا: کہ المعتمد کو لکھا، اور المعتمد نے ابن الافطس المنوکل، بادشاہ سرحد کے اتفاق کرنے پر ان کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اصل یہ ہے کہ اس سے یوسف اور ان کے اصحاب کا منشا یہ تھا کہ ان کے حمایتی اندلس کے شہروں میں پھیلے رہیں، اور جب ان کے قیام دعوت یا اندلس پر اظہار حکومت کرنے کا موقع آئے تو ان کو ہر شہر میں اپنے مددگار مل جائیں۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، اہل اندلس کے دل یوسف اور ان کے اصحاب کی محبت کا شربت پی چکے تھے۔ امیر المسلمین نے اپنے چیدہ چیدہ ارکان سلطنت کو انتخاب کیا اور اپنے رشتہ داروں میں سے بلجین نام ایک شخص کو ان سب کا سردار

مقرر کر دیا۔ اس شخص کو انہوں نے خفیہ طور پر اپنا دلی منشا بتا دیا تھا۔ بلجپین روانہ ہوا، اور جزیرہ نما کے بائی بادشاہوں کو جھوڑ کر سیدھا المعتمد کے ہاں پہنچا اور ان سے پوچھا کہ ”آپ مجھے کہاں جانے کا حکم دینے ہیں؟“ المعتمد نے اپنے چند آدمی اس کے ساتھ کر دئے، جنہوں نے اسے ایک قلعہ میں جاکر تھیرا دیا جو انہوں نے اس کے لئے منتخب کر رکھا تھا۔ چنانچہ وہ اور اس کے ساتھی جہاں تھیرائے گئے تھیر گئے، اور اس وقت تک وہیں مقیم رہے کہ جب المعتمد کے خلاف فتنہ برپا ہوا۔ اور وہ سنہ ۱۴۸۳ کے ماہ شوال میں اس طرح شروع ہوا کہ، بغیر کسی ایسے ظاہری سبب کے جو ابسا کرنے پر آمادہ کرے، سرحدی شہر طنجة کے مقابل کے جزیرہ طریف پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان کی جماعتیں پراگندہ ہو گئیں، اور ان لوگوں کی طبیعتیں کھیل کود میں لگی ہوئی تھیں۔ ان کے بلاد بکھر گئے، جہاں کے باشندوں کے دلوں میں ان کی محبت جاگزیں ہو چکی تھی۔ جب المرابطوں نے جریرہ طریف لے لیا اور اس میں امیر المسلمین کی دعوت کا اعلان ہو کیا، تو بلاد اندلس میں اس امر کی شہرت ہو گئی اور وہ لوگ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مختلف قلعوں میں تھیرائے گئے تھے، اُتھ، کھڑے ہوئے اور جاکر قرطبہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں عباد بن المعتمد الملقب بہ المامون مقیم تھا، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اور جو المعتمد کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ یاغی شہر میں داخل ہو گئے، اور عباد کو قتل کر دیا۔ مگر عباد نے بھی مرنے سے پہلے خوب خوب بہادران دکھلا دیں۔ یہ سنہ ۱۴۸۴ میں ماہ صفر کے شروع کا واقعہ ہے۔ اس طرح دشمنی اور تکالیف بڑھ گئیں اور فتنہ و فساد برابر اپنی تیزی میں ترقی کرتا رہا۔ ایک جمعیت جنگ کے لئے اشبیلیہ پہنچ گئی۔ المعتمد کو اس گروہ کے حالات و ارادات سے اطلاع دی گئی۔ ان پر دشمنوں کی اصلی مراد کھلی، اور ان کی بد طینتی ظاہر ہو گئی۔

ان کو ان لوگوں کے چمڑوں کی آواز کی حرص و آرزو ہی ، وہ ان لوگوں کی خونریزی اور ان کے ہتک حریم اور کشف حرم پر آمادہ ہوئے ۔ مگر ان کے مسجد اٹیل ، رائی اسیل اور مذہب جمیل نے ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا ، اور خدا نے ان کو حسن یفین اور صحت عقل و دہن سے جو بھرہ عطا فرمایا تھا اس نے ان کو اس کام سے روک دیا ۔ آخر ان لوگوں کو ان کے غرہ نے سال مذکور کے ماہ رجب کے نصف میں سہ شنبہ کے دن قہام پر مجبور کیا ، اور وہ اپنی فوج بے نصرت اور اپنا دستہ فوج ، جس کے عقب میں کچھ نہ تھا ، ہمراہ لیکر آگے بڑھے ۔ المعتمد اپنے قصر سے تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے نکلے ۔ زہر جامہ کے نیچے ان کا شاماکچہ جمک رہا تھا ۔ نہ انکے ہاتھ میں ڈھال تھی ، نہ بدن پر زرہ ۔ انہوں نے شہر کے ایک دروازے موسوم بہ باب العرج پر ایک سوار کو داخل ہوتے دیکھا جو اپنی شجاعت میں مشہور تھا اور اس وقت پوری طرح مسلح تھا ۔ اس سوار نے ان پر ایک چھوٹے سے لیچک دار اور لمبی انی کے گڑے دار نیزے سے حملہ کیا ، جو ان کے شاماکچہ میں سے گزرتا ہوا بعل میں سے نکل گیا ۔ اللہ نے المعتمد کو اس سے بچا لیا اور اپنے فضل سے اسے ان سے دور کر دیا ۔ انہوں نے اس سوار کے شانہ پر اپنی تلوار کا ایک ایسا ہاتھ دیا جس سے اس کی پسلیوں تک جسم شق ہو گیا ، اور وہ تیورا کر گر پڑا ۔ ان جماعتوں کو ہزیمت ہوئی ، اور ان فضیلوں پر یکبارگی حملہ کرنے والے وہاں سے اتر گئے ۔ اہل اشبیلیہ کو یہ خیال ہوا کہ اب اس گلوگیری سے نجات حاصل ہوئی ۔ جب اسی دن عصر کا وقت ہوا تو لوہ پھر واپس آئے ۔ شہر پر وادی کی طرف سے حملہ ہوا ، اور وہاں کے باشندوں کی امیدیں ٹوٹ گئیں ۔ حاسد و دشمن کو اس سے اور بھی امید بندھ گئی ، اور انکے بد خواہوں میں آگ بھڑک اٹھی ۔ اس وقت ان کی امیدیں تو ایک طرف ، منہ سے بات نکالنی بھی محال تھی اور ہاتھ باؤں ڈھیلے ہو گئے تھے ۔ جن



لوگوں نے خشکی کی طرف سے آکر حملہ کیا تھا ان مبن امیر المسلمین یوسف کا ابک آدمی حُدبر بن واسنوا بھی تھا، اور وادی کے لوگوں میں سے ایک اور شخص نھا جسے ”سپہ سالار ابو حمامہ“ کہا کرتے تھے اور بنو سجنوت کے مرالی میں سے تھا۔ چند دن تک یہ معاملہ اسی طرح معرض القوا میں رہا۔ آخر امیر سیر ابن ابی بکر بن تاشعین، یعنی امیر المسلمین کا بھتیجا، ایک زبردست فوج اور اپنی رعیت کی جماعت کئیوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان ایام کے دوران میں پریشانی نے لوگوں کو دیوانہ کر رکھا تھا اور خوف و ہراس ان کے دلوں میں جا گریں ہو گیا تھا۔ لوگ دور دور کی مسافتیں طے اور دریاؤں کو عبور کر کے آ رہے تھے۔ انکو گندے نالے پار کرنے پڑتے تھے اور اونچی اونچی فصیلوں پر چڑھنا پڑتا تھا۔ اور غرض صرف یہ تھی کہ اپنی جانیں بچالیں، اپنے وعدوں کو پورا کریں اور خالص دوستی پر قائم رہیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک ثابت قدم رہے کہ سنہ مذکور کی اکیسویں رجب اور یکشنبہ کو واقعہ عظمیٰ اور نظارہ رستخیز پدیس آیا۔ اس دن امر واقع نے نہایت شدت اختیار کر لی اور بات ہاتھ سے نکل گئی۔ لوگ وادی کی طرف سے شہر میں داخل ہو گئے اور شہری اور دیہاتی سب ہی پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ فریفین نے جنگ و قتال مبن نہایت سرگرمی سے کام لیا اور دونوں جماعتیں جان توڑ کر لڑیں۔ المعتمد کی مدافعت، شجاعت اور جانبازی سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس سے زیادہ بہادری غیر ممکن الوقوع ہی اور کسی سے رونما نہیں ہو سکتی۔ اسی واقعہ کے متعلق المعتمد نے، اس وقت کہ جب وہ مقید اور درماندہ ہو کر سرحد پر اترے ہیں، یہ اشعار کہے ہیں :-

۱ لما تما سکت الدموع وتنهنه القلب الصديع  
 قالوا الخضوع سياسة فليبد منك لهم خضوع  
 والذ من طعم الخضو ع علي فمي السم النقيع  
 ان تستلب عني الدني ملكي وتسلمني المجموع  
 فالقلب بين ضلوعه لم تسلم القلب الضلوع  
 لم أستلب شرف الطبأ ع ایسلب الشرف الرفیع  
 قد رمت يوم نزالهم الا تحصنني الدروع  
 وبرزت ليس سوي القمی—ص عن الحشي شي دفوع  
 وبذلت نفسي كي تسيل اذا يسيل بها النجيع  
 اجلي تاخر لم يكن بهوي ذلي والخشوع  
 ما سرت قط الي القتا ل و كان من املي الرجوع  
 شيم الالي انا منهم والاصل تتبعه الفروع

۱ ترجمہ :- نہ آنسو کے اور نہ پارہ پارہ ہمدہ دل باز رہا ۔  
 لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی اچھی تدبیر ہی ؛ لہذا چاہئے کہ ہم بھی ان کے سامنے  
 عجز کا اظہار کرو۔ مگر (حق یہ ہی کہ) مجھے عجز و خضوع کے ذائقہ سے زہر ہلاہل  
 زیادہ لذیذ معلوم ہوتا ہی ۔

اگر دنیا نے مجھ سے میرا ملک چھین لیا اور فوج نے مجھ کو چھوڑ دیا ،  
 تو دل تو ابھی اپنی پسلیوں میں موجود ہی اور پسلیوں نے تو دل کو نہیں  
 چھوڑا ہی ،

نہ مجھ سے شرافت نفس غصب کی گئی ہی ۔ کیا کبھی شرافت رغبۃ بھی چھپی  
 جا سکتی ہی ؟

جنگ کے دن مجھ پر تبر اندازی ہوئی ، اور میں جانتا تھا کہ زہین بھی مجھ کو  
 نہ بچائیں گی ۔

اور میں اس حالت میں جنگ کے لئے نکلا تھا کہ میرے جسم کو محفوظ رکھنے کے  
 لئے سوا قمیص کے اور کچھ نہ تھا ۔

اور میں نے اپنے جسم کو اس طرح سپرد ستان کیا کہ اگر ہے تو خون خالص ہے ۔  
 میری موت میں تاخیر ہو گئی ہی ۔ مگر لذت اور خشوع کی مجھے کبھی  
 خواہش نہ تھی ۔

میں کبھی اس امید سے جنگ کو نہیں کیا کہ وہاں سے واپس بھی آؤں گا ۔  
 یہ ان لوگوں کی خوبیہاں ہیں جن کی میں اولاد میں سے ہوں ؛ اور شاخیں جڑھی  
 کی پیروی کرتی ہیں ۔ (مترجم)

غرض کہ شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم رہا، اور اہل بوبرنے کسی اہل شہر کے پاس ایک تنکا تک نہیں رہنے دیا۔ المعتمد کے محلوں کو بری طرح لوٹا گیا، اور وہ خود بھی گرفتار ہو گئے۔ انکو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں المعتمد باللہ اور الراضي باللہ کو خط لکھیں۔ وہ دونوں اندلس کے دو مشہور قلعوں میں تھے، اور اگر بہ جانتے تو وہاں اس طرح محفوظ رہ سکتے تھے کہ ان تک کوئی شخص نہ پہنچ سکے۔ ایک قلعہ کا نام رندہ تھا اور دوسرے کا مارٹلہ۔ حناچہ المعتمد (رحمۃ اللہ) اور سیدہ کبریٰ نے، جو ان دونوں کی والدہ تھیں، ان دونوں سے استعفاف و استرحام کرنے اور یہ بتاتے ہوئے خط لکھے کہ ان دونوں ہی کے ثبات پر سب کا خون مرہون ہے۔ مگر ان دونوں بہائیوں نے اس ذلت کو پسند نہ کیا، اور اس سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے والدین کے بعد کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیں۔ اس کے بعد سیدہ نے ان سے رحم کی درخواست کی اور دوبارہ لکھا کہ ان کو والدین کے حقوق کا خیال کرنا چاہئے، جو اللہ عز و حل کے حق کے برابر ہیں۔ تب تو دونوں بہائی اپنے فرض کو پورا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے، اور دنیا کو الگ پھینک کر اپنے قلعوں سے نکل پڑے اور نہایت پختہ عہد اور محکم وعدے کئے۔ المعتمد باللہ کا تو بہ ہوا کہ جو افسر فوج انکی طرف گیا تھا اس نے انکی تمام مملوکہ چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہے الراضي باللہ: وہ اپنے قصر سے نکلتے وقت دھوکے سے قتل کر دئے گئے، اور ان کی لاش چھپادی گئی۔

استیصال حالات کے بعد المعتمد اور ان کے خاندان کو وہاں سے روانہ کر دیا گیا۔ ان کے پاس ذرا سا بھی زاد راہ نہ تھا۔ وہ کشتی پر سوار ہوئے، اور سرحد پر پہنچ کر نہایت گنہامی کے عالم میں وہاں مقام طنجبہ میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ وہیں ان سے حُصَری شاعر ملا، جو اپنی درپوزہ گری اور کثرت سوال کی قبیح عادات کی وجہ سے ان کے ساتھ ساتھ ہو گیا۔ اس نے اپنے پرانے اشعار، جو المعتمد کی مدح میں

تھے، ان کے سامنے پیش کئے، اور ان ہی اشعار کے ساتھ اس نے اس قصیدہ کا بھی اضافہ کیا، جو اس نے المعتمد کے وہاں پہنچنے پر کہا تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے، اس وقت المعتمد کے پاس چھتیس متقال سے زیادہ زاد راہ نہ تھا۔ المعتمد نے وہی رقم اس کے بھیج دی، اور اس کے ساتھ ہی ایک قطعہ اشعار لکھ کر حصری سے تحریراً معذرت کی کہ ان کے پاس مال کی قلت ہے۔ وہ قطعہ میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔ حصری کو حو کچھ ملا اس نے اسے حفیر سمجھ کر جواب نہیں دیا۔ یہ شخص، یعنی حصری، نابینا تھا۔ شعر بہت جلد کہتا تھا، مگر وہ کچھ زیادہ نفیس نہ ہوتے تھے۔ المعتمد علی اللہ نے ایک اور قطعہ لکھ کر، جس کے ابتدائی اشعار ذیل میں درج ہیں، اس سے جواب کی تحریک کی :-

قل لمن قد جمع العد م وما احصي صوابه  
 كان في الصرة شعر فتنظروا جوابه  
 قد اثبتناك فهلا جلب الشعر ثوابه

جب شعراء کی جماعت اور اہل دريوزہ کے حلقہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی کہ المعتمد نے حصری سے کیسا سلوک کیا ہے، تو وہ لوگ ہر طرف سے المعتمد کے گرد جمع ہونے اور ہر گناہ گزے سے ان کے پاس آنے لگے۔ اس کے متعلق المعتمد (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ :-

اشعراء طنجة كلهم والمغرب ذهبوا من الاعراب ابعد مذهب

ا ترجمہ :- طنجة اور المغرب کے تمام شعراء عربوں سے بھی کچھ بڑھے ہوئے ہیں۔

وہ لوگ ایک قیدی شخص سے ایک مشکل چیز کا سوال کرتے ہیں، حالانکہ خود وہی شخص ان سے سوال کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے، تعجب سا تعجب ہی! اگر حیا اور لخمی عزت نہ ہوتی، جس نے دل کو گھیر رکھا ہے، تو وہ بھی اس طلب میں ان ہی کے برابر ہوتا۔

ایک زمانہ تھا کہ اس کی یہ حالت تھی کہ اس سے بخصت طلب کی جاتی تھی، تو وہ بہت کچھ دے نکلتا تھا اور جب اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکارا جاتا کہ ”سوار ہو جاو“ تو وہ سوار ہو جاتا تھا۔ (مترجم)

سئلوا العسیر من الاسیر و انه بسؤالهم لاحق فاعجب و اعجب  
لولا الحياء و عزة لخصیة طی الحشا ساواهم فی المطلب  
قد كان ان سئل النذی یجزل وان نادی الصریح ببابه اركب یركب  
اسی معنی مین کہتے ہیں کہ :-

ا قَبَّحَ الدهر فماذا صنعا      كلما اعطي نفیسا نزعا  
قد هوي ظلما بمن عادته      ان بنادی كل من یهوي لعا  
من اذا الغیث همی منهمرا      اخلتہ كفہ فابقطعا  
من غمام الجود من راحته      عصمت ریح به فانتشعا  
من اذا قیل الخنا صم وان      نطق العافون همسا سمعا  
قل لمن یطمع فی نائله      قد ازال الیاس ذاك الطمعا  
راح لا یملك الا دعوة      جبر الله العفاة الفیعا

المعتمد (رحمة الله) اسی حال مین ' جسکا ذکر پہلے گزر چکا ہی ' چند دن طنجة مین فیام پذیر رہے . پھر وہاں سے شہر مکناسہ مین منتقل ہوئے ، اور چند ماہ وہاں تھیرے . بالآخر حکم ہوا کہ ان کو شہر اغمات مین پہنچا دیا جائے . چند نچہ وہ لوگ المعتمد (رحمة الله) کے دم مرگ تک وہین مقیم رہے . ان کو وہین دفن کیا گیا ، اور ان کی قبر وہاں مشہور ہی . ان کی وفات سنہ ۸۷ یا بقولے سنہ ۸۸ کے کسی

۱ ترجمہ :- زمانے کا برا ہو ، اس نے کیا کیا ! جب کہیں اسنے کوئی عمدہ چیز دی ، سرور چھین لی .

اس نے اس شخص پر ظلم ڈھایا ہی ، جس کو عادت تھی کہ کسی کو کرما ہوا دیکھتا تو فوراً " یا الہی خیر ! " پکار اٹھتا تھا ؛ جس کا یہ عالم تھا کہ جب موسلا دھار بارش ہو رہی ہوتی تھی ، تو اس کے ہاتھ کی جود و عطا اسے فرما دیتی تھی اور بارش بند ہوجاتی تھی ؛ جس کی یہ حالت تھی کہ اگر بری بات کہی جاتی ، تو بہرہ ہوجاتا ، اور اگر سوال کرنے والے بالکل نا معلوم طور سے بھی بولتے تو وہ سن لیتا تھا .

جو شخص اب اسکی جود و عطا کی طمع رکھتا ہی ، اس سے کہہ دو کہ اب یامن نے وہ طمع و خواہش دور کردی ہی ؛ اور اب اسکی یہ حالت ہوگئی ہی کہ سواء دعوت کے اب وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہا ؛ خدا ہی سوال کرنے والے تباہ حال لوگوں کی حالت کو درست کرے تو ہو ! (مترجم)

مہینے میں ہوئی ۔ واللہ اعلم ۔ وفات کے وقت ان کی عمر اکاون (۵۱) سال کی تھی ۔ مجھے تک پہنچے ہوئے بہترین اشعار میں وہ بھی ہیں جو ابن اللبانہ کے مرثیۃ المعتمد علی اللہ میں سے منتخب ہیں ، اور جس کے شروع کے اشعار یہ ہیں :-

لکل شیء من الأشياء میفاتٌ وللمنی من منا یا هنّ غاباتٌ  
والدھر فی صبغة الحبراء منغمس الوان حالاتہ فیہا استحالات  
ونحن من لعب الشطرنج فی یدہ وربما فُصرتُ بالبیدقِ الشاة  
فانقض یدیک من الدنیا وساکنہا فالارض قد اقفرت والناس قد ماتوا  
وقلّ لعالمها الارضی قد کتمت سریرۃ العالم العلوی اغصات  
طوت مظلتہا لا بل مذلتہا من لم تزل فوقہ للعز رايات  
من کان بین الندی والباس انصلہ ہندیۃ و عطایاۃ ہندیات  
انکرت الا التواء للقیود بہ وکیف تُنکری الروضات حیات  
وقلت هنّ ذوابات فلم عکست من راسہ نحو رجليہ الذوابات  
راوۃ لینا فخافوا منه عادیۃ عذرثہم فلعدوی اللیث عادات

اسی شاعر کا ایک اور قصیدہ ہی ، جس میں وہ ان لوگوں کا مرثیہ کہتا ہی ۔ وہ نہایت عمدہ ہی ، اور اس کے شروع کے اشعار یہ ہیں ۔  
تبکی السماء بدمع رائح غادی علی البہا لیل من ابناء عباد  
علی الجبال الّتی ہدت قواعدها وکانت الارض منهم ذات اوتاد  
والرابیات علیہا الیانعات ذوت انوارہا فعدت فی حفص اوہاد  
عربسة دخلتہا الذائبات علی اسود لهم فیہا و آساد  
وکعبۃ کانت الامال تعمرہا فالیوم لا عاکف فیہا ولا باد  
تلك الرماح رماح الخط ثقفہا خطب الزمان ثقافا غیر معتاد  
والبیض بیض الظبا فلت مضاربہا ابدي الردي وثنتہا دون اغصان  
لمادنا الوقت لم تخلف لہ عدۃ وکل شیء لمیقات ومیعاد  
کم من دراری سعد قد هوت ووهت هناك من درر للمجد افراد

نور و نور فہذا بعد نعمتہ ذوی و ذاک خبی من بعد ایقاد  
یا ضیف اقر بیت المکرمات فخذ فی ضمّ رحلتک و اجمع فضلة الزاد  
و یا مؤمل وادیہم لیسکنہ خفّ القطین و جفّ الزرع بالوادی  
ضلت سبیل النذی بابن السبیل فسر لغير قصد فما بهدیک من ہادی

اسی قصیدے میں کہتا ہی کہ :-

لنسیبت الا غداة النهر کونہم فی المنشئات کاموات بألحاد  
والناس قد ملئوا العبرین و اعتبروا من لؤلؤ طافیات فوق ازباد  
حطّ لقناع فلم تستر مخدرة و مزلت اوجه تمزق ابراد  
تفرقوا حيرة من بعد ما ..... \* اهلا باهل و اولادا باولاد  
حان الوداع فضجّت کل صارخة و صارخ من مفداة و من فاد  
سارت سفائنهم والنوح يتبعها كانها ابل یعدو بها الحادي  
کم سال فی الماع من دمع و کم حصلت تلك القطائع من قطعات اکباد  
من لی بکم یا بنی ماء السماء اذا ماء السماء ابي سقيا حشي الصاد

یہ قصیدہ نہایت طویل ہی . میں نے اس میں سے صرف ان اشعار  
کو منتخب کیا ہی . اس ابن اللبانة کا نام ابو بکر محمد بن عیسیٰ  
ہی . وہ شہر دانیہ کا باشندہ تھا ، جو ساحل بحر رومی پر واقع ہی .  
مجاہد عامری اور اس کا بیٹا علی الموفق اس شہر پر قابض تھے ،  
جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی . اس ابن اللبانة کا ایک بھائی عبد العزیز  
نام بھی تھا . یہ دونوں بھائی شاعر تھے . مگر عبد العزیز نے شعر کو صنعت  
اور کماٹی کا ذریعہ نہیں بنانا تھا ؛ وہ سودا گروں میں سے تھا . ابو بکر نے  
البتہ شعر کو اپنی بضاعت اور ذریعہ معاش بنا رکھا تھا . اس نے بہت  
اشعار لکھے تھے ، اور ان کو لیکر وہ بادشاہوں تک پہنچتا ، ان پر انعام

\* یہاں کے الفاظ اصلی قلی نسخے میں نہیں پڑھے جا سکے . علامہ درزی نے یہ جگہ  
عالی چھوڑ دی ہی . (مترجم)

وصول کرتا اور ان ہی کے ذریعے سے ان لوگوں کے ہاں بڑے بڑے مراتب حاصل کرتا تھا۔ اس کے اشعار کا ماحذ بلند اور طریق حسین اور روشن ہوتا تھا۔ اشعار میں سہولت الفاظ، نراکت، جودت معانی اور لطافت جمع ہوتی تھی۔ وہ المعتمد ہی کے پاس رہا کرتا تھا اور ان کے دیگر شعراء کے زمرہ میں شامل تھا۔ چونکہ وہ ان کے آخری زمانے میں ان کے پاس پہنچا تھا، اس لئے المعتمد کی مدح میں اس کے اشعار کم ہیں۔ خدا اس پر رحم فرمائے، باوجود سہولت اور کثرت اشعار کے اسے اسالیب و وجہ اشعار سے کم ہی واقفیت تھی۔ اس نے علوم اشعار پر زیادہ غور و خوض نہیں کیا تھا، بلکہ صرف اپنی جودت طبع اور قوت ذہانت پر اعتماد کرتا تھا۔ حناچہ اس کے ایک قصیدے میں ابک شعر اس امر کی کافی دلیل ہے، اور اس کا کچھ انتخاب اپنے موقع پر آئیگا۔  
(وہ کہتا ہے کہ) :-

من كان ينفق من سواد كتابه فانا الذي من نور قلبي انفق

جب المعتمد علی اللہ کو تخت سے اتار کر اشبیلیہ سے خارج کر دیا گیا، تو ابوبکر شہر بہ شہر مارا مارا پھرتا رہا، تا آنکہ وہ جزیرۃ میرفہ پہنچا، جس پر مبشر عامری الملقب بہ الناصر قابض تھا۔ ابن اللبانہ کو وہیں فروغ ہوا، اور اسی کی صحبت میں اس کے محالات ترقی پذیر ہوئے۔ الناصر کی مدح میں اس کے کئی قصائد ہیں جن میں وہ اپنے مطالب کو نہایت خوبی سے ادا کرتا ہے۔ ان ہی میں سے ایک قصیدہ ہے، جس میں اس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے، جو میں نے کبھی کسی متقدم یا متاخر شاعر کے متعلق نہیں سنا: یعنی یہ کہ اس نے تمام قصیدے میں شروع سے آخر تک ہر شعر کے شروع کے حصہ میں تغزل اور دوسرے میں مدح ممدوح کی ہے، اور بہ بات میں نے کسی کے اشعار میں نہیں سنی۔ قصیدہ کی ابتداء یوں ہوتی ہے :-



حونکہ وہ جانتے تھے کہ ابو الحسن بڑے رتبے کا شخص ہی اور حالات سے خوب واقف رہنا ہی، انہوں نے بھی اپنے خیمے اکٹارتے شروع کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے کچھ تو اس خیال سے کہ ہجوم ہو جائیگا، اور کچھ اس نیت سے کہ قیام کے لئے بہترین جگہ مل جائے، جلد جلد خیمے اکٹارتے اور لاد لاد کے جل دیے۔ اسی طرح فوج کا اکثر حصہ دریا کو عبور کر گیا، اور صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جو امیر المومنین کے خیموں کے قریب قریب رہتے تھے۔ وہ لوگ رات بھر وہیں رہے، اور امیر المومنین کو بھی مطلق علم نہ ہوا کہ فوج میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ادھر حب رومیوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام دریا کو عبور کر کے واپس جا رہا ہے، اور بغین کر لیا کہ ابو یعقوب اور ان کے مسلمان ہمراہی کوچ کر رہے ہیں، تو ان کے انتشار و افتراق کو دیکھ کر موقع کو غنیمت جانا اور بکبارگی مسلمانوں پر ثوت پڑے۔ اپنے قریب کے مسلمانوں کو شکست دیتے ہوئے وہ امیر المومنین کے خیموں تک پہنچ گئے۔ دروازوں پر جو سرداران لشکر تعینات تھے، وہ اور اندر اعداں اندلس جو وہاں موجود تھے سب شہید ہوئے اور ابو یعقوب اکیلے رہ گئے۔ ان پر حملہ کیا گیا۔ غنیم کے ایک شخص نے ان کی ناف کے نیچے انکے نیزہ مارا، جس سے وہ چند ایام کے بعد فوت ہو گئے۔ آخر مسلمانوں نے مقابلہ شروع کیا، اور رومیوں کو ہزیمت کھا کر مجبوراً اپنے شہر کی طرف بھاگنا پڑا۔ ادھر مسلمانوں نے امیر المومنین کو اسی طرح زخم کی حالت میں ہمراہ لیکر دریا کو عبور کیا، اور ان کو ایک محافے میں لتا کر سفر کرنے لگے۔ امیر المومنین نے لوگوں کی اس نفل بیجا کا سبب دریافت کیا، جس کی وجہ سے ان کو یہ روز بد دیکھنا پڑا تھا۔ چنانچہ جو کچھ ابو الحسن مالقی نے کیا تھا ان کو بتایا گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے صرف یہ تہدید فقرہ کہا کہ ”انشاء اللہ وہ اس کا پھل پائیگا“۔ ابو الحسن کو امیر المومنین کے اس فقرے کی اطلاع ہوئی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا،

اور سیدھا شنترین جاکر وہاں کے نادرشاہ ابن الریق کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ اس نے ابو الحسن کی ہر طرح خاطر و مدارات اور عزت افزائی کی اور رزق وسیع مہیا کر دیا۔ وہ مدت تک وہاں اسی طرح عزت و آبرو کے ساتھ رہا۔ اس عرصے میں پھر شیطان نے انگلی دکھائی، اور اس نے الموحدون کو ایک خط لکھا، جس میں ان سے رحم کی درخواست کی، اور جن اعیان سلطنت سے وہ واقف تھا ان سے سفارش چاہی۔ اسی ضمن میں اس نے شہر شنتربن کے ضعف کا بھی ذکر کیا اور لکھا کہ ”اگر تم اب کے پھر ایک رات کے لئے بھی آکر محاصرہ کرلو تو ضرور فتح پاؤ“۔ اس کے علاوہ وہاں کی چند اور خفیہ باتیں بھی تحریر کیں، جن سے وہ اس وقت تک آگاہ نہ تھے۔ یہ سب کچھ لکھ لکھا کر وہ ابن الریق کے پاس گیا، اور کہا کہ ”میرا ارادہ ہی کہ اپنے اہل و عیال کو ایک خط لکھوں، جس میں ان کو اپنی صحت و سلامت اور اس عزت و مکرمات اور احسان کی خبر دوں جو آپ مجھ پر فرما رہے ہیں۔ تاکہ ان لوگوں کو میری خیر و عافیت وغیرہ کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک شخص میرے ہمراہ کر دیں جو اس خط کو بلاد مسلمین کی ابتداء حد تک لیجائے“۔ ابن الریق نے منظور کر لیا، اور ابو الحسن نے اپنا خط تیار کر لیا۔ ایک کافر شخص، جو ابو الحسن کی خدمت اور تہیہٴ مایحتاج کے لئے مقرر کیا گیا تھا، عربی زبان جانتا تھا، مگر اس نے اس میں کبھی گفتگو نہ کی تھی، البتہ عربی تحریر پڑھ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ابو الحسن اپنے کسی ضروری کام کے لئے کہیں گیا، مگر اس خط کو اسی طرح کھلا ہوا چھوڑ گیا اور اسے مطلق خیال نہ آیا کہ یہ کافر عربی جانتا ہی، ممکن ہی کہ وہ خط پڑھے۔ وہ تو ادھر گیا، ادھر اس کافر نے وہ خط دیکھا اور اس میں وہ عبارت پڑھی جس پر خط کا اصل مقصود موقوف تھا۔ جب وہ خط کی اصلی غرض سے واقف ہو گیا، تو وہاں سے سیدھا

بادشاہ کے پاس گیا اور کچیا چٹھا کہہ سنابا۔ اس اثناء میں وہاں ابو الحسن نے خط بند کر کے مہر لگائی اور اپنے ایک غلام کو دیا کہ لے جائے۔ وہ غلام خط لے کر روانہ ہوا؛ مگر ابھی ایک منزل بھی طے نہ کرنے پایا تھا کہ اسے وہیں رک جانے کا حکم ہوا اور خط اس سے لے لیا گیا۔ حسب وہ خط بادشاہ کے پاس پہنچا، تو اس نے شہر کے مسلمانوں کو جمع کر کے ان کو دکھایا اور کہا کہ پڑھو اس میں کیا لکھا ہے۔ ابو الحسن بھی پیش کیا گیا، اور بادشاہ نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ”اس سے پوچھو کہ تم نے میرے انعام و اکرام اور جود و احسان کے بدلے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟“ ابو الحسن نے جواب دیا کہ ”تیرا احسان و اکرام مجھے اس بات سے مانع نہیں ہے کہ میں اپنے اہل دین کی خیر خواہی کروں اور جو کچھ ان کے لئے مصلحتاً بہتر ہو اس سے ان کو آگاہ کروں“۔ انہوں نے کہا کہ ”بہنر ہے کہ اسے جلوا دیا جائے“۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے جلوا دیا \*

ادھر امیر المومنین یعقوب کا یہ ہوا کہ اہل فوج ان کو حالت زخم ہی میں لے کر روانہ ہوئے۔ زخم کی تکلیف برابر رو بہ شدت تھی۔ ابھی دو یا تین شبانہ روز ہی سفر کرنے پائے تھے کہ انہوں نے انتقال کیا: رحمہ اللہ۔ ایک شخص نے جو سفر میں ان کے ہمراہ تھا، مجھ سے بیان کیا ہے کہ مغرب اور عشا کے مابین لشکر میں یہ آواز سنی گئی کہ ”الصلاة علي الجنازة! جنازة رجل!“ سب نے نماز جنازہ ادا کی؛ مگر خواص دولت کے سوا کسی کو علم نہ تھا کہ کس پر نماز پڑھی جا رہی ہے۔ پھر ان کو اشبیلیہ لے گئے، اور حصول صبر کے بعد ان کو ایک تابوت میں رکھ کر ان کے غلام کافور کے ہمراہ تینہ لیل کو بھیج دیا، جہاں وہ اپنے والد عبد المومن اور ابن تومرت کے قریب مدفون ہوئے۔ ان کی وفات غروب آفتاب سے کچھ پہلے ہی ساتویں رجب سنہ ۵۸۰ میں بروز شنبہ واقع ہوئی۔ مجھے انکے بیٹے ابو زکریا یحییٰ (رحمہ اللہ)

سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی وفات کے چند ماہ پیشتر سے اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

طوي الجديدان ما قد كنت اشارة  
و انكرتني ذوات الاعين النجل

### ذکر ولایت ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن عبد المومن

ان کا نام یعقوب بن یوسف بن عبد المومن بن علیؑ ، اور کنیت ابو یوسف تھی ۔ ان کی والدہ ایک رومیہ خاتون تھیں ، جن کا نام ساجر تھا ۔ ان کے والد کی حین حیات اور ان ہی کے حکم سے ان سے بیعت کی گئی تھی ۔ جس وقت امر حکومت ان کے سپرد ہوا ہی اس وقت ان کی عمر بتیس سال کی تھی ۔ ان کے والد کی وفات سے لیکر خود ان کی وفات (ماہ صفر سنہ ۵۱۵) تک ، ان کی حکومت کا زمانہ سولہ سال ، آٹھ ماہ اور چند ایام کا ہوا ۔ اُس وقت ان کی عمر اترالیس سال کی تھی ، اور کبر سنی انکے خط و خال پر اپنا رنگ جما چکی تھی \*

### ان کی صفات

ان کا چہرہ نہایت صغائی کے ساتھ کُندم گون اور کسی قدر طول لئے ہوئے خوبصورت تھا ۔ چشم و دہن فراخ تھے ، جسم کا رنگ کھلا ہوا سرخ تھا ، آنکھیں شدید سرمگین تھیں ، داڑھی گول ، اور اعضا ضخیم و مضبوط تھے ۔ وہ بلند آواز ، بسیار گفتار ، صحیح اللہجہ اور حسین الکلام آدمی تھے ۔ ان کا ذہن صحت امور کی طرف اس طرح منتقل ہوتا تھا کہ کسی امر کے متعلق ان کو جو کچھ خیال ہوتا تھا انجام کار وہی صحیح ثابت ہوتا تھا ۔ وہ تمام معاملات میں وسیع تجربہ رکھتے تھے ، اور شر و خیر کے اصول و فروع کو بخوبی سمجھتے تھے ۔ اپنے والد کے زمانے

میں اس عہد کی سے وزارت کرتے تھے کہ امور سلطنت میں شافی و کافی طور پر بحث کرتے تھے۔ عمل، ولایت، قضاء اور دیگر تمام اہم ملازمین کے احوال کا مطالعہ نہایت حسن لیاقت سے کرتے تھے، اور ان سے جو جو تجربے حاصل ہوتے تھے ان کی بناء پر کمال حسن تدبیر سے کام لیتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کی وزارت کے دوران میں تمام امور مملکت اقتضاء زمانہ کے مطابق راست و مستقیم اور اقتضاء ملک کے موافق حسرت و درست ہو گئے تھے \*

### ان کی اولاد

ان کی اولاد میں محمد (جولائی عہد تھے اور جن کی ولادت اور وفات وغیرہ کا ذکر بعد میں ہوگا)، ابراہیم، عبد اللہ، عبد العزیز، ابوبکر، زکریا، ادريس، عیسیٰ، موسیٰ، صالح، عثمان، یونس، سعد، مساعد، حسن، اور حسین ایسے تھے جو ان کی وفات کے بعد تک زندہ تھے۔ مگر ان کی حیات ہی میں چند لڑکے انتقال کر گئے تھے۔ ان کے علاوہ لڑکیاں بھی بکثرت تھیں۔

### ان کے وزراء

(۱) ابو حفص عمر بن ابی زید ہنقاتی۔ بہ اپنی موت تک وزیر رہے۔ ان کے بعد

(۲) ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی حفص عمر ابن قتی وزیر ہوئے۔ یہ اس وقت تک وزیر رہے کہ جب انہوں نے بلاد روم میں جام شہادت نوش کیا، جس واقعہ کا ذکر بعد میں ہوگا \*

ان کی موت کے بعد امر وزارت کچھ مقذبذب حالت میں رہا، اور آخر الامر

(۳) ابو عبد اللہ محمد بن ابوبکر بن الشیخ ابو حفص کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان کو ان کے ہاں عموماً ”الفیل“ (ہاتھی) کے لقب

سے باد کیا جاتا تھا، اور یہ وزیر شہید مذکور کے چچیرے بھائی تھے۔ انہوں نے چند ایام وزارت کرنے کے بعد اپنے ہی اختیار سے عہدے کو ترک کر کے دواحي اشبیلیہ کا راستہ لیا، اور اپنا عام لباس اقرار کر دیا۔ وہیں لی اور زہد اختیار کر لیا۔ اب تک شخص کو ان کی تلاش میں روانہ کیا گیا، جو ان کو واپس تولے آیا؛ مگر پھر عہدہ وزارت ان کے سپرد نہیں ہوا بلکہ

(۴) ابوزید عبدالرحمان ابن موسیٰ ابن یُوْجَّان ہنقائی کو دیے گیا، جو امیر المومنین ابویوسف کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابو عبداللہ کے عہد میں کچھ عرصہ تک وزیر رہنے کے بعد معزول کئے گئے \*

### ان کے حاجب

(۱) ان کا غلام، عنبر خصی، پھر (۲) ریحان خصی۔ یہ یہی ان کا غلام ہی تھا اور اپنی موت تک حاجب رہا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے (۳) اپنے بیٹے عبداللہ کو حاجب بنایا، اور وہ آخر وقت تک حاجب رہا \*

### ان کے کتاب

(۱) جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، ابوالفضل جعفر المعروف بہ ابن محشورہ ان کے والد کے ہاں کاتب تھے۔ وہ براءت تحریر، وسعت روایت، غزرات حافظہ اور ذکاوت نفس کی صفات کے جامع تھے، اور اپنی موت تک کاتب کے عہدے پر رہے۔ ان کے بعد

(۲) ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمان بن عیاش کاتب ہوئے، جو بلاد اندلس میں اعمال مرہ کے شہر برشالہ کے رہنے والے تھے۔ الموحدون کے قیام امر کے زمانے سے اس وقت تک کوئی کاتب ایسا نہیں ہوا جو ابو عبداللہ بن عیاش کی طرح اپنے بادشاہوں کے طریقوں سے واقف ہو، جو کچھ ان کے دل میں ہو وہی ادا کرے اور ان کے اصلی

روپہ کے مطابق جلے؛ کیونکہ ان بادشاہوں کے طریقے کچھ اس نوعیت کے تھے کہ کاتبوں کے طریقوں کے خلاف پڑتے تھے۔ ابن عیاش کے بعد حس قدر کاتب آئے، چونکہ وہ ان کے طریق کو بہ خوبی سمجھ گئے تھے اس لئے، انہوں نے بھی وہی مسلک اختیار کیا۔ ابو عبد اللہ ابن عیاش نے نہ صرف ابو یوسف یعقوب کے ہاں کتابت کی، بلکہ ان کے بیٹے محمد اور ان کے پوتے یوسف کے زمانے میں بھی یہی خدمت انجام دی۔ جب میں سنہ ۲۱۴ میں ان مقامات سے روانہ ہوا ہوں تو وہ زندہ تھے۔ بعد میں سنہ ۲۱۹ میں مجھے ان کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی، جب کہ میں ملک مصر میں تھا \*

بہ دونوں کاتب صرف کاتب انشاء تھے۔ کتابت جیش میں سے ایک شخص تھا، جو الکباشی کہلاتا تھا۔ میں اس کا نام یولتا ہوں۔ اور اس سے پہلے ابو الحسن بن مغل کاتب تھا۔ الکباشی امیر المومنین ابو یوسف کی وفات تک کاتب الجیش رہا \*

### ان کے قضاۃ

(۱) ابو جعفر احمد بن مضاع، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، تادم مرگ قاضی رہے۔ ان کے بعد

(۲) ابو القاسم احمد بن محمد قاضی ہوئے، جو فقیہ و محدث بقي بن مخلد کی اولاد میں سے تھے، جو امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے تھے۔ ان کا ذکر دولت اموی کے بیان میں امیر محمد بن عبد الرحمان بن الحکم بن ہشام بن عبد الرحمان بن معاویہ کے عہد حکومت میں ہو چکا ہے۔ یہ ابو القاسم امیر المومنین ابو یوسف کی وفات تک، اور بعد ازاں ان کے بیٹے محمد کے عہد میں بھی کچھ زمانے تک قاضی رہے \*

## ان کی بیعت کے حالات کا خلاصہ

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، امیر المومنین ابو یعقوب نے شہر شترین سے جند مراحل کے فاصلے پر وفات پائی تھی۔ مگر انکی وفات کو اشبیلیہ پہنچنے تک پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ ایک سواری پر امیر المومنین کا صحافہ رکھا ہوا تھا، اور صحافہ پر ایک سبز پردہ لٹکا ہوا تھا۔ ان کے ہمراہی برابر اس صحافہ کے ساتھ ساتھ جلتے رہے، اور حسب عادت کبھی بیدل حلتے اور کبھی سوار ہو جاتے۔ اشبیلیہ پہنچ کر انہوں نے امیر المومنین ابو یعقوب کی جانب سے یہ اعلان کیا کہ انکے صاحبزادے ابو بوسف سے تحدید بیعت کی جائے۔ چنانچہ المصامدہ اور کل اصناف مختلفہ کے آدمیوں نے ان سے بیعت کی۔ لوگوں کو بیعت کے لئے رغبت دلاتے اور اس کے سر انجام دینے میں تمام تر سعی ان کے برادر عم زاد ابو زید عبد الرحمان بن عمر بن عبد المومن ہی کی تھی۔ مگر سب نے یہ سمجھ کر بیعت کی کہ امیر المومنین ابو بوسف کے والد کا حکم ہی۔ جب ابو زید اپنے ارادے کی تکمیل سے فارغ ہو چکے، تو خواص دولت سے امیر المومنین ابو یعقوب کی وفات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ان کی عادت ہو گئی کہ وہ لوگ اپنے خلفاء کی موت کو خفیہ رکھتے تھے۔ اور بالخصوص اس وقت اخفاء وفات میں یہ مصلحت تھی کہ ابو بوسف کے بھائی اور چیچا حکومت چاہتے تھے، اور اس بناء پر ان کو امارت کے لئے اہل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے بچپن کا زمانہ بری طرح گزرا تھا۔ چنانچہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، انہیں ان لوگوں کے ہاتھوں طرح طرح کی تکالیف سے سابقہ پڑا۔ یہ بیعت عامہ سنہ ۵۸۰ میں ہوئی \*

جب ان کی امارت بالاستقلال قائم ہو گئی، تو وہ اپنے لشکر کو لیکر عبور بحر کے قصد سے روانہ ہوئے اور شہر سلا میں فروکش ہوئے۔



وہاں پہنچ کر ان کی بیعت کا اتمام ہوا، اور ان کے چچاؤں میں سے جنہوں نے بیعت میں یس و پدیش کیا تھا انہوں نے بھی بیعت قبول کی، جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کو بہت سا مال و زر اور وسیع جائدادیں دی گئی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے ساحل بحر پر، اس بلند مقام پر جو مراکس کے قریب ہی، ایک بڑا شہر آباد کرنا شروع کیا۔ ابویعقوب رحمۃ اللہ علیہ اس کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔ اور اس کی حدود مقرر کر کے عمارت کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ مگر فضا مہرم نے ان کو اس کے اتمام سے روک دیا۔ اس لئے ابویوسف نے اسے آباد کرنا شروع کیا۔ اس کی فصیل تیار کی، اس میں ایک ایسی وسیع، اور زبردست صحن کی مسجد بنائی کہ اس جیسی میں نے المعرب میں کہیں نہیں دیکھی۔ اس میں انہوں نے اسکندریہ کے میزار کی طرح ایک بلند ماذنہ بنادیا، جس پر بغیر درحوں کے حژہ سکتے تھے۔ اس پر حابور، ہتی، اینت، حونہ، گچ، اور جس جس حیز کی ضرورت ہوتی تھی، اوپر لیکر جاتے تھے۔ مگر وہ مسجد آج تک مکمل نہ ہو سکی، کیونکہ ابویوسف کی وفات کی وجہ سے اس پر مدد بند کر دی گئی، اور ان کے بعد محمد اور یوسف نے اس میں کچھ بھی اضافہ نہیں کیا۔ البتہ وہ شہر ابویوسف کی زندگی میں پورا ہو گیا۔ اس کی فصیل اور شہر بنائیں مکمل ہو گئیں، اور اکثر حصہ شہر آباد بھی ہو گیا۔ یہ شہر اتنا بڑا ہی کہ اس کا طول ایک فرسنگ ہی، مگر عرض کم ہی۔ پھر اس شہر کے مختلف اشغال کو پورا کر کے، اور المصامدہ کے چند آدمیوں کو اس کے خرچ اور دیگر ضروریات کے لئے امین مقرر کر کے، وہ وہاں سے مراکس کو حلے گئے۔ مگر شہر کی آبادی اور مسجد مذکور کی تعمیر کا کام برابر جاری رہا \*

اسی سال، یعنی سنہ ۸۰ میں، بنو ابن غانیہ اپنے حزیوہ میرقہ سے نکلکر بجایہ پہنچے، اور اس پر قابض ہو کر وہاں کے تمام الموحدون کو

خارج کر دیا۔ یہ سال مذکور کی جہتی شعبان کا واقعہ ہے۔ یہ پہلا  
اختلال ہی جو المصامدہ میں واقع ہوا، اور اسکا اثر آج یعنی سنہ ۱۲۱  
تک باقی ہے \*

اس قوم، یعنی بنو غانیدہ، کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ امیر المسلمین  
علی بن یوسف بن تاشفین نے دو آدمیوں کو اندلس بھیجا تھا۔ ایک  
کا نام یحییٰ اور دوسرے کا محمد تھا۔ دونوں فبیلہ مسرفہ کے علی نامی  
انک شخص کے بیٹے تھے اور، چونکہ ان کی ماں کا نام غانیدہ تھا اس  
لئے، بنو غانیدہ کہلاتے تھے۔ یحییٰ، جو ان دونوں میں سے بڑا تھا۔ اسی  
ابسی نیک صفات کا جامع تھا جو کسی فرد واحد میں بمشکل جمع  
ہو سکتی ہیں۔ وہ ایک مرد صالح تھا، خدا کے عز و جل سے ہر وقت  
ترسان اور اس کی عظمت و جبروت سے ہیبت زدہ رہتا تھا، اور  
صلحاء کا بہت احترام کرتا تھا۔ بہ لحاظ علم و فضل وہ علم فقہ کا ایک  
عالی درجہ عالم تھا، اور روایت حدیث میں نظر وسیع رکھتا تھا۔  
مزد برآں وہ انک بہادر شہسوار بھی تھا، اور جب سوار ہوتا تھا تو  
بمنزلہ پانچ سو آدمیوں کے خیال کیا جاتا تھا۔ علی بن یوسف اس  
سے عظام امور اور مہمات مملکت میں کام لیتے تھے۔ اس کی بدولت  
خدا کے تعالیٰ نے جزیرہ نمائے اندلس کو بہت کچھ بہتری و بہبود عطا  
فرمائی، اور کئی مرتبہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں پر نازل شدہ مصائب  
کو رفع فرمایا۔ امیر المسلمین نے اسے للنسیہ کا والی مقرر کر دیا تھا پھر  
وہاں سے معزول کر کے قرطبہ کی ولایت پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے  
انتقال کے وقت تک وہاں کا والی رہا۔ اور وہ وہ زمانہ تھا کہ جب  
المرابطون کے خلاف فتنہ کا آغاز ہی ہوا تھا۔ مجھے یہ معلوم نہیں  
کہ اس کے اولاد تھی یا نہیں۔ اس کا بھائی محمد اسی کی جانب سے  
قرطبہ کے چند اعمال کا والی تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا، تو محمد  
کے حالات میں اضطراب واقع ہوا، اور وہ بلاد اندلس میں ادھر ادھر

پہرتا رہا۔ اسی اثناء میں المرابطون کے خلاف فتنہ روز افزون ہوتا رہا تھا، اور المصامدہ کی دعوت پھیل رہی تھی۔ جب محمد کو زیادہ خوف دامنگیر ہوا، تو وہ شہر دانیہ پہنچا اور سمندر عبور کر کے جزیرہ میرقہ میں اپنے احباب اور اہل و عیال سے جاملے۔ اس نے اپنے جزیرے پر اور اس کے ساتھ ہی قریب کے دونوں جزائر، منرقہ اور یابسہ پر بھی اپنا تسلط جمالیا۔ ابک بیان یہ بھی ہے کہ امیر المسلمین علی بن یوسف نے اسے بطور قید کے اس جزیرے میں جلا وطن کر دیا تھا۔ واللہ اعلم \*

دیگر تمام جزائر کے مقابلے میں جزیرہ میرقہ کی زمین نہایت سرسبز، آب و ہوا نہایت معتدل، اور آسمان نہایت صاف ہے۔ اس کا طول و عرض تقریباً تیس فرسنگ ہے۔ وہاں کے باشندے اس امر پر متفق العول ہیں کہ جب سے وہ جزیرہ آباد ہوا ہے، انہوں نے اس میں نہ کبھی سائب سمجھو جیسے موذی حشرات الارض دیکھے اور نہ درخت کی قسم سے بھیڑنا یا کوئی اور جانور دیکھا، جس سے کسی طرح کے ضرر یا نقصان کا اندیشہ ہوتا۔ میرقہ کے قریب اور جزائر ہیں، جن کے نام، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، منرقہ اور یابسہ ہیں۔ وہ بھی سرسبزی و شادابی میں میرقہ کی مانند ہیں \*

محمد نے ان تینوں جزائر پر قبضہ جما کر اپنی مستقل حکومت قائم کر لی، اور لمتونة اور کی طرح بنو عباس کے لئے دعوت دیتا رہا۔ اس کی اولاد میں عبد اللہ، اسحاق، زبیر اور طلحہ اور چند بیٹیاں تھیں۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بڑے بیٹے عبد اللہ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ مگر اسکے بھائی اسحاق کو رشک ہوا، اور وہ اپنے لشکر اور غلاموں کی ایک جماعت لیکر عبد اللہ پر چڑھ آیا اور اسے قتل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کے سامنے ہی قتل ہوا، اور بعض کا خیال ہے کہ بعد میں ہوا۔ بہر کیف ابوالہریم نہایت عمدگی کے ساتھ مستقل طور پر ملک پر قابض ہو گیا، اس کی حالت دن بدن

بہتر ہوتی کئی، اور لمتونہ کے باقی لوگ بھی وہاں آنے اور بادشاہ کی حسب مفدرت احساسات و انعامات کے مورد ہونے لگے۔ پھر کیا تھا، ان کو ہر وقت بھی دھن رہتی تھی کہ جنگ کی جائے، اور ہر آن اسی کی تیاریاں ہوتی تھیں۔ وہ ہر سال دو مرتبہ بلاد روم کا سفر کرتا، ان کے ملک کو لوٹتا، باشندوں کو قید کرتا اور سخت سخت اذیتیں پہنچاتا تھا۔ اس طرح اس نے اپنے ہمراہیوں کو خوب مالا مال کر دیا۔ ان ذرائع سے اس کو بہت قوت حاصل ہو گئی، اور اس نے بادشاہوں سے تشبہ شروع کر دیا۔ اسکی تمام عمر بھی کیفیت رہی؛ اور سنہ ۷۹ء کے اوائل، یعنی ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن کے اواخر اہام میں، فوت ہو گیا۔ وہ الموحدون سے خط و کتابت کیا کرتا تھا، اور ان کو تحفے تحائف بھیجا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ مصالحانہ طور پر رہتا، اور جو کچھ لوٹ یا قید کر کے لاتا اس میں سے عمدہ اور نفیس مال و اشیاء ان کو بھی بھیجتا تھا۔ اس ترکیب سے اس نے الموحدون کو اپنے ملک میں دخل دینے یا اس پر غلبہ حاصل کرنے سے باز رکھا تھا۔ ادھر الموحدون کا یہ عالم تھا کہ وہ اس حذر کو حمیر سمجھ کر اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ مگر سنہ ۵۷۸ء کے دوران میں الموحدون نے اس کو بار بار خطوط لکھ کر اپنی اطاعت کے لئے دعوت دی اور منبروں پر سے اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کو کہا؛ بلکہ ان امور کے ترک پر سزا کی دھمکی بھی دی۔ اس نے ان سب باتوں کا وعدہ تو کر لیا، مگر اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ ان میں سے اکثر نے اسے یہ مشورہ دیا کہ ”یہیں بیٹھے انکے دخل کو روک دو“ اور جن امور کی وہ تم کو دعوت دیتے ہیں ان سے باز رہو“۔ یہ اختلاف دیکھ کر اس نے کچھ عرصہ حالات و کوائف کا رخ دیکھا؛ پھر بلاد روم کا راستہ لیا، اور وہیں شہید ہوا: رحمہ اللہ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں اس کے حلق میں ایک نیزہ لگا تھا، جس سے وہ وہیں شہید نہیں ہوا، بلکہ اسے لے آئے تھے اور

اس نے اپنے قصر میں انتقال کیا۔ واللہ اعلم۔ اسکی اولاد میں علی (جو سب سے بڑا تھا، اور اس کے بعد اس کے امور کا منتظم ہوا) 'یحییٰ'، ابوبکر، سیر، تاشفین، محمد المنصور، اور ابراہیم تھے۔ ابراہیم نے دمشق میں انتقال کیا، جہاں وہ سلطان الملک العادل سے ملنے کو گیا تھا \*

جب ابو ابراہیم اسحاق بن محمد مذکور کا انتقال ہو گیا، تو قیام امر اسکے بڑے بیٹے علی کے سپرد ہوا، جس کو اس نے ولی عہد بنا دیا تھا۔ علی نے ایک بیڑا تیار کیا، اور سیدھا بجایہ کا قصد کیا۔ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے بجایہ کے اعیان کی ایک جماعت نے اسے شہر پر قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی؛ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ہرگز اپنے جزیرہ سے نکلنے کی جرأت نہ کرتا۔ علاوہ اس کے اسے ان وجوہ سے بھی ایسا کرنے کی ہمت ہوئی کہ اس وقت الموحدون اندلس میں تھے، ابو یعقوب کی وفات کی خبر شائع ہو چکی تھی، اور وہ لوگ ابو بوسف کی بیعت کے اتمام و اکمال میں مشغول تھے۔ اسے خیال ہوا کہ اس وقت ان لوگوں کی حالت پریشان ہی اور ضروری ہی کہ ان کے آپس میں اختلاف پھیلے۔ یہ وجہ تھی کہ اس نے میرقہ سے نکلنے کی جرأت کی؛ کیونکہ اگر بہ تمام کوائف، جو ہم نے بیان کئے ہیں، موجود نہ ہوتے تو وہ ہرگز ایسا نہ کرسکتا۔ غرضیکہ وہ شہر بجایہ میں فروکش ہوا، اور بس کے چند باشندوں سے جنگ کرنے کے بعد سنہ مذکور کی چھٹی شعبان کو دو شنبہ کے دن شہر کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المومن وہاں موجود تھا۔ وہاں کا والی وہ نہ تھا، بلکہ ایو الربیع سلیمان بن عبد اللہ بن عبد المومن تھا؛ اور ابو موسیٰ اس وقت افریقیہ سے واپس آتے ہوئے وہاں سے صرف دُور رہا تھا؛ کیونکہ وہ اور اس کا بھائی حسی اپنے بھائی ابو یعقوب کی جانب سے افریقیہ کے والی تھے۔ افریقیہ کے بعض نواحی میں عربوں نے فساد مچایا۔ یہ دونوں

بھاٹی، ابو موسیٰ اور حسن، المصامدہ، عرب اور دوسری افواج کو ہمراہ لیکر ان معسدر عربوں کی سرزنش کے لئے نکلے۔ مگر افریقیہ کے لشکر نے ان کو شکست دی۔ اور دونوں بھاٹیوں کو گرفتار کر لیا، اور ان کو وہیں رہنا پڑا۔ یہ خبر ابو یعقوب تک پہنچی، انہوں نے عربوں کے پاس پیغام بھیجا۔ مگر عربوں نے نہایت سختی کے ساتھ مال و اسباب کا طول تطویل مطالبہ کیا۔ آخر کار ان کے اور الموحدون کے مابین چھتیس ہزار منقل پر معاملہ ٹھہرا۔ لیکن جب اس فیصلے کی خبر ابو یعقوب کو معلوم ہوئی، تو انہوں نے اس رقم کو بھی زیادہ خیال کیا اور کہا کہ ”یہ ایک اور مصیبت ہے۔ اگر ہم ان کو اتنا مال و زر دے دینگے تو وہ لوگ اور بھی زیادہ قوی ہو جائیں گے اور زیادہ فساد مچائیں گے۔“ آخر اس امر پر اتفاق رائے ہوا کہ ان لوگوں کے لئے پیتل کے دینار بنا کر ان پر سونے کی قلعي کر دی جائے۔ چنانچہ اسی طرح کے دینار بنا کر ان کو بھیج دئے گئے، اور انہوں نے ابو علی، ابو موسیٰ، اور ان کے تمام حشم و خدام کو رہا کر دیا۔ تو بہ وجہ تھی کہ ابو موسیٰ اس وقت حجابہ میں تھا۔ مگر اب وہ عربوں کی قید سے رہا ہو کر میرقیوں کے ہاتھوں میں پھنس گیا۔ علی بن اسحاق حجابہ میں سات دن ٹھہرا۔ اس نے وہیں جمعہ کی نماز ادا کی، اور بنو عباس، بالخصوص امام ابو العباس احمد الناصر کے لئے خطبے میں دعا کی۔ اس کا خطیب ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمان ازدي اشبیلی فقیہ و محدث تھا، جو کتاب ”الاحکام“ وغیرہ مختلف کتب کا مولف تھا۔ امیر المومنین ابو بوسلف یعقوب کو اس کی یہ حرکت سخت ناگوار ہوئی، اور انہوں نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ مگر اللہ نے اسے محفوظ رکھا، اور وہ بیمار ہو کر طبعی موت مر گیا۔ علی بن اسحاق تاسیس امور کے بعد وہاں سے نکلا، اور قلعة بنو حماد پر حملہ آور ہو کر اس پر اور اس کے تمام نواحی پر قابض ہو گیا۔ امیر المومنین یعقوب کو اس واقعہ کی خبر ملی، تو وہ الموحدون کو

ہمراہ لے کر بجایہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ علی بن اسحاق نے اطلاع پائے  
 واپس ہوا، اور بلاد الجریڈ کی طرف چلا ۔ ادھر امیر المومنین بجایہ کے  
 قریب نازل ہو چکے تھے ۔ وہ اہل بجایہ سے نہایت خندہ پیشانی اور  
 خوش کلامی سے پیش آئے، اور ان سے اس طرح گفتگو کی کہ ان کے  
 دل حوش ہو گئے اور ان کی وحشت اوس سے بدل گئی ۔ اہل بجایہ  
 ان کے سلوک اور کلام سے نہایت متعجب ہوئے ؛ کیونکہ وہ سمجھتے تھے  
 کہ معاملہ اس کے برعکس ہوگا ۔ امیر المومنین نے الموحدون کے ایک  
 شخص، محمد ابن ابوسعید جفیسسی، کو وہاں کا عامل مقرر کیا اور  
 وہاں سے روانہ ہو کر تونس پہنچے، جہاں ایک زبردست فوج تیار کر کے  
 عمر بن عبد المومن کے ایک بیٹے یعقوب کو اس کا سپہ سالار بنایا ۔  
 اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس ایک کبڑا تھا، جس پر یہ لکھا تھا  
 کہ ان کو یعقوب نام کے ایک شخص کی ہمراہی میں وطا عمرہ نام ایک  
 مقام پر ہزیمت اٹھانی پڑے گی ۔ الغرض یہ یعقوب بن عمر اپنی فوج  
 لے کر روانہ ہوا، اور تونس میں فروکش ہوا ۔ وہاں جنگ ہوئی، اور  
 حسب تحریر بالا اسی کو ہزیمت ہوئی ۔ سبب یہ ہوا کہ جب  
 یعقوب بن عمر اور علی بن غانیہ کی فوجوں میں مذہبیت ہوئی تو  
 الموحدون کو سخت ہزیمت ہوئی، اور جب یہ لوگ بھاگتے ہوئے  
 نظر آئے تو عربوں اور بربروں نے ان کا تعاقب کیا اور جس جس طرح بنا  
 ان کو قتل کرنا شروع کیا، اس طرح الموحدون میں سے انٹر پیاس سے  
 مر گئے، اور جو باقی بچے وہ تونس کو واپس ہوئے، جہاں امیر المومنین  
 موجود تھے ۔ مگر انہوں نے ان لوگوں کو کسی طرح کی زجر و توبیخ  
 نہیں کی، بلکہ ان کی بد حالی پر اظہار ہمدردی کیا اور تسکین دی ۔  
 پھر انہوں نے خود بہ نفس نفیس وہاں سے نکل کر حامة دقیوس پر علی  
 ابن غانیہ کا مقابلہ کیا، ذرا سی دیر ہی میں علی کے ہمراہیوں کے قدم  
 اکھڑ گئے، اور چونکہ صرف علی ہی میدان میں رہ گیا تھا اور حملوں کی

زد میں تھا۔ وہ بار بار زخمی ہوتے ہوتے بالکل سست و مضطرب ہو گیا۔  
 اور وہاں سے خون تیز بھاگ کے انک اعرابی بڑھیا کے حیمے میں  
 پناہ گزین ہوا، بلکہ وہیں مر گیا۔ جس وقت وہ میرقہ سے روانہ ہوا  
 ہی، اس کے بیٹے عبد اللہ، یحییٰ، سیر اور ابوبکر بھی اس کے ہمراہ تھے۔  
 مگر اب علی کی موت سے یہ حارون بھائی بے دست و پا ہو گئے۔  
 آخر انہوں نے اتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ بحدی میں شہادت  
 اور سعادت نفس کی صفات موجود ہیں لہذا اس کو امیر بنایا جائے۔  
 بعد ازاں وہ صحرا میں جا کر وہاں کے عربوں کے ہمراہ رہنے لگے،  
 اور امیر المومنین وہاں سے واپس چلے گئے \*

اسی سفر کے دوران میں شہر ففصہ نے بھی نقص عہد کیا، اور ان  
 کی اطاعت و فرمان برداری سے آدار ہو کر میرقبون کو دعوت دی۔  
 امیر المومنین نے ان کا شدت کے ساتھ محاصرہ کیا، اور پھر شہر میں  
 داخل ہو کر اس کے باشندوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا۔  
 چنانچہ میں نے سنا ہی کہ انہوں نے اکثر کو ذبح کیا اور شہر کی فصیلوں  
 کو منہدم کر دیا۔ میرے انک کانٹ دوست ہدن، جن کا نام ابراہیم  
 اور عرف روللی ہی۔ وہ ایک طویل قصبے میں امیر المومنین ابویوسف  
 کی مدح کرتے ہوئے ففصہ اور اس پر منجذیق سے سنگباری ہونے کا ہون  
 ذکر کرتے ہیں۔

سائل نفصۃ هل كان الشعي لها بعلا و كانت له حمالة الحطب  
 ثبت يدا كافر بالله الهيا مكان كالكافر الاشقي ابي لهب

اسی قصبے میں ایک جگہ کہتے ہیں کہ :-

لما زنت وهي تحت الامر محصنة حصبتموها اتباع الشرع بالحصب  
 خدا ان پر رحم کرے۔ انہوں نے مجھے بہ قصبہ شروع سے آخر تک  
 لفظ بہ لفظ سنا یا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے کہ ”لما زنت....  
 الخ“ تو میرے ذہن میں اس کے کچھ اسے برے معنی آئے کہ میں



ہنس پڑا اور اپنا چہرہ چمکایا۔ انہوں نے کہا ”نہ تمہیں کب ہو کیا؟“ مگر منجھ سے سوا مہمے کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ ان کا سراج معبر ہو گیا، اور جب مین نے دیکھا کہ وہ خفا ہوتے جانے ہیں، تو جو معنی میرے ذہن میں آئے تھے میں نے ان سے بیان کر دیے۔ نہ سن کر انہوں نے منجھ سے کالیاں دہنی شروع کر دیں اور کہا کہ ”تم یہی حاصی بنے بنائے مسیطان ہو۔ تمہاری طبیعت بہت بری ہی“ اور تمہیں ہر وقت مذاں ہی سوجھنا ہی۔“ پھر انہوں نے آخر تک قصیدہ سدا کر بورا کدا۔ نہ ابو اسحق زولبی سیوخ گذاب اور ظریف شعراء میں سے تھے۔ میں نے اور وہ سید اجل انور کربا یحییٰ بن یوسف بن عبد المومن کی مجلس میں جمع ہوا کرتے تھے، اور وہاں ان کی طراوت طبع اور بجاہت کے ساتھ پرگوئی کے ایسے اسے عجیب و غریب نمونے دیکھنے میں آئے کہ تعجب ہوتا ہی \*

الفصلہ حب ابو یوسف افریقیہ کے کام سے فارغ ہو گئے، تو وہ المغرب کی طرف واپس چلے گئے۔ یحییٰ بن غادیہ تو اپنے مرحوم بھائی کے امور کی نگہبانی میں مصروف رہا، اور عبد اللہ جزیرہ میرہ کو مراجع ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے نہ حالت دیکھی کہ وہاں کے دانشدوں نے ان سے نقص عہد کر لیا ہی اور الموحدون کے لئے دعوت برپا ہی۔ نہ سب کچھ اس کے بھائی ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق کا کیا دھرا تھا۔ حب عبد اللہ جزیرہ میں پہنچ گیا، تو ابک عیسائی شخص مسمیٰ جاح نے جو اس کے باپ کا دوست تھا، اس کا ساتھ دیا۔ نہ جاح نے نقص عہد کیا تھا، نہ طاعت سے سرزانی کی تھی، بلکہ وہ ابک قلعہ میں قلعہ گردن تھا۔ اس کے ساتھ موالی اور لشکر کی ایک جماعت تھی جو اس کی ہم خیال تھی۔ عبد اللہ کے وہاں پہنچنے پر وہ سب اس سے ملے۔ پھر جزیرہ کے بادبہ نشینوں کی بھی جماعتیں کی جماعتیں اس سے ملنے کو آنے لگیں، جن میں فلاحین اور گدرے شامل تھے۔

عبد اللہ ان سب کو ہمراہ لیکر شہر کو آیا ۔ وہاں نہ کسی نے مدافعت کی ، نہ کرٹی اندر آنے سے مانع ہوا ۔ ان لوگوں نے دروازہ کھول دیا ، اور اس نے اپنے تمام ہمراہیوں کی معیت میں اندر داخل ہو کر اپنے بھائی محمد کو گرفتار کیا اور اندلس کی طرف جلا وطن کر دیا ۔ محمد نے المصامدہ کے ہاں بہت کچھ اقتدار حاصل کیا ۔ چنانچہ وہ ان کی جانب سے شہر دانیہ کا حاکم ہو گیا ، اور تادم مرگت حاکم رہا ۔ ادھر عبد اللہ نے میرقہ پر تسلط حاصل کیا ، اور اپنے باپ کی طرح جنگ آزمائی اور تحریف و مبین مشعل ہو گیا ۔ چنانچہ وہ اس وقت تک انساہی کرتا رہا کہ ح س سنہ ۵۹۰ میں الموحدون نے اس پر فوج کنسی کی ، جس کا بیان آگے آئیگا ۔ افریقیہ مبن بحبلی کی حکومت کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی تو اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ، اور کبھی پھر وہ قعر گننامی میں جا پڑتا ۔ اس کا تمام قصہ ایک طول طویل سرگزشت ہی ، اور اس کی تفصیل ہمارے مقصد سے باہر \*

جن دنوں امیر المومنین ابونوسف وجوہ مذکورہ بالا کی نذر پر غیر حاضر تھے ، انکے بھائی ابو حفص عمر (جو خود کو الرشید کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے) اور ان کے چچا سلیمان بن عبد المومن نے حکومت کی طمع کی ۔ ان عین سے انک اندلس کے مشرق میں شہر مرسیہ میں تھا اور دوسرا بلاد صنهاجہ کے مقام تادلا میں ۔ ابو الربیع سلیمان کو تو ان کے نفس نے یوں دھوکا دیا اور سوہ رائے نے نہ سہر باغ دکھائے کہ انہوں نے قبائل صنهاجہ کو جمع کر کے اپنے لئے دعوت دہنے پر آمادہ کیا اور اس امر کی تصریح بھی کر دی ۔ پھر ان کے شیوخ کو بلایا ، اور ان سے اپنے ارادے کا اظہار کیا ۔ مگر اس حرکت سے ان کو اس سے زیادہ اور کوئی فائدہ نہ ہوا کہ ملک ان کے خلاف پراگندہ و پریشان ہو گیا ، اور نہ زشت حرکت عام طور پر مشتہر ہو کر امیر المومنین کے کانوں تک پہنچ گئی ۔ رہے عمر ، انہوں نے یوں ابتداء کی کہ علی رؤس الاشهاد ،

صاف و صریح طور پر، امیر المومنین ابو یوسف سے بعض عہد کیا اور اپنے خاص خاص آدمیوں کے ذریعے اعیان اندلس تک نہ بات پہنچادی۔ اور اندھا بہ کی کہ مر سبہ کے قاضی و خطیب، ابن ابی حمزہ، کو قتل کر دیا۔ کہنے میں کہ انہوں نے اپنی تلوار کے دستے کو قاضی موصوف کے سینے پر رکھ کر اس پر طرح دبا دیا کہ جند ادا م کے بعد اسی کے صدمے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ بد خبر بھی امیر المومنین تک پہنچی، اور وہ نہایت پریشان اور درانگیختہ ہوئے۔ وہ جس قدر سرعت سے کام لے سکے تھے، فوراً صرف سترہ معانات پر منزل کرتے ہوئے بجائے سے فلس پہنچے۔ جب ابو الریح سلیمان اور عمر نے ان کی آمد کی خبر سنی، نو دونوں ان کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔ ایک طرف سے عمر سمندر کو عبور کر کے پہنچے، اور دوسری جانب سے سلیمان اپنے آدمیوں کو ہمراہ لیکر تالاب سے آئے۔ عمر شہر مکناسہ کے قریب امیر المومنین سے ملاقی ہوئے۔ ان کو دیکھ کر حسب عادت سلام کر کے لئے گھوڑے سے اتر آئے۔ مگر جب اور قریب ہوئے تو دونوں میں کسی قسم کا کلمہ نہ نہیں ہوا، بلکہ امیر المومنین کے حکم سے ان کو دست و پا بستہ کر گزار کر کے شہر سلا کو روانہ کر دیا گیا۔ پھر امیر المومنین نے اپنے جیسا سلیمان سے ملکر یہی بہی سلوک کیا۔ انکو اپنے ساتھ لیکر سلا پہنچے، اور ان دونوں پر ایک شخص کو نگہبان مقرر کرنے اور زنجیروں میں جکڑ دینے کے بعد مراکنس چلے گئے۔ وہاں پہنچنے ہی ان کے نگران کو نہ حکم لکھا کہ ان دونوں کو قتل کر کے قاعدہ تجہیر و تکفین کی جائے اور نماز جنازہ پرہ کر دفن کر دیا جائے۔ حناچہ اس حکم کے مطابق اس نگران نے انکو قتل کر کے دفن کر دیا، اور امیر المومنین کو ایک اطلاعی خط لکھ دیا۔

مجھے معلوم ہوا ہی کہ اس نے امیر المومنین کو نہ لکھا تھا کہ ”میں نے ان کی قبریں سنگ مرمر اور سنگ خارا کی نڈائی میں“ اور ان قبور کی خوبصورتی کی بھی تعریف کی تھی۔ مگر امیر المومنین نے

بہ جواب دیا کہ ”ہم کو ظالموں کے دفن سے کوئی خاص غرض نہیں ہے ۔ وہ دونوں معمولی مسلمان اشخاص تھے ۔ ان کو اسی طرح دفن کرو جیسے عام مسلمان دفن ہوتے ہیں“ ۔ ان دونوں کے قتل کے بعد امیر المومنین کے تمام قرابت دار ان سے ذرے لگے ، حالانکہ اس واقعے سے پہلے وہ لوگ ان کے بچپن کے افعال کی بناء پر حقیر اور معمولی آدمی سمجھتے تھے ۔ ان دونوں کا قتل سنہ ۵۱۳ میں واقع ہوا \*

اس واقعہ کے بعد انہوں نے زہد و تفسف اختیار کر لیا ۔ موٹا جھوٹا لباس پہننے اور معمولی کھانا کھانے لگے ۔ صلحاء ، گوشہ گیر ، اور علماء حدیث کا آوازہ دن بدن بلند ہونے لگا اور ان کی قدر و منزلت اور عظمت و شان بڑھنے لگی ۔ امیر المومنین برابر اسی طرح متعز ملکوں سے صلحاء کو بلاتے ، ان سے دعا کرواتے ، اور ان کو بڑے بڑے اہتمام و اکرام دیتے رہے ۔ ان کے عہد میں علم الفروع بالکل منقطع ہو گیا ۔ فقہاء ان سے خائف رہنے لگے ۔ ان کے حکم سے تمام بلاد میں اسی کتابیں آگ کی نذر کر دی گئیں جن میں حدیث نبوی اور قرآن شریف سے مذہب کو علیحدہ کر دیا گیا تھا ۔ چنانچہ سحنون کی مدونہ ، ابن ہونس کی کتاب ، ابن ابی زید کی نوادر اور اس کا خلاصہ ، البراذعی کی کتاب التہذیب ، ابن حبیب کی واضحہ ، اور اسی قسم کی اور تمام کتب جلا کر راکھ کر دی گئیں ۔ میں ان دنوں شہر فاس میں تھا ۔ میں نے دیکھا کہ کتابوں کے پشتارے کے پشتارے جلے آتے ہیں ، اور ان کو رکھ کر آگ لگادی جانی ہے ۔ انہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ علم رائے اور اس کے مطالعہ کو بگت قلم ترک کر دیں ، اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں سزائے شدد کی دھمکی دی ۔ ان کے پاس جو ایک جماعت علماء محدثین کی رہتی تھی ، ان کو حکم دیا کہ صحیحین ، ترمذی ، مؤطا ، سنن ابی داؤد ، سنن نسائی ، سنن بزار ، مسند ابن ابی شیبہ ، سنن دارقطنی ، سنن بیہقی فی الصلاة ، اور اسی ہی دیگر کتب احادیث

سے ”ظہرت“ کے متعلق تمام احادیث کا اسی طرح استخراج کریں جس طرح ابن ہشمت کے زمانے میں کہا گیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حکم کے مطابق تمام مطلوبہ احادیث نکال کر یکجا جمع کر دیں۔ امیر المومنین خود وہ احادیث سب کو لکھواتے اور ان کے حفظ کی تاکید کرتے تھے۔ احادیث کا یہ مجموعہ ”المعرب“ کے تمام اطراف میں پھیل گیا، اور عوام و خواص سب نے حفظ کر لیا۔ جو لوگ کُل احادیث کو حفظ کر لیتے تھے، امیر المومنین ان کو بیش بہا لباس اور مال و زر انعام دیتے تھے۔ اس تمام کام سے ان کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو سرزمین ”مغرب“ سے بکبار کی ہمیشہ کے لئے دور کر دیا جائے؛ بلکہ اسے متاثر لوگوں کو قرآن مجید اور حدیث شریف کے ظاہری معنوں کے اخذ کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ ان کے والد اور جد بزرگوار کا پیلی بعینہ بھی مقصد تھا، مگر انہوں نے اس کو کبھی ظہر نہیں کیا۔ آخر وہ ظہر ہوا، اور امیر المومنین ”عقوب“ کے ہاتھوں ہوا۔ میرے خیال میں یہ ان لوگوں کی صداقت اور ان کی کافی شہادت ہی جو وقتاً فوقتاً حافظ ابو بکر بن جد سے ملتی ہوئی تھی۔ حافظ موصوف نے ان اشخاص سے یہ بیان کیا تھا کہ ”جب میں شروع شروع میں ابو یعقوب (مرحوم) کے پاس گیا ہوں، تو میں نے ان کے سامنے ابن ہشمت کی کتاب رکھی ہوئی دیکھی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ”ابو بکر! میں اس کتاب میں وہ تمام شاخ درشاخ آراء دیکھ رہا ہوں، جو بن خداوندی میں نمودار ہو گئی ہیں۔ اب بے کبھی کوئی ایسا مسئلہ بتی دیکھا ہی جس میں حار، پانچ یا اس سے بھی زیادہ اقوال موجود نہ ہوں؟ آخر ان تمام اقوال میں سے کونسا قول درست ہے اور مفید کے لئے کس قول کا اخذ و تسلیم کرنا چاہی؟“ میں نے ان کے اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے کچھ کہنا شروع کیا ہی تھا کہ انہوں نے میری بات کات کر کہا کہ ”ابو بکر! آخر جو کچھ بھی ہے، وہ یا تو

(قرآن شریف کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہی 'با' (اپنے دائیں ہاتھ کی طرف سنن ابی داؤد کی جانب اشارہ کرنے ہوئے) نہ ہی 'نا' (تلاوار کی طرف اشارہ کر کے) جو ان کے بائیں ہاتھ کو رکھی ہوئی تھی) نہ ہی "۔ انجام کار بعثوب کے زمانے میں وہ دابن ظاہر ہوئیں 'جو ان کے باپ اور دادا کے امام میں حقیقہ تھیں'۔ "علم حدیث کے طلبہ کو ان کے ہاں اس قدر اقتدار حاصل تھا کہ کبھی ان کے باپ دادا کے دنوں میں یہی نہ ہوا تھا۔ پھر ان کے ساتھ ان کے حسن سلوک اور قدر دانی کی انتہا یہ ہو گئی تھی کہ ابک دن امیر المومنین نے تمام الموحدون کے سامنے (جو سب کچھ سن رہے تھے) اور جن کے بارے میں انکو یقین ہو چکا تھا کہ وہ طلبہ حدیث کی قدر افزائی اور نفرت کی وحدت سے ان سے حسد رکھتے ہیں) ان سے نہ کہا کہ "ای موحدون! تم متصرفین فبائل کے افراد ہو۔ جب تم کو کسی طرح کا حادثہ پیش آتا ہے، تو تم اپنے قبائل کو جالے جالتے ہو۔ مگر نہ لوگ (یعنی طلبہ علم حدیث) کسی خاص قبیلے کے نہیں ہیں، بلکہ میرے ہیں۔ لہذا ان پر حب کبھی کوئی مصیبت آئیگی، نو میں ہی ان کا ملجاء و ماوا ہونگا۔ وہ میری ہی پناہ میں آئیں گے، اور خود کو مجھ سے ہی منسوب کریں گے"۔ اس دن سے طلبہ حدیث کی قدر و منزلت میں اور بھی اضافہ ہو گیا، اور الموحدون ان کے احسان و اعزاز میں مبالغہ کرنے لگے \*

سنہ ۵۸۵ میں بطروان الریق (لعنہ اللہ) نے جزیرہ نمائے اندلس میں شہر شلب کا قصد کیا، اور اپنی فوجیں لے کر اس پر جا بڑا۔ سمندر کی طرف سے اہل فرنگ نے اسے گھورتوں اور اوتھوں وغیرہ سے مدد بہم پہنچائی۔ اس سے قبل اس نے اہل فرنگ کو اس غرض سے دعوت دی تھی کہ وہ آکر اہل شہر کو گرفتار کرنے میں مدد دیں۔ حناچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ خشکی اور تری دونوں طرف سے شہر پر حملہ آور ہوئے، اور اس پر قابض ہو کر اہل شہر کو گرفتار کر لیا۔ اس طرح ابن الریق

(نعدہ ۳۷) شہر کا مالک ہو کیا . اُدھر امیر المومنین نے ایک رہبر دست فوج تیار کر کے سمندر کو عبور کیا ، اور اپنی دھن مین سیدھے سلب پہنچے . رومیوں مین مدافعت کرنے کی طاقت نہ تھی ؛ اس لئے وہ شہر اور اس کے تمام حاصل کردہ اعمال وغیرہ کو چھوڑ کر چل گئے . مگر امیر المومنین نے صرف اس کو ہی کافی نہ سمجھا ، اور ان کے معرکہ الارا ولعدہ ، طُرش ، کو فتح کر کے مرانِس کو واپس گئے ۔

غلبہ سے واپسی کے بعد وہ اس شدت سے بیمار ہوئے کہ جان کے لئے بتر گئے . انہوں نے اپنے بیٹائی ابو یحییٰ کو مقرر کیا . مگر وہ اس طمع سے پس و پیش مین لگ گیا اور اندلس جانے مین دیر کرتا رہا کہ امیر المومنین کا انتقال ہو جائے تو مین خود امیر بن جاؤں . اور امیر المومنین کا یہ حال تھا کہ ان کو جب کبھی مرض سے ذرا بھی آفاقہ ہوتا تو وہ بھی یوحینے کہ ” ابو یحییٰ عبور کر کے اندلس گئے کہ بہین ؟ “ آخر حب ابو یحییٰ کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین ان کے حند روانہ ہونے کے خواہشمند ہیں ، تو وہ جلد جلد سمندر کو عبور کر کے اندلس پہنچا . مگر اسے برابر بھی یقین تھا کہ اسے سب سے پہلے یہی خبر ملیگی کہ امیر المومنین نے وفات پائی . بلکہ اسی خیال سے اس نے اندلس کے شیوخ کی اسمالت قلوب کر کے خود اپنے لئے دعوت دی ، اور کہا کہ ” مین نے امیر المومنین کو ایسی حالت مین جھوڑا پی کہ آج موئے اور کل دوسرا دن . اور ان کے پاس سوا میرے اور شخص بھی نہیں ہیں ہی جسے وہ اپنے بعد امیر بنائیں . “ شیوخ اندلس نے اس معاملے کو انک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے بر تالفا شروع کیا . اسی طرح مختلف شہر بھی یکے بعد دیگرے ڈالتے رہے ، حتیٰ کہ مرسبہ کی باری آئی . اہل مرسبت نے اسی جانوں کے خوف سے یہ کیا کہ امیر المومنین کے نام خطوط لکھے ، جن مین اس تمام معاملے کا ذکر کر دیا . اتنے مین امیر المومنین اپنے مرض سے شعاعاب ہو کر اطباء سے سحر کا مشورہ پا چکے

تھے۔ جذبہ وہ ایک صحافی میں، جو دو خجروں پر رکھا ہوا تھا، بیتہکر  
 وائس کی طرف روانہ ہوئے۔ انشاء راہ میں ان کو ابویحییٰ مدکور کے گل  
 معالے کی خبر ملی، اور اہل اندلس کے خطوط اور محضر بھی ان کے  
 پاس پہنچے۔ جب ابویحییٰ نے ان کے نقل و حرکت کی خبر سنی،  
 تو وہ عذر خواہی کے لئے سمندر کو عبور کر کے شہر سلا میں امیر المومنین  
 کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر المومنین نے اسے دیکھتے ہی اپنے قریب  
 کے ہمراہوں سے کہا کہ ”دیکھو وہ بد بخت آیا!“ اور ابویحییٰ کو گرفتار  
 کر لیا۔ پھر شیوخ اندلس کو بلایا۔ انہوں نے ابویحییٰ کے خلاف شہادتیں  
 دیں۔ اس کے بعد ابویحییٰ کو بلایا اور کہا کہ ”میں رسول خدا صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کے مطابق تم کو قتل کرتا ہوں  
 کہ ”جب کسی سر زمین میں دو خلفاء سے بیعت کی جائے، تو ان  
 میں سے دوسرے شخص کو قتل کر ڈالو۔““ جناحہ امیر المومنین کے  
 حکم کے مطابق ابویحییٰ کی گردن مار دی گئی۔ یہ کام ان کے چچا  
 عبدالرحمان بن یوسف نے بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں  
 سرانجام دیا۔ پھر امیر المومنین اس کے کفن میں اس کا حکم دیکر اپنے  
 قرابت داروں کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کو خوب سا سخت  
 وسست کہہ کر حکم دیا کہ ”ان سب کو بڑھنے سے روکنا اور بڑھنے یا بدترین  
 حال کے ساتھ یہاں سے خارج کر دیا جائے۔“ جناحہ وہ سر کے سب  
 وہاں سے نکل گئے، اور ہر شخص کو بقین تھا کہ وہ ضرور قتل ہوگا۔ اس  
 روز سے ان کے قرابت دار بالکل گھنٹی اور گم حالی میں پڑ گئے، اور  
 آخر تک اسی حالت میں رہے، حالانکہ اس سے قبل ان میں اور حلیفہ  
 میں سوا نفوذ علامت کے اور کسی طرح کا فرق نہ تھا۔ اس طرح  
 امیر المومنین یعقوب نے اپنے قرابت داروں میں سے دو بیانیہ اور  
 ایک چچا کو قتل کیا \*



سنہ ۹۰ میں امیر المومنین نے وہ عہد برقرار رکھا، جو ان کے اور ادفش کے مابین تھا۔ اس کے جواب میں ادفش کے سرورون نے بکمر نڈاد کو تخت و تاراج کرنا شروع کیا، اور تمام اندلس میں کثرت سے سر و فساد پھیلانا۔ امیر المومنین نے ایک سنگین فوج تیار کی، اور ماہ جماد الاخر سنہ ۵۹۱ میں اسے ہمراد لیکر اشبیلیہ پہنچے۔ مگر وہاں انہوں نے صرف اس قدر فیماں کدا کہ لاسکو کو پھیلانا دیا، اور موال بمسبم کئے۔ پھر وہ نڈاد روم کی طرف روانہ ہوئے۔ ادفش نے ان کی آمد کی خبر باکر ایک ضخیم جماعت تیار کی، اور مقابلے کے لئے نکلا۔ محض البجد کے مقام پر دونوں کا سامنا ہوا۔ اس مرتبہ ادفش نے اس قدر کدیر القعدان فوج جمع کی تھی کہ اس سے قبل کبھی نہ کی تھی۔ مقابلہ کے وقت الموحدون اس قدر در دست جماعت کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور دبہرا گئے۔ امیر المومنین کی یہ حالت تھی کہ برابر دعا میں مصروف تھے، اور صداع سے غلبہ ہر کرتے تھے۔ آخر مدسری سبعان کو چہار سنفہ کے دن مسلمانوں اور ان کے اعداء میں مقابلہ ہوا۔ خدائے تعالیٰ نے الموحدون کی مدد کی، اور انہیں صبر و استغلال اور اہل روم پر غلبہ عطا کیا۔ ادفش اور اس کے ہمراہیوں پر ایک بلا تھی کہ نازل ہوئی۔ وہ خود اور اس کے صرف تیس سالاران فوج جان بر ہوئے، باقی سب فنا ہوئے۔ لیکن الموحدون اور ان کے دیگر ہمراہیوں کے بھی بہت سے اعدیان شہید ہوئے۔ جن میں ابویوسف کے وزیر داور اریحییٰ ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی حفص بھی تھے۔ بعد ازاں امیر المومنین وہاں سے بہ نفس نفیس قلعة رباح کو گئے، اور اسے اہل قلعة سے خالی پا کر اس میں داخل ہوئے۔ اور اس کے کرجا کو مسجد بنانے کا حکم دیا۔ بلکہ مسلمانوں نے اس میں ہمار بھی ادا کی۔ اس کے بعد وہ طلیطلہ کے قرب و جوار کے قلعوں پر قبضہ کر کے فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ اشبیلیہ کو واپس ہوئے۔ یہ ہزیمت رلاقہ کی ہزیمت جیسی تھی،

جس کا بیان امیر المومنین يوسف بن ناسحین کے عہد حکومت میں ہو چکا ہے +

امیر المومنین سنہ ۵۹۱ء کے بقیہ حصے میں اشبیلیہ میں مقیم رہے۔ سنہ ۵۹۲ء میں اپنی افواج کے ساتھ شہر طلیطلہ پر حملہ آور ہوئے، درحیوں کو کاٹ ڈالا، سامان حور و نوش بند کر دیا، معامہائے آب کو خشک کر دیا، اور اہل روم کو سخت سخت تکلیفیں دیں۔ اسی طرح سال آئندہ، یعنی سنہ ۳، میں بھی کیا، اور بلاد روم میں اتنی دور تک چلے گئے جہاں کوئی مسلمان بادشاہ کبھی نہ گیا تھا، اور پھر اشبیلیہ کو واپس آ گئے۔ اذہنس (لعنہ اللہ) نے ان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا، جس کی بقاء پر انہوں نے دس سال کے لئے اس سے صلح کر لی۔ پھر جبرہ نمائے اندلس کی نگہبانی اور ترتیب امور کے لئے ایک شخص کو مقرر کر کے سنہ ۵۹۳ء میں مراکش چلے گئے۔ صحیح معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے الموحدون سے صریح طور پر مشرق کی طرف حملہ آور ہونے کا ارادہ ظاہر کیا اور بلاد مصر کی مبعیہ باتوں اور بدعتوں کا ذکر کر کے کہنے لگے کہ ”انشاء اللہ ہم اسے باگ و صاف کر دینگے“۔ مگر ان کا یہ ارادہ ان کے دل ہی میں رہ گیا، اور انہوں نے سنہ ۵۹۵ء کے صدر میں وفات پائی اور اپنے آبا و اجداد کے ساتھ تینمیل میں دفن ہوئے رحمہ اللہ۔ وہ اپنے عہد حکومت میں ہمیشہ عدل و انصاف کو ترجیح دینے اور حسب طافت اس پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ انہوں نے اپنی حکومت کے آغاز میں حسب اقتضاء ملک و ملت یہ قصد کیا تھا کہ خلفاء اولین کے نقش قدم پر چلیں: مثلاً وہ پانچوں وقعوں کی نمار میں خود امامت کرتے تھے۔ وہ کئی ماہ تک متواتر ابسامی کرتے رہے۔ مگر ایک دن انہوں نے نماز عصر کی امامت کے لئے آنے میں اس قدر دیر کی کہ تقریباً کل وقت حتم ہو دیا، لیکن لوگ ان کا انتظار کرتے رہے۔ آخر امیر المومنین نے آکر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ان کو سخت

ملائمت کی اور کہا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگ صرف ہماری خاطر سے نمار پڑھتے ہیں۔ ورنہ بھلا اس میں کیا مضائقہ تھا کہ آپ موجودین میں سے کسی صاحب کو امام بنا کر نمار ادا کر لیتے؟ کیا آپ کو باد نہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضور کی غیر موجودگی میں جب دیکھا کہ نمار کا وقت جا رہا ہے تو عبدالرحمان بن عرف کو ’ماء بذلتا تھا؟ کیا وہ ائمہ اور ہادیوں میں آپ کے لئے نمونہ نہیں ہیں؟“ اسی سبب سے انہوں نے اس کے بعد سے خود اہمیت کو ترک کر دیا تھا۔ وہ خود بیدبکر لوگوں کی داندھی کیا کرتے تھے۔ وہ مجالس عام ہوتی تھیں، اور کسی حقوئے برے کو آنے کی ممانعت نہ تھی۔ ایک مرتبہ دو آدمی ایک نصف درہم کے برے میں چھرتے ہوئے آئے۔ آپ نے اس قصیدہ کا فیصلہ کیا، اور وزیر ابو یحییٰ کو حکم دیا کہ ”ان دونوں کو خفیف سی سزائے جسمانی دی جائے تا کہ ان کو تادیب ہو۔“ پھر ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا ”کیا سہر میں اور حاکم ’نہ تھے‘ جن کے پاس تم انسی باتوں کے فیصلے کے لئے جاتے اور جن کو اسے ہی فضیلت کے لئے مقرر کیا گیا ہے؟“ اس واقعہ کی وجہ سے انکو مجبوراً نہ کرنا پڑا تھا کہ خاص خاص اہام میں اسے خاص خاص نوعیت کے مسائل کے لئے دربار عدل قائم کرتے تھے، جن میں ان کے سوا کسی اور حاکم کے احکام جاری نہیں ہو سکتے تھے۔ جب انہوں نے ابوالقاسم بن بقی کو والی بنایا، تو ان سے یہ شرط کرائی تھی کہ وہ اس طرح بندھا کرینگے کہ تمام قضیوں کے متعلق ان کے احکام سنے جاسکیں۔ اس لئے ابوالقاسم انسی جگہ بدیتے تھے کہ ان کے اور امیر المومنین کے درمیان صرف حد خدوں کی آڑ ہوتی تھی۔ امیر المومنین کے حکم سے ہزاروں کے امین اور سہر کے نسیوخ ہرماء ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ ان سے بار باروں کی حالت، برخ اشعباء، اور حکام کے متعلق سوال کیا کرتے تھے

کہ عمائد، قضاۃ اور ولاد کا کیا حال ہی؟ اگر وہ ان کی تعریف کرتے، تو امیر المومنین کہتے کہ ”باد رکھو کہ فیاضت کے دن تم سے اس شہادت کے متعلق سوائے کچھ کچھ! تم کو ہرگز نہ نہیں چاہئے کہ حق کے سوا کچھ اور کہہ“۔ بعض اوقات مجلسوں میں یہ آیت پڑھتے تھے کہ ”بناہ الدین آمرا کونوا قوامین بالمسط سہدا للہ ولو علی انفسکم او والادین والافرادین“۔

جب امیر المومنین سیدہ ۹۳ میں دوسری جنگ (بعثی اس جنگ کے بعد کی جنگ کہ جس میں خدائے تعالیٰ نے اذہس اور اس کی جماعت کو تباہ و غارت کر کے افواج اسلام کو عرت اور قحمتی سے مالا مال کیا تھا) کے لئے روانہ ہونے لگے، تو انہوں نے تمام بلاد کو خط لکھ کر صلحاء اور احبار کی ایک بڑی جماعت کو بلایا۔ وہ ان کو سفر میں آگے آگے رکھنے، اور جب کبھی ان کی طرف دیکھنے تو اپنے قرب کے اصحاب سے کہتے کہ ”لشکر بہ ہی نہ کہ (فوج کی طرف اشارہ کر کے) بہ“۔ یہ واقعہ بالکل ایسا ہی جیسا کہ مدینہ بن مسلم والی حراسان کا بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ نرکوں کے مقابلے میں نکلے تو ان کے ہمراہ فوج میں ابو عبد اللہ محمد بن واسع بھی تھے۔ وہ بار بار ان کا حال دریافت کرتے تھے۔ ان سے کہا کہ ابو عبد اللہ معسکر کے ایک گوشے میں ایسی کمان پر بکھ لگائے بیٹھے ہیں، اور انک انگی کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے بار بار جنبش دے رہے ہیں۔ قتیبہ نے کہا ”ہاں“ وہی انگی سے دس ہزار تلواروں سے زیادہ عزیز ہے“۔

جب امیر المومنین اپنے اس سفر سے اپنی رعایا کے لئے طرح طرح کے اموال لے کر واپس آئے، تو بعض لوگوں نے تو ان کو قبول کیا، اور بعض نے رد کر دیا۔ یہ دونوں فرق امیر المومنین کے پاس آئے، تو انہوں نے کہا کہ ”ہر شخص کا ایک مذہب ہوتا ہے۔ نہ تو ان کے رد سے اس میں کچھ زیادتی ہونی ہی اور نہ ان کے قبول سے کچھ کمی واقع ہوتی

ہی“۔ ابو یوسف نہایت کثیر الصدقہ بررگت تھے۔ حناجہ میں نے سنا ہی کہ اس حدیث کے لئے روانہ ہونے کے قبل، جس میں نہ واقعہ کبریٰ ہوا تھا، انہوں نے جالیس ہزار دینار صدقہ عین دئے تھے، جن میں سے نصف عوام الناس کو اور بڑی اپنی قربت داروں کو دیا تھا۔ انہوں نے سہر مراکس کے چار حصے کر کے ہر ایک میں ایک ایک اصلین مقرر کر دیے تھے، جو پردہ نشین عورتوں اور خانقاہ گردن لوگوں کو خیرات تفسیم کرتا تھا۔ حب دیا سال شروع ہوتا تھا، امیر المومنین کے حکم سے شہر کے تمام لا وارث یتیموں کے اسماء سے ان کو مطع کیا جاتا تھا۔ پھر وہ ان سب کو اپنے قصر کے قریب ایک مقام میں جمع کر کے ان کی خدمت کروانے اور ہر لڑکے کو ایک مدغال، کبڑے، روٹی، اور ایک ادار دیتے تھے۔ اور بعض مرتبہ ایک ایک مدغال کے علاوہ دو حدود درجہ بھی دیتے تھے۔ یہ سب کچھ مبن نے خود مشاہدہ کیا ہی، کسی اور کا بیان نقل نہیں کر رہا ہوں۔ امیر المومنین نے مراکس میں ایک دبیرستان بنانا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسکی مدد تمام دینار میں بھی کسی جگہ ملے گی۔ انہوں نے اس عرص سے شہر کے ایک معدل مقام مبن ایک وسیع میدان منتخب کر کے معہ رونا کو حکم دیا کہ اسے بہترین طریق سے آراستہ کریں۔ حناجہ انہوں نے اس میں عجیب و غریب نقش و نگار کئے، اور ایسی ایسی مضبوط و محکم آرائشیں کیں جن سے بہتر ایکن و احراج ہونا مشکل ہی۔ پھر حکم دیا کہ اس میں علاوہ اور درختوں کے مشہومات و ماکولات کے پودے بھی لگائے جائیں۔ اس قطعہ زمین میں پانی دی بہرین اس کثرت سے جاری کیں کہ ہر مکان میں پانی پہنچتا تھا۔ مرد برآں اسکے وسط میں حار حرص بنائے، جن میں سے ایک ستبد سنگ رخام کا تھا۔ پھر ان کے حکم سے اس میں صدف، کتان، حریر، اور حمزے کے ایسے ایسے نفیس فرش دئے گئے جو حد وصف سے بالا اور تعریف سے مستغنی ہیں۔ روزانہ تیس دینار صرف خوراک ہی کے لئے دیا جاتا تھا۔

ادوبہ کی خرید و فروخت صرف ہوتا تھا، وہ اس کے علاوہ تھا۔ متفرق افسام کے شربت، روغن اور سرمے وغیرہ تیار کرنے کے لئے عطار مقرر کئے۔ مریضوں کے لئے مرسم ہائے گرم و سرما میں دن اور رات کے استعمال کے لئے علیحدہ علیحدہ لباس تیار کئے گئے۔ حب مریض تندرست ہو جاتا، تو اگر وہ مناس ہوتا اسے روانگی کے وقت اس قدر مال و زر دیا جاتا کہ وہ تمام عمر حین سے بسر کرے، اور اگر غنی و مالدار ہوتا تو اس کا مال اور نرکند و عہدہ اس کے حوالے کیا جاتا۔ یہ بیمہ رستہ صرف فقراء اور محلسین کے لئے ہی نہ تھا، بلکہ مراکش میں اگر کوئی پردہساز بھی کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا، تو اسے وہیں بھسکا دیتے تھے۔ اور اس کی تندرستی یا بصورت دیگر موت، تک اسے وہیں رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو نمار سے فارغ ہو کر امیر المومنین خود بیمارستان کو حاکم ہر مریض کی عبادت کرتے، ان کے گھر والوں کی خیریت دریافت کرے اور پوچھتے کہ ”اب تمہارا کیا حال ہے“ اور تمہاری نگرانی کیسی ہوتی ہے؟“ وغیرہ وغیرہ۔ پھر وہ سب کر کے وہاں سے واپس جاتے۔ وفات کے دن تک ان کی یہ عادت برابر جاری رہی۔ خدا ان پر رحم فرمائے!

ابو یوسف کے عہد کے شروع میں ۵۸۳ یا ۱۲ میں ہمارے ہاں مصر سے جند عرترک آئے تھے، جن میں تین اشخاص تھے۔ ایک کا نام فراس تھا، جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ الملک الناصر کے بھتیجے تھے، الدین کا غلام تھا۔ دوسرے کا نام شعبان تھا، اور کہتے ہیں کہ وہ امراء غزہ میں سے تھا۔ تیسرے صاحب مصري افواج، زمین سے بے اور قاصی عماد الدین کے نام سے مشہور تھے۔ امیر المومنین نے ان تینوں کی نہایت خاطر و مدارات کی، اور ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، بہانہ کہ وہ الموحدون سے بھی زیادہ ان کی قدر کرتے تھے۔ الموحدون سال بھر میں تین مرتبہ، یعنی ہر چار ماہ کے بعد،

تلقواہ لدنہ تھے ، مگر غر کی ہمیشہ یہی عادت رہی کہ وہ مادہ مذکورہ  
 لیتے تھے ، اور اس میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ امیر المومنین کہتے تھے  
 کہ ”ان عین اور الموحدون میں نہ فرق ہی کہ نہ لوگ مسافر ہیں۔  
 بہن ان کے پس سوا تلقواہ کے اور کسی قسم کا سامان و اسباب  
 با جائداد وغیرہ نہیں ہی جس پر نگران کو سہارا۔ امیر الموحدون کے  
 پاس جائداد اور اموال و حدود ہیں۔“ امیر المومنین نے عراق کے عین کے  
 لئے بھی الموحدون کی طرح مصلحت و مصلحت فصاحت و مصلحت طلبی  
 کر دئے تھے۔ ہندو بن کہہ چکے تھے کہ الموحدون سے بھی زد و دہا تھا۔  
 حناچہ ان عین سے ایک شخص احمد صاحب نامی کو جو  
 اہل اہل عرب سے تھا ، کسی کسی رعینین دی تھیں کہ خود ان کے  
 قربت داروں میں سے بھی کسی کے پس نہ تھیں۔ اسی طرح شعبان  
 کو بھی انہوں نے اندلس میں اس قدر کثیر العددان قرینہ صحت دئے تھے  
 جن کی ملاقات آمدنی ہو ہزار دینار سے بھی زائد تھی۔ ہندو و ہندی بڑی  
 تلقواہیں اس سے علیحدہ تھیں ، جو فوج کے کسی فرد کو بھی نصیب  
 نہ تھیں۔ عز کی تمام جماعت میں کوئی شخص بھی شعبان کی برابر  
 لطیف الحس ، ذکی النفس ، حاضر جواب اور پاکیزہ خاطر نہ تھا۔ میں  
 جب کہی اس سے ملنا تھا ، وہ ہا تو صبح سے کوئی شعر پڑھا کر سننا  
 با خود سناتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دن اسے ایک استبیلی شاعر کے  
 (جو میر دوست تھے) کے اشعار سنائے کہ —

وقائلٍ فیم لم تہجج وقلت له کیف البعوض لطرف زافر الوسن  
 لم تدر ان الکری المنوع عن بصری ہی السندت التي ذ معلنی حسن

وہ سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ ”اس شاعر کی مثال ایک اسے  
 پرندے کی سی ہی جو گردش کرتا اور حکم لگاتا ہوا زمین پر اترتا ہی ،  
 پھر پھر پھر پڑا کر اترتا ہی اور بلند پروازی کرنا چاہتا ہی ، لیکن گر پڑنا ہی ۔

دیکھئے ایک شاعر نے اسی مطلب کو کس قدر اختصار لفظی، سہولت  
 ماخذ اور سلاست کے ساتھ ادا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ —  
 اعیدوا صباحی فهو عند الکواعب و ردوا رقادی فهو لحظ الخدائیب  
 مین نے کہا کہ ”نہ شعر ابو الطیب کا ہے“۔ کہا ”ہاں بے شک“  
 بلکہ الطیب ابو الطیب کا۔“ ایک دن ہم دونوں مین صنعت کھدیس  
 لفظی کا ذکر کیا۔ اس نے مجھے اس پر کئی اشعار سنائے اور مین نے  
 نہ دو اشعار پڑھے —

اذا صال دو ود بود صديقه فيا ابها الخلل المصاحب لي صل بي  
 فاتي مثل الماء ليما لصاحبي و ناهيك للاعداء من رجل صل  
 اس نے ان اشعار کو بہت پسند کیا اور ان کو نقل کر کے مجھ سے  
 کہنے لگا کہ ”ان دو اشعار کی وجہ سے آپ کو مجھ پر حق حاصل ہو گیا  
 ہے۔ مین نے نہ صرف اس خاص معنی مین، بلکہ کسی اور مطلب  
 و معنی مین بھی، کبھی کوئی ایسا عمدہ شعر نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے۔“  
 اصل یہ ہے کہ شعبان کو ادبیات سے نہایت درجہ شغف تھا۔ وہ شعر  
 بھی کہتا تھا، اور بعض اوقات اس کا کلام نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ ایک  
 مرتبہ مین نے اس سے کہا کہ ”آپ اپنے چند اشعار مجھے لکھوا دیجئے  
 یا سنا ہے“۔ مگر اس نے قطعی انکار کر دیا، بلکہ قسم بھی کھائی  
 کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا \*

امیر المومنین ابو بوسف حب زبارت کی غرض سے تینمیل کو  
 روانہ ہوئے، توبہ غر بھی انکے ہمراہ تھے۔ وہ سب وہاں پہنچ کر مسجد کے  
 سامنے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ بہانہ امر ناد رکھنے کے قابل  
 ہے کہ ابن تومرت نے اپنے اصحاب سے کہا تھا کہ ”تم مین سے حو حو  
 زندہ رہیگا وہ دیکھ لیگا کہ مصر کے امراء اس درخت کے ساتھ مین  
 آکر بیٹھیں گے“۔ حب غر وہاں پہنچ کر اس درخت کے نیچے بیٹھ  
 گئے، تو تینمیل کے باشندوں کے لئے وہ دن گونا گور عید ہو گیا۔ ہر طرف



سے تکبیروں کی صدائیں آ رہی تھیں۔ عورتیں بہادت جوش و خروش سے دف بجاتی ہوتی برآمد ہوئیں، اور ادنی زبان مدن کچھ کہتی تھیں، جس کا مطلب یہ تھا کہ ”ہمارے آف مہدی نے سچ کہا تھا۔ ہم گواہ ہیں کہ وہ امام برحق تھے“۔ ایک شخص جس کا نہ حشم نہ دند وافعہ ہی، مجھ سے کہتا تھا کہ ”امیر المومنین ان حوسدون کو دیکھ دیکھ کر مسکراتے تھے۔ وہ ان سب باتوں کو ان لوگوں کی کم عتلی پر محمول کرتے اور کہتے تھے کہ ”مجھے تو ان سب باتوں میں کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک ذرا سی دت کو نہ لوگ مدون اتلی اہمیت دے رہے ہیں؟۔ حق نہ ہی کہ امیر المومنین ابو یوسف ابن تومرت کے بارے میں لوگوں سے متعلق رائے نہ تھے، واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ شیخ صالح ابو عباس احمد بن ابراہیم بن معروف مری اور میں حائے کعبہ میں تھے کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ”امیر المومنین ابو یوسف نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ ”آپ خدائے عز و حل کے سامنے میرے گواہ رہیں گے کہ میں عصمت (یعنی عصمت ابن تومرت) کا قائل نہیں ہوں“۔ اسی طرح میں نے ان سے انک اسے کام کی اجازت طلب کی جس میں امام کی ضرورت پڑتی ہی، تو انہوں نے کہا ”کون امام؟ کیسا امام؟“ علیٰ ہذا القیاس مجھے انک دفعہ مشہور و معروف ابو بکر بن ہاشمی سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ وہ اندلس کے شہر جتیاں کے باشندہ تھے۔ جس وقت میں ان سے ملا ہوں، وہ اس وقت ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ”حب امیر المومنین حنگ ارک (یعنی وہ کہ جس میں انہوں نے ادفنش اور اس کے ہمراہیوں کے دانت کھتے کر دئے تھے) سے واپس آئے تو ہم لوگ ان سے ملنے کے لئے گئے۔ اہل شہر نے امیر المومنین سے کلام کرنے کے لئے مجھے آگے بڑھایا۔ خیر، میں ان کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ انہوں نے اپنی عادت کے موافق مجھ سے شہر قضاۃ، ولایہ اور عمال کے متعلق سوالات کئے۔ میں سوالات کا جواب

نے چکا، تو مجھ سے، میرا مزاج پوچھا، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے طول بقاء کی دعا کی۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ ”تم نے کون کون سے علوم حاصل کئے؟“

میں :- میں نے امام (یعنی ابن تومرت) کی تالیفات پڑھی ہیں \* یہ سن کر انہوں نے مجھے ایک پر غضب نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ ”طالب علم یوں نہیں کہا کرتے، تم کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں نے کذاب اللہ کا مطالعہ کیا ہے اور کچھ حدیث پڑھی ہے“۔ پھر اس کے بعد اور حو جو کچھ تم نے پڑھا لکھا ہو اس کا ذکر کرو۔“ اسی نوع کی اور بھی کئی حکایات ہیں، جنکو یہاں بیان کرنا باعث تطویل ہے \* جب امیر المومنین اپنے اس سفر جنگ سے واپس آئے، جس میں انہوں نے شام کو اہل روم کے ہاتھ سے آزاد کرا دیا تھا، تو انہوں نے حکم دیا کہ اسبیلیہ کے دریا کے کنارے ان کے لئے ایک قلعہ تیار کیا جائے اور اس کے اندر جند محل اور قبہ حات بنائے جائیں۔ وہ تعمیر عمارات کے بہت شائق تھے۔ نہایت محنت اور اہتمام سے عمارتیں بنواتے تھے۔ وہ اپنے تمام زمانے میں کبھی اس کام سے غافل نہیں ہوئے : با تو کسی نہ کسی فصر میں نئی نئی ترمیمیں کرتے رہتے تھے، یا کوئی نیا شہر آباد کرتے تھے۔ ان کے عہد میں شہر مراکش میں بہت کچھ انرا دین ہوئیں، جن کی تفصیل بہت طولانی ہے۔ الغرض وہ نئے محل ان کے حسب ارادہ، بلکہ اس سے مافوق، عمدگی کے ساتھ بن کر تیار ہو گئے، اور اس قلعہ کا نام ”حصن الفرّج“ رکھا گیا۔ جب وہ سنہ ۵۹۱ میں اس زبردست جنگ سے واپس آئے، تو ان ہی قبوں میں سے ایک میں بیٹھ کر وفود کو باریابی سے سرفراز ہونے کی اجازت دی۔ وہ لوگ اپنے اپنے طبقات اور مراتب کے مطابق اندر داخل ہوئے، اور شعراء نے اپنے قصائد سنائے۔ جناحہ اس روز میرے ایک دوست علی بن حزمون نے، جو اہل مرسیہ میں سے ہیں، بحر خبب میں ایک

قصیدہ پڑھا جسے امیر المومنین اور دیگر تمام حاضرین نے بہت پسند کیا۔ وہ قصیدہ یوں شروع ہوتا ہے :-

اَحْيَيْتَكَ مَعْطَرَةَ الْفَنَسِ	نَعَجَاتِ الْفَنَجِ بَانْدُلَسِ
قَدَّرَ الْكَفَّارَ وَ مَاتَمَهُم	اَنْ الْاِسْلَامَ نَعِي عَرَسِ
اِمامِ الْحَقِّ وَ نَاصِرِهِ!	طَهَّرْتَ الْاَرْضَ مِنَ الدَّنَسِ
و مَلَأْتَ قُلُوبَ الْفَنَاسِ هَدِي	فَدَا الْاَلْمُومِنِي لِمُسْتَمْسِ
و رَفَعْتَ مَذَارِ الْاَدْبَانِ عَلٰی	عَمَدِ مَسْمُومِ وَ عَلٰی اَسَسِ
و صَدَعْتَ رِءَاةَ الْكُفْرِ كَمَا	صَدَعَ الدَّبَجُورُ سَدَّ وَبَسِ
لَا قِيَتِ جَمْرُوعُهُمْ مَعْدُوا	فِرْسَانِي فَبِضَّةٍ مَغْرُوسِ
جَاعُوا وَ تَصْيِيقُ الْاَرْضِ يَهُم	عَدَدَا لَمْ يَحْصِ وَ لَمْ يَحْصِ
خَرَجُوا بِطَرًّا وَ رِءَاةَ الْفَنَا	مَنْ لِبَحْتَلَسُوا مَعَ مَحْتَلَسِ
و مَضِيَتِ لَامِرَاللهِ عَلٰی	نَفْثَةِ الْبَالِهَةِ وَ لَمْ تَنْخَسِ
وَاَنَاخَ الصَّوْتُ كَلَاكِلَهُ	بِظَبَابِ عَلٰی سُرِّ رَجَسِ
و تَسَاوَى الصَّغَاعُ بِهِمْ	الْمَرْصُصُ مَعَ الْحَدَابِ الْفَرَسِ

۱ ترجمہ :- فتح اندلس کی حوضدار لتین آب کو مبارکباد دینی ہیں !

کفار کو اب قدر ہوئی ہے ؛ اور ان کا ماتم یہ ہے کہ اسلام حوشی میں ہے ۔

ای حق کے امام اور اس کے ناصر و یاور ! آب بے رمن کو مل سے پاک کر دیا ہے ۔  
آب بے لوگوں کے دلوں کو ہدایت سے پر کر دیا ہے ؛ اور اب قومیں الہی لباس کرے والے  
کے فریب ہو گئی ہیں ؛ آب بے دین کے مینار کو بلند ستروں اور نیاد بر قائم کر دیا ہے ۔  
آب بے کفر کی چادر کو اسی طرح بھار دیا ہے جس طرح انک شعلہ کی روشنی سے تاریکی  
پھٹ جاتی ہے ۔ آب نے ان کی جماعتوں کا معاملہ کیا ، اور وہ ایسے ہو گئے کہ جیسے  
گردن توڑنے والے شکاری کے ہاتھ میں شکار ۔

جب وہ آئے تھے تو یہ حالت تھی کہ زمین ان کے لئے ننگ ہوئی جانی بھی ۔ ان  
کی تعداد اس قدر تھی کہ جو حساب اور فیاس میں نہیں آتی ۔ وہ اکثرے اور درتے  
نکلے تھے ؛ اور لوگوں کو یہ دکھاتے تھے کہ وہ لڑنے مرے جارہے ہیں ۔  
آب خدا کے امر کے لئے تشریف لے گئے ۔ آب کو خدا پر بھروسہ تھا ؛ اور آب مایوس  
و عمگین نہ تھے ۔

سوت نے اپنے سینوں کو آب کی نلواروں کی دھاروں کے ساتھ انک ناک آدھی  
پر رکھ دیا ۔

ان کی کھوپڑیاں اس میدان میں اور اس مزاح ، سنگلاخ اور گیہ دار وادی میں  
پھیل گئیں ۔

سفیت بنجبیعہم اکم  
 فاولئک حرب الکفر آلا  
 اذوی الصلبان وراعکم  
 لو ان المبحر تماولہا  
 ولو ان الصم تراجمہا  
 ملا المدوحید اعدہا  
 ہیضت وفضت وفضت املا  
 جاست جنبات الکفر فام  
 لم دیو بها مدوی رجل  
 لحقوا بعرون الشم فلا  
 ان کان نجا ادفنہم  
 نظر الملک الاعلیٰ فرای  
 کالصبح نوشع رونعہ

و طوا منہن علی دہس  
 ان الکفار لمی نکس  
 خیل الملک الخیر القدس  
 جرعاً و طئنه علی یبس  
 اصحت کحل المقل النعس  
 و اغار بها روح القدس  
 انسی عتب الدنیا فَنَسِي  
 تترك لہم مالہم تجس  
 الا و علیہ شذیل درس  
 سعیا لظلولہم الدرس  
 فالی عیش نکد تیس  
 ملکا مابین فنا و قسی  
 کالطور بنور اللہ کُسی

دسنہ ہائے رمس ان کے حرموں سے سیراب ہو گئے، جہان وہ نرم زمین پر چل رہے تھے

وہ لوگ کامر دشمن ہیں، ہاں! کمار عاخر ہیں۔

ای ملسون والو! بھارے مجھے انک ہوشیار و زبرد بادشاہ کے سوار ہیں۔ اگر وہ لوگ سمندر کو انک کھوت کر کے بی جاتے، تو وہ اس کو حسک کر کے اس پر چلتے۔ اگر وہ بہار پر سگاری کرنے، تو وہ حواب آلود آنکھوں کا سرمہ بن جاتا۔ ان کی باگون میں نوحید بھری ہوئی ہی، اور روح القدس ان کو حلدی حلدی جلا رہے ہیں۔ وہ ابھے، چلے، اور انہوں نے امید کو بورا کر دیا۔ اس نے دنیا کی سکتی کو بھلا دیا اور وہ بھلا دی گئی۔ انہوں نے کھر کے بھلون کو اس طرح با مال کیا، کہ ان کے لئے کوئی چیز ایسی باقی ہی نہیں رہی جو وہ نامال نہ کر چکے ہوں۔ وہاں کسی شخص کا مکان ایسا نہ تھا جس پر گھوڑوں کی مکھان نہ بھکتی ہوں وہ بلند بہاروں کی جوئوں میں جا بھجے، اور ان کے درے اور مٹے ہوئے ساؤن من نامی تک نہ چھوڑا۔ اگر ان کا ادمنس بح بھی گما ہی، تو اسے ایک تک اور ہر مصیبت زندگی گزارنی پڑی۔

بادشاہ عالی حاہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، تو بیرون اور کمانوں کے مابین مرہتوں کو پایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح نے اس کو جمکا دیا ہی اور جیسے کہ کوہ طور اللہ کے نور سے ملبوس ہی۔

وہ وہاں سے جلا اور کسی کی طرف متحرک نہ دیکھتا تھا۔ اس نے ررہوں اور ڈھالوں پر وار کرنے شروع کئے۔



اگرچہ نہ قصیدہ بہت طویل ہی، مگر میں نے صرف اس لئے نفل کیا ہی کہ اس کی بحر عجیب و غریب ہی اور اکثر ابیات نہایت نفیس ہیں۔ میں نے پہلے خون شاعر کی زبانی یہ قصیدہ سنا۔ اس کے بعد شہر مرسية میں سنہ ۶۱۴ میں میں نے ان کو پڑھ کر سنایا۔ علی بن حزمون ادبیات میں اعلیٰ دستگاہ رکھنے ہیں۔ اپنے مختلف الانواع اشعار میں اکثر عبد اللہ ابن حجاج بغدادی کا تتبع کرتے ہیں، اور مجھے ان کے وہی اشعار پسند آتے ہیں۔ جس قدر موشحات ملک میں عوام الناس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں، ابن حزمون ضرور اسی بحر اور روی میں ادب اور ولسا ہی موشحہ نظم کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے ان کو محو مدن بھی بد طولی حاصل ہی۔ البتہ یہ ہی کہ اپنی ہجائیہ نظموں میں اکثر فحش گوئی سے کام لیتے ہیں۔ ان کی بہترین ہجائیہ نظم مجھے نا ہی، خوف فحش و بد گوئی سے مدرا ہی۔ اس میں انہوں نے الحطیثہ شاعر کی پیروی کرتے ہوئے پہلے اپنی ہجو کی ہی، پھر سبہ سالاران اندلس کے اعیان میں سے محمد بن عیسیٰ نام ایک شخص کی ہجو کی ہی۔ محمد بن عیسیٰ دلیری اور شجاعت میں مشہور تھا۔ وہ ابیات یہ ہیں :-

تأملتُ في المرأة وجهي فخلته	کوجہ عجز قد اشارت الي اللبو
كان علي الاضرار مني عوة	تفادي الوري عضوا ولا تنظروا نحوي
فلو كنت مما تنبت الارض لم اكن	من الرائق الباهي ولا الطيب الحلو
واقبح من مرآي بطني فانه	يفرر مثل الرعد قرقر في الجور
ولا كفل بين جنبي محمد	سلیل بن عیسیٰ حین قرولم یلو
يود بان لو كان في بطن امه	حدنا ولم يسمع حديثا عن العرو
ثعلب ولكن عقله مثل ريشه	تطيرها الارواح في مهمه دو
تميل بشدقيه الي الارض لحية	تظن بها ماءً يفرغ من دلو
وقد حدثوا عنه بكل نقيصة	ولكن منلي لا يرو ولا يرو

ان کی انسی انسی ہنجائیہ نظمیں موحود ہیں، جو اس سے بدرجہا بہتر ہیں۔ مگر ان میں انہوں نے فحش و بد کلامی سے کام لیا ہے، اس لئے میں نے ان کو ان اوراق میں نقل نہیں کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس قسم کا کلام میرے قلم سے منقول ہو۔ ان حرمون کو المغرب کے قضا اور عمال و ولایہ کے ہاں بہانت درجہ حاش و ثروت حاصل تھی، جس کی اصلی وجہ یہی تھی کہ وہ ان کی زبان سے دترے اور ہجو سے گانتے رہتے تھے۔ تمام المغرب میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جس کے کسی نہ کسی باشندے کے بارے میں انہوں نے ہجو نہ کہی ہو اور لوگ اس سے آشنا نہ ہو گئے ہوں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ان پر اور تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے \*

الفصلہ اس روز امیر المومنین نے حکم دیا کہ تمام فوج پورے اسلحہ سے مسلح ہو کر ان کے سامنے حاضر ہو۔ جب ان کے حکم کے مطابق فوج ان کے سامنے پھیل گئی اور انہوں نے اس کے حسن ہیئت کو ملاحظہ کیا، تو فوراً کھڑے ہو کر دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا دی۔ اتفاق سے جون ہی وہ رکوع و سجدہ سے فارغ ہوئے نادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اس قدر بارش ہو گئی کہ سب لوگ شرابور ہو گئے۔ محمد بن عبد ربہ میرے ایک دوست ہیں، جو ابو الربیع سلیمان بن عبد اللہ بن عبد المومن کے ہاں کاتب خصوصی کے عہدہ پر ہیں اور جریر خضراء کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اس موقع کے مناسب حال یہ اشعار کہے -

بادی الکرامۃ بل بادی الکرامات      قد شفّع اللہ آبات نایات  
یا لیت شعری ما شیء دعوت بہ      قبل السلام ومن بعد التحیات  
شیء تاتر عنہ الجور فاتصلت      من السجائب رابات برابات  
من کل وطفاء لقاء الرباب همت      ماء نفیا علی زغف نقیات  
قل کیف لایفتح اللہ البلاد وقد      تفتحت لك ابواب السماوات

اس دن سے ابو عبد اللہ محمد بن عبد ربہ مشہور ہو گئے، اور انکی قدر و نباہت میں اضافہ ہو گیا۔ ان میں مختلف اوصاف حمیدہ جمع

ہین . نظم و نثر میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے ہیں ، اور علوم و فلسفہ ، تعلیم اور منطق میں صاحب تحقیق ہیں . انہوں نے مجھے ابدیہ نہ اشعار سنائے تھے —

قف بالعباب وان ذاك الرفع واسئلهم بصائمهم ان يعظموا  
وانشد فؤادك ان عرفك مكانه بين العباب وما اخالك تعرف  
عند التي رمت الدمار غده و بذاتها بدم القلوب مطرف  
نفسى العدا لهما وان لم تبق لي عسا تذكرى بها و تعرف  
بہ قصیدہ بہت طویل ہی ، لیکن چونکہ سنے ہوئے زمانہ ہو گیا  
ہی ، اس لئے حفا مجھے یاد تھا لکھ دیا گیا . ایک دن ہم دونوں  
دربار کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے ، اور پانی رم جہم برس رہا  
تھا . اس وقت میں نے ان کو ایک قدم شاعر کے نہ دو اشعار سنائے :-

حاكت بيمين الرياح مُحْكَمَةً فِي بئر واضح الاساور  
فكلما ضعفت به حلقما فم لهما العطر بالمسامير

انہوں نے ان اشعار کو پسند کیا اور کہا کہ ”آج نے مجھے میرے  
اسی معنی کے اشعار یاد دلادئے“ . پھر انہوں نے اپنے اشعار سنائے . ویسے  
لطیف اور نازک اشعار میں نے پہلے کبھی نہ سنے تھے ، حالانکہ شعراء نے  
اس مضمون کو اس قدر پرمال کیا ہی کہ کثرت تکرار کی وجہ سے  
وہ لیل و نہار سے بٹی زیادہ قدم اور بوسیدہ ہو دیا ہی . البتہ لطیف  
الحسن ، جید الطبع ، اور اہل تمییز اصحاب اس سے مبرا ہیں .  
وہ اشعار یہ ہیں —

بين الرياض وبين الجو معترك بيض من البرق اوسمر من السمر  
ان اوترت فوسها كف السماع رمت نبلا من الماء في زغف من العدر  
لاجل ذاك اداهبت طلائعنا تدرّع النور و اهتزت قنا الشجر

ان اشعار کی حسنیٰ بندش اور نزاکت معنی ملاحظہ ہو . قوت  
تخلص دیکھئے کہ کس حسن الفاظ کے ساتھ تشبیہ قائم کی ہے ، اور



سننے اور بڑھنے میں کس قدر سہولت اور آسانی ہو سکتی ہے !  
 ایک دن وہ اپنی مجلسِ انیس میں تھے کہ میں نے ان سے عنوانات کی  
 اجازت طلب کی ۔ انہوں نے اپنے شعل کو صحیفہ سے اٹھا کر کچھ ضروری  
 نہ سمجھ کر اور حد نام سے تمام اشیاء موقوفہ آبیواکر صحیفہ اندر ڈال دیا ،  
 اور نہایت توجہ سے صفحہ کے بعد کچھ سے دیکھ کر لکے ۔ میں نے دیکھ  
 کہ وہ اس خیل سے غافل ہیں کہ میں نے ان کی ایک بات دیکھ  
 بائی ہے ۔ اس خیال سے میں نے ان کی رفع کلمت کے لئے انکو اندک  
 شاعر کے یہ اشعار سنائے ۔

اِدرہ منہ التَّحْرِمِ لِذَاتِهَا وَلَكِنْ لَّسَبَابٌ تَضْمَنُهَا السَّكْرُ  
 اِذَا لَمْ يَكُنْ سَكْرٌ بَرٌّ نَهَ الْفَتَى فَسَيَّانُ مَاءٍ فِي الرَّجَاحَةِ اَوْ خَمْرُ

یعنی ۔ جامِ شرابِ دو ، کیونکہ خود اس کی ذاتِ حرام نہیں  
 ہے ، بلکہ وہ اسبابِ حرام ہیں جن کی وجہ سے نشہ پیدا ہوتا ہے ۔  
 اگر کسی شخص کو ایسا مشہ نہ ہو کہ اس میں وہ کوئی لعش کر جائے ،  
 تو میں نے میں حاصل پانی ہو یا شراب ، دونوں یکساں ہیں ۔ (مترجم) [  
 اشعار سن کر وہ (نضر اللہ وجہ) بہت حوش ہوئے ، اور اس واسطے  
 کی وہی اگلی سی کیفیت ان میں پھر عین کر آئی ۔ وہ کچھ عرصہ  
 خاموش رہے ۔ پھر قلم دوات طلب کر کے اشعار مذکورہ بالا کے ہم معنی  
 اشعار فی البدیہہ لکھے ، اور وہ یہ تھے ۔۔۔

\* مَا ضَرَّتِ الْخَمْرُ لَوْلَا الشَّرْعُ يَشْرِبُهَا فَوَمَ حَدَنَهُمْ هَمَسَ التَّسَابِيحِ  
 لَيْسُوا بِرَعْنٍ اِذَا اَدَّوْا فَرُوضَهُمْ عَنْهُ الْعِيَامُ وَلَا مِيلَ مَرَاجِبِهِ  
 بَدِيتُ كَبِيْتٍ وَفِيهِ شَادَن سَدَن مَزَجَ الْكُوسَ بِهِ وَقَدْ الْمَصَابِيحِ

\* ترجمہ :- شراب نوشی میں کوئی نقصان نہیں ہے کسا ہر نعمت نے اسے حرام نہیں  
 کیا ؟ مگر وہ لوگ بھی تو میرے نبی کرے ہیں جن کے لئے سب سے بڑا ہر وقت میں  
 میں من کر رہا ہی بات کر کے برابر ہی ۔ کسا وہ لوگ انہی فرائضِ مذہبی ادا  
 کرتے وقت اور نماز پڑھتے وقت ہلے ، جھومتے ، اور اونٹوں کی طرح ادھر ادھر نہیں  
 دھلکتے ؟ اصل میں میرا نہ کمرہ ان کے کلمۂ عبادت کی طرح کا ہے ۔ فرق صرف یہ ہے  
 کہ میرے کمرے میں ایک آہو منظرِ خوبصورت سی لڑکی خادمہ دیر ہی اور نہ کہ  
 جام ہائے شراب میرے چراغ ہیں ۔ (مترجم)

اس کے بعد انہوں نے اسی مجلس میں اپنے حند پرانے اشعار سنائے، جو ایک فصیدۂ سببیہ میں سے ہیں۔ میں نے اسے عمدۂ اشعار کہہ ہی نہیں سکی۔ ان میں سے صرف آخر کا شعر میرے حافظے میں رہ گیا، اور وہ یہی —

ولکن فومہ لا دعب بہا رهم اذا غربت شمس یدبرونہا مسمسا

انہوں نے ایک مرتبہ مصر کا شعر کہا تھا، جس میں وہ بادشاہ ابن سہا سے ملے تھے، اور وہ پہلے شخص تھے جن سے میں نے اس کا ذکر سنا اور ان ہی کی رباعی اس کے اشعار بھی سننے۔ ابو عبد اللہ صناعت شعر میں نہایت وسیع العدر آدمی تھے۔ انہوں نے ابیہ اکثر اشعار کو سید اجل ابو الربیع سلیمان بن عبد اللہ بن عبد المومن کے نام سے اسی زمانے سے منسوب کر دیا تھا جب وہ ان کے ہاں کذابت کے عہدے پر تھے۔ لیکن اس وقت کے بعد کئی ایسا شعر نہ تھا جو ابو الربیع کے نام سے مشہور ہوتا، گو کہ ابو عبد اللہ کے اکثر اشعار کو رواۃ ہمیشہ ابو الربیع کے اشعار ہی بتاتے ہیں۔ مجھے یہ علم و اندازہ اس وقت ہوا کہ جب میں ابو عبد اللہ سے جدا ہوا، کیونکہ اس کے بعد پھر مجھے ابو الربیع کے اشعار نہیں ملے۔ اور کچھ وجہ بہ بھی تھی کہ میں نے ان دونوں نزوکوں کے اشعار میں صریح فرق پایا، اور میں نے ابو الربیع کے اسے اشعار بھی دیکھے ہیں جو شعریت کے لحاظ سے نہایت پست ہیں۔ اس سے میں نے بہ اندازہ کیا کہ ان کے وہ پرانے اشعار، جو ایک نام سے مشہور ہیں، انکے ہرگز نہیں ہیں۔ ان ہی ابن عبد ربہ نے مجھے یہ واقعہ سنا کہ ”میں ایک مرتبہ سید ابو الربیع کے ہاں گیا۔ اس وقت وہ ایک قبۃ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے دیکھا کہ چند جوتے چھوٹے طافجور میں سورج کی کرنیں اوپر سے جھن جھن کر اندر آرہی ہیں۔ یہ منظر مجھے بہت ہی اچھا معلوم ہوا، اور میں نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے:—

۱ - نصارتہ "شمس نعل فعلیہا فی العاصمین منہ سمہ و مسہمہ

۲ - خفت تو "ی انجود نغذ مہرہ ہدوت علیہ دہانہ و درامہما

دوسرے شعر میں لفظ "دندیر" میں سے حرف د کو حذف کر دیا گیا ہے، "اور بہ جئر ہی" جیسا کہ کسی اور قدم شعر نے کہا ہے کہ -  
تصل نہ امدا و فید العصارہ

جن دنوں میں اپنے سہیل و اسد انو حنتر احمد بن محمد بن یحییٰ حمیری رحمہ اللہ سے فرطیہ میں رہ کر، تھا ان دنوں سنہ ۶۰۶ میں انہوں نے صبیحہ امیر المومنین ابو یوسف کے متعلق ایک قصہ سنا۔ ہوا کہ میں اسد انو حنتر سے اللہ سے میں رہا تھی کہ :-

دا لطف زتابہ للحدوت الصاحب ولعائن والادب .

تو جب میں اس شعر پر پہنچا کہ -

واللہ لو لافیتہ خلیا لاب سیدانا مع العالی

تو حضرت اسد انو حنتر نے کہا کہ "اس شعر کے متعلق میں تم کو ایک قصہ سناتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب امیر المومنین ابو یوسف ادفش (لعنہ اللہ) کے مقابلے کے لئے فرطیہ سے روانہ ہوئے، تو ان کے جانے کے ایک یا دو روز بعد میرے بیٹے عصام نے صبیحہ سے کہا کہ "ابا حن! میں نے رات خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین فرطیہ میں داخل ہوئے ہیں اور وہاں سے اس طرح واپس آئے ہیں کہ دو تلواریں لگائے ہوئے ہیں۔" میں نے کہا "بیٹا! اگر ہمارا یہ خواب سچا ہے تو امیر المومنین نے ادفش پر ضرور غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اور صبیحہ بھی شعر بان آیا کہ "واللہ لو لافیتہ . . . الخ"۔ آخر کار وہ خواب اور تعبیر دونوں درست ثابت ہوئے۔"

یہ ابو جعفر ایک اور بزرگ ہیں جن پر اندلس میں علم ادبیات کی انتہا ہو گئی۔ میں تقریباً دو سال ان کی خدمت میں رہا اور

میں نے شعر قدیم و جدید میں کسی راوی یا ادب، امثال، شعر نادرالوجود اور سجع کے متعلق حکایات بیان کرنے والے کو ان سے بڑھکر نہیں پایا: رضی اللہ عنہ و جاراہ عنا خیرا۔ انہوں نے تمام مشائخ اندلس سے حدیث شریف، قرآن مجید اور آداب کے علوم احذ کئے۔ ان کی طول عمر اور علم سے صدق و محبت اور افراط شعف نے اس تحصیل میں اور بھی زیادہ مدد دی۔ ان کے صاحبزادے عصام نے مجھ سے بیان کیا، اور میں نے ان کے پاس ابو الطیب کا دیوان دیکھا ہے، بلکہ اس کا اکثر حصہ بڑھا ہے، اور نہایت صحیح پایا ہے۔ میں نے عصام سے کہا کہ ”آپ نے اسے اصل صحیح نسخے سے لکھا ہے، مگر صحت نقل سے پرہیز کیا ہے۔“

عصام :- وہ ناممکن ہے کہ دنیا بھر میں کوئی نسخہ اس سے زیادہ صحیح ہو جس سے میں نقل کرتا ہوں۔  
میں - وہ ہے کہاں؟

عصام - وہ نسخہ اس وقت بہین، ہمارے سامنے، اور ہمارے پاس موجود ہے۔  
میں :- (ہم اس وقت مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے) کہاں ہے؟

عصام - آپ کے داہنے ہاتھ کو رکھا ہے۔  
میں سمجھ گیا کہ ان کا مطلب جناب شیخ سے ہے۔ مگر میں نے کہا کہ ”میرے داہنے ہاتھ تو صرف استاذ تشریف فرما ہیں۔“  
عصام - بھی تو میرا وہ اصلی نسخہ ہے جس سے میں نے نقل کیا ہے۔ وہ مجھے اپنے حافظے سے لکھواتے تھے۔  
بہ سنکر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ حضرت استاد ہماری یہ باتیں سن رہے تھے۔ ہماری طرف دیکھ کے کہنے لگے ”تم کس دھن میں ہو؟“

ان کے صہبرانہ نے سب سے جڑا سڈنا، نو وہ میرے تعجب کا حل  
 سنکر کہنے لگے کہ ”امر بعید معلوم ہوتا ہی کہ تم لرگت کہتی رہتے  
 حصول علم میں فلاح دہ ہر۔ تمہیں دبیران مغربی کے حفظ کرنے پر  
 تعجب ہوتا ہی۔ خدا کی قسم میں نے ایسے ایسے لرگت دیکھے ہیں  
 جو کذب سیدہ کے حفظ کو حفظ نہیں کر کے تھے اور ایسے مجاہد  
 نہیں سمجھتے تھے۔“ نو حضرت مذکور نے چہل نوے سال کی عمر میں  
 ویت دئی۔ ان کے بعد اندلس میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا  
 جو ہر قسم کی روایت میں اعلیٰ دستکار رکھتا ہو۔ میں نے نہ ان کے  
 قبل نہ ان کے بعد کوئی ایسا شخص دیکھا، جو۔ وصف اس امر کے  
 کہ اس میں علم، شدت، مہذب، حسن، احتیاز اور ان تمام صفات  
 کی معرفت ملل کی صحت موجود ہوں، مگر اصناف کو ہاتھ سے نہ دے  
 اور حقیقت امور کی طرف اس کا ذہن جلد منتقل ہوتا ہو۔ کو کہ میں  
 اپنے اشعار کی کثرت، نکل اور بعد حوادث سے بحوبی واقف ہوں  
 اور اسی وجہ سے ان اشعار کو حقیقی معنی میں اشعار نہیں سمجھتا  
 پھر یہی اپنے اشعار ان کو سنانا کرتا تھا اور خوب دانتا تھا کہ اشعار  
 اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں سنائے جائیں۔ مگر وجہ یہ تھی کہ وہ اکثر  
 صحیحے سنائے کا حکم دیا کرتے تھے۔ ان کو میرے اشعار سن کر بہت  
 جوش آتا تھا اور تعریف کیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات نہ بھی ہوتا  
 تھا کہ ان کو بار بار دھرا کر حفظ بھی کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ حسب  
 عادت انہوں نے صحیحے اشعار سنائے کا حکم دیا، تو میں نے یہ دو اشعار  
 سنائے، جو میں نے اپنے انک ہم مکتب مسمی فتح کی شان میں  
 فی البدیہہ کہے تھے، جو نہایت عقیف مزاج، حسین اور فرگس حشم  
 شخص تھا —

یا مَنْ لہ عن کِناسِ      مَنْ المَتِّیْمِ فلبہ  
 ما انت کاسمک فتح      و اما انت قلبہ

ان اشعار سے وہ نہایت محظوظ ہوئے، اور اپنے صاحبزادے کی طرف ملتفت ہو کر کہنے لگے کہ ”واللہ شعر اس کو کہتے ہیں، نہ کہ ان کو کہ جن سے تم تمام دن مجھے تصدیق میں مبتلا رکھتے ہو۔ اگر تمہیں شعر کہنا ہی تو ایسے ہی کہا کرو؛ ورنہ بہتر ہی کہ چپ رہو۔“ دوسرے روز مجھ سے کہا کہ ”نم حانتے ہو کہ عصام نے کل کیا کمال کیا ہی؟“ میں نے لاعلمی طہر کی، تو کہنے لگے کہ ”وہ تو کچھ ایسا ہی ہوا ہی کہ جیسے وہ عمل مشہور ہی کہ ”میں نے ہزاروں کو سزا دے کر دیا۔“ ہوا نہ کہ عصام نے کل دن بھر اپنے دماغ پر رور ڈال کر نہایت مشقت کے بعد نہ کیا کہ تمہارے دونوں ابیات کو لیکر ان کی روح کو سلب کیا اور ان کی آب و تاب کو برباد کر کے اور سب کو مسخ کر کے یوں کہا کہ :-

سبی فوادی خشف      ففوتی الیوم ضعف  
سموہ ففحما مجارا      و بی الحقیقہ حفف

اس نے سوا مجاز اور حقیقت کے اور کچھ بھی اضافہ کیا؟“ میں نے کہا کہ ”واللہ، یہ اشعار میرے اشعار سے بدرجہا بہتر ہیں۔“ نہ سنتے ہی ان کا چہرہ متعیر ہو گیا، اور حما ہو کر کہنے لگے کہ ”میان صاحبزادے، اس بیہودہ عادت کو چھوڑ دو۔ انسان کے اخلاق و عادت میں بدترین حدز خوش آمد اور ترغبن باطل ہی؛ اور وہ بھی خاص کر ایسی حالت میں کہ جھوٹی قسم کا بھی اس پر اضافہ ہو۔ خدا کی قسم، تم بخوبی جانتے ہو کہ نہ اشعار کسی کام کے نہیں ہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری فرت تمیز میں فرق آگیا ہو اور قوت اختیار کم ہو گئی ہو۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔“

اس واقعہ کے علاوہ میں نے ان کی شدت انصاف کا اس سے بھی زیادہ اندازہ کیا ہے۔ ہمارے ایک ساتھی علی بن خروف نے ان کی ہجو میں دو شعر کہے؛ مگر انہوں نے اس کے ان اشعار کی تعریف کی۔

اس کا قصہ یہ بھی کہ حضرت اسد (رحمۃ اللہ علیہ) کا لقب ”لوزی“ تھا۔ ان کے پاس ایک شخص نعلین پہنا جس کا نام عربوں تھا۔ (لُحْظ عربوں کے معنی کلکت کے ہیں) اور مصحح خط عربوں نہیں بلکہ غریبوں ہی)۔ بعض عتبہ حضرت اسد پر نہ تہمت لگاتے تھے کہ ان کو اس سے عیب ہی۔ حالانکہ وہ محض افرا ہی حدائے تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ایسی مائیں سے محفوظ و مدد رکھا تھا۔ ان خروف نے اسی امر کے بارے میں لکھا کہ --

أَحَقًّا سَمِ ابْرَصَ مَا سَمِعْنَا بِكَ فِدَ تَعَشَفْتَ اِسَّ مَع  
وَكَيْفَ وَاسْتَفِي الْبَطَانُ تَمَشِي وَ دَاثَ بَطِيرَ فِي حَوَّ السَّمَاءِ

حضرت اسد علیہ الرحمۃ نے اسے اپنے ہن سے خارج کر دیا۔ اس فضیہ کی خبر فاضی ابولولید ابن رنسد تک پہنچی۔ انہوں نے ابن خروف کو بلا کر زہ و کرب کیا، اور اسد کو اسے تعلیم دینے سے منع کر دیا۔ اس طرح حدائے تعالیٰ نے ان دو اشعار کی وجہ سے ابن خروف کو ان کے علم و تبصر کے استغناء سے محروم اور ان کے عتبہ عالیہ سے دور کر دیا۔ حضرت اسد نے اسے نظر انداز کر کے رخصت کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نہ ابن خروف کو فلاح نصیب ہوئی، اور نہ حصول علم سے بہرہ ور ہوا۔ بلکہ اپنے اسی محدود علم اور طباعت کی آمد پر منحصر رہ گیا۔

ہم لکھتے لکھتے کہاں سے کہاں پہنچ گئے، حالانکہ طالب علم اور ناظر کذب کے لئے بہ باتیں محض غیر ضروری ہیں۔ اب ہم بہر وہین سے سلسلہ کلام شروع کرنے ہیں جہاں جھوٹا تھا۔

اپنے آخری زمانے میں امیر المومنین ابو بربس نے حکم دیا کہ المغرب کے تمام یہودیوں کے لئے ایسا لباس مقرر کیا جائے جس سے وہ باقی تمام اقوام سے متمیز ہوں، اور جو صرف ان ہی کے لئے خاص ہو۔ اس غرض سے انہوں نے خاص قسم کا لباس مقرر کیا، جس کی آستینیں

اس قدر دراز نہیں کہ تقریباً قدموں تک پہنچتی تھیں، عماموں کی جگہ ایسی بدنما توپیاں پہنے کا حکم ہوا، جو شکل میں زبردستان کی طرح نہیں، اور کانوں کے نیچے نکت جانی نہیں۔ المغرب کے تمام یہودیوں میں یہی لباس رائج ہو گیا، اور ابوسف کے بعد ان کے بیٹے ابو عبد اللہ کے زمانے کے کچھ حصے تک جاری رہا۔ اس کے بعد اسے بدل دیا گیا؛ کیونکہ یہودیوں نے ہر ممکن وسیلے سے امیر المومنین سے درخواستیں کیں اور ہر شخص سے، جس کی سفارش کارگر ہو سکتی تھی، سفارشیں کروائیں۔ ابو عبد اللہ نے حکم دیا کہ وہ زرد کپڑے اور رد عمامے استعمال کریں۔ چنانچہ یہودی ہمارے زمانے، یعنی سنہ ۶۲۱ء تک اسی لباس میں نظر آتے ہیں، امیر المومنین ابوسف نے اس لباس کی تخصیص اس لئے کی تھی کہ ان کو ہمیشہ یہودیوں کے اسلام میں شکت رہنا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ”اگر مجھے ان کے اسلام کا یقین ہر جائے، تو میں ان کو ان فیود سے آزاد کردوں، اور ان کو شادی بیاہ اور دیگر تمام امور میں مسلمانوں کے ساتھ اختلاط و ارتباط کی اجازت دے دوں۔ اور اگر مجھے تھیک تھیک معلوم ہو جائے کہ وہ کافر ہیں، تو میں ان کے مردوں کو قتل اور اولاد کو قید کر کے ان کے اموال کو مسلمانوں کے لئے مال فیئ بنادوں۔ مگر مشکل یہ ہی کہ مجھے ان کے امور میں تردد ہی“۔ حق یہ ہی کہ جب سے المصامدہ کا آغاز ہوا، تب سے آج تک تمام بلاد المغرب میں یہودیوں کے ذمی ہونے یا نہ ہونے کا کبھی فیصلہ ہی نہیں ہوا۔ مرید برآن المغرب کے تمام بلاد اسلامیہ میں نہ کہیں کوئی کرجا ہی نہ ہیکل۔ یہودی ہم سے برابر اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ ہماری مساجد میں ہماری طرح نماز ادا کرتے ہیں، اور اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ واللہ اعلم ان کے دلوں میں کیا چھپا ہوا ہے، اور ان کے مکانوں میں کیا پوشیدہ ہے۔

اسی عہد میں ابو الولید محمد بن احمد بن محمد ابن رشد (جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے) پر سخت مصیبت پڑی۔ اس کے دو سبب تھے،



جن میں سے ایک ظاہر تھا ایک مخفی۔ مضمحل (اور وہی برا سبب  
 ہی) نہ تھا کہ حکیم ابو الولید علیہ الرحمہ نے ارسطو طاليس ' صاحب  
 کذاب المنطق ' کی "کذاب الحدیثان" کی سوج کرفی - روع کی . اس  
 کی تہذیب اور بسط اغراض و مطالب کے ساتھ انہوں نے اپنے تجربے کی  
 چند باتوں کا اضافہ کیا ، جو ان مضامین سے متعلق تھیں . اس کذاب  
 میں زرافہ خانور کی پیدائش اور اس کے ران بوم اور حٹے پرورش وغیرہ  
 کے ذکر میں حکیم موصوف نے دل لکھ دیا کہ میں نے بہ جانور بادشاہ بربر  
 کے شان دیکھا ہی . اور اسی صحن میں انہوں نے اور علماء کے طریقے کے  
 موافق مختلف اقوام کے ددشاہوں اور اسماء اقلیم کا بھی ذکر کیا . مگر  
 انہیں بالکل بہ خیل نہ رہا کہ حدام ملوک اور الفاظ کتب کو بدل  
 دینے والے تعریف و تمجید کرتے کرنے کی کیا لکھ جاتے ہیں ، اور بہ کہ اسے  
 امور قابل اندراج کذاب نہیں ہیں . اس قسم کی باتیں تھیں جن کی  
 وجہ سے وہ ان لوگوں کے مورد عتاب ہوئے ، کوکہ انہوں نے اپنے ہوشیہ  
 عم و غصہ کو کبھی ظاہر نہیں کیا . ابو الولید کو خود ہی ان سب باتوں  
 کو سمجھنا چاہئے تھا . کسی نے کہا ہی کہ "جس نے اپنے زمانے کو  
 پہچان لیا ، اس نے اس سے جھوٹ بولا ، اور جس نے اپنے رتبے کو  
 پہچان لیا ، وہ گونا گونا گویا ہو گیا" . کسی اور نے بھی خوب کہا  
 ہی کہ ۔

وانزلني طول النوي دار غربة اذا شئت لاقيت الذي لا أشاكله  
 فجامعته حتي يقال سجية ولو كان ذا عقل لكانت اعاقله

رفتہ رفتہ اس خیال نے لوگوں کے دلوں میں مضبوط جڑ پکڑ لی . اہل قرطبہ  
 میں سے چند آدمی ان سے عناد رکھتے تھے اور ہمسری کے مدعی تھے .  
 انہوں نے ابو یوسف کے پاس خبر پہنچادی ، اور اس کام کے لئے بہ طریقہ  
 اختیار کیا کہ ان کی چند تلخیص شدہ کتب ، جو وہ لکھا کرتے تھے ،  
 اٹھاکر امیر المومنین کے پاس لے گئے . انہوں نے ان کتابوں میں ابو الولید

ہی کی تحریر میں حند اسے ففرے دیکھے جو انہوں نے فلاسفۂ قدما سے نقل کئے تھے اور جن کا مفہوم یہ تھا کہ زھرہ بھی مختلف خداؤں میں سے ایک خدا ہی۔ انہوں نے ابویوسف کو یہ ففرہ دکھا دیا۔ امیر المومنین نے پہلے تو تمام رؤسا و اعیان کو جمع کیا، پھر حکیم ابو الولید کو بھی بلایا۔ وہ آگئے، تو امیر المومنین نے ان اوراق کو انکے سامنے پھینک کر سوال کیا کہ ”یہ تمہارا لکھا ہوا ہے“ انہوں نے انکار کیا۔ امیر المومنین نے کہا کہ ”جس شخص کی بد تحریر ہی اس پر خدا کی لعنت ہو“۔ یہ کہہ کر حاضرین کو بھی لعنت بھیجنے کے لئے کہا۔ پھر حکیم مذکور کو نہایت خستہ حالی کے ساتھ خارج کر کے حکم دے دیا کہ ”اس سے اور ہر اس شخص سے جو ان علوم میں سے کسی کے متعلق ذرا بھی گفتگو کرتے ہوئے سنا جائے بالکل قطع تعلق کر لیا جائے“۔ پھر تمام بلاد کی طرف اس مضمون کے فرمان جاری کئے کہ ان تمام علوم کو ایک ایک کر کے ترک کر دیا جائے، اور سوا طب، حساب اور ان علوم کے جن کو ان سے قربتِ قربہ ہے، مثلاً نجوم جس سے دن رات کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، باقی تمام فلسفی علوم کی کتابیں جلا دی جائیں۔ حناچہ تمام بلاد میں اسی فرمان کے اقتضاء کے مطابق عمل در آمد ہوا \*

مگر جب امیر المومنین قرطبہ سے مراکش کو واپس آئے، تو انہوں نے ان سب باتوں کو ترک کر دیا، اور خود علم فلسفہ کی تحصیل کی طرف راغب ہوئے۔ انہوں نے ابو الولید کو اندلس سے بلالیا، ان پر احسانات کئے، اور ان کا قصور معاف کر دیا۔ مگر ابو الولید مراکش پہنچ کر بیمار ہو گئے، اور اسی مرض میں سنہ ۵۹۴ کے آخر میں انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً آسٹھ سال کی تھی۔ خدا ان پر رحم فرمائے \*

اس تاریخ کے عرصہٴ فلیل کے بعد ابویوسف نے بھی وفات پائی، اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں ان کی وفات سنہ ۵۹۵ کے ماہ صفر کے شروع میں ہوئی \*

## ذکر ولایت امیر المومنین ابو عبد اللہ

### محمد بن ابی یوسف

ابو عبد اللہ کا نام محمد بن یعقوب بن یوسف بن عبد المومن بن علی تھا۔ ان کی والدہ 'رہر' ایک روسی خاتون اور ام ولد تھیں۔ ابو عبد اللہ سے سنہ ۴۰۵ء میں ان کے والد کی وفات پر بیعت کی گئی۔ ان کے والد نے اس سے قبل سنہ ۴۰۶ء ہی میں لوہون کو ان سے بیعت کرنے کا حکم دیا تھا، جب کہ ان کی عمر چند ماہ کم دس سال کی ہی تھی۔ کیونکہ ان کی پیدائش سنہ ۵۷۶ء کے آخر میں ہوئی تھی۔ اور وہ اپنے والد کی وفات تک اسر خلافت نے لئے مریض اور معروف رہے۔ تاریخ مذکورہ بالا کو ادبیں بالاسقلال امر حکومت حاصل ہوا۔ جس دن ان سے بیعت نامہ کی گئی۔ ان کی عمر ستر سال کی تھی اور ان کی وفات دسویں شعبان سنہ ۶۱۰ء کو ہوئی۔ اس حساب سے ان کی حکومت کا زمانہ چند ماہ کم سولہ سال کا ہوا ہی \*

### ان کی صفات

ان کا رنگ سمید، داڑھی کے بال بھرے، آنکھیں سیاہ، رخسار نرم، اور قد و قامت نہایت حسین تھا۔ وہ اکثر سر جھکائے رہتے تھے، بہت کم بولتے تھے اور وہ بھی نہایت غور و حوض کے بعد۔ ان کی خاموشی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ان کی زبان اور لہجہ میں تلاہٹ تھی۔ وہ مراج کے حلیم تھے، اور خونریزی سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ جس بات سے ان کو کوئی خاص تعلق نہ ہو اس میں دخل انداز نہ ہوتے تھے۔ مگر ان میں بہ عیب تھا کہ بحیل خیال کئے جاتے تھے \*

### ان کی اولاد

ابو عبد اللہ نہایت قلیل الاولاد آدمی تھے۔ جہاں تک صحبے علم ہی، ان کے بیٹوں میں صرف یوسف ولی عہد، یحییٰ، اور اسحاق ہی

تھے۔ یحییٰ نے ان کی زندگی ہی میں اشبیلیہ میں سنہ ۶۰۸ میں انتقال کیا۔ امیر المومنین کے حشم و خدام میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا ہے کہ امیر المومنین کے ان کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ ان کی چند لڑکیاں بھی تھیں \*

### ان کے وزراء

(۱) ابوربد عبدالرحمان بن موسیٰ بن بوہان، جو ان کے والد کے وزیر تھے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد امیر المومنین نے ان کو معزول کر کے (۲) اپنے بھائی ابراہیم بن ابویوسف کو وزیر مقرر کیا۔ بلا شک و شبہ وہ امیر المومنین مرحوم کے بہترین خلف اور امر و رارت کے لئے نہایت لائق و مناسب آدمی تھے۔ اگر نہ ضروری ہے کہ امور سلطنت کو اینار حق اور تردد ہوا و ہوس کے ساتھ چلانا چاہئے، تو میں نہیں سمجھتا کہ ان سے زیادہ بہتر کوئی اور شخص اس عہدے کا مستحق و مورد ہوسکتا تھا۔ وہ میرے نہایت دوست تھے، اور مجھے ان سے بہت سا مال و زر اور خلعتیں ملی تھیں۔ ان کی رارت کے زمانے میں میں ان سے وافق نہ تھا؛ کیونکہ ان دنوں میں بالکل نوجوان تھا۔ میں ان سے اس وقت واقف ہوا کہ جب سنہ ۶۰۵ میں وہ اشبیلیہ کے والی ہوئے، اور محمد بن الفضل نامی ہمارے انکے کاتب دوست کے ذریعے ان سے تعارف ہوا۔ ان سے ملائی ہونے کے پہلے دن ہی میں نے انکی شان میں ایک قصیدہ پڑھا، جس کی ابتداء یوں ہوتی ہے۔

لکم علیٰ ہذا الوری التقدیم      و علیہم التفویض والتسلیم  
اللہ اعلاکم و اعلیٰ امرہ      بکم و انف الحاسدین رغیم  
أحییتم الممنصور فہو کانه      لم تفتقدہ معالم و علوم  
و محارب و منابر و محارب      و حمی یحاط و ارمی و یتیم  
آگے چل کر میں نے ان کی حکومت اشبیلیہ کا یوں ذکر کیا :-  
فکانما حمص جمالا سارة      و کان ابراہیم ابراہیم

واری طلیضہ کھا جَر اُترہ سیرِ قبا لاد فَنس وحو ذمیم

اسی قصیدے میں کہتا ہوں کہ ۔

نَذری 'صَنِيبَ صَعِيدٍ وَكَبِيرِدٍ وَفِيهِ حُدَادٌ' وَالْعُلُوجُ حَنُومٌ

وَسَحَرْنَ الْأَعْدَاءَ فِيمَا أَصْرَمَتْ وَبَحَرْنَ بِالْكَرْبِ وَهِيَ حَمِيمٌ

چونکہ اس قصیدے کو نظم کئے ہوئے عرصہ کر رہا تھا ہی اس لئے

مجھے اس سے ردد کچھ دہ نہیں، اور نہ میں نے کبھی اس قصیدے

کی طرف رددۂ اعتدا کیا، کہوں نے بد اسعار سن کر بہت سسند کئے،

اور حبس کہ امراء و رؤسا کا وعدہ ہی، انہوں نے ازراہ لطف و کرم ان کی

بہت تعریف و توصیف کی، حالانکہ ان اسعار کی راکت، فلت

انطباع، اور تکلف طرہی، اس کے بعد مجھے ان نے ہاں اُخدا ان کا

بھٹ کرے اور بھی زیادہ فروغ حاصل ہوا، حتیٰ کہ وہ مجھے سے اندر یہ کہا

کرتے تھے کہ ”خدا کی قسم حب کبھی آب موحود نہیں ہوتے نو

مجھے آپ کی ملاقات کا نہایت مسدد اور حقیقی اشنیاں پیدا

ہو چکا ہے“۔ کچھ عرصہ میں اور وہ اسی فرط اسنیوں و محبت میں

بمراہ رہے۔ مگر بعد مبن مجھے وہاں سے حٹا دیا۔ اس وقت

وہ دوبارہ اشبیلیہ کی والی معرر ہوئے تھے۔ جدانچہ سنہ ۲۱۳ کے ماہ

دی الحجۃ کی آخری تاریخ کو میں ان سے رخصت ہوا۔ حب سنہ ۲۱۷

میں مجھے ایک انتقال کی خبر ملی ہی، اس وقت مبن مصر صعید

میں تھا۔ میں نے علم اثر و حدیث میں کسی اور عالم کو اتد بڑا راوی

اور ناقل نہیں دیکھا جیسے وہ تھے۔ وہ طاہرست میں اپنے والد کے ہم

مذہب تھے۔ امیر المومنین ابو عبد اللہ نے بعد مبن ان کو معزول کرکے

ان کی جگہ

(۳) ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابو عمران ضرر کو مقرر کیا۔

یہ ابو عمران ضرر، بوسف بن عبد المومن کی والدہ کے اجداد میں سے

تھے۔ امیر المومنین ابو عبد اللہ نے وزیر ابو عبد اللہ محمد بن علی کی

کنیت انویحیلی فرار دی تھی ۔ وزیر ابو عبد اللہ بہ لحاظ سیرت و سربرت نہایت عمدہ وزیر تھے ۔ وہ امیر المومنین کو تا بہ حد امکان فعل حیر ، نشر عدل و انصاف ، اور لشکر و رعیت کے ساتھ احسان کرنے پر ترغیب دلاتے تھے ۔ ان کے زمانے میں ملک ایسا سرسبز تھا اور رعایا و برانا کو اس قدر وسعت رزق اور کثرت عطا مہسر تھی کہ جیسی امیر المومنین ابو یعقوب بوسف بن عبد الرحمن کے عہد میں تھی ، یا نہ کہئے کہ اس کے فرد فرد حالت بھی ۔ امیر المومنین ابو عبد اللہ نے ان کو بھی معزول کر کے

(۴) ابو سعد عثمان بن عبد اللہ بن ابراہیم بن جامع کو وزیر بنایا ۔ ان ابراہیم کے دادا ، ابراہیم بن جامع ، ابن نومرت کے اصحاب مدین سے تھے اور ان ہی کے ہمراہ مراکش سے آئے تھے ۔ اصل میں وہ اندلس کے باشندے تھے ، اور ان کے آبا و اجداد طلیطلہ کے رہنے والے تھے ۔ یہ ابراہیم بن جامع صحرا عظم کے کنارے شریس نام شہر کے ایک عمام میں پروان حرھے تھے ، جس کا نام روطہ تھا ۔ وہاں ایک مسجد ہی ، جو اپنی فضیلت و بزرگی کے لئے مشہور ہے ، اور ہر سال تمام اہل اندلس اسکی زیارت کو جاتے ہیں ۔ بعد میں ابراہیم سرحد کو چلے گئے ، جہاں وہ تانبے کا کام کیا کرتے تھے ۔ اسی اثنا میں انکو ابن نومرت سے تعارف حاصل ہوا ، اور وہ ان کے اصحاب میں شمار ہونے لگے ۔ ان کی اولاد سلطنت میں بڑے بڑے مرتبہ پر پہنچی اور زبردست جاہ و حشمت کی مالک ہوئی ۔ حناچہ ان کی اولاد میں سے ابو العلاء ادریس ، ابو یعقوب بوسف بن عبد المومن کے وزیر تھے ۔ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ وزیر مذکور الان ، یعنی وزیر ابو سعید ، کے والد کا نام عبد اللہ تھا ، جو ابو یعقوب کے عہد میں سبقتہ اور اس کے گرد و نواح کے والی تھے ۔ مزید برآں انکو تمام بلاد کے جنگی جہازوں کی ولایت بھی حاصل تھی ۔ العرض وہ کچھ عرصہ یونہی وزیر رہ کر انتقال کر گئے ۔ مجھے گمان ہے

کہ خود 'صبر' المومنین ابو یعقوب ہی نے ان کو قتل کروا دیا تھا۔ انہوں نے  
 بُنی اولاد میں سے یوسف، حسین، اور عثمان (یعنی بھی وزیر  
 ابوسعید) کو چھوڑا تھا۔ ان کے علاوہ 'نک' لڑکے کی اور چند لڑکیاں  
 بی بی تھیں۔ مختصر یہ کہ وزیر ابو سعید عثمان کی وزارت میں قائم  
 رہی، اور امیر المومنین ابو عبد اللہ نے وفات پائی۔ پھر ان کے بیٹے  
 امیر المومنین ابو یعقوب کے ہاں بھی وہ وزیر ہی تھے کہ عین سنہ ۶۱۴  
 میں وہاں سے حلاً آیا، اس کے بعد سنہ ۶۱۷ میں صحیحہ معلوم ہوا  
 کہ ابو یعقوب نے ان کو معزول کر دیا ہے اور انک اور شخص کو وزارت  
 دی ہے، جس کا ذکر اسماع اللہ آ کے حل کر آئیگا \*

### ان کے حاجب

(۱) ریحان خسی، جسے ریحان بیدک بھی کہتے ہیں، انہی موت  
 تک ان کے ہاں حاجب رہا۔ اس کے بعد  
 (۲) مبشر خسی، جو مبسر ولدی بھی کہلاتا ہے، حاجب ہوا،  
 اور وہ امیر المومنین ابو عبد اللہ (رحمہ اللہ) کی وفات تک اسی  
 عہدے پر رہا \*

### ان کے کتاب

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان بن عیاش، جن کا پہلے ذکر  
 ہو چکا ہے، ابو عبد اللہ کے کتابوں میں سے تھے \*  
 (۲) ابو الحسن علی بن عیاش بن عبد الملک بن عباس، جن کے  
 والد کا ذکر عبد المومن اور ابو یعقوب کے حالات میں گر حکا ہے \*  
 (۳) ابو عبد اللہ محمد بن یحلفتن بن احمد فزاری — خدا ان کو  
 اپنے پاک بندوں میں رکھے، اور مجھے ان کے روئے انور سے قرب عطا  
 فرمائے، ان کے الفاظ شیریں سے میرے کانوں کو سماعت اندوز فرمائے،  
 اور ان کے شمائل شریفہ سے استمتاع کا موقعہ عنایت کرے، آمین! میں

بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے ان کے دست مبارک کو بوسہ دینے کی کیسی شدید تمنا تھی \*

یہ نو تھے کذاب انشاء۔ انکے علاوہ کُتاب جیش میں (۱) ابو الحجاج یوسف مُراہی (بہ تحفیف راء و ضم میم) ہیں، جو اہل شہر نش میں سے ہیں؛ اور ان کے بعد (۲) ابو جعفر احمد بن منیع ہیں، جو آج ہمارے زمانے، یعنی سنہ ۶۲۱، تک کُتاب جیش میں \*

### ان کے قضاۃ

(۱) ابو العاسم احمد بن بقی، جو ان کے والد کے ہاں قاضی کے عہدے پر ممتاز تھے۔ مگر معزول ہوئے، اور ان کی جگہ

(۲) ابو عبد اللہ محمد بن مروان کو مقرر کیا گیا۔ انکو امیر المومنین ابو عبد اللہ کے والد نے معزول کر دیا تھا۔ اپنی وفات تک قاضی رہے۔ ان کے بعد

(۳) شہر فاس کے ایک باشندے، محمد بن عبد اللہ بن طاہر، کو عہدہ قضا پر مامور کیا گیا۔ وہ حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے ہونے کے مدعی تھے۔ عہدہ قضا پر فائز ہونے سے پہلے وہ واعظ تھے، اور تصرف کے رنگ مدن زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ قاضی ہونے پر بھی ان کا یہی رویہ رہا، اور اسی میں مشہور تھے۔ ان صہات کے علاوہ ان کو اصول فقہ، اصول دین، اور مذاہرہ میں معرفت تامہ حاصل تھی۔ سنہ ۵۸۷ میں وہ امیر المومنین ابو یوسف سے ملے، ان کے ہاں نام پیدا کیا اور اعلیٰ رتبے پر پہنچے۔ میں نے ان ابو عبد اللہ حسینی کو یہ کہتے سنا ہی (اور میں اس وقت ان کے ساتھ مکان ہی میں تھا) کہ ”جب سے مجھے امیر المومنین ابو یوسف سے تعارف ہوا، اس وقت سے ان کی وفات تک مجھے ان سے انیس ہزار دینار وصول ہوئے، جس میں خلعتیں، گھوڑے اور حاکم بن شامل نہیں ہیں۔ یہ ابو عبد اللہ سنہ ۶۰۱ تک قاضی رہے، اور اسی



## بلنسیہ و مرسیہ کے حالات

بلنسیہ ' مرسیہ ' اور تمام مشرفی اندلس کے باشندوں نے بالاتفاق فوج کے ایک سردار کو اپنا حاکم مقرر کر لیا جس کا نام عبد الرحمان بن عیاض تھا ۔ یہ عبد الرحمان امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صلحہ اور بہترین افراد میں سے تھے ۔ صحابہ ان کے کئی احباب سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے ۔ ان کے متعلق ایک نہایت عجیب بات یہ ہے کہ وہ بہت درجہ رقبہ العلیہ آدمی تھے ' اور بہت جلد آبدیدہ ہو جاتے تھے ۔ لیکن حب و سوار ہو کر ہنہیا کرتے تھے ' تو کوئی شخص ان کے سامنے ظہیر نہیں سکتا تھا ' اور نہ کسی بہادر شخص کی یہ تاب تھی کہ ان سے مقابلہ کرے ۔ نصاریٰ کا یہ حال تھا کہ وہ لوگ صرف ان اکیلے کو ایک سو سہسواروں کے برابر شمار کرتے تھے ۔ جب کبھی وہ ان کا جہنڈا دیکھ پاتے تھے ' تو چیخ اٹھتے تھے کہ "ای لو! ابن عیاض آگیا ۔ ای لو! ایک سو سوار آ پہنچے!!" اس صالح بزرگ کی برکت سے خدائے تعالیٰ نے ان اطراف کو محفوظ رکھا ' اس کے ذریعے سے دشمنوں کو دفع کیا ' اور اس کی ہیبت نصاریٰ کے قلوب میں اس طرح قائم و مدامی کہ اسی ہیبت نے ان کو وہاں سے نکال باہر کیا ۔ ابن عیاض اندلس کے مشرفی حصے میں مفیم رہ کر اس کی حفاظت کرنے اور دشمنوں کو بھگاتے رہے ' بہان تک کہ انہوں نے وفات پائی ۔ اللہ ان پر رحم فرمائے ' ان کے چہرے کو تروتازہ رکھے ' اور انہیں ان کی سعی کا اجر عطا کرے ۔ مجھے ان کی وفات کی تاریخ تحقیق طور سے معلوم نہیں ہے ۔

ان کے بعد ان اطراف ملک کے انتظام کے لئے محمد بن سعد نام ایک شخص اٹھا ' جو ان لوگوں کے ہاں ابن مردنیس کے نام سے مشہور تھا ۔ وہ ابن عیاض کا خادم اور اسلحہ بردار تھا ۔ جب ابن عیاض کی وفات کا وقت آ پہنچا ' تو فوج ان کے گرد جمع ہو گئی اور دریافت

کیا کہ انتظام امور کس کے سپرد کیا جائے؟ لوگوں نے انکے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ ”وہ اس قابل نہیں ہے؛ کیونکہ میں سفنا ہوں کہ وہ شراب بیٹا اور نماز سے غافل رہتا ہے۔ اگر آپ لوگ ضروری خیال کریں، اور ضروری ہی بھی، تو اس شخص کو اپنا سردار بنا لیجئے (اور انہوں نے محمد بن سعد کی طرف اشارہ کیا) کیونکہ وہ صریحاً بہادر اور غنی النفس شخص ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ اس سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ پہنچائے۔ چنانچہ نبی ابن سعد ان بلاد کی ولایت پر اس وقت تک مامور رہا کہ اس نے سنہ ۵۶۸ کے کسی مہینے میں انتقال کیا۔\*

### مریہ کے حالات

اہل مریہ نے یہ کیا کہ انہوں نے اپنے ہاں سے تمام المرابطون کو خارج کر دیا۔ مگر اس بارے میں انکے آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ کس شخص کو حاکم بنایا جائے۔ انہوں نے ملکر سب سے سالار ابو عبد اللہ بن میمون کو حکومت کے لئے دعوت دی۔ وہ شخص ان میں سے نہ تھا، بلکہ شہر دانیہ کا باشندہ تھا۔ مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ ”میں بقی تم میں سے ہی ہوں۔ مگر مجھے ہمیشہ سے سمندر میں رہنے کی عادت ہے اور اسی وجہ سے مشہور ہوں۔ اگر کوئی شخص سمندر کی جانب سے تم پر حملہ آور ہوگا، تو میں اسے سمجھ لوں گا۔ لہذا تم میرے سوا کسی اور شخص کو اپنا حاکم بنالو۔“ اسلئے انہوں نے ایک شخص عبد اللہ بن محمد المعروف بہ ابن رمیمی کو حاکم بنا لیا۔ اسی کی حکومت کے دوران میں نصاریٰ نے خشکی اور تری سے اہل مریہ پر حملہ کیا، ان کے اہل و عیال کو قتل کیا، انکی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اور مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس قتل و غارت وغیرہ کا بیان طویل ہے۔\*

## جیان کے حالات

جین ' حصن شعورہ نک اس کے تمام اعمال ' اور اس کے قرب و جوار کی حدود پر ایک شخص قاض ہوا ' جس کا نام عبد اللہ تھا ۔  
میں اس کے باپ کے نام سے واقف نہیں ہوں ۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ وہ ان کے ہن ان ہمسک کر کے منہ دور تھا ۔ یہی عبد اللہ بعض اوقات حد نام کے لئے قرطبہ پر تھی قاض رہا ہی ۔

## اعرناطہ اور اشبیلیہ کے حالات

یہ دونوں شہر بدستور المرابطون ہی کے طاعت پذیر رہے \*  
یہ حالات ہیں اندلس کے ' المرابطون کی حکومت کے آخری زمانے میں ۔ اس صحن میں دیگر حصن و فلاع اور اور چھوٹے چھوٹے شہروں کے حرثی حالات بھی ہیں ۔ مگر میں نے طول کے خوف سے انکو ترک کر دیا ہے ' کیونکہ وہ حالات عام ہیں اور ان کو خاص کر دینا تطویل لا طائل ہی \*

## مغرب اندلس کے حالات

مغرب اندلس میں مغربوں کے داعی اور ضلالت کے سردار پیدا ہوئے ' جنہوں نے جہلاء کی عقلوں کو کزبرا دیا اور عوام الناس کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا ۔ ان میں احمد بن فسی نام ایک شخص تھا ۔ اپنے ابتداء امر میں وہ ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا ' اور ایک مکار اور شعبدہ باز شخص تھا ۔ مزید برآں وہ صنعت بدن اور طریق بلاغت کی پیروی کرتا تھا ۔ اس کے بعد اس نے ہادی ہونے کا دعویٰ کیا ۔ مجھے اُس کے متعلق بہہ خبریں صحیحہ طریقوں سے ملی ہیں ۔ مگر جو کچھ وہ چاہتا تھا کبھی پورا نہ ہوا ' اور اُس کے ساتھیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔ اُسکا قیام حصن مارتلہ سے ہوا تھا ۔ اس قلعہ کا نام اس سے پہلے دولت عتابہ کے حالات میں بیان ہو چکا ہے ۔

تو، جیسا کہ ہم نے کہا، اس کے ہمراہیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور اس کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔ انہوں نے حفیہ طور پر ایک شخص سے سارش کر کے اسے اس حصے سے خارج کر دیا اور الموحدون نے اُس کو سختی سے قابو کر لیا۔ وہ لڑگ اسے وہاں سے سرحد کو لے گئے، اور عبد المومن (رحمۃ اللہ) کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ ”میں نے سنا ہی کہ تم نے ہادی ہونے کا دعویٰ کیا ہی“۔ اُس نے جواب میں یہہ کہا کہ ”کیا صبح دو قسم کی نہیں ہوتی“ صبح کاذب اور صبح صادق؟۔ نو میں صبح کاذب تھا“۔ عبد المومن ہنس پڑے اور اسے معاف کر دیا۔ وہ ان ہی کے پاس رہا؛ حتیٰ کہ اسی کے ایک ہمراہی نے، جو اس کے ساتھ ادلس میں تھا، اسے قتل کر دیا۔ اس ابن قسی کے حالات نہایت قبیح ہیں، جن میں اللہ سبحانہ کے مقابلے میں اس کی جرأت، اور ولی اللہ ہونے کو ایک معمولی امر سمجھنا، وغیرہ وغیرہ، ناانین شامل ہیں۔ اس سے زیادہ اہم امور کا ذکر صحیحہ ان کے بیان سے مامع ہے \*

جب، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، مغرب اوصیٰ میں المصامدہ کی دعوت پھیل گئی، تو ادلس مغربی کے اعیان انکی طرف رغبت سے دیکھنے لگے، ان کے وفود آئے دن ان کے ہاں جاے لگے، اور روز بروز ان لوگوں کا المصامدہ کے ہاں جانے کا شوق تری پذیر ہوتا گیا۔ اس طرح جزیرہ نما کے اکثر حصص کے لوگ ان کے ہاں جا پہنچے: مثلاً جزیرہ خضراء، رندہ، اشبیلیہ، قرطبہ اور اغرناطہ۔ جس شخص نے ان بلاد کو فتح کیا تھا وہ ابو حفص عمر انتی تھا، جسکا ذکر اہل ”الجماعت“ میں گزر چکا ہے۔ مغربی ادلس کے تمام باشفدے ان ہی کی اطاعت میں جمع ہو گئے \*

عبد المومن نے بہ حالت دیکھی، تو انہوں نے حند ایک تری بڑی جماعتیں تیار کیں اور حریرہ نمائے ادلس کے ارادے سے چل نکلے۔ پہلے

شہر سببتہ گئے۔ وہاں سے سمندر کو عبور کر کے جبل طارن پہنچے اور اس کا نام جبل التمس رکھا۔ انہوں نے وہاں کئی ماہ تک قیام کیا۔ اس دوران میں کئی محل تعمیر کئے اور ایک شہر بھی آباد کیا جو آج تک بی بی۔ وہاں ان کے پس انداس کے مختلف شہروں، مدینہ، مائے، اعرناطہ، ربدہ، قرطبہ، اشبیلیہ اور ان کے کرد و نواح کے اعیان بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ اس بہار میں انہوں نے ایک مرتبہ اسنا عظیم الشان جشن قائم کیا، جس میں سرحد اور اندلس کے مختلف شہروں سے اس قدر رؤس، اعیان اور ملوک شامل ہوئے کہ کبھی کسی اور بادشاہ کے ہاں جمع نہ ہوئے تھے۔ وہی پہلا دن تھا کہ انہوں نے شعراء کو خون بلانا۔ اس سے پہلے یہ ہوا کرتا تھا کہ شعراء ان سے اجازت طلب کر کے اندر داخل ہوا کرتے تھے، حالانکہ ان کے دربار ہمیشہ شعراء کی ایک جماعت رہا کرتی تھی، جن میں سے اکثر خوش گو ہوتے تھے۔ العرض جب شعراء آجئے، تو سب سے پہلے ابو عبد اللہ محمد بن حبوس نے قصیدہ پڑھا۔ وہ اہل فاس میں سے تھے۔ ان کی شاعری کا رنگ محمد بن ہانی اندلسی سے مشابہ تھا۔ اسی کی طرح ان کے اشعار بھی جست بندسون اور دل ہلا دینے والے مگر رنگین الفاظ سے بُرہوتے تھے، اور کلام بہت کھرا ہوتا تھا۔ ان دونوں میں فرق یہ تھا کہ محمد بن ہانی کی طبیعت میں جودت اور کلام میں حلاوت بہ نسبت ابن حبوس کے زیادہ تھی۔ مختصر یہ کہ ابن حبوس نے اس روز جو قصیدہ پڑھا، اس کی زبان اور اس کا بیان دونوں نفیس تھے۔ اس میں سے یہ دو اشعار قابل تعریف ہیں:-

بلع الزمان بھدکم ما أملا      وتعلمت انامہ ان تعدلا  
و بحسبہ أن کان شیا قابلا      وجد الهدایہ صورۃ فتشکلا

مجھے ان دو اشعار سے زیادہ کچھ یاد نہیں رہا کہ لکھوں۔ ابن حبوس کے قصائد کنیر التعداد ہیں۔ وہ عبد المومن کے منظور نظر لوگوں

میں تھے، اور ان کے اور ان کے بیٹے ابو بعقوب کے عہد میں انکو بہت ثروت حاصل ہوئی۔ علیٰ هذا الغیاس وہ دولت لمنونہ میں بھی اول درجہ کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ مگر ان کی چند بدہودہ اور حماقت آمیز باتیں ان لوگوں کو معلوم ہو گئیں تھیں۔ اس وجہ سے وہ فرار کر کے اندلس پہنچے، اور عرصے تک انکے شہر سے دوسرے شہر کو بھاگتے اور چھپتے ہوئے پھرتے رہے، تا آنکہ دولت مرابطیہ میں انقلاب واقع ہو گیا۔ ان کے بیٹے عبد اللہ نے ان ہی کی تحریروں میں سے مجھے بہ حکایت سنائی ان کا بیان یہی کہ :-

”جس دن میں بلاد اندلس کے شہر سلب میں داخل ہوا ہوں، اس دن میری یہ حالت تھی کہ میں نے نین دن سے کچھ نہ کھانا کھا۔ میں نے لوگوں سے درباوت کیا کہ کس کے پاس جاؤں۔ انہوں نے مجھے وہاں کے ایک شخص ان الملع کا پتہ دیا۔ میں انکے کتب فروش کے پاس گیا، اور اس سے کچھ کاغذ اور دوات لیکر ان الملع کی شان میں ایک فصیدہ نظم کیا اور ان کے مکان کی طرف چلا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ باہر برآمدے ہی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے نہایت خوبی سے مرحبا کہا اور نہایت حندہ پیشانی سے ملے۔ انہوں نے کہا کہ ”میں سمجھتا ہوں کہ آپ مسافر ہیں؟“ میں نے کہا ”جی ہاں،“ پوچھا کہ ”آپ کس طبقے کے آدمیوں میں سے ہیں؟“ میں نے بتایا کہ میں اہل ادب میں سے ہوں اور شاعر ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے وہ اشعار پڑھے، جو ان کی شان میں نظم کئے تھے۔ وہ ان سے بہت متاثر ہوئے، اور مجھے اپنے مکان میں داخل کر لیا۔ پھر میرے لئے کھانا منگایا اور مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میں نے ان سے بڑھ کر حاضر طبیعت اور خوش کلام کسی کو نہیں دیکھا۔ جب میری روانگی کا وقت آیا، تو وہ اٹھ کر کہیں چلے گئے، اور واپس آئے تو دو غلام ایک صندوق لئے ہوئے ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے

وہ صندوق مبرے سامنے رکھ کر کہولا، اس میں سے سات سو مرا:طیہ  
 دینار نکال کر میرے حوالے کئے، اور کہا کہ ”بہ آپ کے لئے ہی۔“ پھر  
 مجھے ایک تھیلی دی، جس میں چالیس مدعال سرپا تھا۔ وہ بھی  
 مجھے دیکر کہا کہ ”لیجئے یہ میری طرف سے ہی۔“ مجھے انکے اس  
 قول سے تعجب ہوا، اور میں کچھ نہ سمجھ سکا کہ یہ سب کیا  
 ہو رہا ہے۔ آخر میں نے ان سے سوال کیا کہ ”یہ سب کس کی طرف  
 سے تھا؟“ کہنے لگے کہ ”بات یہ ہے کہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ  
 زمین صرف شعراء کے لئے وقف کر دی ہے، جس سے مجھے ادک سو  
 دینار سالانہ کی آمدنی ہے۔ مگر ان فتنوں کی وجہ سے، جنہوں نے  
 ملک پر آفت ڈھا رکھی ہے، سات سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ میرے ہاں  
 کوئی شاعر نہیں آتا، اور یہ سب مال وزربوں ہی جمع ہوتا رہا۔  
 آخر آپ آ گئے۔ اس لئے بہ آپ کو دیا گیا ہے۔ اور یہ جو چالیس  
 دینار ہیں، یہ خود میرے مال میں سے ہیں۔“ اس طرح، میں ان کے  
 ہاں بھوکا اور معمر ہو کر داخل ہوا تھا، مگر سیر اور غنی ہو کر واپس ہوا۔“  
 اسی دن عبد المومن کے حضور میں ادک اور شخص نے قصیدہ پڑھا  
 جو شریف طلیق مروانی کی اولاد میں سے تھا، اور اپنی مان کی طرف  
 سے شریف تھا۔ اس نے بڑھا کہ۔

مال المعدي جنة اوتي من الهرب

عبد المومن نے بہ آواز بلند کہا ”الٰی آین؟ الٰی آین؟ (یعنی  
 ”کدھر کو؟ کس طرف کو؟“)۔ شاعر نے کہا۔

ان المعرو وخيل الله في الطلب

واين نذهب من في رأس شاهقة وقد رمته سماء الله بالشهب

حديث عن الروم في اقطار اندلس والبحر قد ملا العبرين بالعرب

جب وہ فصید کو یورا کر چکا تو عبد المومن نے کہا کہ ”خلفاء کی

مدح اسی طرح ہوا کرتی ہے۔“ آپ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے خود کو

خلیفہ کے نام سے مرسوم کیا۔ اس شاعر کا دادا شریف طلحہ  
 ”طلح النعامہ“ تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ابو عامر محمد  
 بن ابی عامر الملقب بہ منصور کے ہاں قید تھا، جو ہشام المویہ کی  
 دعوت لیکر آٹھا تھا۔ وہ کئی سال تک قید میں رہا۔ ایک دن ابو عامر  
 کو اس نے ایک خط لکھا، جس میں اپنا تمام حال قلمبند کیا اور قید  
 کی سختی اور خستہ حالی کی شکایت کی۔ وہ خط ابو عامر کے پاس  
 پہنچایا گیا۔ وہ اس کو دوسرے رفوع کے ساتھ رکھ کر گھر میں چلے گئے۔  
 انہیں میں ایک شتر مرغ، جو وہاں پلا ہوا تھا، آیا اور اس نے سب  
 رفوع کو منتشر کرنا اور نکلے بعد دیکرے نکلنا شروع کیا۔ ان رقعات میں  
 شریف مذکور کا رقعہ بھی کرا۔ ابو عامر نے اس وقت تک وہ رقعہ پڑھا  
 نہیں تھا۔ شتر مرغ نے وہ رقعہ اٹھا لیا اور گھومنے لگا۔ پھر اسے ابو عامر  
 کی کود میں ڈال دیا۔ انہوں نے اٹھا کر پھر شتر مرغ کی طرف پھینک دیا۔  
 وہ اسے لیکر پھر تمام مکان میں کھوما، اور پھر لاکر ان ہی کی کود میں  
 ڈال دیا۔ ابو عامر نے تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی کیا، اور شتر مرغ نے بھی  
 اسے پھر اسی طرح لاکر ان کی کود میں رکھ دیا۔ ابو عامر اس واقعہ سے  
 نہایت متعجب ہوئے، اس رقعہ کو پڑھا، اور شریف مذکور کو آزاد  
 کر دیا۔ اس سبب سے اسکا نام طلح النعامہ (یعنی آزاد کردہ شتر مرغ)  
 پڑ گیا \*

اسی دن عبد المومن کے سامنے ایک اور شخص نے بھی قصیدہ پڑھا،  
 جو ابن سید کے عرف سے معروف اور لص (یعنی جور) کے لقب سے  
 ملقب تھا۔ قصیدہ کے دو اشعار یہ ہیں :-  
 غَمَضَ عَنِ السَّمْسِ وَاسْتَفْرَمَدِي رَحْلَ - وَانْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ الرَّاسِي عَلٰى جَبَلِ  
 اَنْبِيَّ اسْتَقَرَّ بِهِ اَنْبِيَّ اسْتَقْلَ بِهِ اَنْبِيَّ رَايَ شَخْصَهُ الْعَالِي فُلْمَ يَزَلْ  
 عبد المومن نے کہا ”ای شخص! تو نے بڑی ثقالت سے کام لیا  
 ہے“۔ پھر ان کے حکم سے وہ شخص بٹھا دیا گیا۔ ان کی مدح میں



جس قدر قصائد لکھے گئے ہیں، نہ ان سب سے بہتر ہی، بشرطیکہ شاعر اس کی باکیرگی کو اس قسم کے آغاز سے مکدر نہ کر دینا۔

اس دن ورر و کاتب ابو عبد اللہ محمد ابن غالب بلنسی المعروف بـ رضای نے بھی فصدہ پڑھا۔ انہوں نے شہر مالعہ کو اپنا وطن بنایا تھا۔ وہ فصدہ نہ ہی۔

لو حُتُّ نارُ ہدی عن حنن الطور فبست ما شئت من علم ومن نور  
من کل زہراء لم ترفع ذوابتها لیلًا لساوٍ ولم تشب لمقرور  
فیضیہ العدح من نور النبوة او نور الهداة تجلو ظلمة الدور  
ما زال بعضہا النعری بموقدها صوام ہاحرة قوام دبجور  
حتی اصاعت من الابصار عن قیس قد کان نحت رماد الکفر مکفور  
نور طوی اللہ زند الکون منه علي سعط الی زمن المہدی مدخور  
و آبة کآیات الشمس بین ہدی عرو (?) علی الملک الفیسی مندور  
یادار دار امیر المؤمنین بسع الطود طود الہدی بُورکت فی الدور  
ذات العمادین من عرو و مملکة علي الاساسین من قدس و تطہیر  
ما کان بانیک بالوانی الکرامة عن قصر علي مجمع البحرین معصور  
مواطی من نبی طال ما وصلت فیہا الخطی بین تسبیح و تکبیر  
حیث استقلت بہ نعلہ بورکتا و طیت کل موطر و معبور  
و حیث قامت قذاة الدین ترفل فی اراء نصر علي البرین منشور  
فی کف منشمر البردین ذی ورع علي التقی و صفا العس معطور  
یلفاک فی حال غیب من سورته بعالم القدس مشہود و محصور  
تسئم القلک من سخط المرار و قد تُودین یا خیر افلاک العلی شیری  
فسرن یحملن امر اللہ من ملک باللہ مستنصر فی اللہ منصور  
یومی لہ بسجود کل محرکہ منها ویولیہ حمدا کل تصویر

لما تسابفن في بحر الرمان به  
 كانه سالك منه علي وشل  
 اهز من مرجه اذاع مسرور  
 من السيوف المي دابت لسطوته  
 ذوالمنشآت الجواري في اجرتها  
 اعدي المياد وانفاس الرباح لها  
 من كل عذراء حُبلى في ترائبها  
 يجلها بين اند من صباها  
 وربما خاضت النتيار طائفة  
 كأنما عبرت تخال عائمة  
 حتي رمت جبل العتقين من كنب  
 لله ما جبل العتقين من جبل  
 من شامخ الانف في سحنائه طلس  
 معبرا بذراة عن ذري ملك  
 تمشي النجوم علي اكليل عفره  
 ورئها مسجده من دوائبها  
 وادرد من ثناباة بما اخذت  
 محنتك حلب الانام آشطرها  
 مقتيد الحظو جوال الخواطر في  
 فد واصل الصمت والاطراف مفتكرا  
 كنهه كمدم مما تعبده  
 اخلق به و جبال الارض راحفة  
 كفاه فضلا أن انتابت مواطئه

تركن شطّيه في شتّك وتعبير  
 في الارض من مهبّ الاسداف معطور  
 ام حاض من لجة احساء مذعور  
 وقد رمى نار هيجابها بنسغير  
 شكل الغدائر في سدل وتضفير  
 ما في سجاباه من لين وتعطير  
 ردعان من عنبر ورد و كافور  
 عرقن في مقل ماء الورد من جور  
 بمدل احاجة الفخ الكواسير  
 في راخر من بدي بمناء معصور  
 ساطع من سداة غير مبهور  
 معظم العدر في الاجبال مذكور  
 له من العيم حبيب غير مزور  
 مستمطر الكف والاكفاف مصطور  
 في الجوّ حائمه مثل الدنانير  
 بكل فضل علي فودنه مجرور  
 منه مقاحم اعواد الدهاربر  
 وساقها سوق حادي العير للعبور  
 عجيب امرّيه من ماض ومنظور  
 بادي السكينة مغير الاساربر  
 خوف الوعيدبن من دك وتسيير  
 ان تطمئن غدا من كل محذور  
 نعلًا مليك كريم السعي مشكور

مستنشداً بهما ربح الشعاعة من  
 ما افك آمل امر منه بين بدي  
 حني تصدي من الدنيا علي رفق  
 مستقبل الجانب العربي مرقبا  
 لبارق من حُسام سلة قدر  
 اذا تالف قيسياً اهاب نه  
 ملك اتى عطما فوق الزمان فما  
 ما عن في الدين والدنيا له ارب  
 ولا رمي من امابه الي غرض  
 حتي كان له في كل آونة  
 ممدز الجيتس ملتا مواكبة  
 من الاولى خضعوا قسرا له و عنوا  
 من بعد ما عاندوا امرا فما تركو  
 بغية الحرب فاتوها وما بهم  
 الا ينكر القوم مما في اكهم  
 اذا صدعت بامر الله مجتهدا  
 لا يذهلان لتقليل اخو سبب  
 فالبحر قد عاد من ضرب العصي يبسا  
 و انما هو سيف الله قلده  
 فان يكن بيدي المهدي قائمه  
 والشمس ان ذكرت موسى فاسيت

ثري امام باقضي الغرب مغبور  
 بوم العيامة محترم و معدور  
 يستنجز الرعد قبل النفع في الصور  
 كانه باهت في جو اسمير  
 بالعرب من افق الببض المشاهير  
 الى شعبي من مضاع الدين موثر  
 يصر فيه بشيئ غير محفور  
 الا تاتي له من غير تعذير  
 الا هدي سهمه نصح المعادير  
 سلطان رن على الدنيا وتسخير  
 من كل مذلول عرش الملك مغبور  
 لامر ببن منهي و مامور  
 اذا امكن العور ميسور المعسور  
 في الضرب والطعن سيماء لتقصير  
 نبض مغليل اوسمر مكاسير  
 ضربت وحدث اعناق الجماهير  
 من الامور ولا بركن لتكنير  
 والارض قد غرقت من فور تنور  
 اقوي الهداة يداً في دفع محذور  
 فموضع الحد منه حد مشهور  
 فتاة يوشع قماع الجبابير

صافي نے جس دن بہ قصیدہ پڑھا ہی، اس دن تک ان کی عمر  
 بیس سال کی بھی نہ ہوئی تھی؛ حالانکہ وہ اس وقت کے جدید شعراء

میں سے تھے۔ بالخصوص مقطعات، مثل خمسۃ ابیات وغیرہ، میں ان کو کمال حاصل تھا۔ جن لوگوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، انہوں نے ان کے اشعار مجھے سنائے ہیں، جن کو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بہان درج کردوں، تاکہ جو کچھ میں نے ان کی توصیف میں کہا ہے بطریق مدلل ثابت ہو جائے۔ مثلاً وہ دربانے اشبیلیہ (جس کی نظیر تمام دنیا میں نہیں ہے) کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں -

ومہدن الشطین تعسب انه متسایل من درۃ لصفائہ  
فاعت علیہ مع الہجیرۃ سرحۃ صدقت لفیلتھا صغیحة مایہ  
فتراء ازرق فی غلالہ سمرۃ کالدارع استلعي لظل لوائہ

ایک مرتبہ وہ اور ان کے جند بھائی بند موسیٰ بن رزق نامی ایک شخص کے باغ میں جمع ہوئے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے یہ اشعار پڑھے :-

ما مل موضع ابن رزق موضع روض یرق و حدول نذق  
فکانما هو من صحاحر عادۃ فالحسن ینبت فی ثراہ و ینبع  
وعشیۃ لبست رداء شحوبہا والنجو بالعیم الرقیق مفع  
بلغت بنا امد السرور تالفا واللیل نحو فراغنا نطلع  
فابلل بها رمق العیون فعد آتی من دون فرص الشمس ما نوقع  
سقطت فلم یملک ندبملک رداھا فوددت یا موسی لو انک یوشع

اسی موسیٰ بن رزق ہی کے مکان میں ایک مرتبہ انہوں نے وقت شام کی تعریف میں کہا تھا کہ -

محل ابن رزق جر فیہ ذیلہ من المزن ساق یحسن الجر والسقیا  
ذکرت غشیاً فیک لا ذم عہدہ وان نحن لم ننتع ببہجتہ لقیا  
ولم بعثلق بی منک علت افتراقنا سوی عقب من مسک فقیثک اللصیا

و کنت ارانی فی الکری و کانتی  
فلمّا انطوی ذاک الاصل و حسنه  
أناول کالدبنار من ذهب الدنيا  
علي ساعه من انسنا صحت الروبا

ابک رھت کی تعریف میں کہنے میں کہ :-

۱ و ذی حدین نکاد سواقا یختلس الانس اختلاسا  
لما غد اللراض جارا قال للمحل لا مساسا  
بتسم الروض حین بکی بادع ما رأین باسا  
من کل جفن بسل سیفا صار له غمده رباسا

ادک دن انہوں نے ادک لڑکے کو دیکھا کہ لعاب دہن کو آنکھوں پر  
لگالگا کے رونی شکل بنا رہا تھا۔ اس پر یہ اشعار کہے ۔

۲ عذری من جذلان بدی کآنة و اضلعه مما یجادله صفر  
امیلد میاس اذا قاده الصبی الی ملح الادلال آندہ السحر  
بیل مآفی رھرتیہ برعہ و بھکی البکا عمدا کما یبتسم الزھر  
و بھم ان الدمع بل جفونه و حل عصرت دوما من الفرجس الخمر

ادک شخص سو رہا تھا، اور اس کے رخساروں پر اس کا پسینہ  
چھوٹے چھوٹے قطروں کی صورت میں نمودار تھا۔ اس کے مدعلق کہتے  
ہیں :-

۱ ترجمہ :- ایک آرزو مند نالہ کرنے والا ہی کہ جو مرتب ہی کہ اسے شوق و محبت  
سے اوروں کی جانوں پر بھی حملہ کرے۔  
جب وہ باغوں کا ہمسایہ ہو گیا، تو اس نے خشک سالی سے کہہ دیا کہ ”حیردار“  
اب اسے نہ جھونا“

جب وہ روتا ہی، تو ناع مسکراما ہی؛ مگر اس کے آنسو اسے ہنسنے کہ انہوں نے  
کبھی خوف میں دیکھا، اور اسی بلکوں سے روتا ہی کہ ہر آنکھ من سے ابکے تلوار  
نمودار ہوتی ہی، جس کے لئے سر بھی پیام بن جائے ہیں (مترجم)

۲ ترجمہ :- وہ اپنی حوصورت آنکھوں کے گوشوں کو اپنے لعاب دہن سے نہا کر  
کرنا ہی، اور دانستہ طور پر شکوہوں کی ہنسی کی طرح رونے کی شکل بنا رہی۔  
وہ سمجھتا ہی کہ آنسوؤں نے ہی اس کی بلکوں کو بر کر رکھا ہی۔ کیا کبھی نرگس  
میں سے بھی شراب نکالی گئی ہی؟ (مترجم)۔

۱ و مصحف كالعصن الا انه سلب ... النوم عن ...  
اضحي ينام وقد تحبب خده عرفا فقلت الورد رش بصاله

یہ رصائی ادبیات کے کئی فنون میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ وہ صاحب روری حلال اور پاک نفس آدمی تھے، اور باوصفیکہ ان کے اشعار نہایت عمدہ ہوتے تھے، وہ شہرت و جاہ کے طالب نہ تھے \*

عبد المومن جبل الفتح میں معیم رہکر برابر تدبیر امور اور انظام مملکت میں مصروف رہے۔ مختلف معاملات کے اعیان و سردار بھی وفد لے کر آتے رہے۔ آخر عبد المومن نے جو جو کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی، سب پوری ہو گئی۔ پھر انہوں نے اپنے بیٹے یوسف کو اشدبیلیہ اور اس کے اعمال کا والی بنا دیا، اور، جیسا کہ آگے چلکر ذکر ہوگا، عبد المومن کے بعد اسی نے سلطنت کی۔ یوسف کے لئے صلاح و مشورہ حاصل کرنے اور اہتمام امور اور مہمات میں رجوع لانے کے لئے الموحدون کے بڑے بڑے صاحب رائے اور صاحب عقل آدمیوں کو بھی وہیں جھوڑ دیا۔ بعد ازاں ابو حفص عمر اینی کو قرطبہ اور اس کے اعمال کا، اور اپنے بیٹے عثمان کو اغرناطہ اور اس کے اعمال کا والی بنایا۔ عثمان کی کنیت ابو سعید تھی۔ ان کی تمام اولاد میں وہ سب سے زیادہ نبیہ و نجیب اور پختہ کار شخص تھے۔ وہ ادبیات کے شائق اور اہل ادب کے قدردان تھے۔ اشعار سن کر بہت خوش ہوتے تھے، اور انپر انعام دیا کرتے تھے۔ ان کے ہاں ایسے ایسے زبردست شعراء اور با کمال کتاب کی جماعت رہتی تھی کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے بعد ان کے خاندان کے کسی اور بادشاہ کے ہاں ویسے جمع ہوئے ہونگے \*

جب عبد المومن جزیرہ نمائے اندلس کی حدود میں اپنے تمام علاقہ جات کو المصامدہ اور عرب وغیرہ کے سواروں اور پیادوں سے

۱ ترجمہ :- وہ ایک شاخ کی طرح نرم و نازک ہی۔

وہ سو رہا ہی، اور اس کی بینائی عرق عرق ہو رہی ہی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے گلاب پر عرق نمودار ہی (مترجم)

نُکُر کر چکے ، تو مراکش کی طرف مراجعت کی . جب انہوں نے (اس سے قبل) اندلس جانے کا ارادہ کیا تھا ، نو اکثر اہل المغرب نے ان کے ہمراہ حانا چاہا تھا . ان ہی لوگوں میں وہ عرب بھی شامل تھے ، جو بحیثیت بن عربر کے ملک میں تھے . وہ ہلال بن عامر کے قبائل میں سے تھے ، اور جب بنو عبید نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ جاکر المغرب میں آباد ہو گئے تھے اور قیروان میں اس بے دردی سے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تھا کہ وہ آج تک ویران پڑا ہی . انہوں نے عمر بن بادس کی موت کے بعد بنو زہری بن مناد کے ملک کو بھی تاخت و تاراج کیا . آخر بنو تمیم وہاں سے مہذبہ کو چلے گئے ، اور یہ عرب ہونے ہوتے منصور بن منتصر پر حملہ آور ہوئے اور اسے بہ مجبوری ان سے اس شرط پر صلح کرنی پڑی تھی کہ انہیں اپنی سلطنت کے خرما و گندم کی نصف آمدنی وغیرہ وغیرہ دی جاوے گی . اس لئے وہ اس کے اور اس کے بیٹے ، الملقب بہ العزیز ، اور پھر یحییٰ کے زمانوں تک وہیں رہے ، تا آنکہ ابو محمد عبد المومن نے ان سے وہ ملک حقیق لیا اور اس پر قابض ہو گئے . عبد المومن نے ان کو اپنی فوج میں داخل کر لیا ، اور ان کے رؤسا سے اس ملک کا کچھ حصہ لیکر انہیں جزیرہ نمائے اندلس میں جنگ آزمائی کی دعوت کے لئے ایک خط لکھا ، اور حکم دیا کہ اس خط کے آخر میں ان ہی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی درج کر دئے جائیں ۔

وقودوا الی الہیجاء جرد الصواہل  
وشدوا علی الاعداء شدة صائل  
بموت الظہی فی شدة المتواصل  
علی الماء منسوج ولیس بسائل  
وما جمعت من باسل وابن باسل  
عواقبها منصورة بالاولائل

اقیموا الی العلیاء ہرج الرواحل  
وقومو لنصر الدین قومة ثائر  
فما العز الا ظہر اجرد سابع  
وابیض مائور کآن فرندہ  
بنی العم من علیا ہلال بن عامر  
تعالوا فقد شدت الی العز نیہ

ہی الغزوة العراء والموعود الذي . . من بعد المدي المتناول  
 بها نفتح الدنيا بها نبلغ المني بها بنصف التحقيق من كل باطل  
 اهنأ بكم للخير والله حسبنا وحسبكم والله اعدل عادل  
 فما همنا الا صلاح جميعكم وتسريحكم في ظل اخضر هائل  
 وتسويغكم نعمي ترف طلالها عليكم بخير عاجل غير آجل  
 فلا تتوانوا فالبدار غنيمة وللمدح الساري صفاء المناهل ۲  
 ان کی ابک بڑی تعداد نے اس دعوت جنگ آزمائی کو قبول  
 کیا۔ جب عبدالمومن نے جزیرہ نما سے واپسی کا ارادہ کیا، تو ان

۱۔ یہاں کے الفاظ اصلی فلمی نسخے میں صاف نہیں دیکھے گئے۔ (مترجم بحوالہ دوزی)

۲۔ ترجمہ:- سرور اوتھسون کو درگی اور مشرامت در جاکر نہیرو، اور شریف النسل  
 گھورون کو حکم کی طرف لے جاو

انک خشمگین آدمی کی طرح دن کی مدد کے لئے آتھو، اور اعداد در انک حملہ آور  
 شخص کی طرح ہتھ کر

انک شریف النسل اور سر رفار کھوڑے در سوار ہوکر متواتر تلواروں کی دھاروں میں  
 گھس جائے کا نام ہی عرت ہی، اور وہ تلوار بھی اسی کہ سجد ہو اور منہور ہو اور  
 ابسا معلوم ہونا ہو کہ اسکا جوہر نانی ہی کا سا ہوا ہی، حالانکہ وہ مائع ہیں ہی۔  
 ہلال بن عامر کے درگ خاندان کے برادران عم راد اور بہادروں کے حصے بہادروں کے  
 جمع آوردہ لوگو! آؤ کہ دست انک چمک کے لئے تیار ہی، جس کے انجام اسکے آوازوں  
 سے ملے ہوئے ہیں۔

یہ انک مشہور چمک ہی اور ابک اسی جائے وعدہ ہی، جو ..... ابک طول  
 زمانے کے بعد سے .....

اسی سے دنیا فتح کی جانی ہی۔ اسی سے مرادین حاصل کی جانی ہیں۔ اسی  
 کے دریغ سے ہر انک باطل جبر سے حضعی جبر کی تمیز کی جانی ہی۔

ہم نے تم کو خبر کے لئے تیار کیا ہی۔ اللہ ہمارے اور تمہارے لئے کامی مددگار  
 ہی، وہ بہترین عادل ہی۔

ہمارا خیال صرف ہم سے ہی دھری اور ہم کو سبز رنگ گران بارش کے سادہ میں  
 چلائے، اور ایسی نعمتوں سے مالا مال کر دینے کا ہی جس کی پہچان ہم پر فوری  
 نیکوئیوں کو برساتی رہتی ہیں۔

سستی نہ کرو اور سرعت کو غیبت جانو: رات کے سفر کرنے والے کو جشمی صاف  
 ملا کرتے ہیں۔ (مترجم)



لوگوں میں سے جند کو نواحی قرطہ اور بعض کو نواح اشہلبہ کے ان علاقوں میں جھڑبا، حو سرنش اور اس کے اعمال سے ملحق ہیں چنانچہ وہ لوگ آج ہمارے زمانے (یعنی سنہ ۶۲۱) میں بھی وہاں موجود ہیں۔ اس طرح ان مقامات میں ان کی نسل سے ابک خلی کدیر پھیل گئی۔ پھر ان کی تعداد میں ابو عوف اور ابو بوسف نے اور سی ادراد کی اور وہ لوگ اور بھی رباہ ہو گئے۔ چنانچہ آج کل وہاں رغبہ، رباح اور حشم بن بکر وغیرہ قبائل عرب کی اولاد میں سے علاوہ پباد، آدمیوں کے تھریا پانچ ہزار سوار آباد ہیں۔ عبد المومن سمندر کو عبور کر کے حبل القتح پر سنہ ۵۴۸ء میں اترے تھے۔ پھر، حبسا کہ ہم نے بیان کیا، وہ مرائش کی طرف مزاحع ہوئے، اور مجھے ابک سے زائد معتبر اشخاص سے معلوم ہوا ہے کہ وہ شہر سالی میں جا کر فروکش ہوئے، حو بحر اعظم مروج ہی جس میں ابک بڑا دریا آکر گرتا ہے۔ انہوں نے دریا کو عبور کیا اور ساحل دریا پر ان کے لئے خیمہ نصب کیا گیا۔ پھر فوج بھی قبیلہ بد فہلہ ہو کر گزرے لگی۔ وہ فوج کی کمرت تعداد اور پھیلاؤ کو دیکھ کر سجدے میں رہتے اور جب سر آتھابا تو دیکھا گیا کہ ان کی داڑھی پسینے میں دوبی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے آس پاس کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ ”میں نہیں آدمیوں کو جانتا ہوں، جو اس شہر میں آئے۔ ان کے پاس سوا ایک روٹی کے اور کچھ نہ تھا۔ انہوں نے اس دریا کو عبور کرنا چاہا اور کشتی والے سے کہا کہ ”یہ روٹی ہم سے لیلو اور عبور کرادو“۔ اس نے جواب دیا کہ ”میں صرف دو آدمیوں کو لے جاؤں گا“۔ اس پر ان میں سے ایک نے جو نہایت قوی دل جوان تھا اپنے دونوں ہمراہیوں سے کہا کہ ”تم میرے کہنے لیکر چلو“ میں ویسے ہی تیر کر عبور کر لوں گا“۔ ان دونوں نے اس کے کہنے لے لئے اور کشتی میں سوار ہو گئے۔ وہ جوان تیرنے لگا، اور جب تھک جاتا تو آکر کشتی پکڑ لیتا اور تھری دیر دم لیکر پھر تیرے لگتا۔ ابک

مرتبہ حب اس نے اسی طرح کشتی کا سہارا لیا، تو اس کے ہمراہی کے ہاتھ سے اس کے ایکٹ حبو لگت گبا، حس سے اُسے تکلیف ہوئی۔ مگر وہ سخت مشقت کے بعد کنارے پر پہنچ ہی گیا۔ اس قصے کو سنکر سامعین اس نتیجہ پر پہنچے کہ تیرکر عبور کرنے والے شخص سے وہ خود کو مراد لینے ہیں، اور باقی دونوں رفیق ابن تومرت اور عبد الواحد شرفی ہیں۔

وہاں سے روانہ ہوکر وہ مراکس پہنچے، اور عمارات کی تعمیر، محل و قصور کی ترتیب اور باغ لگائے میں مشغول ہو گئے۔ مگر ان کاموں کی وجہ سے تدبیر امور، بسط عدل و انصاف، رعایا کی محبت اور دشمنوں اور بد خواہوں وغیرہ کے قلوب میں رعب اندازی وغیرہ سیاسی امور میں کسی نوع کا خلل نہیں واقع ہوا \*

مجھ سے ابو زکریا یحییٰ ابن امام امیر المومنین ابو بقرب بن امام امیر المومنین ابو محمد عبد الرحمن بن علی نے، کہ بہ لحاظ حقیقت سید اور بہ لحاظ خلق و مروت انک صاحب مسجد بزرگ ہیں، بیان کیا کہ ”میں نے کتاب الحماسہ کی پشت پر خلیفہ عبد المومن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نہ دو اشعار دیکھے ہیں؛ مگر مجھے نہ معلوم نہیں کہ نہ خود ان ہی کے ہیں یا کسی اور کے :-

و حکم السیف لا تعباً بعاقبة و خیلها سیرة تبقي علي الحقب  
فما ثنل بغير السيف منزلة ولا ترد صدور الخيل بالكتب

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، عبد المومن نے بجانہ سے روانگی کے وقت اپنے بیٹے عبد اللہ کو اس پر والی مقرر کیا تھا اور بہ عہد لیا تھا کہ وہ افریقیہ کے نواح پر حملے کیا کریگا اور تونس پر اس طرح نرغہ کرنگا کہ اس کے باشندگان کے تمام راستے اور مواقع آب بند ہو جائیں۔ عبد اللہ نے ایسا ہی کیا۔ وہ المصامدة اور عرب وغیرہ کی ایک فوج تیار کر کے تونس پر حملہ آور ہوا۔ شہر تونس افریقیہ کے ساحل کے قریب

فیرون کے بعد واقع ہی، افریقیہ کا گُرسی مملکت اور عمر تدبیر ہی،  
 اور والی افریقیہ وہیں رہتا ہی۔ یہ شہر ہمارے زمانے، یعنی سنہ ۶۲۱  
 تک، ایک مشہور و معروف مقام ہی۔ غرض کہ عبد اللہ مذکور نے  
 اسکا محاصرہ کر کے اسکے درختوں کو کاٹنا اور مواقع آب کو سکھانا شروع  
 کر دیا۔ اس وقت وہاں کا بادشاہ لوحار بن لوجار رومی تھا، جو ابن  
 الدوقہ کے نام سے مشہور اور صلیبیہ کا بادشاہ تھا (لعنہ اللہ)۔ ان دنوں  
 اس فے تونس پر ایک مسلمان شخص کو حاکم بنا رکھا تھا، جسکا نام  
 عبد اللہ اور عرف ابن خراسان تھا۔ وہ اس وقت نک وھان کا حاکم  
 رہا کہ جب الموحدون نے اسے وھان سے اس تاریخ میں خارج کر دیا  
 حس کا ذکر آگے آئیگا۔ جب ابن خراسان پر محاصرہ گرا گزرنے لگا،  
 تو اپنی اور اہل شہر اور بالخصوص اہل فوج کی رائے کے مطابق اس نے  
 المصامدہ کا معاہلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حناجہ اس فوار داد کے مطابق  
 وہ لوگ ایک زبردست جماعت نکرتے۔ ان کا اور عبد اللہ ابن  
 عبد المومن کی فوج کا معاہلہ ہوا، جس میں عبد اللہ کے ہمراہیوں کو  
 شکست ہوئی، ان میں سے ایک بڑی تعداد شہید ہوئی، اور عبد اللہ  
 باقی مادہ آدمیوں کو لیکر بحابہ کو واپس چلا گیا اور وھان پہنچ کر اپنے  
 والد کو اس تمام واقعہ سے اطلاع دی۔ سنہ ۵۵۳ کے آخر میں عبد المومن نے  
 افریقیہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے نفل و حرکت شروع کی، اور المصامدہ  
 اور اہل مغرب وغیرہ کو ملا کر ایک لشکر عظیم تیار کر کے جو روانہ ہوئے  
 تو سیدھے تونس پر جا کر قہیرے اور اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ  
 بنو عبید کے شہر مہدبہ کی طرف گئے، جہاں ابن الدوقہ کے رومی ہمراہی  
 تھے، جن کے ہمراہ یحییٰ ابن حسن بن تمیم بن معرب بن بادیس بن  
 منصور بن بلجین بن زمری بن مناد صنهاجی بھی تھا۔ عبد المومن نے  
 وھان رک کر اس کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ وہ شہر المعرب  
 کے نہایت زبردست اور مضبوط حصوں میں سے ہی۔ معلوم ہوا ہی

کہ اس کی فصیل کا عرض اس قدر ہی کہ اس پر جہہ سوار ایک ہی صف بفاکر چل سکتے ہیں۔ حشکی کی طرف سے اس کا راستہ صرف ایک دروازے سے ہی، اور سمندر ان لوگوں کے قبضے میں رہتا ہی جو شہر کے اندر ہوں۔ بلکہ یہی سبب تھا کہ رومی لوگ اس محاصرہ کو برداشت کرتے رہے، کیونکہ انہیں صقلیہ سے ہر وقت مدد ملتی رہتی تھی۔ عبد المومن اور ان کے ہمراہیوں نے کچھ دن کم سات ماہ تک برابر محاصرہ جاری رکھا۔ پھر انہیں گرانی اجناس وغیرہ کی وجہ سے بڑی بڑی سختیوں کا سامنا پڑا۔ جناحہ مجہ سے کئی آدمیوں نے کہا ہی کہ ان دنوں ان کے لشکر میں ناقلا کے سات دانے ایک مؤمنی درہم کو (جو نصاب زکات کے نصف درہم کے برابر تھا) ملتے تھے۔ تاہم عبد المومن (رحمہ اللہ) اور ان کے ہمراہیوں نے اسے فتح کر کے ہی چھوڑا، اور محصورین کو اس شرط پر امان دی کہ وہ سب لوگ صقلیہ حاکر اپنے بادشاہ کے ماتحت رہینگے۔ پھر عبد المومن اور ان کے ہمراہیوں نے مہندہ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ جمالیا۔ بعد ازاں انہوں نے حند آدمیوں کو قابس کی طرف روانہ کیا، جنہوں نے اسے فتح کر لیا؛ گو کہ اس میں بھی رومی موجود تھے۔ پھر انہوں نے طرابلس العرب اور اس کے بعد شہر توزر، قفصہ، نطفہ، حمامہ اور ان کے گرد و نواح کے دیگر شہروں کو بھی فتح کیا، اہل فرنگ کو وہاں سے نکال باہر کیا، اور ان کا الحاق اپنے مقبوضات سے کر دیا۔ اس طرح خدائے تعالیٰ نے افریقیہ میں کفر کو مٹا دیا اور دشمن کی طمع کو منقطع کر دیا۔ دین گویا خواب سے بیدار ہو گیا، کوکب ایمان زوال و غروب کے بعد پھر طلوع ہوا؛ اور عبد المومن کے ہاتھ سے مملکت غرب تک تمام ملک وسیع ہو گیا۔ وہ اپنی حیات میں طرابلس الغرب سے المصامدہ کے آخری شہر یعنی سوس تک، جزیرہ نمائے اندلس کے اکثر حصے، اور اس ملک پر قابض ہو چکے تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان سے قبل کوئی شخص اس قدر وسیع ملک

کا مالک ہوا ہو، خصوصاً جب سے کہ دولت بنو امیہ میں اختلال واقع ہوا \*

ح عبد المومن بلاد افریقیہ پر غلبہ حاصل کر چکے اور وہاں کے باشندے انکے مطیع و منقاد ہو چکے، تو وہاں سے واپس ہوئے۔ الموحدون کے حند ذی علم اور معتبر ضیوخ نے صحیحہ سے بیان کیا ہی کہ عبد المومن افریقیہ سے واپس آئے ہوئے شہر بجانہ مدین داخل ہوئے، اور سیر کرتے ہوئے تاظمت نامی دروارے کے قریب ایک بارار مین سے گزرے۔ ایک جگہ وہ اور انکے چند اعیان ملک قبیر کئے۔ انہوں نے وہاں کے ایک سوداگر کا نام لیکر اس کی خیر و عافیت دریافت کی۔ ان سے کہا گیا کہ وہ افتخار کر چکا ہی۔ انہوں نے پوچھا کہ ”اس نے کوئی اولاد بھی چھوڑی ہے کہ نہیں؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں چھوڑی ہے۔“ انہوں نے حکم دیا کہ ”اس بازار کی تمام دکانوں کو خرید کر مرحوم مذکور کی اولاد کے لئے وقف کر دی جائیں۔“ اس کے علاوہ ان کو بہت سامان و زر بھی دیا۔ پھر اپنے بعض خواص کی طرف دیکھ کر کہا کہ ”میں اُس سوداگر کے پاس ایسی حالت میں آنا تھا کہ میں اور امام (یعنی ابن تومرت) اور ہمارے چند طلبہ ہمارے ساتھ تھے۔ ہم لوگوں پر کئی دن ابسے گزرے تھے کہ ہم نے کچھ بھی نہ جکھا تھا۔ میرے پاس اس وقت سوا ایک قلم تراش چاقو کے اور کچھ نہ تھا۔ میں نے اس سے روتی اور سالن لیا، اور ان کے معاوضے میں وہ حاقو اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے لیئے سے انکار کیا اور کہا کہ ”میں تم میں دیکھ کر علامت دیکھتا ہوں۔ تمہیں جب کبھی کسی حیز کی ضرورت ہو کرے، اسی دکان پر آجایا کرو۔ یہ ہر وقت تمہارے لئے اور تمہارے حکم کے مطابق حلفے پر تیار ہی۔“ لہذا اس مرحوم کا حق اس سے بھی زیادہ ہی۔“

اسی روز بجانہ کے سفر کے دوران میں انہوں نے یحییٰ بن عزیر کی طرف دیکھا، جو ان کے آگے آگے پیدل حل رہا تھا اور اس کا تمام جسم

غبار آلودہ تھا۔ اسے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو بہہ آئے۔ اسے بلانا اور کہا کہ ”تمہیں وہ دن یاد ہی حب تم سیر کو جا رہے تھے؟“ مجھے یاد ہی کہ ہم تم اسی دروازے میں سے گزر رہے تھے۔ تمہارے گھوڑے نے میرا پاؤں کچل دیا تھا، اور جب میں نے تم کو دیکھا تھا تو تم نے اپنے ایک غلام سے مجھے اتنا پتوایا تھا کہ قرب تھا کہ میں گر پڑوں اور لوگوں کے ہجوم میں پس کر رہ جاؤں۔“ یحییٰ یہ سن کر شرمندہ ہوا، اس کے جہرے کا رنگ متعیر ہو گیا، اور وہ گھبرا کے کہنے لگا ”اللہ اللہ یا مولاؑ!“ کیونکہ اسے یہ خیال ہوا کہ شاید اس واقعہ کا یاد آجانا اس کے حق میں مضر ہی۔ عبدالمومن نے اس کی بہ حالت دیکھ کر کہا کہ ”میں نے وہ کیفیت تمہیں اس لئے یاد دلائی ہے کہ تم کو اپنی حالت پر عبرت ہو۔ اور ابھی کیا ہے، ابھی تو تم اور یاد کرو گے اور دیکھو گے کہ زمانہ کیونکر بدلتا ہے۔“ بہ کہہ کر انہوں نے اس کے لئے ایک ایسا حکم دیا، جس سے اس کا خوف جاتا رہا \*

اسی سفر کے اثناء راہ میں وہ بطحاء اور تلمسان کے مابین ایک ایسے مقام سے گزرے، جہاں ایک بڑا سا بیر کا درخت تھا، جس کی شاخیں ایک دوسری پر لپٹی ہوئی تھیں، اور ان میں سے ایک اس طرح زمین پر رکھی ہوئی تھی کہ اس کے درمیان میں خاصی کشادہ جگہ رہ گئی تھی۔ انہوں نے وہیں خیمہ رنی کا حکم دیا، حالانکہ وہ کچھ مشہور و معروف منزل نہ تھی۔ جب خیمے وغیرہ نصب ہو چکے، تو انہوں نے اپنے چند خواص سے کہا کہ ”تم حاکم ہو، میں یہاں کیون اتر ا ہوں؟“

خواص :- ہم نہیں جانتے۔

عبدالمومن :- اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت میں یہاں سے گزر رہا تھا، اور سخت بھوکا تھا۔ رات بھر بارش ہوتی رہی، اور صبح تک یہی درخت میرا مامن رہا۔ اب میں اس موجودہ

حالت میں یہاں اس لئے فروکش ہوا کہ انہی ان دونوں حالتوں اور راتوں کے فرق عظیم پر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کروں \*  
 یہ کہہ کر وہ اٹھے ، اور وضو کر کے شکرانہ کی دو رکعت نماز ادا کی ۔  
 یہ قصہ مبین نے عبد المومن کے ایک بڑے سے سنا ہی ، جسکا نام موسیٰ بن یوسف بن عبد المومن ہی \*  
 اسی سفر کے دوران میں ان کو خیال آیا کہ قرۃ تاحرا میں سے

(حور) حسب ذکر بالا ، ان کی جائے پیدائش تھی) ہو کر چلیں ، تاکہ اپنی والدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کا بھی موقع مل جائے اور رشتہ داروں سے صلۃ رحم بھی کرسکیں ۔ جب وہ وہاں ٹھہرے اور ان کی فوج بھی پھیل گئی ، تو ان کے سر پر تین سو سے زائد چہنڈے لہرا رہے تھے ، اور ان کے بڑے بڑے طفل اس زور شور سے بچ رہے تھے کہ سامعین کو بہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا انکی آواز سے زمین میں ادک زلزلہ آگیا ہی اور قریب ہی کہ وہ شق ہو جائے ۔ یہ کبیمیت دیکھ سکر اہل قرۃ ان کی ملاقات اور ان کی خلافت کو تسلیم کرنے کی غرض سے آئے ۔ ان میں ایک ایرانی بڑھیا بیٹی تھی ، حور عبد المومن کی والدہ کی سہیلیوں میں سے تھی ۔ اس نے بہت دلد آوار سے کہا کہ ”دیکھا! مساور آدمی اپنے شہر کو اس طرح واپس آنا کرنے میں!“

امر حکومت کے باب میں عبد المومن اور ان قوموت کے چند قرابت داروں کے مابین ، جو اہل و معار (جس کا عربی ترجمہ بنو ابن الشبنغ ہی) کہلانے تھے ، کجہ نراع ہو گیا ۔ ہوتے ہوتے یہ نوبت پہنچی کہ ان لوگوں نے آپس میں اس رائے پر اتفاق کیا کہ کسی دن عبد المومن کے خیمے میں داخل ہو کر ان کو قتل کر دیا جائے ۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ یہ سازش ظاہر نہ ہونے پائیگی ، اور حب عبد المومن گم ہو جائیگی اور قاتل کا پتہ نہ چلیگا تو امر سلطنت کا کل اختیار خود ان ہی کے ہاتھوں میں آجائیگا ؛ کیونکہ امام ابن قوموت کے اہل بیت اور مراہت دار

ہونے کی حیثیت سے وہی سب سے زیادہ حق دار ہونگے۔ مگر اصحاب ابن تومرت مبین سے انک شخص نے جس کا نام اسماعیل بن یحییٰ ہزرحی تھا، عبد المومن کو اس طرح اس واقعہ سے مطلع کر دیا کہ وہ ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ”امیر المومنین! میں کچھ حاجت لیکر حاضر ہوا ہوں۔“

عبد المومن۔۔۔ ابو ابراہیم! وہ کون سی حاجت ہی؟ ہم نے تو تمہاری تمام حاجتیں پوری کر دی ہیں؟

اسماعیل۔۔۔ وہ نہ ہی کہ آپ اس خیمے سے باہر تشریف لیجائیں، اور مجھے اس میں شب بانی کرنے دیں \*

اس نے صرف اسی قدر کہا، اور ان لوگوں کے ارادے سے خبر نہ دی۔ عبد المومن سمجھے کہ وہ ان سے خیمہ اس لئے مانگتا ہے کہ شاید اسے پسند آگیا ہی۔ وہ باہر حلے گئے، اور خیمہ اس کے لئے چھوڑ دیا۔ اسماعیل نے وہاں شب بانی کی۔ رات کو وہ لوگ اندر داخل ہوئے، اور اس کو تلواروں سے ایسی بری طرح کونجا کہ وہ وہیں تھنڈا ہو کر رہ گیا۔ جب صبح ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ وہ عبد المومن کا بال تک بیکا نہیں کر سکے، تو وہ لوگ وہاں سے فرار کر کے مراکش پہنچے اور وہاں قیام کرنے کے ارادے سے شاہی قصروں کے دربانوں کے پاس جا کر ان سے کنجیان طلب کرنے لگے۔ انہوں نے دہنے سے انکار کیا۔ اس پر انہوں نے ایک دربان کی گردن مار دی۔ باقی دربان یہ حالت دیکھ کر بھاگ گئے۔ قریب تھا کہ وہ لوگ قصروں پر غلبہ پالینے، کہ اتنے معین لشکر اور غلامان خاصہ میں سے حند آدمی آپہنچے، اور طلوع فخر سے طلوع آفتاب تک سخت جنگ ہوئی۔ غلام ان پر غالب آ گئے۔ پھر اور لوگ بھی ان پر اس کثرت سے قوت پڑے کہ آخر ان کو قطعی طور پر اپنے قابو میں کر لیا، اور گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ بعد میں ابو محمد عبد المومن (رحمۃ اللہ) بھی مراکش پہنچ گئے، ان شب



کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا، اور اُن کے ساتھ ہی شہر ہرغہ کے اعیان کی ایک جماعت کو بھی قتل کر دیا، کیونکہ انہیں نہ خبر ملی تھی کہ وہ لوگ سلطنت میں رخنہ اندازی کرتے تھے اور ان کی موت کے منتظر تھے۔ اُدھر بہ ہوا کہ جب صبح کو ابو ابراہیم اسماعیل کو حیمہ میں مقتول پایا گیا، تو عبد المومن کو نہایت درجہ صدمہ ہوا، اور اس قدر رنج ہوا کہ دل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بے اختیار جزع و روع کرنے لگے۔ انہوں نے ابو ابراہیم کے غسل و تکفین کا حکم دیا، اور خود نہ نفس بغیس اس کے حنازے کی نماز پڑھائی۔ پھر اسے دفن کر دیا گیا۔ اسماعیل نے بحیثی نام صرف ادک ہی لڑکا چھوڑا تھا، جو بڑا ہو کر ابو یعقوب کے عہد میں صاحب جاہ و رتبہ عالیہ ہوا۔ اسی طرح ابو عبد اللہ کے زمانے میں بھی اکثر امور سلطنت میں اس سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ اس نے تمام عمر اسی رتبہ و منزلت میں بسر کر کے سنہ ۶۰۲ میں انتقال کیا، اور ایک لڑکی چھوڑی، جس سے امیر المومنین ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن نے نکاح کر لیا۔ اس کا نام فاطمہ تھا۔ مگر امیر المومنین مذکور کی اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ خدا اس خاتون کی عمر دُرار کرے۔ جب مبن سنہ ۶۱۱ کے دوران میں مراکش سے چمّ ہون، وہ بہ قید حیات بتی۔

اسی اسماعیل کا ابن تومرت کے ساتھ بھی ایک واقعہ گُزرا ہے، جو واقعہ مذکورہ سے بہت کچھ مشابہ ہے، اور جس میں اس نے اپنی خیر خواہی اور تحذیر کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار کیا تھا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ جب امیر المسلمین نے ابن تومرت کو مراکش سے خارج کر دیا، اور وہ اس بڑی حالت میں وہاں سے نکلے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں، تو ایک موضع میں جا کر مفیم ہوئے جہاں ابو ابراہیم اسماعیل تھا۔ وہ ابک مسجد میں داخل ہوئے، تو وہاں کے باشندوں کے قہت کے قہت مسجد کے دروازے پر جمع ہونے اور ان کی طرف

دیکھ دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ”دیکھو یہی شخص ہی جسے امیر المسلمین نے شہر بدر کر دیا ہے“ کیونکہ وہ لوگوں کی عقلوں میں فساد ڈالتا تھا“ وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ان لوگوں نے امیر المسلمین کے ہاں تعزب حاصل کرنے کی نیت سے یہاں تک ارادہ کیا کہ ان تومرت کو قتل کر دیا جائے۔ ابو ابراہیم ان لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر ان تومرت کے پاس گیا، اور ان سے اس آیت کے اعراب دریافت کرنے لگا کہ ”ان الصلوات تمرون بک لیقتلک فاخرج انی لک من الناصحین“ (یعنی ”لوگ تمہارے ارد گرد جمع ہو رہے ہیں، تاکہ تم کو قتل کر دیں۔ لہذا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔“ )۔ ابن تومرت اس کا مطلب سمجھ گئے، اور اس مقام سے چلے گئے۔ اس واقعہ سے ابو ابراہیم کی خیر خواہی ان کے دل پر نفیس ہو گئی۔ جب تینمیل میں ابن تومرت کا امر مشہور ہو گیا، تو ابو ابراہیم وہاں ان سے ملا، اور ”اہل الجماعت“ میں شمار ہونے لگا۔

جب عبد المومن ان لوگوں کو قتل کر چکے، جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، تو المصامدہ اور تمام اہل دولت ان سے ہیبت زدہ ہو گئے، اور ان کے دلوں میں ان کی عظمت و جبروت نے اور بھی زیادہ گہر کر لیا۔

عبد المومن سنہ ۵۵ کے دہائی حصے اور سنہ ۶ اور سنہ ۷ میں مراکش میں اقامت پذیر رہے۔ پھر سنہ ۵۸ کے آغاز میں انہوں نے کافہ الناس کو جزیرہ نمائے اندلس کے بلاد رومی پر جنگ آزمائی کا حکم دیا، اور اپنی جانب سے تمام جہات کے باشندوں کی طرف جنگ میں شامل ہونے اور ان کو جہاد پر تحریص و ترغیب دلانے کے خطوط بھیجے۔ اس سے ان کے پاس ابک نہایت زبردست جماعت تیار ہو گئی۔ انکو ہمراہ لیکر وہ جزیرہ نمائے اندلس پر حملہ کرنے، ثواب حاصل کرنے، اور متقدم الذکر محمد بن سعد کے ہاتھ میں جس قدر ملک باقی رہ گیا تھا اسے فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہو کر شہر سلا میں فوج کو پورا

کرنے کی نیت سے تھیرے . مگر وہاں ان کو مرض الموت نے آلیا ، اور انہوں نے انتقال کیا . اللہ ان پر رحم فرمائے ! جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں ، ان کی وفات اسی سال یعنی سنہ ۵۵۰ میں ۲۷ جمادی الآخر کو ہوئی . انہوں نے اپنی حیات میں اپنے سب سے بڑے بیٹے محمد کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا . لوگوں نے اس سے بیعت کر لی تھی ، اور اس غرض سے تمام بلاد کو خطوط بھی لکھ دئے گئے تھے . مگر شراب نوشی کی مداومت ، اختلال رائے ، کثرت غصہ ، اور حماقت نقص انسی باتیں ہیں جن سے خلافت نہیں حل سکتی ، اور ان ہی امور کی موجودگی نے اسے خلیفہ نہ ہونے دیا . اور ہم بھی کہا جاتا ہے کہ ان سب باتوں کے علاوہ اس میں جذام کی علت بھی موجود تھی . واللہ اعلم \*

عبد المومن کی وفات کے بعد محمد مذکور کی حالت پریشان ہی رہی . لوگوں میں اس کے بارے میں سخت اختلاف پھیل گیا ، چنانچہ اس کی خلع کے وقت تک اس کی خلافت کا کل زمانہ ۴۵ دن کا ہوا . اسی سال شعبان کے مہینے میں اسے سخت سے اتار دینے کا بالانفاق فیصلہ ہو گیا تھا . علاوہ ان دنوں کی موجودگی کے جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اور جن کی بناء پر اس کا تخت سے علیحدہ کیا جانا برحق تھا ، اس میں اس کے دو بھائی یوسف اور عمر ، بھی ساعی تھے \*

## ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن کی ولایت

### اور اس کے متعلقات کا ذکر

جب تاریخ مذکور کو اعیان دولت کے اتفاق رائے سے محمد سے خلع کرا لیا گیا ، تو امر سلطنت عبد المومن کے دو بیٹوں ، عمر اور یوسف ، پر آکر ٹھہرا ، کیونکہ ان کے بدنوں میں سب سے زیادہ نبیہ و نجیب ، صاحب الرائے اور غنی النفس بھی دونوں تھے . لیکن عمر نے انکار کیا ، اور اپنے بیٹائی ابو یعقوب کی فرط عقل ، اس کے ایثار دین

اُور مسلمانوں کی بہتری کے خیال سے تمام اختیار اسی کو دے دیا، اُور اسی سے بیعت کر لی۔ اس کے علاوہ عمر بخوبی سمجھتا تھا کہ ”مجھ میں بعض باتیں ایسی ہیں، جو تدبیر مملکت اور ضبط امور رعیت کے لئے مناسب حال نہیں ہیں“۔ العرض بانفاق آراء ابو یعقوب یوسف کا انتخاب ہوا، اور ان کے کسی اور بھائی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ یہ سب کچھ ابو حفص عمر بن عبد المومن کی حسن سعی، شدت لطف اور حودت رائے سے ہوا۔ مختصر یہ کہ ابو یعقوب یوسف کا امر مستقل اور تارخ مذکور کو ان کی بیعت مکمل ہو گئی، اور جو کچھ ہوا وہ ان کے چچا ابو حفص عمر کی بدولت ہوا \*

ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن بن علی اور ان کے بھائی ابو حفص کی والدہ ایک شریف و آزاد خاتون تھیں، جن کا نام رینب بنت موسیٰ الضریر تھا۔ یہ مرسل اہل تینملل کے اعیان میں سے تھے، اور جب عبد المومن ہر اکش سے روانہ ہوئے تھے تو ان کو وہاں کا حاکم بفاکر چھوڑ آئے تھے۔ پھر ابن نورث کی رائے سے انہوں نے اپنے قیام تینملل کے زمانے میں ان کی بیٹی زینب سے نکاح کر لیا تھا۔ موسیٰ کی اولاد میں تین لڑکے، ابراہیم، علی اور محمد، اور چند لڑکیاں تھیں \*

### ابو یعقوب کا حلیہ اور دیگر صفات

ان کا رنگ سرخی مائل سفید تھا، نال سیاہ تھے، جہرہ گول، دھانہ بڑا، آنکھیں بڑی اور لمبی، اور آواز باریک مگر بلند تھی۔ وہ زیادہ گو، شیریں سخن، خوش کلام اور پاکیزہ صحبت آدمی تھے۔ اپنے وقت میں کلام عرب کے بہترین واقف، اور زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ایام عرب اور آثار و توارخ سے بخوبی ماہر تھے۔ نہ کمال انہوں نے اس وقت حاصل کیا تھا جب وہ اپنے والد کے وقت میں حاکم اشہلیہ تھے۔ وہاں ان کو کئی ایسے علماء سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا جو

علوم لغت، نحو، اور قرآن میں بد طولی رکھتے تھے : مثلاً الاستاذ اللعوی ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الملک المعروف بہ ابن ملکون . غرض کہ انہوں نے ان حضرات سے بہ تمام علوم اخذ کئے ، اور اکثر میں کمال حاصل کیا . ابو زکریا ، ابو عبد اللہ ، ابو ابراہیم اسحاق وغیرہ ، انکی اولاد میں سے جن حن سے میں ملا ہوں اور بالمشافہ گفتگو کی ہی ، انہوں نے مجھے کو بنایا ہی کہ ابو یعقوب یوسف اداء انعاظ قرآن میں بہترین شخص تھے . وہ نحو کے غوامض مسئل کو نہایت جلد اخذ کر لیتے تھے ، لغات عربیہ کے بہت حید حافظ تھے ، اور بہ شامت عالی حوصلہ ، فیاض اور سخی تھے . ان کے عہد میں لوگ بہ کثرت غنی اور مالدار ہو گئے . ان سب امور کے بوصف ، وہ علم کے نہایت سائق اور اس کے پیاسے تھے . مجھے اچھی طرح معلوم ہی کہ وہ صحیحین میں سے ایک کو حفظ کر رہے تھے ، مگر اس میں شک ہی کہ وہ صحیح بخاری تھی یا صحیح مسلم . اغلب خیال نہ ہی کہ وہ مقدم الذکر تھی اور ایسے والد کی حیات ہی میں قرآن شریف حتم کرنے کے بعد حفظ کی تھی . مرید برآن وہ علم فقہ سے بھی راف تھے ، اور علم ادب اور حفظ لغات میں ایک با کمال اور علم نحو میں ایک عالم متبحر تھے . بعد میں ان کے شرف نفس اور علو ہمت نے ان کو فلسفہ پڑھنے پر آمادہ کیا . حناچہ انہوں نے اس علم کے متعلق بہت سی کتب جمع کیں ، علم طب سے مطالعہ کا آغاز کیا ، اور مشہور و معروف کتاب الملکی کے عملی حصے کو جھوڑ کر اکثر نظریہ حصے پڑھے . اس کے بعد رفتہ رفتہ اس سے زیادہ بلند علوم فلسفہ کی طرف متوجہ ہوئے ، اور پھر کتب جمع کرنے کا حکم دیا ، اور اس طرح اتنی کتابیں جمع ہو گئیں جتنی الحکم المستنصر باللہ اموی کے کتب خانے میں تھیں . ابو محمد عبد الملک شدونی نے ، جو علم طب اور علم احکام نجوم کے ایک محقق ہیں ، مجھ سے بیان کیا کہ ”میں اپنی جوانی کے زمانے میں ایک

شخص سے علم احکام النجوم کی کتابیں مستعار لیا کرتا تھا۔ وہ شخص اشبیلیہ میں رہتا تھا۔ اس کا نام یوسف، کنیت ابوالحجاج اور عرف المرادی (بہ تخفیف راہ) تھا۔ اس کے پاس ان کتب کا عمدہ ذخیرہ تھا، جو فتنہ اندلس کے زمانے میں اس کے باپ کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ خیر، تو میں اس سے کتابیں مستعار لیتا تھا۔ اور کتابیں بھی اس کثرت سے تھیں کہ وہ مجھے بورون میں بھر بھر کے دیتا تھا۔ میں ایک بورا اسے واپس دے دیتا اور ایک اپنے گھر لے جاتا۔ ان دنوں اس نے مجھ سے کہا کہ اس کی وہ تمام کتابیں جاتی رہیں۔ میں نے سبب دریافت کیا، تو اس نے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ ”میری کتابوں کی خبر امیر المومنین کو مل گئی۔ انہوں نے ایک آدمی میرے گھر بھیجا۔ اس وقت میں دیوان میں تھا۔ مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے اپنے خادم کافور خصی کو اپنے غلامان خاصہ کے ساتھ بھیجا، اور حکم دیا کہ اہل خانہ میں سے کسی شخص کو دربارا دھمکایا نہ جائے اور سوا میری کتابوں کے اور کوئی چیز نہ لی جائے۔ بلکہ انہوں نے اسکو اور اس کے ہمراہیوں کو بہ دھمکی دی کہ اگر اہل خانہ کی ایک سوئی بھی ضائع ہوئی تو تم کو سزا دی جائیگی۔ غرض کہ میں اس وقت دیوان میں تھا۔ مجھے اطلاع کی گئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید وہ میرا تمام مال قرق کرنا چاہتے ہیں۔ میرے ہوش حواس غائب ہو گئے۔ خیر کسی طرح سوار ہو کر گھر پہنچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ان کا دربان کافور خصی میرے مکان کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے، اور کتابیں نکال نکال کر اس کے پاس پہنچی جا رہی ہیں۔ جب اس نے مجھے دیکھا اور سمجھ گیا کہ میں خوف زدہ ہوں، تو کہنے لگا کہ ”آپ کسی طرح کا خوف نہ کیجئے۔ امیر المومنین نے آپ کو سلام کہا ہے، اور اچھی طرح یاد فرمایا ہے۔“ وہ نوبہ کہہ رہا تھا اور میرا دم فنا ہو رہا تھا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ”اچھا آپ اپنے اہل

خانہ سے دریافت کیجئے کہ کسی نے ان کو کچھ ڈرا با دھمکایا ہی، نا انکا کچھ نقصان کیا ہی؟“ چنانچہ میں نے اہل خانہ سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ”نہیں ہمیں کسی نے بھی نہیں ڈرایا، نہ ہماری کسی چیز کا نقصان ہوا ہی۔ ابوالمسک نے ہماری باس آکر تین مرتبہ اجازت طلب کی۔ ہم نے اسے اجازت دی۔ وہ کتب خانہ میں داخل ہوا، اور اسے باہر نکالنے کا حکم دیا۔“ جب میں نے ان سے یہ سن لیا تب میرے ہوش تھکانے ہوئے۔“ امیر المومنین نے اس سے وہ سب کتابیں لیکر ایک زیر دست جاگیر عطا کی، جس کا وہ اکثر ذکر کیا کرتا تھا۔“

الفصہ ابو بعبوب بوسف اندلس اور المغرب کے علاقوں سے برابر کتب جمع کرتے اور علماء، اور بالخصوص اہل علم النظر، سے مباحثات علمی کرتے رہے، بہان تک کہ انہوں نے اس قدر علم و فضل حاصل کر لیا کہ ان سے پہلے المغرب کے کسی بادشاہ نے نہ کیا تھا۔ ان کی صحبت میں جو علماء اور متفنین رہتے تھے، ان میں سے ایک ابو بکر محمد بن طعیل تھے، جو فلاسفۃ اسلام میں سے ایک ہیں۔ وہ فلسفۃ کے تمام اجزاء کے محقق تھے، اور ابو بکر بن صائغ المعروف بہ ابن باجہ اور ان جیسے دیگر محققین فلاسفۃ کے علم فلسفہ اُخذ کئے ہوئے تھے۔ میں نے ابن طخیل کی فلسفۃ طبیعیات اور فلسفۃ الہیات وغیرہ پر کئی تصانیف دیکھی ہیں۔ چنانچہ ان کے رسائل طبیعیات میں سے ”حي بن بفظان“ نام کا ایک رسالہ ہی، جس میں انہوں نے نوع انسان کے مبداء کا ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ گو جسامت میں چھوٹا سا ہے، مگر اس فن کے لئے نہایت فائدہ مند ہے۔ ان کے رسائل الہیات میں سے ایک رسالہ میں نے خود ان ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے (رحمۃ اللہ)۔ انہوں نے اپنی آخری عمر علم الہیات کے مطالعہ میں صرف کی۔ وہ شریعت اور حکمت کے یکجا جمع کرنے کے بہت شوقین تھے۔ تمام انبیاء کی ظاہر و باطن طور پر بہت تعظیم کرتے تھے۔ مزید برآں انکو

علوم اسلامیہ عین بھی نہایت وسیع معلومات حاصل تھیں ۔ سمجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ الجامعہ کبڑا اطباء ، مہندسین ، کذاب ، شعراء ، تیر انداز اور لشکر ہوں وغیرہ کے حدام کی طرح سمجھتے تھے ، اور کہا کرتے تھے کہ ”اگر علم موسیقی نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا ، تو میں مفلس ہو جاؤں گا“۔ امیر المومنین ابو یعقوب یوسف کو ان سے غایت درجے کی محبت تھی ، یہیں بلکہ شغف تھا ۔ حناچہ سمجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ کئی کئی دن رات تک ان ہی کے ہمراہ قصر میں رہا کرتے تھے اور دہر نہیں نکلنے تھے ۔ بہ ابو بکر ابن طفیل حسنینات دہر میں سے تھے ۔ ان کے بیٹے بحیثی نے مراکش میں سنہ ۶۳۰ میں ان کے یہ اشعار سنائے تھے :-

الْمَتَّ وَ قَدْ نَامَ الْمَشِيعُ وَ هُوَا      وَأَسْرَتْ أَلِي وَادِي الْعَفْبِقُ مِنَ الْحَمَا  
وَجَرَتْ عَلَى تَرَبِّ الْمَحْصَبِ ذِيْلَهَا      فَمَا رَالَ ذَاكَ الْقَرَبُ نَهْبًا مَقْسَمَا  
تَنَاولَهُ أَدْيِي النَّجَارِ لَطِيْمَةً      وَ نَحْمَلُهُ الدَّارِيَّ إِبَانِ يَمَمَا  
وَلَمَّا رَاتِ الْأَظْلَامَ بَجْنَهَا      وَ أَنْ سَرَاهَا فِيهِ لَنْ بَتَكْتَمَا  
بَضَتْ عَذَابَاتِ الرِّطَا مِنْ حَرِّ وَجْهَهَا      فَابْدَتْ مُحَيَّتَا بَدْهَسِ الْمَتْرُسَمَا  
فَكَانَ تَجَلِّيْهَا حِجَابَ حَمَالِهَا      كَشَمْسِ الضَّحَى بَعْشَى بَهَا الطَّرْفِ كَلَمَا  
وَلَمَّا التَّقِيْنَا بَعْدَ طَوْلِ تَهَاجِرِ      وَ فَدَّ كَادَ حَبْلِ الْوَدِّ أَنْ يَتَصْرَمَا  
جَلَّتْ عَنْ ثُنَابَاهَا وَ أَوْمَضَ بَارِقِ      فَلَمْ أَدْرِ مِنْ شَقِّ الدَّجْفَةِ مَفْهِمَا  
وَسَاعَدَنِي جَفْنُ الْغَمَامِ عَلَي الْبَكَا      فَلَمْ أَدْرِ دَمْعًا أَيُّنَا كَانَ اسْجَمَا  
فَقَالَتْ وَ فَذَرَقِ الْحَدِيثَ وَ ابْصُرْتَ      قَرَأَنَّ أَجْوَالَ أَدْعَنَ الْمَكْتَمَا  
نَشْدُثُكَ لَا يَدْهَبُ بِكَ الشَّوْنُ مَذْمَا      يَبْوَنُ صَعْبَا أَوِيرَ خَصِّ مَا نُمَا  
فَامْسَكْتَ لَا مَسْتَغْنِيَا عَنْ نَوَالِهَا      وَلَكِنْ رَايْتَ الصَّبْرَ أَوْفَى وَ أَكْرَمَا  
اِسِيْ دَنْ اِنْ اَكْءَ بَيْثِيْ نِيْ      اِنْ هِيْ اَكْءَ نَحْوَرِيْ كَرِيْءُ زَهْدِيْ كَيْ مَتَعَلَقِيْ

یہ اشعار سنائے ۔



یا باکیا فرقۃ الاحباب عن شَحَابٍ  
 نور تردد فی طین الی اجل  
 یا عثر ما افترقا من بعد ما اعتلما  
 اظنبا هدنة كانت علی دَخن  
 ان لم یکن فی رضی اللہ اجتماعہما  
 فیالہا صفۃ تمّت علی غبن  
 میر علیک دوست نے ، جو انکے کُتاب میں سے تھے ، ان (رحمہ اللہ)  
 کے نہ اشعار عجیبے سنائے ۔

ماکل من سمّ نال راقحة  
 قوم لهم فكرة تجوز بیم  
 و فرقة فی التشور قد وقتوا  
 لا غاية تنجلي لظاہرهم  
 للناس فی ذا تباین عجب  
 بین الصعالي اولئك الذنب  
 و ليس يدرون لِمَ ما طلبوا  
 منه ولا بنقضي لهم ارب  
 لا يتعدي امرء جبلته  
 قد قُسمت فی الطبیعة الرتب

ابوبکر محمد ابن طفیل برابر اسی طرح امیر المومنین کو ہر طرف  
 سے علماء کے جمع کرنے پر تحریر و ترغیب دلاتے اور آنے والے علماء کی  
 کماحقہ قدر و منزلت کراتے رہے ۔ اسی ضمن میں انہوں نے امیر المومنین  
 کو ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد کا نام بھی بتایا ۔ اسی  
 وقت سے وہاں ان کا نام مشہور ہوا ، اور ان لوگوں نے ان کے اصلی رتبے  
 کو پہچانا ۔ مجھ سے ان کے ایک شاگرد ، فقیہ و استاذ ابوبکر بُندود بن  
 یحییٰ قرطبی نے بیان کیا کہ ”میں نے حکیم ابو الولید کو کئی مرتبہ  
 یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ”جب میں امیر المومنین کے ہاں پہنچا ، تو  
 میں نے دیکھا کہ وہ اور ابوبکر آپس میں باتیں کر رہے ہیں ، اور ان کے  
 سوا وہاں اور کوئی نہیں ہے ۔ ابوبکر میری تعریفیں کرتے تھے ، اور میرے  
 خاندان اور آسلاف کا ذکر کرتے ہوئے ایسی خوبیوں کو میری طرف  
 منسوب کر رہے تھے کہ جن تک میں ہرگز نہیں پہنچتا ۔ امیر المومنین نے  
 میرا اور میرے والد کا نام اور میرا نسب دریافت کرنے کے بعد سب  
 سے پہلی بات جو مجھ سے کہی وہ یہ تھی کہ مجھ سے یہ سوال کیا کہ

”آسمان کے بارے میں فلاسفہ کی کیا رائے ہے؟ وہ اسے قدیم بتاتے ہیں یا حادث؟“ اس سوال سے مجھے شرم بھی آئی اور خوف بھی ہوا۔ اسی بناء پر میں نے علم فلسفہ سے عدم واقفیت اور اس میں اپنے عدم اشتعال کا بہانہ کیا۔ اتنے میں نہ معلوم ابن طفیل نے امیر المومنین سے کیا کہہ دیا کہ وہ مبري شرم و حیا اور خوف کو تار گئے، اور ابن طفیل کی طرف متوجہ ہو کر اسی مسئلے پر ان سے گفتگو کرنے لگے، جس کے متعلق مجھ سے سوال کیا تھا۔ وہ اس مسئلے کے بارے میں پہلے ارسطاطاليس، افلاطون اور دیگر فلاسفہ کے اقوال نقل کرتے تھے، اور پھر ان پر اہل اسلام نے جو اعتراض و احتجاج کیا ہے اسکو بیان کرنے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کا حافظہ ایسا عمدہ ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ ویسا فلسفے کے کسی اور مشتعل و منفرغ شخص کا ہوگا۔ غرض کہ وہ اسی طرح اس مضمون پر بحث کرتے رہے، تا آنکہ آخر کار مجھے بھی بولنے کی ہمت ہوئی، اور جہاں تک مجھے اس مسئلے کے متعلق علم تھا ان پر واضح ہو گیا۔ جب میں واپس آئے لگا، تو مجھے مال و اسباب، ایک خلعت فاخرہ اور ایک گھوڑا عطا کیا۔“

ابن رشد کے اسی مذکور الصدر شاکرد نے مجھے خود ان ہی کی زبانی یہ واقعہ سنایا کہ ”ابن دن ابوبکر ابن طفیل نے مجھے بلایا اور کہا کہ ”آج میں نے امیر المومنین سے ارسطاطاليس، یا یہ کہو کہ اس سے ترجمہ کرنے والوں کی عبارت کی دقت کی شکایت کی اور ان عبارات کے غموض اغراض بیان کر کے کہا کہ ”کاش کوئی ایسا شخص مل جائے کہ ان کی تلخیص کر دے اور ان مطالب کو بہ خوبی سمجھ کر انکو اس طرح صاف کر دے کہ لوگ آسانی سے سمجھ لیں۔“ تو اگر آپ میں ایسا کرنے کی لیاقت اور ہمت ہو تو کر دیجئے؟ کیونکہ امیر المومنین آپ کی جردت ذہن، صفائی طبع اور قوت نزوع سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میری کبر سنی اور شغل خدمت ابسے کام

میں مانع ہیں، ورنہ میں کر دیتا۔ اور پھر میرے پاس اور کئی کام ایسے موجود ہیں جو اس سے زیادہ ضروری اور اہم ہیں۔“ یہ وجہ ہوئی کہ میں نے حکیم ارسطاطالیس کی کتابوں کی تلخیص کی۔“ میں نے ان ابو الولید کی ایک کتاب دیکھی ہے، جس میں انہوں نے ایک ہی جلد میں حکیم موصوف کی کتابوں کی تلخیص کی ہے۔ وہ کتاب ۱۵۰ صفحات پر حادی ہے۔ اس کا نام ”کتاب الحوامع“ ہے۔ اس میں ’نبیون‘ ”سمع الکینان“۔ ”کذاب السماء والعالم“۔ ”رسالة الکون والفساد“۔ ”کتاب آثار العلونہ“ اور ”کتاب الحس والمحسوس“ شامل کی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے حرارہ کی ایک مبسوط کتاب میں اس کی تلخیص اور ان کے اغراض کی تشریح کی ہے \*

خلاصہ یہ ہے کہ عبد المومن کی اولاد میں ’کیا شروع میں اور کہ بعد میں‘ سوا ابو یوسف کے کوئی ایسا شخص نہیں پیدا ہوا کہ حقیقی معنی میں بادشاہ ہو \*

### ان کے وزراء

(۱) چند اہم تک ان کے بھائی عمر نے وزارت کی۔ مگر چونکہ انہوں نے اس عہدے کو ان کی لیاقت سے بالاتر پایا، اس لئے ان کو علیحدہ کر دیا \*

(۲) پھر ابو انعلاء ادیس بن ابراہیم بن جامع وزیر بنائے گئے۔ مگر سنہ ۵۷۷ کے دوران میں ان کو گرفتار کر کے ان کا تمام مال و اسباب قرق کیا گیا۔

(۳) ان کے بعد خود ان کے بیٹے، اور ولی عہد، ابو یوسف وزیر ہوئے، جو ان کی تاریخ موت یعنی سنہ ۵۸۰ تک وزیر رہے۔ ان کی بیعت سے ان کے ملک روم میں شہید ہونے تک ان کی حکومت کا کل زمانہ چھ ماہ کم باقیس سال کا ہوتا ہے (رحمہ اللہ)۔

## ان کے کُتاب

(۱) ابو محمد عیاش بن عبد الملک بن عیاش، جو ان کے والد کے کاتب تھے۔

(۲) ابو الفاسم، المعروف بہ فالَمی \*

(۳) ابو الفضل جعفر بن احمد، المعروف بہ ابن محشوة، جو شہر بجایہ کے رہنے والے تھے \*

ابو الفاسم قلمی اپنی وفات تک کُتابت کے عہدے پر رہے۔ ان کے انتقال پر بہ لوگ مقرر ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ —

(۴) ابو الحسن ہوزنی اشبیلی، اور

(۵) ابو عبد الرحمن طوسی، فوج کے کُتاب تھے \*

## ان کے حاجب

ان کا حاجب کافور تھا، جو ان کا خصی غلام تھا۔ اس کے رنگت کی سفیدی کی وجہ سے اسے کافور کہا کرتے تھے \*

## ان کی اولاد

ان کی اولاد میں اٹھارہ لڑکے تھے، جن کے نام یہ ہیں —

(۱) عمر۔ (۲) یعقوب، جو ولی عہد تھے۔ (۳) ابوبکر۔

(۴) عبد اللہ۔ (۵) احمد۔ (۶) بکلی۔ یہ یحییٰ (خدا ان پر رحم

فرمائے) میرے دوست تھے، اور ان ہی سے مجھے اس خاندان کے اکثر

حالات و کوائف معلوم ہوئے ہیں۔ ان جیسا شخص نہ میں نے کبھی

شاہی خاندان میں دیکھا نہ بازاروں میں (رحمۃ اللہ علیہ)۔ اصل میں

مجھے لفظ ”خادم“ اختیار کرنا چاہئے تھا۔ مگر میں نے ”دوست“

اس لئے کہا کہ وہ مجھے خطوط میں کبھی ”اخی و صدیقی“ اور کبھی

”ولی“ لکھا کرتے تھے۔ میرے پاس انکے بہت سے خطوط موجد ہیں

جنہوں نے مجھے فضیلت کی حلعت پہنادی ہی اور ابسی صفات سے آراستہ کیا ہی، جن کا میں مستحق نہ تھا۔

(۷) موسیٰ • (۸) ابراہیم • (۹) ادريس • (۱۰) عبد العزيز • (۱۱) طلحہ • (۱۲) اسحاق • (۱۳) محمد • (۱۴) عبد الواحد • (۱۵) عثمان • (۱۶) عبد الحق • (۱۷) عبد الرحمن • (۱۸) اسماعیل • ان بیتوں کے علاوہ حند بیندیان بھی تھیں۔

### ان کے قضاۃ

(۱) ابو محمد مالمی، جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے معزول

ہونے کے بعد —

(۲) عیسیٰ بن عمران تازی ورر ہوئے، جو اعمال شہر فاس کے قزا نامی رباط کے باشندے اور اہل ورر کے قبیلۂ تَسول سے تھے، جو خود کو زناۃ سے منسوب کرتے تھے \*

یہ عیسیٰ اہل مغرب کے فضلاء و نبہاء میں سے تھے۔ نہایت بلند آواز خطیب، بصیح و بلیغ مقرر، اور ادب کا کمال شاعر تھے، اور اکثر علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ ابو بے غوف کے زمانے میں وہ مرتبہ بلند اور پانگاہ عالی پر پہنچ گئے تھے، وفود کی طرف سے کلام کیا کرتے تھے، اہم واقعات کے موقعوں پر لوگوں کو مخاطب کرتے تھے، اور عجیب و غریب پیرایوں میں تقریر کرتے تھے۔ مروت ان میں حد کمال کو پہنچ گئی تھی، اور حو لوگ اوروں سے قوت کر اور جدا ہو کر ان سے آ ملتے تھے، وہ انکی مدد اور نیامت کا پورا حق ادا کرتے تھے۔ ان کے بیٹے ابو عمران نے، جو آج کل ہمارے ہاں قاضی الجماعت ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ ”میں نے اپنے والد کو اسے لوگوں کا ذکر کرتے سنا ہی — اور بعض لوگ ایسے بھی موحود ہیں جو ان کے زہر سادہ پرورش پا چکے ہیں، مگر اب ان کو اس پر ملامت کرتے ہیں — کہ جنہوں نے پہلے

کوئی کار نمایان نہ کیا تھا اور محض بے قدر آدمی تھے ؟ مگر انہوں نے ان کو پستی کے گڑھے سے نکال کر صاحبِ داد اور مخلصی سے نکال کر صاحبِ شہرت و نہایت بنادیا تھا ۔ نہ تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہی کہ ان کے پاس نبیۃ العدر آدمی آئے ہوں اور صاحبِ مراتب ہو گئے ہوں ؛ بلکہ تعجب اسے لوگوں سے ہی ' جن کو انہوں نے مردہ سے زندہ ، گم نام سے مشہور ، اور پست و ناکارہ سے رفیع القدر کر دیا ' ۔ ان کے افراطِ تعصب و حجاب کا یہ حال تھا کہ وہ انکے دن کہہ رہے تھے کہ ” حمایت اس کو نہیں کہتے کہ تم اپنے دوست کی حمایت کرو ؛ کیونکہ اس کا حق ہی ' اور حق اس امر سے بالاتر اور غالب تر ہی کہ اس کی حمایت کی جائے ۔ نہیں بلکہ حمایت نہ ہی کہ تم اس دوست کی حمایت کرو ، حالانکہ تم کو معلوم ہی کہ وہ حق پر نہیں ہی ' ۔ اور اور اسی قسم کی باتیں ہیں جو ان سے منقول ہیں \*

انکے لڑکوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں گزرا ، جو کہیں نہ کہیں کا قاضی نہ ہوا ہو ۔ ان میں سے ایک علی تھے ، جو انکے مرد صالح تھے اور اپنے والد کے حینِ حیات ہی شہرِ بجاہ کے قاضی ہو گئے تھے ۔ پھر وہاں سے معزول ہو کر تلمسان کی قضا پر مامور ہوئے تھے ۔ وہ ہمارے اسے آدمیوں میں مشہور ہیں ، جو اپنے مذہبِ عین گوشہ نشین تھے ، اور حق کے بارے میں کبھی سستی اور مداخلت سے کام نہیں لیتے تھے ۔ دوسرے بیتے طلحہ تھے ، جو تلمسان کے قاضی تھے ، تیسرے بوسف جنکو میں شہرِ فاس میں قاضی کے عہدے پر چھوڑ کر آیا تھا ، مگر میں سنہ ۶۲۰ میں مکہ میں تھا کہ ان کی وفات کی خبر ملی ۔ چوتھے کا نام ابو عمران ہی ، اور وہ آج کل ہمارے ہاں قاضی ” الجماعت “ ہیں ۔ ان شاء اللہ ان کا ذکر اصلی موقعہ پر آئیگا \*

(۳) ابو موسیٰ مذکور کے بعد حجاج بن ابراہیم تحبیبی قاضی ہوئے ۔ وہ شہرِ مراکش کے اعمال میں سے شہرِ اغمات کے رہنے والے تھے ۔ ایسے

مرد صالح و پارسا نہیں کہ انکا شمار زہاد میں ہوتا ہے۔ علم فقہ و اصول فقہ کے عالم متبحر اور علم حدیث کے فاضل اجل تھے۔ پاک نفس و پاک دل بزرگ تھے۔ حق پر سختی سے جمے رہتے تھے، بلکہ اسی وجہ سے اکثر اعیان سلطنت نے ان سے تنگ آکر امیر المومنین ابو یعقوب سے انکی شکایتیں کرنی شروع کر دی تھیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ ان شکایات سے بادشاہ کے دل میں ان کی محبت اور بھی زیادہ جاگزیں ہوتی جاتی تھی۔ انہوں نے ابو یعقوب کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ انکی رقت قلب اور سرعت اشک کا بہ عالم تھا کہ ایک دن وہ ایسی حالت میں امیر المومنین کے پاس گئے کہ ان کی دازھی اور رداء آسویں میں تر تھی۔ امیر المومنین کے سامنے پہنچ کر اور بھی زیادہ اشکباری کرنے لگے۔ امیر المومنین نے سوال کیا کہ ”آپ کیوں روتے ہیں؟“

حجاج - امیر المومنین! میں آپ سے خدا کے لئے سوال کرتا ہوں۔ کیا آپ مجھے خدمت سے معاف نہیں کریں گے؟

امیر المومنین - پہلے آپ نہ بد قیاسے کہ آپ کی اس گریہ و راری کا سبب کیا ہے؟

حجاج :- میں مجلس حکم میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بوزہا شراب خوار میرے پاس لانا گیا، جس کو میں کئی مرتبہ سزا دے چکا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ”ای بدھے! قیامت کے دن تیرا حشر کس حالت میں ہوگا؟“ اس کے جواب میں اس نے دونوں ہاتھ کھول کر کہا کہ ”اس طرح“۔ قسم یہ خدا کہ جس وقت سے میں نے اسکے اس قول کا مطالبہ سمجھا ہے، آنسو میرے قابو میں نہیں ہیں کہ روک لیں۔ اصل میں اس نے میرے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ قول مبارک کذابانہ بیان کیا ہے کہ ”قیامت کے دن قاصی کا حشر اس طرح ہوگا کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے۔ پھر باتو اس کا عدل اسے آزاد کرائیگا با اس کا جور اسے

حوار کریگا۔ ”بھی اس حدیث کا مطلب ہی ۔ میں آپ سے خدا کے لئے سزا ل کرنا ہوں کہ اب آپ مجھے خدمت سے معاف رکھیں ۔ امیر المومنین نے اس کا وعدہ کیا ، تو انہوں نے کہا کہ ”ممکن ہی نہ میری جگہ کوئی ۔“

امیر المومنین (بات کات کر) — مگر حب نک آپ کی جگہ کے لئے کوئی شخص نہ مل جائیگا میں ایسا نہ کرونگا ۔ اس واقعہ کے بعد وہ چند دن ہی زندہ رہ کر انتقال کر گئے ۔ رحمہ اللہ \*

(۴) ان کے بعد ابو جعفر احمد بن مضاء قاضی ہوئے ۔ وہ اہل قرطبہ میں سے تھے ، اور امیر المومنین ابو یعقوب کی وفات کے بعد بھی ابودوسف المنصور کی خلافت کے شروع کے حصے میں قاضی رہے \*

## فصل

جب ابو یعقوب کا امر حکومت مستقل طور پر قائم ہو گیا ، تو وہ سنہ ۵۱۷ تک مراکش ہی میں اقامت پذیر رہے ۔ پھر ظاہراً صرف رومیوں سے جنگ آزمائی کرنے ، مگر باطناً تمام حزبہ نمائے اندلس پر قبضہ کرنے اور اعمال مرسیہ سے لے کر اس مقام تک کہ جہان آج مشرق اندلس میں مسلمانوں کی حکومت ہے (جس کا مختصر ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور جو محمد بن سعد المعروف بہ ابن مرنیش کے قبضے میں تھا اسے فتح کرنے کی نیت سے ، روانگی کا خیال کیا ۔ اس غرض سے انہوں نے المؤحدون کے قبائل وغیرہ میں سے ایک زبردست لشکر تیار کیا ، اور کوچ کر کے شہر سبتہ پہنچ کر قیام کیا ، جہاں ان کے لئے ایک عمارت تیار کی گئی ، جو آج تک باقی ہے ۔ جب ان کا لشکر پورا ہو گیا ، اور وہ افواج بھی ان سے آملین جو پیچھے آ رہی تھیں ، تو



سمندر کو عبور کیا اور اشبیلیہ میں خیمہ زن ہو کر محمد بن سعد کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی۔ ابو جعفر کے بھائی 'عثمان ابن عبد المومن' شہر اغرناطہ کے والی تھے، ان کو لکھا کہ فوجیں ہمراہ لے کر محمد بن سعد کے بابۃ تخت مرسیہ پر حملہ کرو۔ چنانچہ عثمان فوج لے کر چلے اور مرسیہ کے قریب الجلاب نام ایک موضع میں قیام پذیر ہوئے۔ ادھر سے محمد بن سعد بھی ایک لشکر عظیم لے کر نکلا، جس میں انکر فرنگی بھی شامل تھے، کیونکہ وہ اپنی جنگوں میں ان سے مدد لیا کرتے تھے، اور انکو اپنی فوجوں میں بھرتی کر کے جنگ میں لیتا تھا۔ وہ نہ تھے کہ اسے کوئی معلوم تھا کہ اس کی فوج کے انکر قائدین اور رعیت کے انکر افراد اس سے حلاف و عناد رکھتے تھے۔ اور اسی نفاذ پر اس نے اپنے انکر قائدین پر مختلف تہمتیں قائم کر کے انہیں طرح طرح سے قتل کر دالا تھا، جس کی ایک مثال یہ بھی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے اپنے ستر سالار کو دیوار میں چن دبا اور وہ بیچارہ اسی حالت میں بیوک بیداس سے مرگیا۔ اسی طرح اسے قتل کرنے کے اور بھی کئی دھنگ یاد تھے اور ان سے کام لیتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان تمام قائدین کو قتل و غارت کر کے نصاریٰ کو معر کیا، اور حسب سابق مختلف افواج ان کے ماتحت کر دیں۔ ان میں سے اکثر مرسیہ ہی کے باشندے تھے۔ العرض وہ اپنی افواج اور نصاریٰ کو ہمراہ لے کر نکلا، اور مرسیہ سے حارمیل کے واسطے بر الجلاب کے مقام پر دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ محمد بن سعد کی فوج نے سخت ہزیمت کھائی۔ اعیان روم میں سے چند آدمی قتل ہوئے، اور محمد بن سعد محصور ہو جانے کے ارادے سے مرسیہ میں داخل ہوا۔ المؤمنون نے نہایت سختی سے محاصرہ کیا، اور جب تک کہ محمد بن سعد نے دم نہ توڑ دیا انہوں نے محاصرہ کو برابر جاری رکھا۔ مگر اس کی موت کو پوشیدہ رکھا گیا۔ آخر کار اس کا بھائی، یوسف بن سعد الملقب بہ الرئیس، بلنسیہ سے

آپہنجا، جہاں وہ اپنے بھائی محمد کی طرف سے حاکم تھا۔ انعام کار اس نے اور محمد بن سعد کے بیتوں وغیرہ نے ہر طرح کے غور و خوض کے بعد یہ رائے قائم کی کہ سب مل کر امیر المومنین ابو یعقوب کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور ملک کو بھی ان کے ہی سپرد کر دیں۔ حناچہ انہوں نے اسسا ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ حب ابو عبد اللہ محمد بن سعد کی مرگ کا وقت قریب آبا، تو اس نے اپنے سب بیتوں (جن کی تعداد، جہاں تک مجھے علم ہی، آتھ، تھی) یعنی ہلال المکنیہ ابو القاسم (جو سب سے بڑا تھا اور اسی سے اس نے وصیت بھی کی تھی)، غام، زبیر، عزیر، بصیر، بدر، ارقم، عسکر (اور ان کے علاوہ اور جھوٹے لڑکے بھی تھے، جن کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں) اور اپنی بیٹیوں کو (جن میں سے ایک نے امیر المومنین ابو یعقوب سے اور دوسری نے امیر المومنین ابو یوسف یعقوب ابن یوسف سے نکاح کر لیا تھا) اپنے یاس بلا کر یوں وصیت کی کہ ”ای میرے بچو! میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا امر پھیل چکا ہے، انکے پیروان کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے، اور مختلف ملک ان کی اطاعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب تم لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اب تم اپنے اختیار سے امر ان کے سپرد کر دو، تاکہ قبل اس کے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں جو مصیبتیں اوروں پر پڑی ہیں تم پر بھی پڑیں تم ان کے ہاں منظور نظر بن سکو۔ یہ تو تم سن ہی چکے ہو کہ حن بلاد میں یہ لوگ داخل ہوتے ہیں ان سے کس قدر سختی کے ساتھ اپنی تمام باتیں منوا لیتے ہیں“۔ واللہ اعلم ان دونوں باتوں میں کون سی درست ہے \*

امیر المومنین نے اسبیلیہ سے روانہ ہو کر ادفنش (لعنہ اللہ) کے ملک کا فصد کیا، اور وہاں کے انکے بڑے شہر و بڈ میں پہنچ کر دم لیا۔ کیونکہ انہیں خبر ملی تھی کہ ادفنش کے اعیان دولت اور سرداران لشکر وہیں موجود ہیں۔ انہوں نے کئی ماہ تک نہایت سختی

سے ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر بہ نوبت پہنچی کہ انہوں نے شہر  
 سپرد کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ صحیحہ سے بہت سے اہل امر شیوخ نے  
 بہ نیت بدان کی ہی کہ جب محصورین کو پیدائش نے سنا تو شروع  
 کیا، تو انہوں نے امیر المومنین کے پاس اس شرط پر طلب امن کے لئے  
 درخواست کی کہ وہ سب لوگ شہر چھوڑ کر چلے جائے کو ندر ہین،  
 مگر امیر المومنین نے انکار کیا، اور چونکہ وہ ان اردوں کی بیاس کی  
 شدت اور نمرت کی قدرت کا حال سن رہے تھے اس لئے انکو حصار کا  
 شوق اور تہی ریدہ دامنہ رہا۔ جب وہ لوگ امیر المومنین کے  
 جواب سے مدبوس ہو گئے، تو ایک رات شہر کے ندر سے سخت شور  
 و غل سنائی دیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنی انجیلین  
 نکال لی تھیں، اور ان کے پیسے اور رہن باقی کے لئے دہائیں مانگ  
 رہے تھے۔ مدبہ نہ ہوا کہ یہی اس طرح پرسد شروع ہوا کہ خوبا  
 مسکینوں کے دھنے کتوں دئے گئے ہیں۔ انہوں نے انے تمام حوض و معاک  
 اس سے بھر لئے، خوف بدت بھر کے یہی بیا، اور سیراب ہو کر پھر  
 مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کو مضطر ہو گئے۔ آخر جب اندلس (لعنة الله) نے  
 سات سال کے لئے عارضی صلح کر لی، تو امیر المومنین اسے چھوڑ کر  
 اشبیلیہ کو واپس گئے۔ وہ سنہ ۷ اور ۸ میں اندلس ہی میں رہے اور  
 سنہ ۵۶۹ کے اواخر میں وراکش کو واپس گئے۔ اس وقت تک وہ تمام  
 حزبہ نمائے اندلس کے مالک ہو چکے تھے، پورا ملک انکا مطبع و مفعا  
 ہو چکا تھا، اور اس کا کوئی حصہ ان کی اطاعت سے باہر نہ تھا \*

سنہ ۷۱ میں وہ اس غرض سے سوس گئے کہ وہاں مقام دَرَن کے  
 قبائل میں کچھ اختلاف ہو گیا تھا اسے رفع کیا جائے۔ جدیچہ انہوں نے  
 جاکر فتنے کو برداں کیا، اتفاق و اتحاد قائم کیا، اور بغض و حسد کی  
 آگ بجھائی \*

سنہ ۱۳ کے صدر مہین شمارہ نامی فہرست کے بعض افراد نے جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے اور اطاعت و فرمان برداری کو خبر باد کہنے کا ارادہ کیا۔ جو کچھ وہ لوگ کرنا چاہتے تھے اور کرتے تھے ان سب کاموں میں سبع بن حبان نامی ایک شخص ان کو صلاح و مشورہ اور مدد دیا کرتا تھا، اور ان شرارتوں میں اس کا بھائی مرزدغ بھی شامل تھا۔ انہوں نے لوگوں کو فتنہ برپا کرنے کی دعوت دی۔ حناچہ ایک خلق کدبر اور قبیلہ مذکورہ ان کے گرد جمع ہو گیا، اور یہ سب ملکر اس قدر زبردست جماعت بن گئی تھی کہ اس کا حصر و عدد مشکل ہی۔ ان کے معاملات عمل کا طول و عرض قریب بارہ مراحل کے تھا۔ امیر المومنین بہ نفس نفیس ان کی سرریس کے لئے گئے۔ ان سب نے مل کر اپنے دونوں سرکردگان کو ان کے حوالے کر دیا۔ سب حوالی والی ان کو جھوٹے بھاگتے، اور وہ دونوں پکڑے گئے \*  
سنہ ۵ کے آغار میں ابو یعقوب مراکش سے نکل کر بلاد افریقیہ کے قصد سے روانہ ہوئے، اور سب سے پہلے شہر قذصہ کو گئے، جہاں ایک شخص علی، المعروف بہ ابن الرند، رہا کرتا تھا، اور اپنے آپ کو ”الناصر لدین النبی“ کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ ابو یعقوب اور ان کے الموحدون نے اس کا محاصرہ کر لیا، اور خلاف و فساد کی بیخ کنی کر کے مراکش کو واپس چلے گئے \*

اسی سفر کے دوران میں بادشاہ صلیبیہ نے ان سے صلح کر لی، اور خرف شدید کی وجہ سے کچھ خراج بھی بھیجا۔ امیر المومنین نے قبول کر لیا، اور اس شرط پر صلح کی کہ ہر سال ان کو مال و زر کی وہ مقدار دی جانا کرے، جس پر فریقین آپس میں متفق ہوں۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسی ذریعے سے ان کے پاس ایسے ایسے ذخائر جمع ہو گئے تھے کہ کسی اور بادشاہ کے پاس نہ ہونگے۔ حناچہ مشہور ہے کہ ان ذخائر میں ایک یاقوت تھا، جسے ”الحافر“ کہتے تھے۔

انہوں نے اس سے ایک مصحف شریف کو مزین کیا تھا جس میں  
 اور بھی طرح طرح کے جواہرات حزرے ہوئے تھے۔ یہ نافرت اہمول اور  
 گہوڑے کے سم کی برابر تھا۔ وہ آج تک مع اور قیمتی پتھروں کے اسی  
 مصحف میں جڑا ہوا موجود ہے۔ یہ مصحف شریف حضرت عثمان  
 رضی اللہ عنہ کا تھا اور بنو امیہ کے خرائن میں سے انکے ہاتھ آتا تھا۔  
 وہ لوگ جہان کہیں جاتے تھے اس کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ حلوس  
 کی ترتیب نہ ہونی تھی کہ ایک سرح اونڈی پر یہ مصحف رکھا  
 جاتا تھا اور وہ اونڈی نہ انت قیمتی دباج کے فاحرہ کبڑے اور ندیس  
 نفیس زبورات سے آراستہ ویدراسنہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ان کیزوں  
 کے نیچے سبز دباج کا نگیرہ ہوتا تھا۔ ہر انکے حپ و راست دو دو  
 بانس ہوتے تھے جن پر سبز جھنڈے لگے ہوتے تھے اور سنان کے مغم  
 پر سب کی شکل کی ررس مٹھیں ہونی تھیں۔ اونڈی کے پیچھے بھی  
 اسی طرح ایک مرسن خیر ہوتا تھا اور اس پر بھی ایک مصحف  
 رکھا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ان اوسرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ وہ  
 مصحف عہد اہی سے صحافت میں چھوٹا تھا۔ اس میں حاندی جڑی  
 ہوئی تھی اور رونے سے مٹا تھا۔ بد تمام سار و سامان حلینہ کے آگے  
 آگے حلتا تھا۔ العرض حب تمام معرف میں کوئی شخص ان کا  
 مخالف یا معاند باہ نہ رہا اور کل جزدہ نمائے اندلس ان کا عطیع  
 ہو گیا۔ نو مراکس کو واپس جلے کئے۔ ان کے عہد میں مال و زر میں  
 کثرت اور خراج میں وسعت ہو گئی تھی \*

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے وہ ایک سخی اور میاض آدمی تھے۔  
 صحیح معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے مذکور الصدر ہلال بن محمد بن سعد  
 صاحب شرق اندلس کو صرف ایک ہی دن میں بارہ ہزار دینار  
 دیے تھے۔ اس ہلال بن محمد کی امیر المومنین سے تفریب ان کے  
 اس پر احسانات اور محبت کے عجیب و غریب قصے ہیں۔ جنانچہ

ہلال کا ایک بیٹا مجھے سے کہتا تھا کہ ”میرے والد نے واقعہ بیان کرتے  
 تھے کہ ”میں نے ایک مرتبہ رات کو یہ خواب دیکھا کہ امیر المومنین  
 ابو یعقوب نے مجھے ایک کنجی دی ہے۔ صبح ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں  
 کہ ان کا قاصد مجھے بلانے آ رہا ہے۔ میں سواری ہو کر قصر کو گیا، اور  
 امیر المومنین کی خدمت میں پہنچ کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے مجھے  
 کو اپنے قریب بلانا، اور میں اس قدر رعب ہو کر بیدار ہو گیا کہ میرے کتے  
 ان کے لباس سے مس کرتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنی کلاہ دراز میں سے  
 ایک ونسی ہی کنجی نکال کر مجھے دی جبسی میں نے رات کو خواب  
 میں دیکھی تھی۔ اور کہا کہ ”لو یہ اپنے پاس رکھو“۔ مجھے اس کنجی  
 کی کیفیت دریافت کرتے ہوئے کچھ خوف سا ہوا۔ مگر انہوں نے  
 حود ہی بولنا شروع کیا، اور کہا کہ ”ابو العمر! عامل مرسیہ نے ہمارے  
 پاس جو کچھ مال و اسباب وغیرہ بھیجا تھا، اس میں ایک صندوق  
 بھی تھا، جو اس نے تمہارے کسی خزانے میں پانا تھا۔ مگر اسے یہ خبر  
 نہ تھی کہ اس میں کیا ہے۔ یہ کنجی اسی صندوق کی ہے، اور ہم  
 بھی نہیں جانتے کہ اس میں کیا ہے۔“

میں — کیا امیر المومنین نے اسے اپنے سامنے کھولنے کا حکم  
 نہیں دیا؟

امیر المومنین — اگر ہمیں اپنے سامنے ہی کھلوانا ہوتا، تو ہم  
 یہ کنجی نہیں کیوں دیتے؟

یہ کہہ کر صندوق منگایا اور میرے پاس رکھ دیا۔ میں نے جو اسے  
 کھولا تو دیکھتا ہوں کہ اس میں میرے والد کے زیورات اور ذخائر پھرے  
 ہوئے ہیں، جن کی قیمت حالیس ہزار دینار سے بھی زائد تھی۔

اسی طرح کا ایک اور قصہ ہے۔ جب امیر المومنین نے رومیوں پر  
 حملہ کرنے کا قصد کیا، تو علماء کو حکم دیا کہ جہاد کے متعلق تمام  
 احادیث جمع کریں، تاکہ المؤمنون کو پڑھادی جائیں۔ چنانچہ

المؤحدون کی یہ عادت اب تک جاری ہے۔ انکے حکم کے مطابق تمام علماء احادیث جمع کر کے امیر المومنین کے پاس لائے، اور وہ ہر روز خود تمام المؤحدون کو لکھوانا کرتے تھے۔ ہر مؤحد اور سردار ایک تختی اپنے ہمراہ لاتا تھا، جس پر وہ احادیث لکھ لیتا تھا۔ ایک دن ہلال مذکور بھی آیا، مگر اسکے پاس کوئی تختی نہ تھی۔ جب امیر المومنین لکھوائے لگے، تو اور سب نے اپنی اپنی تختیں نکالیں، مگر ہلال کے پاس تو تھی ہی نہیں وہ نکالنا کیا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ ”ابوالعمر! تمہاری تختی کہاں ہے؟“ اس نے شرمندہ ہو کر بہانے بندے شروع کئے۔ امیر المومنین نے اپنی عبا کے نیچے سے ایک تختی نکال کر ہلال کو دی اور کہا کہ ”ہلال کی تختی یہ ہے“۔ جب وہ دوسرے دن آیا، تو اس کے پاس کوئی اور تختی تھی۔ امیر المومنین نے نئی تختی دیکھ کر اس سے سوال کیا کہ ”ابوالعمر! تمہاری وہ کل والی تختی کہاں کئی؟“ اس نے جواب دیا کہ ”میں نے اسے احتیاط سے ایک جگہ رکھ دیا ہے اور وصیت کر دی ہے کہ جب میں مرنے لے تو وہ تختی میری جلد بدن اور کفن کے درمیان رکھ کر میرے ہمراہ دفن کر دی جائے“۔ اور یہ کہہ کر اس نے اس طرح آنسوؤں کی چھری لگائی کہ مجلس کے بعض لوگ بھی روئے لگے۔ امیر المومنین نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ ”محب صادق ایسے ہوتے ہیں“ اور حکم دیا کہ اسے اور اس کے بیٹوں کو گجوزے، مال و زر اور خلعتیں دی جائیں \*

بخشش مال و دولت ان کے لئے ایک آسان سی بات تھی، کیونکہ زیادہ خرچ کرنا ان کی طبیعت ہی میں تھا۔ ان کے ہاں مختلف طریقوں سے آمدنی ہوتی تھی۔ ان میں سے مختلف مقامات کے خراج بھی تھے، جو ان کو وصول ہوتے تھے۔ صرف افریقیہ ہی سے اتنا خراج وصول ہوتا تھا کہ جو ہر سال دیرہ سو خچروں پر لادا جاتا تھا۔ علاوہ اس کے مفصلہ ذیل مقامات سے بھی خراج آتا تھا -

(۱) حجابہ اور اس کے اعمال • (۲) تلمسان اور اس کے اعمال •  
 (۳) المغرب • اس نام سے ان کے ہاں وہ ملک موسوم تھا جو رباط تازا نامی شہر سے شہر مکناسہ الزبتون تک پھیلا ہوا تھا • اسکا طول و عرض تقریباً سات مراحل کے برابر تھا • جہاں تک صحیح علم ہی بہ ملک روئے زمین کے باقی تمام ممالک سے زیادہ سرسبز و شاداب، اور بہ لحاظ انہار و اشجار اور بعل و رباحین کے بہترین ہی • (۴) شہر سلا اور اس کے اعمال • (۵) شہر سبتہ اور اس کے اعمال • یہ اعمال بہ درجہ غایت وسیع و ضخیم ہیں؛ کیونکہ تمام بلاد غمارہ اسی میں شامل ہیں، اور جیسا کہ ہم کہ چکے ہیں، وہ طول و عرض میں تقریباً بارہ مراحل ہی • (۶) تمام جزیرہ نمائے اندلس، جس کا آغاز بلاد مسلمین کی انتہاء ہی، جو رومیوں کی سرزمین سے جا ملتا ہی • دوسری طرف اسکی آخری سرحد بھی رومیوں کے ملک سے ملحق ہی جہاں اعمال شلب واقع ہیں • اس کا طول و عرض تقریباً چوبیس مراحل ہی • اس تمام سرزمین میں کوئی شخص ان سے تنازع نہیں کرتا، اور نہ کسی میں یہ طاقت ہی کہ وہاں سے ایک درم بھی مراکش اور اس کے اعمال تک پہنچنے سے روک سکے • اعمال مراکش میں بھی نہایت فراح حالی میسر ہی، کیونکہ اس کے فرب بزے بزے قبائل اور شہر آباد ہیں • المغرب کے کسی بادشاہ کے پاس اس قدر مال و زر نہیں پہنکتا تھا جسقدر ابو یعقوب کے ہاں آتا تھا • میرے ایک دوست، جو بدوب الاموال کے متولی تھے، سنہ ۶۱۱ کے آغاز میں صحبہ سے بیان کرتے تھے کہ ”میں نے ابسے بے شمار سر بہر خریطے دبکے ہیں جو امیر المومنین ابو یعقوب کے پاس جارہے تھے •“

ابو یعقوب کے زمانے میں سنہ ۵۷۴ کے اواخر میں پہلی مرتبہ \* غز آئے، اور ابو بوسف کے آخری زمانے تک ان کی جماعت کی تعداد برابر ترقی پذیر رہی •



ابو یعقوب کا تمام زمانہ گویا عید اور شادی کا زمانہ تھا۔ تر و تازگی، امن و آسائش، کثرت رزق اور وسعت معیشت عام نااتین تھیں۔ اہل المعرب نے ایسے دن کبھی نہیں دیکھے۔ ابو بوسف کی امارت کے شروع زمانے میں یہی خوش عیشی، خوش ناشی اور مرفہ الحالی کی یہی حالت تھی \*

سنہ ۶۹ مین ابو یعقوب نے بھر جنگت کی تیاری دی۔ تمام میدانوں اور بہازوں کے المصامدہ اور عرب وغیرہ کو دعوت جنگت دی، اور ایک فوج تیار کر کے حزبہ نمائے اندلس کے قصد سے روانہ ہوئے۔ سمندر کو عبور کر کے حسب عادت شہر اشبیلیہ پہنچے، جو ان کی اور ان کے امراء و اولاد کی فرود گاہ تھی۔ جب اچھی طرح سستا چکے اور تمام سامان سے لیس ہو گئے، تو شہر شنفرن (اعادھا اللہ للمسلمین) کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر شنفرن اندلس کے معرب میں واقع ہے، اور نہایت مضبوط و مصئون شہر ہے۔ اس کا ذکر اس سے قبل دولت لمتونبہ کے باب میں آچکا ہے۔ آج کل اس پر اور اس کے ساتھ اور کئی شہروں پر ایک عیسائی بادشاہ ابن الریق نام حکمران ہے (لعنہ اللہ)۔ غرضیکہ امیر المومنین اپنی افواج کو ہمراہ لئے ہوئے وہاں جابر فیام پدہر ہوئے، اور اس کے درختوں کی قطع و برید اور زروع کی نخریب کر کے نہایت شد و مد سے تاخت و تاراج شروع کی۔ جب ابن الریق (لعنہ اللہ) کو معلوم ہوا کہ ابو یعقوب اس پر حملہ آور ہونے والے ہیں، اور یقین ہو گیا کہ وہ عنعرب پہنچا ہے جاتے ہیں، مگر اتنی تاب و طاقت بھی نہ تھی کہ ان کا مدافعت کرتا یا ان کے مقابلے کے لئے نکلتا، اس لئے اس سے یہی بن پڑا کہ اپنے اعیان دولت، سرداران لشکر اور تمام حوالی موالی کو جمع کر کے شنترین مین داخل ہوا۔ بھر شہر مین ہر طرح کا سامان خور و نوش مہیا کیا، اسلحہ تیار کئے، اور جو جو کچھ درکار تھا بھر لیا۔ بعد ازان دھالین، مکانین اور دیگر آلات حرب بہم پہنچا کر

شہر کی فصبلوں پر سامان حرب چڑھایا اور اس امر کا یقین کر لیا کہ شہر پوری طرح مدافعت کے لئے تیار ہے۔ حناچہ جب ابو بعبوب وہاں پہنچے تو انہوں نے شہر کو اسی حالت میں پایا۔ اس شہر کی بعل میں ادلس کا مشہور دریا تاجوا بہتا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، ابو بعبوب نے سختیوں کھائیں اور شہر کو خوراک سے محروم کر کے میں کوئی ذریعہ نہ آتھا رکھا۔ جہاں تک ہو سکا ہر قسم کا سامان اور ذرائع مدد بالکل منقطع کر دیئے۔ مگر اہل شہر بیس از بیس مضبوط طاقور اور دلبر ہوتے چلے گئے۔ اُدھر مسلمانوں کو ایک تو بہ خوف تھا کہ سختی کی سر دی شروع ہونے والی ہے (کیونکہ یہ تمام واقعہ فصل خرب کے آخر میں پیش آ رہا تھا) اور یہ بھی دَر تھا کہ کہیں دریا اور زیادہ نہ بڑھ جائے اور اسے عبور کرنا اور مدد حاصل کرنا مشکل ہو جائے۔ سب نے امیر المومنین کو اذہیلہ واپس جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ جب زمانہ پھر موافق ہوگا تو دوبارہ آجائیں گے۔ انہوں نے کچھ اس طرح کی باتیں کیں کہ امیر المومنین کو تقریباً یقین دلا دیا کہ شہر میں گونا گونا گویا کے ہاتھ میں ہے اور کوئی اسے واپس نہیں لے سکتا۔ انہوں نے اس رائے کو قبول کر لیا، اور ان سے موافقت کرتے ہوئے کہا کہ ”اجھا ہم انشاء اللہ کل بہان سے واپس روانہ ہو جائیں گے“۔ انکا یہ قول ابھی زیادہ مشہور نہ ہونے پایا تھا، کیونکہ انہوں نے صرف خاص خاص لوگوں کی جماعت سے ایسا کہا تھا۔ مگر سب سے پہلے ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن عبد الرحمان، المعروف بہ مالقی، نے خیموں کو اکھڑانا اور کوچ کا سامان کرنا شروع کیا۔ اس شخص کے باپ کا ذکر عبد المومن کے قضاۃ میں ہو چکا ہے۔ یہ الموحدون کے ہاں معتبر شخص خیال کیا جاتا تھا، اور خطیب ہونے کی حیثیت سے ”خطیب الخلافت“ کہلاتا تھا۔ اسے علوم فقہ، حدیث، شعر اور کتابت میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ غرض جب اور لوگوں نے دیکھا کہ ابو الحسن اپنا خیمہ اکھاڑ رہا ہے تو

سناں انہوں نے اندلس میں انتقال کیا۔ وہ سنہ ۶۰۱ کے دوران میں اس عہدے پر مقرر ہوئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد

(۴) ابو عمران موسیٰ بن عیسیٰ بن عمران قاضی ہوئے۔ ان کے والد امیر المومنین ابو یعقوب کے قضاۃ میں سے تھے۔ ابو عمران کی ولایت آج 'بعنی سنہ ۶۲۱' تک جاری ہی تھی اور اب تک میں نے ان کے عرل با وفات کی خبر نہیں سنی ہے۔ وہ میرے دوست ہیں۔ سوا ان کے میں نے کوئی ایسا دوست نہیں دیکھا جو حکومت حاصل ہونے پر بھی حسد سنی اپنی دوستی میں ثابت قدم رہے اور کسی طرح کا تعبیر نہ ہونے لے۔ حذاً کہ وہ جس طرح قاضی ہونے سے پہلے مجھ سے پیش آتے تھے وہی سنوک اور وہی مراسم دوستانہ اب بھی جاری ہیں۔ ان کی نیکی میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔ جب کبھی وہ سواری میں جاتے ہوئے مجھ کو دیکھتے ہیں ضرور سلام میں پیش قدمی کرنے میں اور بدس زبانیں مجھ پر لطف و کرم کی نگاہ رکھتے ہیں۔ خدا ان کو مہربی صرف سے بہترین جزا عذابت فرمائے اور میرے دیگر برادران قوم کو ان کے عواطف میں شریک فرمائے \*

امیر المومنین ابو عبد اللہ کے لئے بیعت حاصل کرنے اور اس کے قیام میں نہ اشخاص شامل تھے :-

(۱) اہل فراہت میں سے ابو زید عبد الرحمن بن عمر بن عبد المومن۔ ان ہی نے ابو عبد اللہ کے والد مرحوم کی بیعت کا بھی انتظام و انصرام کیا تھا \*

(۲) الموحدون میں سے ابو زید عبد الرحمن بن موسیٰ حو ان کے والد کے وزیر تھے اور

(۳) ابو محمد عبد الواحد بن شیعہ ابو حنفہ جلیکو محمد نے اس کے بعد افریقیہ کا والی بنایا تھا \*

جب اس طرح امیر المومنین ابو عبد اللہ کی بیعت عامہ انعام کو پہنچ گئی، تو انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ افریقہ پر فوج کشی کی، کیونکہ حبش بن اسحاق بن غانید نے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) یہ دیکھ کر کہ امیر المومنین سے جدت کرنے میں مصروف ہیں بلاد افریقہ کے اکثر حصے پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ انہوں نے امیر المومنین کی سب سے پہلی فوج بر سید ابوالحسن علی بن عمر بن عبدالمومن کو امیر مقرر کی۔ مین نے اس سے پہلے ان کا کوئی لشکر اس سے بڑا، اس سے زیادہ سلاح دار، اور اس سے بڑھ کر عمدہ اور کارگر سامان حرب سے آراستہ نہیں دیکھا۔ اس لشکر میں امیر المومنین کے اعیان و شہوخ کی ایک کثیر التعداد جماعت شامل تھی۔ غرض کہ ابوالحسن مذکور اس فوج کو لبکر روانہ ہوئے۔ بجایہ اور قسطنطینہ کے درمیان مؤخر الذکر مقام کے قریب ان کا میر قیون سے مقابلہ ہوا۔ امیر المومنین یعنی ابوالحسن کی فوج نے سخت ہزیمت کھائی، اور ابوالحسن نہایت بد حالی کے عالم میں بجایہ کو واپس ہوئے۔ اسکے بعد انہوں نے پھر اور ویسا ہی ہر دست لشکر تیار کیا، جس پر امیر المومنین سے ورور ابورید عبدالرحمان بن موسیٰ کو امیر مقرر کیا۔ وہ لشکر لیکر چلے، اور سیدھے قسطنطینہ المغرب پہنچے۔ اتنے میں امیر المومنین ابو عبد اللہ نے سید اجل ابوزید عبدالرحمان بن عبدالمومن کو افریقہ اور اس کے اعمال کا والی مقرر کیا، اور خرد سنہ ۵۹۷ میں اپنے والد مرحوم امیر المومنین ابوبوسف، دیگر آبا و اجداد، اور ابن تومرت کی قبر کی زیارت کے لئے تینملل چلے گئے۔ وہاں سے مراکش کو واپس آئے، اور سنہ ۶۰۹ کے آغاز تک قیام پذیر رہ کر متعدد بری بڑی فوجیں نیار کیں اور انہیں ہمراہ لیکر سیدھے شہر فاس پر جا کر ٹھہرے۔ مگر مشہور یہ کیا کہ مین افریقہ جارہا ہوں۔ اس سے پہلے ان کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ میرقی نے تونس پر غلبہ حاصل کر کے وہاں کے والی، عبدالرحمان، کو گرفتار کر لیا

ہی۔ غرضیکہ وہ فس میں قین ماد اور جند ایام مفیم رہے۔ اس  
 ائذ میں انکو بہ خیاں آتا کہ انک جماعت کو اس غرض سے جزیرہ  
 میرقہ کو روانہ کیا جائے کہ وہ بنو غانیدہ کی بیخ و بن تک اکھاڑ کر  
 پھینک دے اور غارت کر کے رکھ دے۔ اس غرض کے لئے انہوں نے جہارون کا  
 ایک بیٹا اور سوارون اور پیدون کے کئی قافلے تیار کئے، اور اپنے حجاء  
 ابو العلاء ادریس بن یوسف بن عبد المومن، کو امیر البحر اور ابو سعید  
 عثمان ابن ابی حفص کو، جو الموحدون کے شیوخ میں سے تھے،  
 امیر الجیش مقرر کیا۔ چنانچہ وہ دونوں جزیرہ مذکور پر حملہ آور ہوئے،  
 اسے نہایت شد و مد سے فتح کیا، اور وہاں کے امیر، عبد اللہ بن اسحاق  
 بن غانیدہ، کو قتل کرا دیا۔ جس شخص نے اسے قتل کیا وہ عمر مقدم  
 نامی انک گورد تہ۔ واقعہ یہ ہوا کہ حب الموحدون کے بہادر عبد اللہ  
 بن اسحاق کے مقابلے کے لئے پہنچے۔ تو وہ نشے کی حالت میں شہر کے  
 انک دروازے سے دھڑکلا۔ اس کے گھوڑے نے قبو کر لی، اور وہ وہیں گر پڑا۔  
 یہ دیکھتے ہی عمر مقدم نے اس پر تلوار کا وار کر کے وہیں دھبر کر دیا۔  
 اور بن بھی سنا ہی کہ عبد اللہ بن اسحاق نے خود ہی اپنی تلوار سے  
 خود کشی کر لی تھی۔ بہر حال، ان دونوں کا میرقہ میں داخلہ اور  
 امیر عبد اللہ بن اسحاق کا قتل، دونوں واقعات ماہ ذی الحجہ سنہ ۵۹۹  
 ہی میں پیش آئے۔ دونوں نے مل کر امیر مذکور کے اموال و اسباب کو  
 لوٹا، اس کے حرم کو گرفتار کر لیا، اور ان کو اونٹوں پر بٹھا کر مراکش  
 میں داخل ہوئے۔ عربوں کا تو یہ ہوا کہ رات کو انہیں انک مکان  
 میں رکھا گیا، اور بالآخر ان پر یہ احسان کیا گیا کہ ان کو رہا کر دیا  
 گیا، اور جس جس نے نکاح کی خواہش کی، اس کا نکاح کر کے اسکا  
 مال و اسباب اسی کے حوالے کیا گیا مگر مردوں کو یہ دستور قید میں  
 رکھا گیا، تا آنکہ بعد میں ان کو بعض اکابر نے اپنے ہاں رکھ لیا، اور فوج  
 میں داخل کر دیا۔ چنانچہ وہ آج تک اسی حالت میں ہیں۔ میں نے

سنا ہی کہ جربرہ میرفہ کے غاصحین کو لوٹ مین بکرت مال و اسباب اور ذخائر نخبسہ ملے تھے۔ اسی اثناء میں امیر المرمین ابو عبد اللہ مراکش کو مراجع ہوئے۔ چنانچہ وہ ذی القعدہ میں وہاں پہنچے اور بعد میں انہیں فتح میرفہ کی خبر ملی \*

اس واقعہ سے پیشتر سنہ ۵۹۷ میں عبد الرحمن دم ایک شخص صہر سوس میں نمودار ہوا، جو اہل جرولہ مین سے تھا۔ ان لوگوں میں وہ عام ضریر ایک نام سے مشہور تھا، جس کے معنی ”ستور وصاب کا بچہ“ کے ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے لئے دعوت دہی شروع کی اور کثیر العدد آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ الموحدون اس امر سے نہایت خوف زدہ ہوئے۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے بہت سی فوجیں اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیں، مگر وہ ہر بار شکست کھا کر واپس آتی رہیں۔ آخر انہوں نے نیک کر الموحدون، عرب اور دیگر اصناف فوجی مین سے ایک جماعت مرتب کی، اور ان کے ذریعے سے المصامدہ اور دیگر عرب و جوار کے بلاد کے ہاں کھلا بھیجا کہ یہ شخص تمہاری غفلت اور مسامحت کی وحد سے دن بدن زیادہ طاقتور ہوتا جا رہا ہے، لیکن اگر تم چاہو تو وہ ایک دن بھی ہمارے ملک مین نہیں ٹہر سکتا۔ اس تدبیر سے ان مین جوش پیدا ہوا اور رگ حمیت بھڑک اٹھی۔ چنانچہ وہ عبد الرحمن (جو ابو قصبہ کے نام سے مشہور تھا) کے ہمراہیوں سے جنگ آزما ہوئے۔ اس کے ہمراہیوں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ قتل ہوا اور اس کے سر کو مراکش پہنچا دیا گیا۔ میرے ایک دوست نے جو ان دنوں ایک صغیر سن لڑکا تھا اور اپنے باپ کے ہمراہ (جو جربرہ نمائے اندلس کے علاقہ بلنسیہ کا باشندہ اور عمال اندلس مین سے تھا) سوس مین تھا، مجھے اس فتح کی خبر دی تھی۔ اس وقت تک مجھے الموحدون اور فاتحین میرفہ کے پاس سے بہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ وہ اطلاعی خط ہوں شروع ہوتا ہی -

”از منہم سوس“

فتح کی صبح روشن، اور حمکدر ہو کر نہ بان ہوئی ہی۔ ضلالت و گمراہی کی جماعت ”ابن المغر!“ پکار اُٹھی ہی۔ فتح و نصرت ہماری تابع فرمان ہو گئی ہی، اور خداوند کریم نے اپنی جماعت اور اس کے اعوان کو عزت بخشی ہی۔ مبن شرح حال کو نہایت احضار سے بیان کرتے ہوں، کیونکہ مبن حد ہوں کہ وہ خوشخبریان جلد جمع ہو کر آج تک پہنچ جائیں کہ عروۃ و ثقی کے توڑنے اور سبب اعظمیٰ کو پکرنے والوں کا الموحدون نے (خدا ان کا معین و داور رہے!) سبھی کے ساتھ صبر کیا، اسداف زندگی اور معاونین کی جماعت کو ان سے منقطع کر دیا، اور بسن تائید ہم سے رات دن بھی کہتی ہی کہ یہ لوگ صرف ایک آدھ دن دکھائی دینکے اور جلد نباد ہو جائیں گے۔ الموحدون نے (خدا ان کو مدد دے!) ان کے لالچ مرض کو تعس نحس کہا، اور اپنے عزم بالجزم سے، جو بدکانہئے تبر و تبر سے بھی زیادہ نبر و کار کر ہی، کار بر آری شروع کی، تو وہ لوگ بیباک و بیباک کر گزھوں مبن کرنے لگے۔ فضائے عرض میں ان کے کشنوں کے دشتے لگ گئے۔ خدائے تعالیٰ نے ان کے ظنون کا ذہ کو یاس و حرمان سے بدل دیا، اور انہیں ان کی مان ہاوبہ کی طرف دھکیل دیا۔ بھی ان کے لئے انیسب و اولیٰ تھا۔ چونکہ انہوں نے ان امور کا اتباع کیا تھا، جو خدا کی ناصیہ مندی کے موحد ہیں، اور انہوں نے خداوند کریم کی خوشنودی و رضامندی سے اکراہ کیا تھا، اس لئے ان کے اعمال مردود ہوئے، ان کے سر گمراہ، یعنی ابو فصبہ، پر خدائے تعالیٰ نے ہماری جماعت کو فاتح و غالب کیا، اور تلوار نے انکی پہاڑیوں اور گردنوں کو یکسان کات کات کر ہموار کر دیا۔“

میں نے بہ خط بہان اس لئے نقل کیا ہی کہ اس سے لکھنے والے کی عرابت نشان ظاہر ہوتی ہی، کیونکہ جس وقت اس نے وہ خط تحریر کیا ہی وہ بلیع بھی نہ ہوا تھا \*

اس فتح کے ساتھ ساتھ انموحدون نے جزیرہ مفرقہ کو بھی فتح کیا، جہن ابن غانیہ کے ہمراہیوں میں سے زبیر بن کحاح نام ایک شخص صاحب اختیار ہو گیا تھا۔ انموحدون نے اس جزیرے میں داخل ہو کر اسے قتل کیا، اور اس کا سر مراکش بھیج دیا، جہاں وہ ابو قصبہ مذکور کے سر کے ساتھ دار پر لٹکانا گیا \*

سنہ ۶۰۱ میں امیر المومنین ابو عبد اللہ نے کئی زبردست لشکر تیار کئے، اور بلاد افریقہ کی طرف روانہ ہوئے، جہاں یحییٰ بن غانیہ سپہی غلبہ باب ہو چکا تھا اور صرف قسطنطینہ اور بحانہ اس کی دستبرد سے بچے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس تمام عرصے میں انموحدون ان کی طرف سے غافل اور امیر المومنین ابو عبد اللہ اندلس میں رومیوں کے خلاف جنگ میں مصروف رہے۔ العرض ابو عبد اللہ روانہ ہو کر سیدھے بلاد افریقہ پہنچے۔ بنو عبید کے شہر مہدیہ کے سوا کسی اور شہر کو نہ فرمانی کی تاب نہ ہوئی، کیونکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ مہدیہ نہایت مضبوط و مصئون شہر تھا اور یحییٰ بن غانیہ نے اپنے ججیرے بھائی، لہا ابو الحسن علی بن عبد اللہ ابن محمد بن غانیہ کو اس کا والی بنا دیا تھا۔ آخر کار جب محاصرہ نے بے طرح طول کیجھا، تو اس نے مجبور ہو کر شہر حوالے کر دیا، اور اپنے ججیرے بھائی (یحییٰ بن غانیہ) سے ملنے کی غرض سے برآمد ہوا۔ پھر خیال ہوا کہ انموحدون کی طرف لوٹ جانا چاہئے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ان کے پاس پیغام بھیجا۔ وہ لوگ اس سے بہت اچھی طرح ملے، اور اسے اسے بیتش بھا اور انمول صلات و کائف اسکو دئے جو خلفاء کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوتے۔ اس کے بعد یحییٰ بن غانیہ کا بھائی، سیر بن اسحاق بن محمد، بھی ان سے آ ملا۔ انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی، جاگیریں دیں، اور مال کثیر نذر کیا۔ مختصر یہ کہ ابن غانیہ کے وجود سے افریقہ میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، جب تک



امیر المومنین ابو عبد اللہؑ ان کا اپنے حسب دلخواہ انتظام نہ کر سکے وہ  
وہن سے واپس نہ آئے۔ صحیحہ معلوم ہوا ہے کہ اس سفر میں ان کے  
ایک سو بیس بڑھتے رہتے رہے۔ وہ وہن سے اپنے دارالملک مراکش  
کو واپس گئے۔ ان کی روانگی سے پہلے الموحدون اور اصناف لشکر کے  
بہت سے افراد اس غرض سے وہن پہنچ گئے تھے کہ افریقہ کی حمایت  
کریں اور دشمنوں کو مدافعت کریں۔ چنانچہ امیر المومنین الموحدون کے  
مشیوخ میں سے ابو محمد عبد الواحد بن سبع ابو حنص عمر ابنتی کو  
وہن کا عامل بذکر وہیں جہوز دے۔ امیر المومنین نے سنہ ۶۰۴ کے  
دوران میں مراجعت کی اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، سنہ ۶۰۱ کے  
آغاز تک وہیں رہے۔ اس انشاء میں ان کے اور ادفس (لعنہ اللہ) کے  
مابین جو صلح قائم تھی وہ منقطع ہو گئی، اور ان کو حیل آبا کہ بلاد  
روم پر جنگ آزمائی کی جائے۔ اس ارادے سے وہ اپنے جیوش کو لے کر  
ہمراہ نکلے۔ سال ذی القعدہ سنہ ۶۰۷ میں سمندر کو عبور کر کے اپنے اسلاف  
کی عادت کے مطابق امبیلیہ پہنچے، اور باقی سال وہیں گزارا۔ پھر  
سنہ ۶۰۸ کے اوائل میں نعل و حرکت شروع کی، اور بلاد روم میں  
پہنچ کر شلب نرہ (جس کے معنی اہل عجم کے محاورے کے مطابق)  
تقدیم و تاخیر الفاظ کا لحاظ رکھتے ہوئے، ”سفید زمین“ کے ہوتے ہیں  
نام کے ایک زبردست و مضبوط قلعہ پر حملہ آور ہوئے، اور ایک سخت  
محاصرے کے بعد اسے فتح کر لیا۔ اس سے قبل ان کے والد مرحوم نے بھی  
اسی قلعہ کا محاصرہ کیا تھا، مگر مسلمانوں پر شفقت و ترحم کرنے اور  
ان پر سختیاں پڑنے کے خوف سے اسے ترک کر دیا تھا۔ اب حومحاصرے میں  
سختی برتی گئی، تو اہل روم نہایت خوف زدہ ہوئے، اور مارے رعب  
و ہیبت کے سراسیمہ ہو گئے۔ ادھر ادفس (لعنہ اللہ) نے بہ کیا کہ بلاد  
روم کے آخری حصوں میں پہنچ کر بڑے بڑے سربر آوردہ رومی سرداروں،  
سہسواروں، اور دلاوروں کو اپنی کمک کے لئے بلایا۔ چنانچہ خاص الجزیرہ

کی ایک بڑی جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی، اس کے آدمی فسطاطینہ تک پہنچ گئے اور برسرونی، یعنی صاحب بلاد ارغن (لعنہ اللہ) نے ان سب کو جمع کیا۔ وہ وہ تھی کہ حربرد نمائے اندلس کے چاروں طرف چار بادشاہ حکمران تھے۔ ان میں سے ایک سمت ارغن تھا جس کا ابھی ذکر ہوا ہے اور وہ جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ دوسری سمت میں بلاد قشتال کی بڑی سلطنت ہے جس پر ادفنش (لعنہ اللہ) حکمران ہے اور اس سمت کی حد جنوب شمال کی طرف کسی قدر جنوب کی جانب مائل ہے۔ تیسری سمت میں علاقہ لیون واقع ہے جو شمال مغرب کی طرف پھیلی حد ہے۔ اسپر ایک شخص مسمی بروج حاکم ہے۔ عربی میں اس لفظ کے معنی ”ذخیر اللعاب“ کے ہوتے ہیں۔ حوتھی یعنی شمالی سمت جو بحر اعظم سے ملحق ہے بحر افناہس ہے جس پر ابن الربق نامی ایک شخص حکومت کرتا ہے۔ اس شخص کا ذکر اس کتاب میں پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ زمانہ قدیم میں اہل روم کل جزیرہ نمائے اندلس کو اشبانیہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ مقدم الذکر فتح کے بعد جب امیر المومنین ابو عبد اللہ نے اشبیلیہ کی طرف مراجعت کی تو انہوں نے دور دور کے اطراف بلاد سے لوگوں کو بلایا اور اس طرح ایک بڑی دست جماعت تیار ہو گئی۔ وہ سنہ ۶۰۹ کے شروع میں اشبیلیہ سے روانہ ہو کر شہر جیان پہنچے اور وہاں قیام کر کے اپنے امور سلطنت میں غور و خوض اور افواج کو تیار اور آراستہ کرتے رہے۔ اُدھر ادفنش (لعنہ اللہ) ایک بڑی جماعت کو ہمراہ لے کر شہر طلیطلہ سے نکلا اور قلعہ رباح بر خیمہ زن ہوا (جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے قبضے میں تھا) اور المنصور ابو یوسف نے اسے واقعہ کبریٰ میں فتح کیا تھا۔ مگر مسلمانوں نے امن و امان کا یقین کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دیا۔ اس سبب سے رومیوں کا ایک بڑا گروہ ادفنش (لعنہ اللہ) سے ہر گشتہ ہو کر واپس چلا گیا، کیونکہ اس نے ان کو

فلعد نشبہن مسلمانوں کے قتل سے بچی باز رکھا تھا۔ وہ لوگ بہ کہتے تھے کہ ”نم ہمیں اس ملک کے فتح کرنے کے لئے لائے تھے“ مگر اب ہم کو جنگ کرنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے سے روکے ہو۔ پھر ہمیں کیا ضرورت پڑی ہی کہ ہم تعمیرے ساتھ یہاں پھیریں؟“ امیر المومنین نے شہر حیان سے کوچ کیا، اور وہ اورادفش وبعثہ السلام کے قریب عتاب نام ایک مقام پر ایک دوسرے کے معادل ہوئے۔ ادفش اپنی فوج کو آراستہ اور مرتب کر کے بکباری مسلمانوں پر قوت نزا۔ مسلمان ابھی حملے کے لئے تیار نہ تھے، اس لئے ہزیمت کھائی۔ الموحدون عین سے بہت سے آدمی سہید ہوئے۔ اس ہزیمت کا سب سے بڑا سبب الموحدون کا آپس کا اختلاف تھا۔ ہوا نہ کہ ابو یوسف دعوے کے رہائے سے ان کو ہر حوثے مہینے انعام و اکرام ملا کرتے تھے۔ جن کی بدولت ان کے امور و خدمات میں کبھی خلل واقع نہ ہوتا تھا۔ مگر اب ابو عبد اللہ کے وقت میں اور دلچسپ اس سفر جنگ میں اس انداز کے ادا کرنے میں دیر ہوئی۔ فوج نے اس کو وزراء کی سرارت پر محمول کیا، اور بہت بد دل ہو کر جنگ میں شامل ہوئے۔ عجیبے ان ہی میں سے ایک شخص نے یہ بتایا کہ وہ تلوار چلانے، نیزہ زنی کرنے، اور ہر جنگ میں ہر کام کو کرنے ہوئے دندہ و دانستہ اسی حرکتیں کرتے تھے کہ اہل فرنگ کے پہلے ہی حملے میں خود ان کو ہزیمت ہو جائے۔ اس روز امیر المومنین ابو عبد اللہ نے اسی جوانمردی اور ثابت قدمی دکھائی کہ اس کی مثال ان سے پہلے کے کسی بادشاہ میں نہیں ملتی۔ اگر وہ ایسی ثابت قدمی سے کام نہ لیتے تو تمام فوج قتل یا قید ہو جاتی۔ غرض کہ یہ وجہ تھی کہ وہ استبیلیہ کو واپس گئے، اور اس سال کے ماہ رمضان تک وہیں معیم رہے۔ پھر شہر مراکش کے عزم سے سمندر کو عبور کیا۔ مسلمانوں پر یہ ہزیمت عظیمہ ۱۵ صفر سنہ ۶۰۹ کو بروز دو شنبہ واقع ہوئی، اور ادفش (لعنہ اللہ) اور اس کے ہمراہی مسلمانوں

کے زر و مال سے مالہ مال ہو کر شہر ہلے بلباسہ : ابدہ کی طرف روانہ ہوئے ۔  
یہ سہ کے اکثر حصوں کو انہوں نے حالی پانا ۔ اس لئے اس کے مکانات  
میں آگ لگ گئی ، اور اس کی دہری مسجد کو مسمار کر کے ابدہ کی  
جانب راہی ہوئے ۔ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت کدیرہ جمع  
ہو گئی تھی ، جس میں ہزیمت خوردہ مسلمانوں کے علاوہ بلباسہ اور  
ابدہ کے اکثر باشندے بھی شامل تھے ۔ ادفنش نے وہاں تیرہ دن تک  
اقامت کی ، اور اس جماعت پر طرح طرح کی سختیاں کرنے کے بعد  
آخر کار شہر میں داخل ہو گیا ، اور جی بھر کے قتل و فبد و عارت کا  
بازار گرم کیا ۔ چنانچہ وہ اور اسکے ہمراہی وہاں سے اس قدر عورتوں اور  
بچوں کو قید کر کے لے گئے کہ ان سے تمام بلاد روم بھر ہو گئے ۔ مسلمانوں  
پر بہ امر ہزیمت سے بڑی زیادہ شاں گرا \*

امیر المومنین ابو عبد اللہ سنہ ۹ کے باقی حصے اور سنہ ۱۰ کے  
جند ماہ تک مراکش میں اقامت پذیر رہے ، اور ، جیسا کہ ہم  
بیان کر چکے ہیں ، ماہ شعبان میں انتقال کیا ۔ ان کی وفات کے اسباب  
میں اختلاف ہے ۔ صحیح ترین خبر ، جو میرے کانوں تک پہنچی ہے ،  
وہ یہ ہے کہ ان کو دم دماغ کی وجہ سے سکتہ ہو گیا تھا ۔ یہ روز جمعہ  
۵ شعبان کا واقعہ ہے ۔ اس کے بعد وہ شنبہ ، یکشنبہ ، دو شنبہ اور  
سہ شنبہ ، چار دن تک متواتر سکتہ کی حالت میں رہے ۔ اطباء نے  
فصد لینے کا مشورہ دیا ۔ مگر انہوں نے انکار کیا ۔ آخر ۱۰ شعبان سنہ ۶۱۰  
کو چہار شنبہ کے دن انتقال کیا ۔ وہ یفحشنبہ کو دین گئے تھے ، اور  
خاصۃ العشم نے ان کے حناڑے کی نماز ادا کی \*

## ذکر ولایت ابو یعقوب یوسف بن محمد

ان کا نام یوسف بن محمد بن یعقوب بن یوسف بن عبد المومن ابن علی ہے ۔ ان کی والدہ ام ولد ہیں ، جن کا نام مر اور لمب حکیمہ ہے ۔ امیر انرمندین کی ولادت کی تاریخ صدر شوال سنہ ۵۹۴ ہے ۔ وہ اپنے دادا ، ابو یوسف ، کی وفات سے چار ماہ قبل پیدا ہوئے تھے ۔ ان سے اس وقت بیعت کی گئی کہ جب ان کی عمر سولہ سال کی ہوگی ۔ وہ اس قدر کم سن ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے کوئی اولاد ہے ۔ سنہ ۶۲۱ کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ سنہ ۶۰ کے ماہ سوال دہی القعدہ میں فوت ہوئے ۔ اس حساب سے ان کی بیعت ، یعنی ۱۱ شعبان سنہ ۶۱۰ سے ان کی وفات تک ان کی حکومت کا کل زمانہ دس سال اور چند ماہ کا ہے \*

## ان کی صفات

ان کا رنگ صاف گندم گون تھا ۔ چہرہ گول اور آنکھیں سرمہ میں تھیں ۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنے اکثر اخلاق و عادات میں اپنے دادا ابودوسف سے مشابہ تھے \*

## ان کے وزراء

(۱) ابو سعید ، جن کا ذکر ہو چکا ہے ، ان کے والد کے وزیر تھے ۔ ان کی وزارت سنہ ۶۱۵ کے آخر تک قائم رہی ۔ پھر انہیں معرول کر دیا گیا ، اور

(۲) رکریا بن یحییٰ ابن ابی ابراہیم اسماعیل ہزرجی کو وزیر بنایا گیا ۔ ان کے جد اکبر ، ابو ابراہیم اسماعیل ، ابن نومرت کے اصحاب میں سے تھے اور ، جیسا کہ کہا جا چکا ہے ، وہ عبد المومن کی حین حیات ہی شہید ہو چکے تھے ۔ وزیر رکریا ابن یحییٰ کی والدہ ابو یوسف المنصور کی بیٹی تھیں ۔ وہ اپنی وفات تک عہدہ وزارت پر فائز رہے \*

## ان کے حجاب

(۱) مبسر حصی، جو امیر المومنین کے والد کا حجاب تھا، اس کے بعد

(۲) فارح حصی، جب ہوا، اس نے کذیت ابو السور بھی، اور وہ اپنی موت نے وقت تک حجاب رہا \*

## ان کے فاضی

ابو عمران موسیٰ بن نبی بن عمران، جو ان کے والد کے فاضی تھے، اپنی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے \*

## ان کے کتاب

(۱) ابو عبد اللہ بن عباس، جو ان کے والد اور دادا کے کاتب تھے \*

(۲) ابو الحسن بن عباس \*

مدھے ان دونوں حضرات کی وفات کی اطلاع اس وقت ملی کہ جب عین سنہ ۶۱۹ کے دوران میں مصر میں تھا، ان کے بعد امیر المومنین نے

(۳) ابو عبد اللہ محمد بن یخلفن فزاری کو دوبارہ کاتب مقرر کیا۔

ان کا ذکر امیر المومنین ابو عبد اللہ کے عہد میں ہو چکا ہے، وہ مشرق لندلس میں شہر مرسیہ کے قاضی تھے، اور وہیں میں ان سے علیحدہ ہوا تھا، پھر انکو کاتب کا عہدہ دیا گیا، مگر انکے ساتھ ساتھ ابو جعفر احمد بن محمد بن عبد الرحمان بن عباس سے بھی کثافت کا کام لیا جاتا تھا، وہ نہایت مشہور و معروف کاتب تھے، ان کا ذکر امراء ثلاثہ کے بیان میں گر چکا ہے \*

(۴) ان کے علاوہ احمد بن منیع بدسفر کثمت حیش کے عہدے پر

فائز رہے \*

امیر المومنین ابو بوعقوب سے اس روز بیعت کی گئی کہ جب ان کے والد مرحوم دفن ہوئے۔ مکہ منجھے نہ معام نہین کہ ان کے والد نے ان کو وہی عہد مقرر کیا تھا نہہین۔ البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ان کے والد مرحوم اپنے آخری زمانے میں ان سے سخت ناراض رہا کرتے تھے، دیدہ نمک امہوں نے ابو عترب کے متعلق بہت سے امور شنیدہ کا ذکر سنا تھا۔ امیر المومنین کے فرات دونوں میں حذر نے ان کو بیعت حاصل کرے میں مدد دی، وہ ابو موسیٰ عسکری بن عبد المومن، یعنی ان کے دادا کے چچا تھے۔ حن کے خلاف اہل مدینہ نے بحدہ میں دحل حاصل کر لیا تھا۔ عبد المومن کی اولاد صلیبی میں سے وہ آخری لرگ تھے۔ منجھے آج تک ان کی وفات کی خبر نہیں سنی۔ دوسرے لرگ جو ان کی بیعت میں مدد تھے۔ ابو ردر بکائی بن ابی حص عمر بن عبد المومن تھے۔ بد دونوں حضرات برابر امیر المومنین کے پاس رہ کر لوگوں سے بیعت طلب کرتے رہے۔ ان کے علاوہ الموحدون میں سے ابو محمد عدد العربر اس عمر بن ابی ردر ہندنی تھے، جن کے والد امیر المومنین ابو بوسق کے سب سے پہلے وربر تھے، اور ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے سوا، ابو علی عمر بن موسیٰ بن عبد الواحد شہرقی اور ابو مروان عبد الملک بن یوسف بن سلیمان نے بھی (جو اہل نبذملل میں سے تھے) حصول بیعت میں امیر المومنین کا ساتھ دیا۔ اس بیعت عامہ کے بعد پنجشنبہ اور جمعہ کے انام میں بیعت خاصہ کی گئی۔ اس میں الموحدون کے شیوخ اور امیر المومنین کے اہل فراہت نے بیعت کی۔ بھر شنبہ کے روز لوگوں کو عام طور پر بیعت کی اجازت دی گئی۔ میں اس دن موجود تھا۔ ابو عبد اللہ بن عیاش کاتب کھڑے ہوئے لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ ”تم امیر المومنین ابن امراء المومنین سے اسی طرح بیعت کرتے ہو جس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے اصحاب نے بیعت دی تھی۔ تمہارے لئے لازمی

ہی کہ انبساط و اکراد، ذنگی و فراخی میں ان کے مطیع و فرمان بردار رہو، اور ان کے اور ان کے ولاد اور عامۃ المسلمین کے خیر حوالہ بنے رہو۔ یہ انکا تم پر حق ہی۔ اور تمہارا حق ان پر نہ ہی کہ وہ تمہارے لشکروں کو جمع نہ کریں اور نہ تمہارے خلاف کوئی ایسا ذخیرہ جمع کریں جس میں تم سب کے لئے کوئی نہ کوئی فائدہ یا بہتری نہ ہو، تم پر عطا و بخشش کرنے میں عجلت سے کام لیں، اور تم سے احتیاج نہ کریں۔ خدا تم کو وفاداری میں مدد دے، اور تمہارے ان تمام امور میں امیر المومنین کی اعانت فرمائے، جو اس نے ان کے سپرد کئے ہیں۔“ وہ اسی قول کو بار بار ہر گروہ کے سامنے دہراتے جاتے تھے، تا آنکہ بیعت تمام ہو گئی \*

اس کے بعد مختلف شہروں کے اعیان و رؤساء اور سرداران قبائل ان کے پاس بیعت کے لئے آنا شروع ہوئے، یہاں تک کہ امیر المومنین کے لئے امر بیعت پورا ہو گیا \*

تمام حکومت اختیار کرنے کے چار ماہ کے عرصے کے بعد امیر المومنین نے ابک شخص کو گرفتار کیا، جس نے ان پر حملہ کیا تھا۔ اسکا دعویٰ تھا کہ میں بنو عبید میں سے ہوں اور العاصد کا صلیبی بیٹا ہوں۔ اس کا نام عبد الرحمان تھا۔ وہ بوسف کے زمانے میں اس ملک میں وارد ہوا تھا، جب کہ وہ اشبیلیہ میں تھے۔ اس نے ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا قصد کیا تھا، مگر چونکہ انہوں نے اسے اس امر کی اجازت نہیں دی، اس لئے وہ وہیں مفیم ہو کر سرکشی پر قائم رہا۔ آخر کار امیر المومنین ابو عبد اللہ نے سنہ ۵۹۲ میں اسے گرفتار کیا۔ اس وقت سے سنہ ۶۰۱ تک وہ برابر حبس میں رہا۔ مگر اسی سال امیر المومنین نے افریقیہ کی طرف نقل و حرکت کی، اور ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم ہزرجی نے انکی خدمت میں اسکی سفارش کی۔ انہوں نے اس امر کی ضمانت لے کر کہ وہ کبھی کوئی نابسندندہ کام نہ کریگا، اسے رہا کر دیا۔



لیکن انہی امیر المومنین کو وہاں سے واپس کئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ بہ عبیدی مراکس میں دوبارہ فتنہ و فساد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا؛ اور وہاں سے روانہ ہو کر بڑا صفحہ جد بہجاء۔ وہاں ایک جماعت کی جماعت اس کی طرف متوجہ ہو گئی، اور ان میں اس کی شہرت ہوئے لگی۔ بد شخص بہت کم سخن، حاموش اور حسین آدمی تھا۔ میں دو مرتبہ اس سے ملا، اور ہر بار میں نے یہی یاد کیا کہ وہ آداب ظاہرہ، مدلل آسردگی، نکتہ، سکون اطراف، وزن کلام، ترتیب الفاظ، اور ہر قول و فعل میں سلیقہ اور باقاعدگی کو مد نظر رکھنے میں اکثر ان صلاحات سے جن سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، ضرور بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ العصہ وہ وہاں سے امیر المومنین ابو عبد اللہ کے زمانہ حیات ہی میں ایک زبردست فوج ہمراہ لے کر شہر سجلماسہ کو گیا۔ والی شہر، سید ابو الربیع سلیمان بن ابی حفص عمر بن عبد المومن، اس کے مقابلے کے لئے برآمد ہوا۔ مگر عبیدی مذکور نے اسے شکست دے کر برے حالوں سجلماسہ کی طرف بھگا دیا۔ وہ فدائل بربر میں ایک موضع سے دوسرے کی طرف انتقال مکان کرتا رہا؛ مگر نہ تو کہیں اس کا کام بنتا نظر آتا، اور نہ کسی جماعت نے ثابت قدمی سے اس کا ساتھ دیا۔ سبب نہ تھا کہ وہ ان مقامات میں ایک اجنبی شخص تھا۔ نہ وہ وہاں کی زبان سے آشنا تھا، اور نہ وہاں اس کے اعزہ و اقارب میں سے کوئی تھا کہ وہ اس کی طرف رجوع کر سکتا۔ آخر اسے شہر فاس کے باہر گرفتار کر لیا گیا۔ مگر مجھے اس کی گرفتاری کی تفصیلی کیسیت سے آگاہی نہیں ہے۔ فاس کے والی، ابو ابراہیم اسحاق بن امیر المومنین ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن، نے امیر المومنین کو اس کے گرفتار ہونے اور اپنے پاس قید خانے میں محبوس ہونے کی اطلاع دی۔ امیر المومنین نے اس کو قتل کرنے اور دار پر چڑھائے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ والی مذکور نے اس کی گردی مردی لاش کو سولی پر چڑھا دیا، اور سر کو مراکش

بہیم دبا، جہاں اسے دوسرے باغیوں اور سرکشوں کے سروں کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔

ابو نعقرب نے رعانا کے ساتھ حسن تعلقات کے پیام میں اپنے آباہ کی سیرت قدیمہ میں کسی نوع کا تغیر نہیں کیا، اور نہ کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے انکو شاہان پیس رو کے افعال سے متمیز کہا جاسکے۔ البتہ وہ ضرور ہی کہ میں نے دیکھا ہی کہ تمام خواص دولت، جوان کے مزاج سے واقف ہیں، ان کی سہامت اور دیدار مغزی کی وجہ سے ان سے مرعوب رہے ہیں۔ سنہ ۶۱۱ کے آغاز کا ذکر ہی کہ انکے مرتبہ میں انکے باس خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے انکی حدت نفس اور بیداری قلب سے حیرت رہی تھی، اور سخت تعجب ہوتا تھا کہ وہ اسی اسی حزئی باتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ جن سے اکثر بزاری آدمی بھی واقف نہیں ہوتے، حہ جڈیکہ بادشاہ! آج تک ان سے کوئی اسی حرکت سرور نہیں ہوئی جس کے وقوع کی امید ہو سکتی تھی \*

ان امیر المومنین بوسلف کے عہد میں عبیدی مذکور کے قتل کے بعد دو اشخاص نے بھی سرکشی کی۔ ان میں سے ایک علاقہ سوس کے بلاد حزولہ میں تھا اور ”الفاطمی“ کہلاتا تھا۔ سنہ ۶۱۲ میں اسے قتل کیا گیا، اور اس کا سر مراکش بھیجا گیا۔ میں ان دنوں جزیرہ نمائے اندلس میں تھا۔ اور چونکہ امیر المومنین سے بعد مسامت پر تھا، اس لئے مجھے اس معاملے کی تفصیلی اطلاع نہیں حاصل ہوئی۔ میں نے اتنا ضرور دیکھا کہ ان لردوں کو اس کے اخذ و قتل پر نہایت خوشی ہوئی۔ دوسرا شخص اہل صلیحہ میں سے تھا۔ اسے سنہ ۶۱۸ میں قتل کیا گیا۔ مگر، جہاں تک مجھے علم ہی، اس اثناء میں اس سے بہت سے افعال قبیحہ سرزد ہوئے، اس نے متعدد افواج کو شکست دی، اور اور حلق کذیر کو شروفساد پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ تمام

خبریں مجھے اس وقت ملین جب عین تاریخ مذکورہ میں بلاد مصریہ میں تھا۔ اس شخص کو قتل کرے اور اس کے سبب سے جو کچھ فساد برپا ہوا تھا اسے مٹانے میں سید اجل ابو محمد عبد العزیز بن امیر المومنین ابو یعقوب بن عبد المومن بن علی کو دخل تھا۔ جو اس وقت شہر سجنہ سے اور اس کے اعمال کے والی تھے \*

اسی سال، یعنی سنہ ۶۲۱ میں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ سنہ ۶۶۰ کے صا سوال یا دی الثعداد (ان دونوں میں سے کسی میں) امیر المومنین ابو یعقوب نے وفات پائی۔ میں ان کی وفات کی کیفیت سے واقف نہیں ہوں۔ بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ حالات میں اضطراب واقع ہو گیا۔ 'ور لوگ فکر کوں مچانے اور فساد برپا کرنے لگے۔ پھر مجھے یہ اطلاع ملی کہ وہیں کے عوام الناس کے ایک بڑے حصے نے بالاجتماع سید اجل ابو محمد عبد العزیز بن امیر المومنین ابو یعقوب دوسف بن امیر المومنین ابو محمد عبد المومن بن علی کو (حدا ان دونوں بر اندی رحمت نازل فرمائے، ان کے چہروں کو روشن رکھے، اور ان کی صلاح و اصلاح کے لئے ان کو جرائے خیر دے!) امیر تسلیم کر لیا ہے \*

یہ ابو محمد عبد العزیز، ابو یعقوب کی چھوٹی اولاد میں سے ہیں۔ انکی والدہ سریم صہاجیہ ایک آزاد خاتون تھیں، اور اہل قلعة بنو حماد میں سے تھیں۔ امیر المومنین ابو یعقوب نے اپنے والد کی حیات ہی میں ان سے نکاح کیا تھا۔ قلعة مذکور کے گرفتار شدہ افراد میں یہ اور ان کی والدہ ملکہ بھی تھیں۔ ابو محمد عبد المومن نے ان دونوں کو آزاد کر کے سریم مذکورہ کا نکاح اپنے صاحبزادے ابو یعقوب سے کر دیا تھا۔ ان سے ابو یعقوب کی آٹھ اولادیں ہوئیں، جن میں سے حارث کے اور چار لڑکیاں تھیں۔ اولاد نربنہ میں ابراہیم، موسیٰ، ادیس، اور عبد العزیز مذکور ہیں جو سب سے چھوٹے ہیں۔ موسیٰ، میرقی کے ہمراہی عربوں کے ہاتھ سے سنہ ۶۰۵ میں شہر طاهرت کے باہر شہید ہوئے۔

نبرہدم سنہ ۶۱۲ کے دوران میں اشبیلیہ میں فوت ہوئے۔ ان دنوں میں وہیں تھا۔ باقی رہے ابو العلاء ادریس؛ انکا انتقال افریقیہ میں ہوا جس کا ذکر آگے آئیگا۔ اولاد اثاث میں زینب، رقیہ، عائشہ، اور عتبہ ہیں۔\*

ابو محمد عبد العزیز اپنے والد، اور اپنے بھائی ابو یوسف کے زمانے میں کسی جگہ کے والی نہیں رہے۔ مگر جب امر ولایت ابو عبد اللہ کے ہاتھ میں آیا، تو انہوں نے انکو جزبرد نمائے اندلس کے شہر مالطہ اور اس کے اعمال کا والی مقرر کر دیا۔ یہ سنہ ۵۹۸ کا ذکر ہے۔ پھر سنہ ۶۰۳ کے دوران میں ان کو معزول کر کے فبیلہ ہسکورہ کا والی بنایا، جو ایک وسیع و ضخیم ولایت ہے۔ مگر بعد میں وہاں سے بھی معزول کیا، اور سجلماسہ کی ولایت دی، جہاں وہ ابو عبد اللہ اور ان کے بیٹے ابو یعقوب کے زمانے میں برسر حکومت رہے، تا آنکہ یہ متقدم الذکر حملہ آور ولایت ابو یعقوب بن ابی عبد اللہ میں قتل ہوا۔ پھر ابو یعقوب نے ان کو سجلماسہ سے معزول کر کے اشبیلیہ کا والی مقرر کیا، جہاں ان کے بھائی ابو العلاء برسر ولایت تھے (جن کو معزول کر کے افریقیہ بھیج دیا گیا تھا اور، جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے، وہیں ماہ رمضان سنہ ۶۲۰ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ) \*

یہ ہیں مختصر حالات ابو محمد عبد العزیز کی حکومت کے جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور اگر حو کچھ کہ بیان کیا جاتا ہے صحیح ہے، اور اگر یہ امر ولایت اپنے کمال کو پہنچ جائے، تو یقیناً خلیفہ مذکور ملک کو خیر و عدل سے بھر دینگے۔ ان کی رعایا زمین کو پاک و صاف کر دینگے، امیر المومنین کی برکت نفس، حسن سیرت، اور خوبی طبیعت سے برکتیں ظاہر ہونگی، اور آسمان سے خیر و برکت کی موسلا دھار بارشیں ہونگی۔ اور یہ سب کچھ جب ہی ہو سکنا ہے کہ زمانہ ان کا مساعد رہے، اور خدائے تعالیٰ غیب سے ان کے لئے اعوان

صالحین پیدا کر دے، کیونکہ جہاں تک صحیح علم ہی، وہ بہت بڑے  
 صائم النہار، اور قائم اللیل بزرگ ہیں، اپنے مذہب کے مجتہد ہیں،  
 اپنے کام میں قوی بصیرت اور عزم دلچسپ رکھتے ہیں، نہایت بخود دار  
 و غیرت مند ہیں، حق کے باب میں کبھی کسی ملامت گز کی ملامت  
 کی پرواہ نہیں کرتے، ذکر الہی میں سب سے زیادہ رض اللسان رکھتے  
 ہیں، اور کتاب اللہ کی سب سے زیادہ تلاوت کرتے ہیں، میں نے انکو  
 ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا ہی کہ کار و بار ولایت انہیں گھبرے ہوئے  
 ہی، اور امور زمانہ میں ان کے اوقات صرف حورہ ہیں، مگر نا وصف  
 اس کے نہ نو ان کے اور ان میں خلل واقع ہوتا ہی، نہ ان کے معور کردہ  
 روزانہ حصول علم اور تلاوت قرآن میں حرج ہوتا ہی، اور نہ ان اوقات  
 تسبیح و تہلیل میں رخنہ پڑتا ہی جن کو انہوں نے لیل و نہار میں  
 ترتیب دے رکھا ہی، میں نے ان کی بہ تمام باتیں خود مشاہدہ کی  
 ہیں، نہ میں کسی اور سے نقل کر رہا ہوں اور نہ اس بارے میں کسی  
 اور کی روایت سے سند لیتا ہوں، مزید برآں وہ نرم مزاج اور نرم دل  
 بھی ہیں، اپنے دوستوں سے اور ہر دیکھ، سخی النفس اور خندہ رو  
 مسلمان سے تواضع اور فروتنی سے پیش آتے ہیں \*

### ان کی صفات

ان کا رنگ سفید ہی، جس بر زردي غالب ہی، وہ نہایت  
 خوبرو ہیں، ان کا قد درمیانہ اور اعضاء متناسب ہیں، جہاں تک  
 صحیح علم ہی، ان کے تین لڑکے ہیں :-

(۱) محمد، جو سب سے نرے ہیں، (۲) عبدالرحمان، اور

(۳) احمد، ان کے علاوہ چند لڑکیاں بھی ہیں \*

بہ ہی تہذیب دولت المصائدہ کی تاریخ کی ' ان کے آغاز امر ' یعنی سنہ ۵۱۵ء سے ہمارے زمانے ' یعنی سنہ ۶۲۱ء تک . یہ کل زمانہ بطور اجمال ( بد بطور تفصیل ) ایک سو چھ سال کا ہوتا ہی . ہم نے اس تاریخ میں صرف اسے امور اور واقعات بیان کئے ہیں ' جن کی ہر اس شخص کو ضرورت پڑتی ہی جو اس زمانے کا علم حاصل کرنا چاہتا ہی . ہم نے ان تمام امور سے تعرض نہیں کیا ہی ' جن کی ہمیں ضرورت لاحق نہیں رہی . مثلاً عبد المومن کی اولاد ' ان کی اولاد کی اولاد ' اور ان کی اولاد کی اولاد کا بیان ' اور ان کی ولایت و عزل ' ان کی اُسیات ' ان کے گداب و حجاب و ورراہ کی تاریخی تفصیل . کیونکہ اگر ہم ان تفصیل کے درپے ہوتے ' تو یہ کتاب تلخیص نہ رہتی ' بلکہ کتب مبسوطہ میں شمار ہوتی . البتہ اگر ہماری ضروریات معاش کافی ہوتیں ' اور ہم زمانے کی کد و کاوش سے محفوظ ہوتے ' تو ہم ان تاریخی حالات میں سے وہ تمام امور و واقعات بیان کرنے ' جو احاطہ علم ' بلوغ روایت ' اور حصول مسامدہ میں آسکتے . میں نے ان اور ان میں ' جو دولت المصائدہ وغیرہ کے حالات پر حاوی ہیں ' صرف وہی واقعات درج کئے ہیں جن کو میں نے ' نا تو کسی کتاب سے نقل کرتے ہوئے ' یا کسی نفع و عادل شخص سے سن کر ' یا خود مشاہدہ کر کے ' تحقیق کر لیا ہی . اور وہ بھی اس حالت میں کہ میں نے اس گل کتاب میں حتی الوسع صداقت و انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ' اور کوشش کی ہی کہ میں نہ کسی شخص کے محاسن میں سے ایک ذرا سا موتی بھی کم کروں یا کسی کے معائب میں اس کے استحقاق سے زیادہ رائی کے برابر اضافہ کروں . میں خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں ' اور تضرع و راری کے ساتھ اپنے قول و عمل میں سداد و صواب کی توفیق چاہتا ہوں : فہو حسبی و نعم الوکیل \*

## المصامدہ کی سیرت، ان کے قبائل اور ان کی رحلت و اقامت کے حالات جامعہ

ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ محمد بن تومرت المہدی کے اولین ہمراہیوں میں دس اشخاص شامل تھے، جو مجموعی طور پر ”الجماعت“ کہلاتے تھے۔ صحیح روایت کے مطابق ان میں سے پہلے شخص عبد الواحد منرفی تھے، پھر عبد المومن بن علی امیر المومنین؛ پھر عمر بن عبد اللہ صنهاجی؛ جو ان کے ہن ارتاج کے نام سے مشہور تھے؛ پھر فاصکہ بن وصال، حن کا نام ابن تومرت نے عمر اور کذبت ابو حنص رکھی تھی۔ ان عمر کی اولاد بہت پھیلی۔ ان میں سے ابراہیم، اسماعیل اور محمد تھے۔ آخر الذکر کی والدہ عبد المومن کی صاحبزادی تھیں۔ انکے علاوہ یحییٰ، عیسیٰ، موسیٰ، یوس، عبد الحق، عثمان، احمد، اور عبد الواحد بھی تھے۔ عبد الواحد کو امیر المومنین ابو عبد اللہ نے سنہ ۲۰۳ میں افریقیہ کا والی مقرر کر دیا تھا، اور وہ اپنے یوم وفات، یعنی یکم محرم روز پنجشنبہ سنہ ۲۱۰ تک برابر والی رہے۔ ابن تومرت فاصکہ مذکور کو ابن مبارک کہا کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ ”جب تک یہ نا انکی اولاد میں سے کوئی فرد باقی رہیگا الجماعت میں خیر و برکت باقی رہیگی“۔ جناحہ لوگوں نے ان سے اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے بہت کچھ نفع اٹھایا۔ فاصکہ عمر ایندی کے نام سے مشہور تھے، اور اس کتاب میں کئی جگہ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس وقت ہمارے زمانے میں ان کی صلبی اولاد میں سے صرف ایک صاحب عثمان نامی باقی رہ گئے ہیں۔ میں ان سے شہر مرسیہ میں

جدا ہوا تھا، اور اس ملک کو آتے ہوئے مہینے ان کو وہیں جھوڑا تھا۔ ان کو سب سے جیاں اور اس کے اعمال کا والی بنا دیا گیا تھا۔ وہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد مجھے بلاد مصر کے فیما کے دوران میں مد خبر ملی تھی کہ انہیں بلنسیہ کا حاکم بنادیا گیا ہے۔ پھر وہاں سے بھی معروئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد مجھے خبر نہیں کہ وہ آکل اندلس میں ہمیں یا مراکش میں۔ میں ان کو اپنے بھائیوں میں شمار کرنا ہوں (خدا ان سے، ہم سے، اور جملہ مسلمانوں سے راضی ہو) ان کے علاوہ یوسف بن سلیمان اور ان کے بھائی عبداللہ ابن سلیمان بھی تھے۔ بہ دونوں حضرات اہل دینم میں سے تھے اور مسکالہ نامی قبیلے کے افراد تھے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پھر ابو عمران موسیٰ بن علی ضریر تھے، جو عبد المومن کے خسر تھے۔ وہ آنکھوں کے دائم المرض تھے۔ عبد المومن جب کبھی مراکش سے کہیں جاتے، ان کو وہاں اپنا قائم مقام بنا کر جاتے تھے۔ پھر ابو ابراہیم اسماعیل ہزر جی۔ نہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے اپنے نفس کو قتل و غارت کے لئے وقف کر دیا تھا اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، عبد المومن پر فدا ہو گئے تھے۔ ان کے بعد اہل دینم میں سے ایک صاحب تھے، جو ان کے ہاں ابن بیجیہ کے عرف سے معروف تھے۔ مجھے ان کے نام میں شک ہے کہ کیا تھا۔ پھر ادب جدیدی تھے۔ الموحدون کے امر کے آغار میں اقطاع و املاک کی تفسیم کا انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ یہ تمام گروہ ”الجماعت“ کے نام سے موسوم تھا۔ بعض لوگ ابو محمد واسنار کو بھی اس میں شمار کرتے ہیں۔ وہ دباغ پیشہ اور سیاف فام آدمی تھے۔ شہر اغمت کے رہنے والے تھے۔ جس وقت ابو عبد اللہ ابن تومرت اغمت سے گزرے ہیں، اسی وقت وہ ان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ ابو عبد اللہ ابن تومرت نے ان کو اپنی خدمت کے لئے مخصوص کر دیا تھا، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ بالفاظ دین نہایت شدد ہیں اور جو کچھ دیکھتے یا سنتے ہیں



اسے نہایت متانت کے ساتھ پرستید رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے ہاں نہ صرف وصو اور مسواک کے اندھام پر مامور تھے، بلکہ ملاقات کے لئے آنے والوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت دیاے اور ابنِ عمرت کے آگے آگے چلنے کا کام بھی ان ہی کے سپرد تھا۔ وہ ابنِ عمرت کی وفات تک ان فرائض کو انجام دیتے رہے۔ بعد 'ران' انکی قبر کے، اور حب عبد المومن بھی وہی پائو وہیں دفن ہوئے تو انکی قبر کے بنی، مقولی مقرر ہوئے۔ واسدار مذکور نے ابو بعبوب کی حکومت کی ابتدا میں انتقال کیا۔ اس وقت وہ بہت زیادہ مومن ہو چکے تھے۔ وہ صاحبِ اجتہاد عبد اور گوشہ نشین زہاد میں سے تھے۔ نہ انہوں نے کچھ کہا، اور نہ کوئی دینار و درہم تک چھوڑا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو، چونکہ عبد المومن کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی اور المصامد بھی جانتے تھے کہ ان کے آقائے مجازی کے ہاں انہیں بہت قرب حاصل ہی اور وہ اکثر ان کی تعریف کیا کرتے ہیں، اس لئے سب سے زیادہ مال و نعمت جمع کر سکتے تھے \*

ان حضرات کے علاوہ مختلف قبائل کے آدمی آکر الجماعت میں شامل ہو گئے تھے، اور ان ہی میں شمار اور ان ہی سے منسوب ہوتے تھے \*

حلوں عام کے وقت سب سے پہلے عمر بن عبد اللہ صہاجی کی اولاد ہونی تھی۔ پھر عبد المومن (یا ان کی اولاد میں سے اس وقت جو صاحبِ امر ہو اُس) کا گھوڑا۔ اس کے بعد تمام اہل الجماعت اپنے اپنے طبقات و مدارج کے مطابق، اور سب کے آخر میں اہل فوج ہونے تھے، جو نہایت کثیر التعداد تھے \*

## الموحدون کے قبائل

وہ قبائل جو ”الموحدون“ کے جامع اور مشترک نام سے موسوم ہیں اور جن میں فوج، اداوان و انصار اور ان کے علاوہ تمام بربر اور المصعدہ سربک و شامل ہیں اور ان کی رعایا اور تحت امر ہیں، ست قبائل ہر مستعمل ہیں۔

(۱) سب سے پہلا قبیلہ ابن تومرت کا ہی، جس کا نام ہرغہ ہی اور الموحدون کے دیگر قبائل کی بہ نسبت قلیل التعداد ہی \*

(۲) قبیلہ عبد المومن۔ اسکا نام کومبہ ہی۔ یہ ایک کنیز التعداد قبیلہ ہی، اور متعدد چھوٹے چھوٹے قبائل پر حاوی ہی۔ نہ کبھی زمانہ قدیم میں اس قبیلہ کو ریاست و نباہت حاصل ہوئی، اور نہ اب زمانہ جدید میں ہی۔ زراعت، گلہ بانی، اور بازاروں میں دود، لکڑی اور اسی قسم کی معمولی اشیا فروخت کرنا ان کا پیشہ رہا ہی۔ خدائے معز و مذل و معطی و مانع کی شان ہی کہ آج اسی قوم کی یہ حالت ہی کہ نہ المغرب میں آج ان کا کوئی ہمسر ہی اور نہ کسی ہاتھ کو ان کے ہاتھ سے مقابلہ کرنے کی حرأت ہوتی ہی۔ اور یہ سب عظمت و شان اس وجہ سے ہی کہ عبد المومن اسی قوم کے ایک فرد تھے، حالانکہ، جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں، انہیں کسی اور قبیلہ سے منسوب کیا جاتا ہی \*

(۳) اہل تینملل۔ اصل میں وہ متفرق قبائل کے افراد ہیں، مگر انہیں متحدہ طور پر مقام تینملل ہی سے منسوب کیا جاتا ہی \*

(۴) ہنقاتہ۔ بہ بھی ایک نہایت زبردست قبیلہ ہی، اور اسکا ایک حصہ زمانہ قدیم میں ریاست و شرافت سے ممتاز رہا ہی \*

- (۵) جنفیسہ . بہ ایک معزز اور صبور قبیلہ ہی \* اور اسکی رہبان  
وہن کی تمام رہبانوں سے زیادہ بتیس و فصیح ہی \*
- (۶) جد مبرودہ . اس قبیلہ کا صرف ایک حصہ ہی الموحدون  
کی رعیت مبن شامل ہی . کل قبیلہ رعنا مبن نہیں ہی \*
- (۷) وبائل صہاجہ کے وہ افراد جنہوں نے الموحدون کی دعوت  
قبول کی \*

#### (۱) ہسکورہ کے بعض قبائل \*

بہ الموحدون کے وہ وبائل ہیں جنہیں وہ خود اس نام کا مستحق  
جبل کرنے ہیں . ان کے علاوہ المصامدہ کے وہ تمام افراد بھی رعیت  
مبن شامل ہیں ، جن کو عطیات دئے جاتے ہیں ، جو فوجوں مبن  
سامل ہیں ، اور بطور سفیروں کے روانہ کئے جاتے ہیں \*

حونکہ اس وقت المصامدہ کا ذکر آگیا ہی ، اس لئے ہم (خدا آپکو  
سلامت رکھے اور آپ کو ، اور آپ کی برکت سے ان وبائل ، یعنی  
المصامدہ ، کو جن پر اس مجموعی نام کا اطلاق ہونا ہی ، صلاح و فلاح  
پر فائز رکھے ! ) یہاں ان کا اور ان کے ملک کی حدود کا ذکر کرتے ہیں ،  
تاکہ آپ ان مبن اور اہل بربر مبن تمیز کر سکیں \*

المصامدہ کے ملک کی حد وہ درنائے عظیم ہی جو صہاجہ کے  
بہازوں سے نکلکر بحر اعظم ، یعنی بحر اقباس ، مبن جاگرتا ہی . اس  
درنا کو اُم ربیع کہتے ہیں . اس پر دو قبیلے آباد ہیں . ایک کا نام  
ہسکورہ ہی اور دوسرے کا صہاجہ ، اور بہ دونوں المصامدہ مبن سے ہیں .  
دوسری سرحد وہ صحرا ہی جس مبن قبائل لمتوبہ ، مسوفہ ، اور  
سرطہ کے قبائل مسکن گزرتے ہیں . یہ لوگ المصامدہ مبن سے نہیں  
ہیں . جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی ، المرابطوں کے زمانے مبن ان قبائل  
مبن سلطنت تھی . بہ تو المصامدہ کے ملک کی حدود کا عرض ہی .

بلحاظ طول اس کی وسعت درن نامی پہاڑ سے بحر اعظم ' یعنی بحر افناپس ' تک پہیلی حرٹی ہی . اس علاقہ کے جو قبائل المصامدہ کے نام میں شریک و سہیم ہیں وہ قبائل ہسکورہ ' صہاجہ ' داکلہ ' حاحہ ' رحراحہ ' جرولہ ' لمطہ ' حنفیسہ ' ہنناتہ ' ہرغہ ' اور قبائل اہل تینملل ہیں . ان کے علاوہ مراکش کے گرد و نواح میں بھی ان کے قبائل آباد ہیں ' جن کے نام ہرمیر ' ہیلانہ ' اور ہزرخہ ہیں . الموحدون ان سب کو مجموعی طور پر "العبائل" کے نام سے یاد کرتے ہیں . عرضیکہ بھی وہ تمام قبائل ہیں جن پر المصامدہ کا جامع نام حاوی ہے . پھر طرابلس المغرب سے لے کر سوس کی آخری حد تک ' اور ان کے علاوہ قبائل لمقونہ ' مسوفہ ' اور سرطہ ' جو اس علاقے کے پرلی طرف آباد ہیں ' اس تمام و کمال ملک پر بور کے جامع و مابع نام کا اطلاق ہوتا ہے . اسی طرح بلحاظ طول المصامدہ کا ملک دوسری طرف بلاد سودان کی سرحد اولین تک بھیللا ہوا ہے \*

المصامدہ کی فوج میں عرب ' غر ' اندلسی ' رومی ' اور المرابطون کے قبائل کے افراد وغیرہ ہر قسم کے آدمی شامل تھے \*

مزید برآں الموحدون کی دو اصداف تھیں . صنف اول کے افراد "الجموع" (یعنی جماعتیں) کہلاتے تھے . ان کو باقاعدہ تنخواہیں ملا کرتی تھیں . وہ لوگ ہمیشہ مراکش ہی میں رہتے تھے ؛ کبھی وہاں سے باہر نہیں نکلتے تھے . صنف دوم کے افراد "العموم" (یعنی عام لوگ) کے نام سے موسوم تھے . وہ لوگ اپنے اپنے بلاد ہی میں رہتے تھے ' اور کبھی مراکش کو آتے تھے تو بڑی بڑی جماعتوں میں . جہاں تک صحبے علم ہی ' تنخواہ یاب وچ کی صحیح تعداد جو مراکش ہی میں مفیم رہتی ہے ' خواہ وہ الموحدون کے قبائل کی ہو خواہ دیگر تمام افواج میں سے ہو ' دس ہزار آدمیوں کی ہے . الموحدون

کی دایہ افواج اور دوسرے اقسام کے لشکر جو اور مقامات میں ہیں، ان کی تعداد اس میں شامل نہیں ہے \*

عرض عام کے وقت جنوس میں سب سے آگے 'و حصص عمر صہاجی کی اولاد' اپنے اپنے طبقوں اور عمروں کے مطابق ہونی ہی۔ ان کے بعد نذیر عبد المومن میں سے جو خلیفہ وقت ہو اس کا کہوتا ہونا ہی۔ اس کے پیچھے 'انجہ امت' کے راکدن ابے طبقات کی ترتیب سے ہوتے ہیں۔ پھر اہل فوج، پھر قبائل میں سب سے آگے ہرے، یعنی ابن تومرت کا قبیلہ، ہوتا ہے، اس کے بعد اہل تدنمل، پھر اہل کومیہ، اور سب سے پیچھے الموحدون اس ترتیب سے ہوتے ہیں جس ترتیب سے انہوں نے بکے بعد دیگرے شروع شروع میں ہجرت اختیار کی تھی \*

ان کی ہمیشہ یہ عادت رہی کہ خط لکھ لکھ کر متفرق بلاد سے مختلف ونون، اور بالخصوص علوم نظری کے علماء کو اپنے دربار میں دلاتے تھے۔ ان علماء کی حمايت کا نام "طلبة الحضر" تھا۔ بعض اوقات ان کی کثرت ہو جاتی تھی، اور بعض اوقات تعداد کم ہوتی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ علماء کی ایک اور صف بھی تھی، اور ان کا کام صرف یہ تھا کہ وہ المصامدہ کے متعلق معلومات جمع کئے جائیں۔ ان کو "طلبة الموحدین" کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ یہ امر ضروری تھا کہ جس مجلس میں خلیفہ موحود ہوں، عام اس سے کہ وہ مجلس عام ہو یا خاص، ان طلبہ کے شیوخ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور حاضر ہو۔ قاعدہ یہ تھا کہ سب سے پہلے خلیفہ کسی علمی مسئلے پر بحث کا آغاز کرتے تھے، ان کی اجازت سے کوئی اور شخص اس پر تفریر کرتا تھا۔ چنانچہ عبد المومن، یوسف، اور یعقوب خود بنفس نفیس بحث کا آغاز کرتے تھے، اور آخر میں دعا کرتے تھے، جس کے جواب میں وزیر اس قدر بلند آہنگی سے آمین کہتا تھا کہ دور دور کے لوگ بھی سن سکیں \*

ستر میں یہ فاعلہ تھا کہ خلفاء کے آگے آگے دوران سواری میں صبح سائیں پر وقت قرآن شریف پڑھا جاتا تھا۔ کہیں نزول ہوتا تو دن کے شروع میں نماز فجر کے بعد سب سے پہلا کام وہ کیا جاتا تھا کہ ایک شخص باہر نکل کر اسفعدت باللہ اور توکل علی اللہ کی مدد کی کرتا۔ وہ اس وقت ہوتا تھا کہ جب خلیفہ سوار ہونے تھے۔ اور جب دوسرے لوگ بھی سوار ہونا شروع کرتے تو خلیفہ اس انداز سے خیمے کے اندر سے سوار ہو کر نکلے کہ ان کے بڑے بڑے قرابت دار اور الموحدون کے شیوخ لمبے لمبے دم بڑھاتے ہوئے خلیفہ کے آگے آگے جلتے تھے۔ پھر خلیفہ ان کو سوار ہونے کا حکم دیتے، اور جب وہ سوار ہو جاتے تو خلیفہ تھہرتے اور ہاتھ بڑھا کر دعا کرنے۔ دعا سے فراغت ہو جانے کے بعد ان کے پیچھے سے طلبۃ الموحدین آہستہ آہستہ چلتے ہوئے قرآن شریف کی کوئی سورت بہادت خوش الحانی سے پڑھتے جاتے، اس کے بعد کچھ حدیث شریف سناتے، پھر اپنی اور عربی زبانوں میں ابن تیمیہ کے عقائد کے متعلق ادھین کی تالیفات پڑھتے۔ جب اس سے فراغت ہو جاتی، تو خلیفہ بھی تھہر جاتے اور ہاتھ بڑھا کر دعا کرنے۔ علیٰ هذا الفیاس نرون کے وقت بھی اعیان قرابت اور شیوخ موحدین پہلے خلیفہ کے آگے آگے جل کر خیمہ میں داخل ہوتے، اور خلیفہ خیمہ کے اندر پہنچ کر دعا کرتے۔ ان کے تمام سفروں میں ہمیشہ یہی عادت جاری رہی \*

### اقامت جمعہ کے حالات

ان کے جمعوں اور خطبوں کے حالات وہ ہیں کہ ان کے خلیفہ زوال آداب نے وقت ایک قبلہ رخ دروازے سے اپنے خواص و حشم کو ہمراہ لئے ہوئے برآمد ہوتے اور دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ جاتے۔ پھر قاری خوش نواہی کے ساتھ دس آیات قرآنی تلاوت کرتا۔ اس کے بعد رئیس المومنین (جس کے پاس وہ عصا ہوتا تھا جس پر خطیب سہارا

لے کر کھڑا ہوتا تھا) اُتہ کر کہہ کہ ”د سندھ ان امر المومنین! والحمد للہ رب العالمین۔ زوڑاں آفتاب کے بعد ساتھ ہمیں دہا بی“۔ اس کے اس قول سے یہ سراں ہوتی تھی کہ وہ امیر المومنین سے اس امر کی احزت طلب کرتا تھا کہ خطب منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ شروع کرے۔ ’حزرت سلمے بر خطب اُتہ کر منبر پر چڑھتا اور وہ شخص اسے وہ عصا دے دیتا۔ جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا، تو نین مودن‘ حہدن ان کی خوش الحانی کی بنا پر مختلف بلاد سے منتخب کیا جاتا تھا، نہایت دلکش لہجہ میں متفرق طور پر اذان دیتے۔ پھر خطیب کھڑا ہو کر خطبہ پڑھتا اور سب سے پہلے یہ کہتا کہ —

”الحمد للہ نعمدة و نستعینہ و نعوذ باللہ من سرور انفسنا و سیات اعمالنا۔ من ینہدی اللہ فلا مضل لہ، و من یضلہ فلا ہادی لہ۔ و نشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، و نشہد ان محمدا عبده و رسولہ، ارسلہ بالحق نبیرا و بذرا بین ہدی الساعۃ۔ من بطع اللہ و رسولہ فقد رمد، و من بعض اللہ و رسولہ فلا یضر الا نفسہ ولا یضر اللہ شیئا۔ اسئل اللہ رزنا ان یجعلنا ممن یطیعون و بطیع رسولہ و یتبع رضوانہ و یجتنب سخطہ، فامنا بحسن بہ ولہ۔“

پھر تعوذ کے بعد سورۃ فاف شروع سے آخر تک پڑھ کر بیٹھ جاتا۔ بعد ازاں خطبہ نادیدہ کے لئے اُتھتا اور کہتا —

”الحمد للہ بحمدہ و نستعینہ و نتوکل علیہ، و نبوأ من الحول والقوۃ الیہ، و نشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، و نشہد ان محمدا عبده و رسولہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ الذین اتبعوہ، فقاتوا الایام جدًا و عزمًا و انفذوا و سعمہم فی بصرۃ و الصبر علی ما اصابہم فیہ و فاء و صدفا و حزمًا، و علی الامام المعصوم، المہدی المعلوم، ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ العربی القرشی الهاشمی الحسینی العاطفی المہمدی الذی اُتد بالعصۃ فكان امرہ حتما، و اکتف بالذور اللائح و العدل الواضح، الذی

نصلاً المسیطه حتی لا بدع فیہا ظلاماً ولا ظلماً ، و علی وارث سرفہ الصمیم ،  
 قسیمہ رصاً ، فی النیب الکرم ، المصبتی لوراثۃ معلیہ العلی الخلیفہ  
 الامام ابی محمد عبد المؤمن بن علی ، و علی ابی یعقوب ولی ذلك  
 الاستخلاص ، و سدد حب شرف الاحتبا و الاحتصاص . اللهم و ارض عن  
 المصباح فی سبیلک ، المحیی سدد رسولک ، الخلیفۃ الامام ابی یوسف  
 امیر المؤمنین ، ابن امیر المؤمنین ، ابن امیر المؤمنین ، و علی الخلیفہ  
 الامام ابی عبد اللہ ابن الخلیفۃ الراشدین . اللهم و انصر ولی تبعہم  
 الضالع فی افق سعدهم ، البنائم بالامر من بعدہم ، الخلیفۃ الامام  
 امیر المؤمنین ابی یعقوب ابن امیر المؤمنین ، ابن امیر المؤمنین ، ابن  
 امیر المؤمنین ، ابن امیر المؤمنین ، ابن امیر المؤمنین . اللہم کما  
 شددت بہ عری الاسلام ، و جمعت علی طاعته قلوب الانام ، و نصرت  
 بہ دن نبیک محمد علیہ السلام ، فاقص لد ناصر المعرون بالکمال  
 و القام . اللهم کما اجتنبینہ من الخلفاء الراشدین و الائمۃ المہدین ،  
 فاجعلہ من المستحبین لآثارہم ، المہتدین بمسارہم ، المصتبیین من  
 ادوارہم . اللهم و ابد الطائفۃ المنصورۃ و الجماعۃ اخوان بیک ، و طائفۃ  
 مہدیک ، الذین اخبرت عنہم فی صریح و حیک انہم لا یزالون ظاہرین  
 علی امرک الی قیام الساعۃ ، و امدهم و کافہ من انظم فی سلكہم  
 من انصار الدین و حزبک المؤحدین بصواد النصر و النصکین و التبع المہدین ،  
 و اجعل لہم من عضدک و نابیدک اعرّ ظہیر و اکرم نصیر ۔

اس کے بعد وہ دعا کر کے منبر پر سے اتر آتا اور نماز پڑھانا . نماز سے  
 فارغ ہو کر خلیفہ خود دعا کرتے اور ، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ،  
 وزیر آمین کہتے جاتے \*

یہ ہے تمام کیعیت ان کی سیرت کی جس کو ہم نے شرط  
 تفریب کے اقتضا کے مزاق مجمل بیان کر دیا ہے . اسی انداز میں اور  
 تفصیل میں ، جن کی تشریح بہت طویل ہوگی ، اور اس کتاب کے



پڑھنے والے کو انکی روداد ضرورت بھی نہیں ہی کبہونکہ جو کچھ میں نے ان اوراق میں لکھ دیا ہے فاری کذاب اسی سے ان امور کا اسنادل کرسکتا ہے جو بیان نہیں کئے گئے \*

اور (خدا تب کو صلاحیت دے) یہ ہے اندھا المعرب کے احبار اور اس کے ملوک و وزراء و وگڈب کے سپر اور اس کے دیگر مدخلقات کی، جو حسب اسطاعت مجھ تک پہنچے ہیں۔ اس سے پیشتر مہسوط طور پر اس تفصیر و خلل کے لئے عذر خواہی کی جا چکی ہے جو اس کذاب میں دئی جانی ہے۔ علاوہ اس کے، ہمارے آفا کے اس حقیر ترین خادم کو نہ کبھی تصنیف کی عادت ہے، اور نہ کبھی اس نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ البتہ ہمت فخریہ ہے (خدا اس کا رتبہ بلند کرے) سے اس کام کے لئے تیار کیا۔ پس اگر اس تصنیف میں کوئی خوبی ہے تو اس کی نسبت اسی ہمت علیہ کی طرف ہے اور اس کا منبع بھی وہی ہے، اور اگر کچھ غیر ہے تو اسے اس کی حصلت حسم پوشی مسنور اور اس کی مسامحت معمر رھنے دیگی \*

ہمارے آفانے (خدا اس کی مسجد کا محافظ ہو!) تحریر فرمایا تھا کہ اس تصنیف میں اقالیم معرب کا ذکر، اس کے شہروں کی تعین، برفہ سے سوس اقصی تک کے تمام مراحل کی فرداً فرداً تحدید، اور جریرہ نمائے افدلس اور اس میں جن جن شہروں پر مسلمان قابض ہیں (جیسا کہ پہلے ذکر ہو بھی چکا ہے) انکا ذکر، درج کیا جائے۔ جنانچہ آنجناب کے اس مملوک نے حسب عادت قبول حکم کے سوا اور کوئی حارہ نہ دیکھا۔ اور آوائے عہدوم کا امدثال امر کرنا شرعی اور عری طور پر بھی واجب ہے، باوصف اس کے کہ یہ باب اس تصنیف کے مقصد سے خارج اور المسالک والممالک کے مقصد میں داخل ہے، اور لوگوں نے اس باب میں متعدد کتابیں بھی تصنیف کی ہیں — مثلاً ابو عبید

نکری اندلسی کی کذاب، ابن ویاص اندلسی کی کذاب، ابن خرداد بہ واریسی دی کذاب، العربانی کی کذاب، اور اسی قدیل کی دیگر کتب معرہ۔ اذشاء اللہ ہم نہ طور تعریب بلا تطویل اپنے مولانائے عالی کی رائے کے مطابق اس بارے میں ان حدود بلاد کا ذکر کریں گے، جن پر وہ حکمران ہیں، اور اسی عادت کے مطابق بیان کریں گے جو اس کذاب میں شروع سے آخر تک رہی ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں، وباللہ التوفیق والاعانہ۔

نہ امر معلوم اور مشہور ہے کہ بہ لحاظ عرض بلاد مصریہ کی پہلی حد وہ ہے جو شام عرش سے ملی ہوئی ہے، اور آخری وہ کہ جہان مغرب میں وہ شہر اطرابلس (المعروف بہ برفہ) سے ملتی ہے، اور بہ لحاظ طول اس کی حدود سرحد اُسوان سے شہر رشید نک ہیں، جو بحر رومی کے ساحل پر واقع ہے۔ اصحاب ”مسالک و ممالک“ اور اسی قسم کے دیگر مصنفین نے یوں ہی بیان کیا ہے۔ پھر بلاد افریقیہ اور المغرب کی اولین حد وہی شہر اطرابلس ہے جس کا سطور بالا میں ذکر ہوا، جسے برفہ بھی کہتے ہیں۔ اسے اہل روم نے آباد کیا تھا۔ وہ ان بلاد میں سب سے بڑا مقام اور ان کے اہالی کے لئے مقام اجتماع تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا تھا، اور اسی سے المغرب کی فتح کا آغاز ہوا تھا۔ اس شہر، یعنی اطرابلس، سے طرابلس المغرب تک تقریباً پچیس منزلیں ہیں، اور اسکندریہ اور طرابلس المغرب کے درمیان بیستالیس۔ اسکی آبادی شہر اسکندریہ سے لے کر شہر فیروان تک پھیلی ہوئی تھی، اور دن رات اس میں قفلوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ اسکندریہ اور طرابلس المغرب کے درمیان نہایت قریب قریب فاصلوں پر قلعے واقع تھے۔ جب کبھی سمندر میں کوئی غنیم رونما ہوتا تھا ہر ایک قلعہ اپنے، نصل کے قلعہ کے لئے روشنی کرتا تھا، اور وہ روشنی وہاں پہنچ جانی

تھی۔ اس طرح دشمن کی آمد کی خبر اسکندریہ سے طرابلس اور  
 طرابلس سے اسکندریہ تک، رات کے وقت، تین با حار گھنٹے کے عرصے  
 میں پہنچ جاتی تھی، اور لوگ اپنے اپنے ساز و سامان کو سنبھال کر  
 دشمن سے ہوشیار ہو جاتے تھے۔ ان بلاد کی یہ بات اس وقت تک  
 منہ پور رہی کہ جب آخر کار عربوں نے ان قلعوں کو تباہ و برباد کر کے انکے  
 باشندوں کو وہاں سے خارج کر دیا، جب کہ سنہ ۴۰۷ء کے حدود میں  
 بدر عبدی نے انہیں المعروف کوحلے جانے کی احارت دی تھی، کبوترکے  
 ان میں اور معمر بن دینس صلیحی میں کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی،  
 جس نے ان کے لئے صلیحیوں پر سے دعا کرنے کی رسم بند کر کے بنو عباس  
 کے لئے دتہ کرنے کا رواج جاری کیا تھا۔ اس وقت سے آج تک وہ اسی  
 حراسی اور تباہی کے عالم میں مبتلا ہیں۔ اہل عرب میں سے بنو سلیم  
 بن منصور بن عکرمہ بن حصہ بن فیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد  
 بن عدنان و عدود و عبد ربیع نے اسے اپنا وطن بنالیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ آج  
 تک وہاں ہیں، اور مدین و حصوں کے آثار بھی آج تک وہاں ہیں \*

شہر انطالیس مذکور بالکل خراب و برباد ہو چکا ہے۔ اب سوا  
 اس کے آثار کے اور کچھ بھی باقی نہیں ہیں۔ برقعہ اور طرابلس کے درمیان  
 ایک قلعہ ہی حس کا نام ظلمینہ ہے جس کے قریب گندھک کی  
 ایک کان ہے۔ لیکن شہر طرابلس آج تک آباد و معمور ہے۔ یہ شہر  
 المصامدہ کی مملکت میں سب سے پہلا شہر تھا۔ ان کی سلطنت کے  
 دوران میں اور ابو یعقوب کے زمانے میں مملوک قراقش اس پر مسندولی  
 ہو گیا تھا، حس کا حال ابو بوسف کے ایام حکومت کے بیان میں گزر چکا  
 ہے۔ مگر بعد میں المصامدہ نے اسے وہاں سے نکال دیا۔ علیٰ هذا القیاس  
 یحییٰ بن غانیہ بھی اس پر اور افریقیہ کے ایک بڑے حصے پر غالب  
 ہو گیا تھا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اسے بھی بعد میں المصامدہ نے وہاں  
 سے خارج کر دیا تھا۔ مختصر یہ کہ یہ شہر آج، یعنی سنہ ۱۲۱ء

تک المصمدمہ کی حکومت میں ہی ۔ بلاد افریقیہ کی مشرقی حد مسہر  
انطابلس مذکور ہی ہے ، اور مغربی سرحد میں مسہر فسطنطینہ الہواء  
ہے ، جو اپنی غنیمت دلدی اور نہایت درجہ محفوظ و مصئون ہونے  
کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا ہے ۔ انطابلس اور قسطنطینہ المغرب  
کے مابین فرب یکدن مراحل کا فاصلہ ہے ۔ العرض طول و عرض کے لحاظ  
سے افریقیہ کے حدود یہ ہیں ۔ مگر نہ طول و عرض صحراء غمارہ کی  
مزاحمت اور طول فاصلہ کے مطابق مختلف مقامات میں مختلف بھی  
ہے ۔ افریقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اولاد حام ابن نوح علیہ السلام  
میں سے افریقس اس میں آکر مقیم ہوا تھا ، جو ابوالبرہ ہی ، اور  
نمام بربری حام ابن نوح علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں ۔  
البتہ ان میں صنهاجہ شامل نہیں ہیں ، کیونکہ وہ حمیر کی طرف  
منسوب ہیں ۔ نہ تمام بیان ابو جعفر محمد بن حریر طبری کی تاریخ  
کے ” ذکر افریقس “ سے ” ذکر صنهاجہ “ تک کے بیان کے مطابق تحریر  
کیا گیا ہے \*

تحریر بالا سے معلوم ہوا کہ افریقیہ معمورہ کا سب سے پہلا شہر طرابلس  
المغرب ہے ، جس کا ذکر اوپر ہوا ۔ اس شہر سے قابس نامی شہر تک  
دس مراحل ہیں ۔ نہ شہر قابس ، شہر طرابلس کی طرح ، بحر روم کے  
ساحل پر واقع ہے ، اور اس کے قرب و حوار کے بعض پہاڑوں میں سے  
دربا آ کر اسکے یاس سمندر میں گرتے ہیں ۔ اسی سبب سے وہ افریقیہ  
کے باقی تمام شہروں سے زیادہ سرسبز ہے ، اور میوہ جات اور انگور بکثرت  
پیدا کرتا ہے ۔ قابس سے ساحل بحر کے سفاس نام ایک اور چھوٹے سے  
شہر تک چار ، اور سفاس سے مہدیہ بنو عبید تک تین مراحل کی  
مساافت ہے ۔ مہدیہ کا حال ابو محمد عبد المومن بن علی کے حالات  
میں بیان ہو چکا ہے ۔ مہدیہ کے سامنے اور اس کے نہایت ہی قریب  
ایک اور شہر آباد ہے ، جس کو زولہ کہتے ہیں ۔ بنو عبید نے زولہ کی

بذاع کے وقت اس شہر کو بھی آباد کیا تھا۔ مگر انہوں نے مہدئہ کو اپنے اور اپنے حشم و خدام، عیان فوج اور سہ سہ سالاران لٹسکو کے لئے مخصوص کر دیا تھا، اور زولہ سین بائی نعم رعیت، اہل سودان، ارادن کٹامہ، اور دیگر پیروان اور مقبوسین کو آباد دے دیا۔ جب مصر اپنے حدم جوہر کے ہتھوں مصر کے فتح ہونے کے بعد مصر کی طرف روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ اہل رومہ کی ایک بہت بڑی جماعت بھی وہاں گئی تھی۔ چنانچہ قاہرہ کا ایک دروازہ اور ایک محلہ آج تک انہیں لوگوں کی طرف منسوب ہے۔ مہدئہ بموعبداللہ سے ایک اور شہر موسوم نہ سوسہ نک (حس کی طرف سوسہ کبرا منسوب ہے) دو اور سوسہ سے شہر تونس تک زمین مراحل کا فاصلہ ہے۔ رمانہ قدیم، یعنی اہل فرنگ کی حکومت کے دوران میں نہ تونس شہر نہ تھا۔ اس کی بنیاد آغا اسلام کے زمانے میں ہوئی ہے۔ اسے شعبہ بن نافع فہرے ایک مصلحت کی وجہ سے آباد کیا تھا۔ البتہ ساحل بحریر ایک اور زبردست شہر آباد تھا، جس کا نام قرطجنہ تھا۔ اس کے اور تونس کے درمیان تقریباً حار فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ شہر قرطجنہ اہل روم کے زمانے میں افریقیہ کا آباد ترین مقام تھا۔ وہ بہت بڑا شہر تھا، جہاں اہل روم کی قوت و طاقت، ان کی رعیت کی شدت اطاعت، اور ان کے افراط جبروت کا ایسا اظہار ہونا تھا کہ ان کے حالات پڑھنے اور ان پر غور کرنے والے کو حیرت، اور ان کے کوائف سے آکاہ ہونے والے کو عبرت ہوتی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ایک دور دراز فاصلے سے وہاں تک پانی لائے تھے، اور اس کے لئے ایسے ایسے طریقے استعمال کئے تھے کہ جس کے آسان ترین حصول سے بھی آجکل کے لڑکے عاجز ہیں۔ انہوں نے اسی طرح کا ایک اور شہر عظیم قسطنطینیہ عظمیٰ بھی آباد کیا تھا، جو بادشاہ فرنگ، قسطنطین بن ہیلان سے منسوب ہے۔ بعد ازاں حب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے

اُربعیہ کو فتح کیا۔ نو اہون نے اس شہر مذکور کو آباد کر کے شہر فیروان بنا اور اسی کو اپنا دار المملکت، والیان ملک کا مستقر، افواج کی جائے اجتماع، اور مرکز جیوش بنانا۔ پھر ساحل بحر پر شہر تودس مذکور کی بنیاد ڈالی۔ اس سے قبل اسی مقام پر اہل روم کا ایک معبد تھا، جو ان نے ہاں نہایت فادل تعظیم تھا، اور دروازے مقامات سے لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ مسلمانوں نے اس معبد کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک مسجد بنائی، اور اسی در و درم کے ایک راہب مسمیٰ تودس کے نام سے شہر تودس آباد کیا۔ تودس اس وقت سے آج ہمارے زمانے تک آباد چلا آتا ہے \*

جب شہر قیروان عبر آدان و تباہ ہو گیا (جس کی طرف ہم عنقریب اشارہ کریں گے) تو شہر تودس اُربعیہ کا بزرگ ترین شہر، اس کے عمال و ملائے کا مستقر، اور اس کے والیان امر کی جائے محاطبت بن گیا۔ اس کی تمام عمارات نہایت نفیس سنگت خارا اور سنگت صرم کی بقی ہوئی ہیں۔ تودس سے چھ مراحل کی مسافت پر ساحل بحر پر ایک اور چھوٹا سا شہر ہے، جسے بونہ کہتے ہیں، جس کے معنی اہل فرنگ کی زبان میں ”حبہ با عمدہ“ کے ہیں۔ پھر تودس اور بونہ کے مابین ایک اور دریا سا شہر ہے، جو ہنی زرت کہلاتا ہے۔ اس کے اور فرانس کے درمیان خشکی کی راہ سے ایک تیرو مسافر کے لئے ناممل ایک دن کا واسطہ ہے۔ ان بوزرت کے متعلق ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ ان کا نہ اعتقاد تھا کہ ہر ماہ میں ہلال نو کے طلوع کے وقت سمندر میں ایک مچھلی نکلتی ہے جو ماہ سابق کی مچھلی سے مختلف ہوتی ہے۔ وہاں کے باشندوں میں نہ روایت مواتر حلی آئی ہے، اور کوئی شخص اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ صیادین کے بڑے بڑے عیال اور علماء اس مچھلی کے اختلاف ہیئت سے مہینوں کا شمار و حساب کرتے تھے، گوکہ وہ ہلال نہ بھی دیکھ سکتے ہوں۔ اور

دہ کل واقعہ منسمات سے منسوب ہی . ہنل وفہر کی مدخل و تہرہ کا  
 حسب کرنے والوں نے اس موضوع پر بحث کی ہی . سہرہ ہونہ سے سہرہ  
 مسطظبہ نکت (حو) فریقہ کی حدود مہین سے ایک حد ہی ، پہچ  
 مراحل کا وصلہ ہی ، اور مسطظبہ سے سمندر تک دو ناکسی قدر رائد  
 مراحل ہا . دہ فریقہ کے ان سہروں کا حال ہی حو ہا کہ اس کے  
 فریق واقع ہیں . ان کے علاوہ اس مہین سے سہرہ ہتی ہیں حو صحرا  
 سے ملے ہوئے ہیں . بلان مغرب مہین ساحل کر پر جو سہرہ آدہ ہیں ،  
 ان کے بیان کے بعد انشاء اللہ میں ان کا ذکر بھی کروں گا ۔

مسطظبہ المعرب سے بجانہ تک ایک آہستہ رو مسافر کے لئے ناچ  
 مرحلوں کی مسافت ہی . دہ بجانہ بنو حمان صہاحہ کا دار السلطنت تھا ،  
 حن کی طرف ولعہ بنو حمد منسوب ہی . ان کی مملکت مہین  
 مسطظبہ المعرب سے سیوسیرات نامی مقام تک کل علاقہ شامل تھا ،  
 حن کا ذکر ہو چکا ہی . اس مقام اور بجانہ کے مابین تقریباً دو مراحل  
 کا وصلہ ہی . بنو حمان بجانہ اور اس کی جہات پر حکومت کرتے رہے ،  
 تا آنکہ ان کے بادشاہ بکبل کے زمانے میں ابو محمد عبد المومن بن علی ،  
 حسب بیان سابق ، ان کو وہاں سے خارج کر دیا . شہر بجانہ سے ایک  
 اور چھوٹے سے شہر تک ، جسے الجزائر کہتے ہیں اور بنو زغنہ نام کی  
 ایک قوم سے منسوب ہی ، تقریباً آدہ مراحل ہیں . دہ شہر الجزائر  
 بھی شہر بجانہ کی طرح ساحل بحر پر واقع ہی . الجزائر سے تنس نام  
 کے ایک اور چھوٹے سے شہر تک حار ، تنس سے شہر وهران تک سات ،  
 اور وهران سے شہر سبتہ تک تقریباً اٹھارہ مراحل کی مسافت ہی . اسی  
 سبتہ کے ساحل پر دو سمندر آکر ملنے ہیں ایک بحر مانطس (یعنی  
 وہی بحر روم) اور دوسرا بحر اقنابس جو ایک بڑا سا سمندر ہی . اور  
 یہ سب زفان نامی خلیج کا حصہ اولین ہی . سبتہ اور اندلس کے  
 درمیان سمندر کی وسعت اٹھارہ میل کی ہی . پھر وہ آہستہ آہستہ

تنگت ہونا ہوا بیور کی وادی کے ایک مقام موسوم بہ قصر مضمودہ تک پہنچانا ہی ۔ جس کے اور سبب کے درمیان نصف دم کی مسافت ہی ۔ پھر حربہ نمائے اندنس سے ایک مقام تک جس کا نام طردہ ہی اور اسی قصر مضمودہ کے مقابلے میں واقع ہے ، سمندر تنگت تون حالت میں ہے ۔ حناچہ ان دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ صرف بارہ میل ہے ، اور اگر دن میں کسی وقت دیکھا جائے تو ہر ایک ساحل بحر سے دوسرے کی سمت اچھی طرح دکھائی دیتی ہے ۔ مورحین کا بیان ہے کہ زمانہ قدیم میں اہل روم نے اس خلیج پر ایک پل داندھا تھا ۔ مگر بعد میں پانی کے ایک زبر دست سیلاب نے اسے ڈھاپ دیا ۔ حربہ طریف کے باشندوں میں سے بعض کا بیان ہے کہ سمندر کے سکون کے وقت جب پانی صاف و شفاف ہو جاتا ہے وہ اس پل کو دیکھ سکتے ہیں ۔ شہر سبتہ سے شہر طنجه تک خشکی کی راہ سے پورے ایک دن کا راستہ ہے ۔ یہ طنجه اس خلیج کا آخری مقام ہے جہاں وہ دو سمندر آکر ملتے ہیں ۔ وہ بحر اعظم کے ساحل پر واقع ہے ، اور اس کے پیچھے اور کوئی آبادی نہیں ہے ۔ وہ سمندر ہمارے ہاں بحر محیط کے نام سے مشہور ہے ، اور بحر ہند اور حبشہ سے ملا ہوا ہے ۔ امر محقق یہ ہے کہ المغرب میں طنجه آخری شہر ہے ۔ اس کے بعد جو بلاد ہیں سب جنوب میں ہیں ۔ مثلاً شہر ہائے سلا و مراکش ۔ اسی طرح آدمی تمام جنوب میں کھومتا ہوا آخر کار بلاد حبشہ و ہند میں پہنچ جاتا ہے ۔ غرض کہ بحر روم کے ساحل پر ملک المغرب کا اولین شہر انطابلس ہے ، جو برقہ کے نام سے مشہور ہے ، اور آخرین شہر بحر اعظم کے ساحل پر طنجه ہے ۔ ان دونوں کے مابین تخمیناً چھیانوے مراحل کا فاصلہ ہے ۔ یہ ہی بیان ان شہروں کا جو بلاد المغرب کے ساحل بحر پر واقع ہیں \*

اب ہم ذیل میں افریقہ اور المغرب کے ان شہروں کا ذکر کرتے

ہیں ، جو ساحل پر نہیں ہیں ۔



مقدم الذکر مسہر قبس سے 'یکت' اور شہر 'عوسوم بہ قصصہ' تک تین مراحل کا فاصلہ ہی ' اور شہر قصصہ سے شہر تودر تک حار مراحل کا ' تودر بلاد الجرد کا سب سے بڑا شہر ہی ' اور نہت سے 'ونون پر حاوی ہی ' جس علاقہ کا نام بلاد الجرد ہی اس کے دو حصے ہیں ' ایک کا دم مسطربہ ہی ' جس کا اطلاق تودر اور اس کے اعمال پر ہوتا ہی ' دوسرے کو راب کہتے ہیں ' جس میں شہر بسکرد اور اس کے اعمال شامل ہیں ' شہر تودر سے مسہر بسکرد حار مراحل کے وصلے پر ہی ' بسکرد کے فرد ایک اور ذرا سا شہر ہی ' جس کا دم نقوس ہی ' ان دونوں میں دو مراحل حائل ہیں ' یہ وہ مسہر ہیں جو بلاد افریقیہ میں صحراء سے ملے ہوئے ہیں ' ان کی حدود در اور کنیر النعدان فرہ حانت آباد ہیں ' مگر چونکہ وہ سب جھوٹے جھوٹے ہیں ' اسلئے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا ' شہر دنس اور شہر تودر کے مابین قیروان کا مشہور سہر واقع ہی ' جو ساحل سے تین مراحل پر ہی ' یہ یعنی قیروان مسلمانوں کے ہاتھ سے فتح ہوئے کے وقت سے ان کا دارالملک رہا ' اور بنو امیہ اور بنو عباس کے تمام خلفاء اپنی جانب سے اس پر امراء بنا پندر بھیجئے رہے ' بہان تک کہ بنو عباس کے امر میں اضطراب واقع ہوا ' اور اغلبہ نے ملک افریقیہ میں اسبداں حاصل کر لیا ' اغلبہ ' اغلب بن محمد بن ابراہیم بن اغلب نیممی کی اولاد سے تھے ' انہوں نے بیہ قیروان کو اپنا دارالملک بنائے رکھا ' تا آنکہ بنو عبید نے انہیں وہاں سے خارج کر دیا ' جب تک وہ افریقیہ میں رہے خود حکمران رہے ' اور مصر کو جانے ہوئے زبری بن مذا کو اس کا والی بنا کئے ' پھر زبری اور اس کی اولاد اس پر حکومت کرتے رہے ' اور بالآخر ان کے آخری تاجدار تمیم بن معز بن بادس بن منصور بن بلجین بن زبری بن مذا مذکور کو عربوں نے وہاں سے نکال باہر کیا ' عربوں نے اسے لوت کھسوت کر تباہ و برباد کر دیا ' حناچہ وہ آج تک اسی طرح خراب و غیر آباد

پڑا ہی ۔ 'ا' اس میں بہت کم آبادی ہی ' اور صرف فلاحین اور  
اہل بادبہ رہنے ہیں \*

زمانہ گزشتہ میں اپنی فتح کے دن سے لبکر عربوں کے ہاتھ سے تباہی  
کے وقت تک فیروان المغرب کا ربر دست دارالعلم رہا ہی ۔ بڑے بڑے  
علماء اس سے منسوب ہیں ۔ باشندگان المغرب طلب علم میں وہاں  
حادث کرتے تھے ۔ لڑکوں نے فیروان کے حالات و کوائف ' اس کی تعریف  
و توصیف ' اس کے علماء ' زہاد ' صلحاء اور فضلاء گوشہ نشین کے ذکر  
میں مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً ابو محمد بن عقیف اور  
ابن زید اللہ طنبی وغیرہ کی کتابیں ۔ جب ہمارے مذکورہ بالا بیان  
کے مطابق قبروان ہر تباہی اور بربادی چھا گئی ' تو اس کے اہالی ہر طرف  
کو منتشر ہو گئے ۔ بعض بلاد مصر کو چلے گئے ۔ بعض نے صلیبیہ اور اندلس  
کا راستہ لیا ۔ اور ایک دیر التعداد جماعت المغرب کے دور نرس حصے  
میں جا کر سہر فاس میں آباد ہو گئی ' اور ان کی اولاد آج تک وہاں  
نہی ہوئی ۔ یہ ہیں افریقیہ کے مختصر حالات \*

ان کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سے شہر تھے جو نباہ ہو چکے  
ہیں ۔ میں ان کے ناموں سے واقف نہیں ہوں ' کیونکہ مجھے افریقیہ کے  
حالات کی تفصیل سے بہت کم واقفیت ہی ۔ میں تونس کے سوا اسکے  
کسی اور شہر کو نہیں کیا ۔ تونس میں بھی سنہ ۶۱۴ میں اندلس  
سے آئے ہوئے سمندر کے راستے سے داخل ہوا تھا ۔ اسکے حالات جو کچھ  
مجھ سے لکھے جاسکتے تھے ' لکھ چکا ہوں ' اور استعاضہ کرے والے کے لئے  
صرف اسی قدر سن لینا کافی بھی ہے \*

فیروان کی مذکورہ بالا تباہی کے بارے میں ابو عبد اللہ محمد بن  
ابی سعید بن شرف جذامی نے دو اشعار کہے ہیں ۔

عین المغرب کا درگت ترون مقام اور جائے علم ہی ۔ اس عین قیروان قرطبہ کا علم جمع ہو گیا ہی ۔ کیونکہ ابک زمانے میں جس طرح قیروان المغرب کا صدر مقام تھا، اسی طرح قرطبہ اندلس عین تھا ۔ مگر جب ، جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں ، عربوں کی آوردہ تباہی کے سبب سے قیروان کا حال بگڑ گیا ، اور اُدھر ابو عامر محمد بن ابی عامر اور انکے بیٹے کی موت کے بعد قرطبہ عین بنو امیہ میں اختلاف پیدا ہو گیا ، تو ان دونوں مقامات کے ہر طبقہ کے علماء و فضلاء فتنہ و فساد سے برداشتہ خاطر ہو کر وہاں سے حلے گئے ، اور اکثر شہر فاس میں آکر مقیم ہوئے ۔ چنانچہ آج نہ شہر نہایت درحد رونق اور کمال پر ہی ۔ اسکے باشندے نہایت عمل مند اور عالی ظرف ہیں ۔ ان کی زبان اس اقلیم کی باقی تمام زبانوں سے زیادہ فصیح ہی ۔ میں نے اکثر سنا ہی کہ مشائخ اسے المغرب کا بعداد کہتے ہیں ، اور ان کا ایسا کہنا بالکل حق پر مبنی ہی ۔ کیونکہ واقعہ یہ ہی کہ المغرب میں ہر قسم کی عالی طری اور زر کی ودانائی صرف اسی شہر سے منسوب ہی ، بلکہ وہ اسی میں موجود اور اسی سے ماخوذ ہی ، اور اہل المغرب میں سے کوئی شخص واحد بھی اس قول کی تردید نہیں کرتا ۔ اقوام لمدونہ و مصلدہ نے شہر مراکش کو اس لئے وطن اور دارالملک مہین دانا تھا کہ وہ فاس سے کسی ذات میں بہتر ہی ، بلکہ اس لئے کہ وہ المصامدہ کے پہاڑوں اور لمدونہ کے صحراء سے نزدیک تھا ۔ اسی سبب سے مراکش کرسی مملکت تھا ۔ ورنہ نہ شہر اس سے کہیں زیادہ اس امر کا حق دار ہی ۔ میں نہیں سمجھتا کہ دنیا بھر میں کوئی شہر بھی فاس جیسا ہوگا ، جہاں سامان آسائش بہ کثرت ، اسباب زندگی وسیع ترین ، اور اطراف نہایت سرسبز ہیں ۔ اسکی وحہ یہ ہی کہ وہ ایسا شہر ہی کہ پانی اور درخت اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ، اور اس کے دؤر کے اکثر حصے میں ندبان اور نہر بن جاری ہیں ۔ چنانچہ اس کے دروازوں کے سامنے سے تقریباً چالیس سے

ربودہ نبرین کڑوتی ہیں، جو اس کی تصلیوں کو گہبرے ہوئے ہیں۔  
 مرید برآن اس کے اندر اور اس کی فصیلتوں کے نیچے نمونہ تین سو  
 حکیمان ہیں جو پدی سے کام کرتی ہیں۔ مہین نے المغرب میں سو  
 شہر فاس کے اور کہدن کا نہ حل بہین سنا کہ عرف ایک عشر ہندی  
 کے سو اسے اور کسی حیز کو نہر سے لاکر اسقہاں کرنے کی ضرورت  
 نہ پرتی ہو۔ فاس کو اپنی ضروریات کے لئے کسی اور شہر کا دست نکر  
 بہین ہونا پڑتا، بلکہ وہ اور شہروں کو بھی سامان آسائیس بہم پہنچاتا  
 اور انکو ہر طرح کی خیر و برکت سے ر کر دیتا ہی۔ شہر دس سے شہر  
 مکذسہ الریقون تک ایک بیڑ رفتار شخص کے لئے پورے ایک دن کا راستہ  
 ہی۔ پھر مکذسہ الریقون سے شہر سلا تک جاہ مراحل ہیں۔ نہ شہر سلا  
 بحر اعظم موسوم نہ افندیس پر واقع ہی۔ جنوب کی طرف جیسا  
 کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، اس میں ایک دریا آکر کرتا ہی، جسے وادی  
 الرمان کہتے ہیں۔ وہ وہاں سے ہوتا ہوا بحر اعظم مذکور میں جاگرتا  
 ہی۔ المصامدہ نے اس سمندر کے ساحل پر مراکش سے متصل ایک بہت  
 بڑے شہر کی بنیاد ڈالی تھی، جس کا نام انہوں نے رباط القمع رکھا تھا۔  
 اس کی داغ بیل ابو بعبوب یوسف بن عبد المومن نے ڈالی، اور ان کے  
 بیٹے بعبوب نے اسے پورا کیا۔ پھر اس میں ایک بڑی سی مسجد  
 بنائی، جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے خاص  
 ابن تومرت کے حکم سے نہ شہر آباد کیا تھا، کیونکہ ابن تومرت نے ان سے  
 پیشینگوئی کے طور پر نہ کہا تھا کہ ”تم اس سمندر کے ساحل پر ایک  
 بڑا شہر بساؤ گے۔ پھر تمہارے امر میں اضطراب واقع ہوگا اور تمہارے  
 شہر تمہارے ہاتھ سے نکلے جائیں گے“ بہان تک کہ صرف وہی ایک  
 شہر باقی رہ جائیگا۔ خدائے تعالیٰ تم کو دوبارہ فتح دے گا، تم میں انفاق  
 و اجتماع پیدا کریگا، اور تمہارا امر پہلے کی طرح ترقی پذیر ہوگا۔“  
 اس وجہ سے انہوں نے اس شہر کا نام رباط القمع رکھا۔ اس شہر کے اور

شہر سلطنت قدیم کے درمیان وہی دریاۓ مددور حائل تھا۔ انہوں نے اس پر لکری کے کنون 'اور پنہروں کا انک پل بنانا' جس پر سے لوگ دریا کی طعیانی کے وقت عبور کر کے دوسری طرف جاتے تھے۔ لیکن جب دریا اتر جاتا تھا، تو وہ بجزروں سے کام لینے تھے۔ سلا اور دار السلطنت مراکش کے مابین نو، راحل ہیں۔ اس طرح مراکش المغرب میں آخری شہر ہے۔ اس کی حد بدیدی لمتونہ کے بادشاہ تانسفین بن علی نے کی تھی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے یوسف بن تاشمین نے اس میں ایران کی۔ پھر ان دونوں کے بعد علی بن یوسف بن تانسفین نے اور بھی اضافہ کیا۔ بعد ازاں اس پر المصامدہ قابض ہو گئے، جنہوں نے اس میں اور بھی اضافہ کئے۔ اس طرح ہوتے ہوتے وہ اپنی نہایت بزرگی کو پہنچ گیا۔ چنانچہ آجکل وہ اپنے طول و عرض کے لحاظ سے حار فرسنگ کے برابر ہے۔ مگر یہ اندازہ اس حالت کا ہے کہ جب اس میں بنو عبد المومن کے قصور و عمارات کو بھی شامل کر دیا جائے۔ المصامدہ نے اس میں اس قدر پانی جاری کیا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا، اور اسے اسے قصر بنائے کہ ان سے پہلے کسی اور بادشاہ کے زمانے میں نہ تھے۔ اس سے مراکش انتہائے حسن اور غایت کمال کو پہنچ گیا، جیسا کہ کوئی پہلے کہہ گیا ہے کہ -

لیس ویہا ما ینقال لہ \* کملت لو انہ کملہ

یعنی :- اس میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جسے نہ کہا جائے کہ وہ مکمل ہے۔ کاش کہ وہ کامل ہوتا! (مترجم)

یہی شہر یعنی مراکش میرا جنم مقام ہے، اور نہ پہلی سرزمین ہے جسے میری جلد نے چھوا۔ میں وہاں ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن عبد المومن ابن علی کے انام اولین میں ماہ ربیع الآخر کی ساتویں تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔ نو برس کی عمر میں وہاں سے شہر فاس کو گیا،

اور علوم قرآن و کھوند حاصل کرنے اور وہاں کے ریورسٹ علماء قرآن و کھو سے روانت کرنے کے وقت تک وہیں رہا۔ پھر سرکس واپس آدہ اور کچھ عرصہ تک 'سی طرح ان دونوں سہروں میں آمد و رفت کرتا رہا۔ بعد ازاں سنہ ۶۰۳ کے آغاز میں وہاں سے حرمہ بنی مدلس گیا۔ وہاں میں نے ہر طرح کے فضلاء کی حمايت کو پایا۔ مگر میں نے ان سے سوا ان علماء و فضلاء کے ناموں، ان کی پیدائشوں، وفاتوں اور ان کے علوم کے ناموں کے اور کچھ نہیں حاصل کیا۔ وہ سب اپنی اپنی فضیلت کو لئے ہوئے مجھ سے الگ ہی رہے۔ مگر جو کچھ خدا نے اسکا کوئی روکنے والا اور جس کو وہ روک دے اس کا کوئی دہنے والا نہیں ہی۔ وہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہی مخصوص کر دیتا ہی، اور وہ صاحب فضل عظیم ہی۔ العرض نہ مراکش المغرب کے برے اور مشہور شہروں میں سب سے آخری ہی۔ اس کے بعد اور کوئی شہر ایسا نہیں ہی جو قابل ذکر یا تر رونق ہو۔ البتہ سوس اقصیٰ میں چند چھوٹے چھوٹے شہر ہیں۔ حذاجہ ان میں ایک ذرا سا شہر ہی جس کو تارو دانت کہتے ہیں۔ بہ سوس کا سب سے بڑا اور پر رونق مقام ہی، اور یہیں تمام اہل سوس جمع ہوتے ہیں۔ ایک اور چھوٹا سا شہر ہی جو رجندر کہلاتا ہی۔ وہ جاندی کی ایک کان پر واقع ہی، اور اس میں وہی لوگ آباد ہیں جو اس کان میں سے جاندی نکالتے ہیں۔ پھر بلاد جزولہ میں گسٹ نام ایک شہر ہی، جو وہاں کا بہترین مقام ہی۔ بلاد لمطہ کا صدر مقام بول لمطہ بھی ایک اور شہر ہی \*

یہ ہیں وہ شہر جو مراکش کے پیچھے واقع ہیں۔ تارو دانت اور رجندر میں تو مٹین خود گیا ہوں، اور ان سے واقف ہوں، بلکہ وہاں کے تجار اور مسافروں سے بھی آشنائی رکھتا تھا، خصوصاً ان سے کہ جو رجندر کی مشہور و معروف کان کو جانا کرتے تھے۔ مگر شہر جزولہ اور لمطہ کا بہ حال ہی نہ وہاں سوا ان کے اہالی کے اور کوئی نہیں جاتا \*

المغرب میں چاندی، لوہے، گندھک، رانگ، بارہ وغیرہ  
کی کانیں اور ان کے مواضع کے اسماء

اس سے قبل کندھک کی اس کان کا ذکر ہو چکا ہے جو برقہ اور  
طرابلس کے درمیان واقع ہے، اور وہ بھی کہا 'چکا' ہے کہ وہ ظلمیدہ  
نامی ایک قلعہ کے قریب ہے۔ سینہ اور وهران کے مابین ساحل بحر کے  
قریب بمسلمان ایک مقام ہے جہاں لوہے کی کان ہے۔ سلا اور مراکش  
کے درمیان بحر اعظم کے ساحل کے قریب ایک دن یا اس سے کسیقدر  
زائد کی مسافت پر ایک جگہ ہے جسے ایسنقار کہتے ہیں۔ وہاں  
بھی لوہے کی کان ہے۔ یہ جگہ مسافروں کے راستے پر واقع نہیں ہے،  
وہاں صرف وہی لوگ جاتے ہیں جنہیں وہاں سے لوہا لانا منظور ہوتا  
ہے۔ پھر مکناسہ الریقون کے قریب اس سے تین مراحل پر ورکناس نام  
ایک قلعہ ہے جہاں چاندی کی کان ہے۔ ہم اس سے قبل زجندر واقع  
سوس کی کان کا ذکر کر چکے ہیں۔ مگر اس کی 'یعنی معدن زجندر  
کی' چاندی وہاں بہت صلی ہے۔ سوس ہی میں تانبے اور توتیا کی دو  
کانیں ہیں، اور وہ توتیا وہ ہے کہ اگر اس سے سرخ تانبا رنگا جائے  
تو زرد ہو جاتا ہے \*

یہ تو وہ تمام کانیں ہیں جو المغرب کی بلند سرزمین میں واقع  
ہیں۔ ان کے علاوہ جزیرہ نمائے اندلس میں بھی اور کانیں ہیں۔ ان  
میں سے چاندی کی وہ کانیں ہیں جو مغرب کی طرف اہل روم کے  
سلک میں مقام شفقہ میں واقع ہیں۔ مزید برآں شہر قرطبہ کے  
جار مراحل کے فاصلے پر ایک مقام ہے جس کا نام تسلون ہے۔ اس  
میں پارے کی کان ہے، جہاں سے تمام المغرب میں پارہ بھیجا جاتا  
ہے۔ بہر اعمال عربہ میں اس سے دترھ دن کی مسافت پر ایک مقام  
موسوم نہ دلابہ میں رانگے کی کان ہے۔ اعمال عربہ ہی میں، اور اس

سے ذریعہ دن ہی کے فاصلے پر\* ایک اور مقام ہی جسے نکارش کہتے ہیں •  
 اس مہین لڑھے کی کان ہی • دانیہ اور شطیہ کے درمیان دانیہ سے  
 نصف روم کے فاصلے پر ایک مقام موسوم بہ آورہ مہین ہی لڑھے کی کن ہی \*  
 یہ تمام کدین وہ ہیں جو اندلس میں واقع ہیں • وہ سودا وہ  
 بلاد سودان سے لایا جاتا ہی \*

### المغرب کے بڑے بڑے دریاؤں کے نام

- (۱) سب سے پہلا دریا وہ ہی جس کا نام بحرہ ہی جو بلاد  
 افریقیہ میں سہر تونس سے نصف مرحلہ کے فاصلے پر بہتا ہی • وہ وہاں  
 کے ایک پہاڑ سے نکلتا اور بحر روم میں جا گرتا ہی \*
- (۲) بحارہ کا دریا جسے الوادی الکبیر کہتے ہیں • وہ بحارہ کا  
 ذریعہ گھاٹی ہی • اور اسی پر اس کے باغات و قصور واقع ہیں \*
- (۳) تلمسان اور رباط تارا کے مابین ایک اور دریا ہی جو  
 وادی ملوہ کہلاتا ہی • وہ بھی بحر روم میں گرتا ہی \*
- (۴) دریائے سدو جو شہر فاس کو مشرق اور مغرب کی طرف  
 سے گھیرے ہوئے ہی • اسی کے قریب ایک اور بڑا دریا ہی جسے
- (۵) ورغہ کہتے ہیں • وہ دونوں بحر اعظم یعنی بحر اقباس پر ملنے  
 سے پہلے معمورہ نام ایک مقام پر مل جاتے ہیں \*
- (۶) مکناسہ اور سلا کے درمیان ایک دریا ہی جو بھقا کے نام سے  
 موسوم ہی • وہ بھی بحر اعظم میں گرتا ہی \*
- (۷) سلا کا مقدم الذکر دریا \*



(۶) سسلا اور سرائس کے درمیان "سرائس سے تین سرائس کے فاصلے پر" ایک ربر دست درنا ہی جو آم ربح کہلاتا ہی ۔ وہ جبال صہاجہ معین سے مقام واسیفین سے نکلنا اور بحر اعظم ہی میں گرتا ہی \*

(۹) سرائس سے چار میل پر ایک اور درنا تانسیفٹ ہی ، جس پر ایک بہت بڑا پل بنا ہوا ہی \*

(۱۰) سوس اقصیٰ کا درنا ، اور

(۱۱) بلاد حاحہ کا درنا ، جسے شفشاوہ کہتے ہیں \*

بہ تمام درنا بحر اعظم میں گرتے ہیں ، اور نہ ہین المعرب کے نڑے بڑے درنا ، جن کا پانی نہ کبھی کم ہونا ہی اور نہ گرمی یا سردی کے موسم میں سوکیتا ہی ۔ ہم نے ان چھوٹے چھوٹے درناؤں اور ندیوں کی طرف توجہ نہیں کی جو گرمیوں میں سوکھ جاتی ہیں \*

### جزیرہ نمائے اندلس اور اس کے شہر و دریا

جزیرہ نمائے اندلس زمانہ قدیم میں اہل روم کے ہاں حربہ نمائے اشباہیہ کے نام سے مشہور تھا ۔ اس کی حدود کا ذکر اس کتاب کے شروع میں ہو چکا ہی ، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہی ۔ زمانہ قدیم میں اس کے باشندے مذہب صابیہ کے پیرو تھے ، جس میں کواکب کی پرستش کرنا ، ان کے فوعل کی طلب نزول اور انواع و افسام کی قربانیوں سے ان کے ہاں تقریب حاصل کرنا داخل تھا ۔ اس امر کی شہادت ان طلسمات سے ملتی ہی ، جو وہاں پائے گئے اور جن کو وہاں قدیم باشندوں نے جمع کر رکھا تھا ۔ بعد ازاں جب حضرت مسیح علیہ السلام کے اصحاب کے ذریعے نصراہت وہاں پہنچی ، تو اہل اندلس بھی تبدیل مذہب کر کے نصرانی ہو گئے ۔ بہ جزیرہ نمائے

یعنی اندلس، بادشاہ روم کی سلطنت میں۔ سال ۱۰۰۰ء اور وہ اپنے اصحاب میں سے جسے چاہتا تھا اس پر عامل مقرر کر دیتا تھا۔ اسکی یہی حالت تھی، اور اہل روم برابر اس پر حکمران رہے۔ اس ملک میں ان کا دارالسلطنت شہر خالطہ تھا، جو اسلامیہ سے نو فرسنگ کے فاصلے پر واقع تھی۔ وہ ایک بڑا شہر تھا، جس کے آثار آج تک باقی ہیں۔ آخر کار قوم قوطی، جو قبائل فرنگ مین سے ایک ویدہ تھی، بدر شائب آگئی، اور انہیں حربرد نام سے نکل کر ان کے شہر روم کو پہنچ گیا۔ قوطی حربرد نام کے مائک واحد بن گئے۔ حفاجہ انہوں نے اس پر نہایت طویل مدت، یعنی تقریباً تین سو سال، تک حکومت کی۔ قوطی کے بادشاہ کا دارالسلطنت شہر طلیطلہ تھا، جو حربرد نام مین وسط کے قریب واقع تھی۔ وہ لوگ وہیں حکمران رہے، اور طلبطلہ برابر ان کا دارالملک رہا، تا آنکہ اسے مسلمانوں نے سنہ ۹۲ کے ۱۰۰ رمضان میں فتح کر لیا۔ جیسا کہ ہم کذاب کے شروع مین کہہ آئے ہیں، حب مسلمان اسے فتح کر چکے تو انہوں نے شہر قرطبہ کو اختیار کیا، اور اسی کو اپنا دارالخلافہ، مصر تدبیر اور موصع حل و عقد بنایا۔ قرطبہ بنی اسبطرح دارالسلطنت رہا، حتیٰ کہ فتنہ آقا اور، جیسا کہ ہم شروع کذاب مین بیان کر چکے ہیں، الحکم المستنصر کی موت اور ابو عامر محمد بن ابی عامر اور ان کے بیٹے کے ہشام المؤید بن الحکم المستنصر پر تعلق حاصل کرنے کی وجہ سے بدو امیہ کا امر مضطرب ہو گیا۔

یہ بھی خلاصہ تجربہ نمائے اندلس کے اخبار و حالات کا۔ اب مین انشاء اللہ اس کی ان حدود اور شہروں کا ذکر کروں گا، جو بہان سے عبور کر کے اس مین جا کر سب سے پہلے ملتے ہیں۔ لہذا مین یوں بیان کرتا ہوں۔

اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ بحرین، یعنی بحر روم اور بحر افنادس، ساحل سبتہ کے پاس ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ پھر خلیج تنگ

ہوتی ہوئی، دونوں ساحلوں کے سطوح مرتفعہ کے قریب سے گزرتی ہوئی، ملک بربرمین قصر مصمودہ پر اور اندلس میں جزیرہ طرف پر منتهی ہوتی ہی؟ اور وہاں سے پھر کتادہ ہو جاتی ہی۔ اس حلیج کے اولین حصہ، جو طنجه سے ملا ہوا ہی، وہ پہاڑ ہی جو بحر اعظم کے اندر نکلا ہوا ہی اور ”طرف اشدرتال“ کے نام سے موسوم ہی؛ اور اس کا آخرین حصہ وہ پہاڑ ہی، جو سبتہ کے مشرق میں واقع ہی۔ اگر آب سبتہ سے سمندر کو عبور کر کے اندلس کو جائیں، تو سب سے پہلے جو مقام آپ کو ملے گا وہ ابک شہر ہی جو جزیرہ خضراء کے نام سے مشہور ہی۔ لیکن اگر قصر مصمودہ سے عبور کر کے وہاں پہنچیں، تو آب جزیرہ طرف میں پہنچیں گے۔ جو شہر جزیرہ خضراء کے نام سے مشہور ہی، وہ فی الحقیقت بحر روم کے ساحل پر واقع ہی، اور جزیرہ طرف بحر اعظم کے ساحل پر ہی۔ ان دونوں، یعنی جزیرہ خضراء اور طرف، کے مابین اتھارہ میل کا فاصلہ ہی۔ جزیرہ خضراء کے مشرق میں پہاڑ ہی، جو ”حبل الفتح“ یا ”حبل طاری“ کہلاتا ہی۔ اس کا ایک حصہ سمندر کے اندر تک پہنچا ہوا ہی، جس کا نام ”طرف الفتح“ ہی۔ اسی مقام پر جزیرہ نمائی اندلس پر پہنچ کر دونوں سمندر ملتے ہیں۔ یہ ہی ملخص اندلس تک کے گزرگاہ کے حالات کا \*

اب رہا اندلس کے شہروں کا ذکر۔ اس میں بہت سے شہر تھے جن پر نصاریٰ غالب ہو گئے ہیں۔ میں ان شہروں کے نام بیان کرتے ہوں، جو آجکل ہمارے زمانے میں بھی نصاریٰ کے ہاتھ میں ہیں، اور مشرق و مغرب میں ان کے مواقع بھی بدلتا رہن۔ مگر ان کے مابین، فاصلہ وغیرہ بیان نہ کروں گا، کیونکہ نصاریٰ کی موجودگی کی وجہ سے اس کا علم حاصل ہونا مشکل ہے۔ جنوب مشرقی حدود میں ساحل بحر روم پر شہر ہائے برشونہ، طرکونہ، اور طرطوشہ واقع ہیں۔ یہ سب بحر روم ہی کے ساحل پر ہیں۔ خدا ان کو پھر مسلمانوں کے پاس پہنچائے

پھر ان ہی حدود میں وہ شہر جو ساحل پر بہین ہیں، 'سرقسطہ'، 'لارنہ'، 'افرنہ'، اور قلعہ انوب ہیں۔ ان سب پر صاحب نورشہونہ (لعنہ اللہ) قابض ہی۔ یہ وہ جہت ہی جسے ارغن کہتے ہیں۔ پھر جنوب و مغرب کے درمیان حدود متوسط میں شہر ہڈے طلیطلہ، کونکہ، اقلبیج، طلبیرہ، مکانہ، مسرطا، ونڈ، وابلہ، اور شہوبیہ ہیں۔ یہ سب کے سب اندلس (لعنہ اللہ) کی ملکیت میں ہیں۔ اس جہت کا نام فشدال ہی۔ اس علاقہ ملک کے قریب کسی قدر شمال کی جانب بھی اور بہت سے شہر ہیں، مثلاً، سمورہ، شلمنکہ، سبطاط، اور فلمرہ۔ یہ تمام شہر بوج نامی ایک شخص کی حکومت میں ہیں (لعنہ اللہ)۔ اس جہت کا نام لیون ہی۔ حدود مغرب میں بھی، جو بحر اعظم بحر افداس کے ساحل سے ملحق ہیں، کئی شہر ہیں، جن میں اشبونہ، سنترین، راحہ، سنفرہ، سنقیافو، اور بانرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کدیر القعداد شہر ہیں، جن کے نام میرے ذہن سے اتر گئے ہیں، اور جن پر ایک شخص، حو ابن الربیع کے نام سے مشہور ہی، قابض ہی (لعنہ اللہ)۔ یہ وہ شہر ہیں جو جریرہ نمائے اندلس میں مسلمانوں کے ملک سے ملحقہ علاقہ میں واقع ہیں اور عیسائیوں کے قبضے میں ہیں۔ ان شہروں کے اُدھر اُس علاقے میں بھی شہر آباد ہیں، جو بلاد روم سے ملحق ہیں۔ مگر چونکہ وہ ہم سے دور ہیں، اور ایسے مقامات ہیں جنکو مسلمانوں نے ذیہی فتح نہیں کیا، اس لئے وہ ہمارے ہاں مشہور نہیں ہیں۔ اصل یہ ہی کہ جب مسلمانوں نے اس جزیرہ نما کو فتح کیا، تو اس کے پورے حصے پر قابض نہیں ہوئے تھے، کو کہ ایک بڑے حصے کے مالک ضرور ہو گئے تھے \*

اب اس کے بعد میں ان شہروں، ان کے درمیان فاصلوں، اور سمندر سے ان کے قرب و بعد کا وضاحت کے ساتھ ذکر کرتا ہوں، جو مسلمانوں کے قبضے میں باقی رہ گئے ہیں۔

سب سے پہلی چیز جو آجکل مسلمانوں کے قبضے میں ہی وہ بحر روم کے ساحل پر ایک چھوٹا سا قلعہ ہے، جس کا نام بنشکلہ ہے۔ اس کے اور شہر بلنسیہ کے مابین تین مراحل کا فاصلہ ہے۔ یہ قلعہ دلاں روم کے ملحقہ علاقہ میں واقع ہے، اور اس سے طرطوشہ تک دو باکیچہ ربادہ مراحل کی مسافت ہے۔ اس کے بعد شہر بلنسیہ ہے، حواس نہایت سرسبز اور معتدل الہواء ہے۔ زمانہ سلف میں اہل اندلس اسے ”مطیب الاندلس“ کہتے تھے۔ ان کے ہاں ”مطیب“ سے انک باغیچہ مراد ہوتا ہے، جس میں وہ طرح طرح کے خوشبو پھول، نرکس اور آس وغیرہ مستحکومات لگاتے ہیں، اور ان ہی درختوں کی کثرت اور ان کی خوشبو کی وجہ سے انہوں کا اس کا نام بلنسیہ رکھا ہے۔ اس شہر کے اور بحر روم کے درمیان فریب چار میل کے فاصلہ ہے۔ بلنسیہ کے بعد شہر شاطبہ ہے۔ ان دونوں میں دو مراحل حائل ہیں۔ ان کے درمیان انک اور چھوٹا سا شہر ہے جسے جزیرۃ الشحر کہتے ہیں۔ اس کو حذرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انک بڑے دریا کے وسط میں واقع ہے، حواسے ہر جانب سے ڈھیرے ہوئے ہیں، اور سوا پل کے اس تک پہنچنے کی اور کوئی سبیل نہیں ہے۔ شاطبہ سے دانیہ تک جو بحر روم پر واقع ہے، پورے انک دن کا راستہ ہے، اور شاطبہ سے مرسیہ تک تین دن کا۔ مرسیہ سے بحر روم تک دس فرسنگ ہیں، اور اس سے اغرناطہ تک سات مراحل۔ ان دونوں کے مابین کئی ذرا ذرا سے شہر ہیں، جن میں سب سے پہلے مرسیہ کے فریب حصن لرقہ ہے۔ پھر انک اور حصن ہے، جو بلس کہلاتا ہے۔ اس کے بعد حصن قلیہ ہے۔ پھر بسطہ نام انک چھوٹا سا شہر ہے۔ اس کے بعد وادی آش نامی ایک اور ذرا سا شہر ہے، جو اغرناطہ سے ایک دن کی راہ پر واقع ہے۔ اُسے وادی الاشلی بھی کہتے ہیں، اور میں نے شعرا کو اسے اشعار میں اسی نام سے یاد کرتے سنا ہے \*

۱۰ وہ تمام جہوتے جہوتے شہر ہین ' جو اُغرناطہ اور بندرسید کے مابین واقع ہین . پتروادی آس کے سامنے بحر روم کے ساحل پر شہر مریہ (۱۰ تختہ حریف راء مہملہ ) ہی ' جو اُنک منہر مہم ہی ' اور سمندر کی موحین اس کی فصیل سے ٹکراتی ہوئی زرنی ہین . اس مین اور وادی آس مین اُنک تیزرو مہم کے لئے دو مراحل کا فاصلہ ہی . ساحل بحر روم کے اس شہر مریہ کے بعد حصن مہم نام ایک جہوتہ سا شہر ہی ' اور اس کی فصیل سے پتی سمندر ٹکراتی ہی . اس سے مریہ تک چار مراحل کا اور مالعہ تک تین کا فاصلہ ہی . پتروادی اور جزیرہ خضراء مین ایک تیزرو آدمی کے لئے تین مراحل کی مسافت ہی . اسی جزیرہ خضراء دا جبل النع مین ' جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین ' دونوں سمندر یکجا ہو جاتے ہین . مختصر یہ کہ جزیرہ نمائے اندلس مین بحر روم کے ساحل پر مسلمانوں کے شہر نہ ہین -

جزیرہ خضراء ' مالعہ ' مہم ' مریہ ' اور دانیہ \*

مریہ اور دانیہ مین تقریباً آتھ مراحل کا فاصلہ حاصل ہی . دانیہ کے بیچے ایک فلعہ ہی جس کو بدشکلہ کہتے ہین . اوپر اس کا ذکر ہو چکا ہی \*

۱۰ ہین وہ تمام شہر جو اندلس کے بلاد مسلمین مین ساحل بحر پر واقع ہین ' یعنی حن کی فصیلوں کے بیچے سمندر حاری ہی . شہر بلنسیہ اور سمندر کے درمیان ' حسب ذکر بالا ' چار میل کے فاصلے پر فاصلہ ہی \*

اب ہم ان شہروں کا ذکر کرتے ہین ' جو ساحل بحر پر واقع نہین ہین -

اُغرناطہ سے سمندر تک تقریباً چالیس میل ہین ' جو پورے ایک دن ' یا آہستہ آہستہ چلنے والے کے لئے دو دن ' کا راستہ ہی . شہر اُغرناطہ

سے شہر حیان تک اور جیان سے قرطبہ تک دو دو مراحل کا فاصلہ ہی  
 اور جیان اور بحر روم کے درمیان تین کا ۔ شہر قرطبہ کے متعلق ہم پہلے  
 کہہ چکے ہیں کہ وہ فتنہ اُٹھنے اور بنو امیہ کے امر کے اخلا ل بدتر ہوئے  
 تک مسلمانوں کا دار الملک اور معر تدبیر رہا ۔ وہ اپنی قوت ، آبادی  
 کی کثرت ، اور آدمیوں کے ازدھام میں اس اعلیٰ درجے کو پہنچ گیا تھا  
 جہاں تک کوئی اور شہر کبھی نہیں پہنچا ۔ ابن فیاض اپنی تاریخ  
 میں قرطبہ کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ اس کے مشرق حصے  
 میں ایک سو سو ستر عورتیں رہا کرتی تھیں ، حوس کی سب  
 خط کرے ، میں مصاحف لکھا کرتی تھیں ۔ یہ اس کے صرف ایک گوشے کا  
 حال ہی تو اس نے جمیع چہات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی کہ کیا  
 حال ہوگا ۔ کہنے میں کہ اس میں نین ہزار (۱) مفلس تھے ، اور  
 ان دنوں صرف اسی شخص کو تفلس کی اجازت ہوتی تھی ، جو  
 حوادی کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ میں نے بلاد اندلس کے ایک سے زیادہ  
 شیوخ سے سنا ہی کہ مسافر قرطبہ سے تین فرسنگ کے فاصلے پر سے اس  
 کی روشنوں سے ویس داب ہوتا تھا ۔ اس قدر فاصلے تک اس کی روشنی  
 برابر بلا انقطاع پہنچا کرتی تھی ۔ اس میں وہ جامع اعظم ہی ، جسے  
 ابوالمطرف عبد الرحمان بن محمد ، الملقب بہ الناصر لدین اللہ ، نے  
 بنایا تھا ، اور ان کے بعد ان کے بیٹے الحکم المستنصر باللہ نے اس میں  
 ابراد کی تھی ۔ الحکم کی بہ انزاد آج تک مشہور ہی ۔ ابو مروان بن  
 حیان (رحمۃ اللہ علیہ) قرطبہ کے حالات کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جب  
 الحکم نے مسجد میں اپنی مشہور انزاد کی ، تو لوگ بہت دن تک  
 اس میں نمار پڑھنے سے پڑھیز کرتے رہے ۔ الحکم کو اس کی اطلاع ہوئی ،  
 تو انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا ۔ ان سے کہا گیا کہ لوگ کہتے

(۱) مفلس (ار ففلس) یعنی وہ لوگ جو شاہان و امراء کے ورود کے وقت استعمال  
 کے لیے دف بجاتے ، رقص و سرود کرتے اور طرح طرح کے تماھے اور کرب دکھاتے ہیں ۔  
 (مترجم)

مہین کہ ”مہین نہین معلوم کہ حو روپیہ اس مسجد مہین انوار کر  
 مہین صرف کیا کیا ہی وہ کہن سے حص کیا کہ ہی ۔ انہوں نے  
 کواہون اور فاضی ابوالحکم منذر بن ساعد الوضی کو (حران کے فضا  
 مہین سے تھے ، اور حن کا ذکر پہلے ہو چکا ہی) ۔ اور حود وندہ رخ  
 شوکر مروحہ شری قسم کے ساتھ بیان کیا کہ انہوں نے اس مہین مال  
 خدمت کے خمس کے روپے کے سوا اور کسی طرح کا مال و زر صرف  
 نہین کیا ۔ اس طرح حب لوکون کو ان کی قسم اور مال خمس کے  
 صرف سے آگاہی ہو گئی ، تب انہوں نے اس مہین ہمار بڑھتی شروع  
 کی ۔ انہوں کے والد نے اس کی مذدالی تھی ، اور انہوں کے بعد  
 ابو عامر محمد بن ابی عامر نے اس مہین پیر کچھ اضافہ کیا بھا ۔ عرض  
 کہ وہ اسی مسجد ہی جس مہین زر خمس کے سوا اور کسی طرح کا  
 روپیہ صرف نہین ہوا ۔ وہ مسجد اہل اندلس کے نزدیک نہایت قابل  
 تعظیم اور مبارک ہی ۔ اس مہین حو شخص ہمار بڑھکر کسی دینی  
 دا دیوی امر کے لئے دعا کرتا ہی ضرور قبول ہوتی ہی ۔ اس مسجد کے  
 متعلق نہ امر مسہور و معروف ہی ۔ اہل اندلس نے فضائل ماک  
 اس کے دندون اور اس مہین آنے والے صلحاء ، فضلاء ، اور علماء کے حالات  
 مہین کئی کتابیں لکھی ہیں \*

نہر قرطبہ سے شہر اشبیلیہ تک تین مراحل کا فاصلہ ہی ۔ اشبیلیہ  
 اب ہمارے زمانے مہین اندلس کا بزرگ ترین شہر ہی ۔ یہی شہر زمانہ  
 سابق مہین خمس کے نام سے موسوم تھا ۔ اس کا نہ نام اس لئے رکھا  
 گیا تھا کہ اس مہین مسلمانوں کی فتح اندلس کے وقت خمس کی  
 فوجیں آکر تھیری تھیں ۔ اس شہر کا حال ہر واصل کی وصف اور  
 ہر ناعت کی نعت سے بالاتر ہی ۔ وہ انک زبردست دریا کے کنارے  
 آباد ہی ، حر کرد شعور سے نکلتا ہی اور حس مہین اور بہت سی  
 ندبان آکر کرتی مہین ۔ وہاں بہنچ کر اس دریا کی یہ حالت ہو جاتی ہی



کہ گونا وہ انکٹ بحر ذخار ہی، جس میں بحر اعظم سے بڑے بڑے جہاز آکر شہر کے دروازے پر لنگر انداز ہوتے ہیں۔ اس میں اور بحر اعظم میں سبز میل یعنی دو مراحل کا فاصلہ ہے۔ یہ شہر، حسب تفصیل منعدم الذکر، بنو عتد کا صدر مقام تھا۔ المصامدہ نے اپنے قیام اندلس کے زمانے میں اسے اپنا مسکن بنا رکھا تھا، جہاں سے ان کا امر نافذ ہوتا تھا اور جہاں ان کا بادشاہ معیم تھا۔ انہوں نے اس میں بڑے بڑے قصر بنائے، بانی جاری کیا، اور باغات لگائے، جس سے اس کے حسن میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ شہر اشبیلیہ سے سہر شلب تک، جو بحر اعظم کے ساحل پر واقع ہے، بائیس مراحل کا فاصلہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان لبلہ، حصن مرتلہ، طبرہ، علیا، اور شنمرہ جیسے چھوٹے چھوٹے شہر آباد ہیں، اور یہ سب اندلس کے معروف میں اشبیلیہ اور شلب کے درمیان ہی ہیں۔ قرطبہ اور بحر روم میں بائیس مراحل کا فاصلہ ہے۔ قرطبہ بھی اسی دریا کے کنارے آباد ہے جو اشبیلیہ میں سے گزرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اشبیلیہ میں اس کا پات اتنا حوڑا ہو جاتا ہے کہ، حسب ذکر بالا، اس میں جہاز آ سکتے ہیں۔ جو چاہتا ہے اشبیلیہ سے قرطبہ تک کشتیوں میں سفر کرتا ہے علیٰ ہذا العیاس قرطبہ سے اشبیلیہ کی طرف بھی جاسکتے ہیں۔ اشبیلیہ اور شہر شربس میں دو مراحل کا، اور شربس اور سمندر میں تین مراحل کا فاصلہ ہے \*

یہ حالات ہیں بلاد المغرب اور جزیرہ نمائے اندلس کے، اور تخمینہ طور پر ان کے مختلف شہروں کے مختلف بُعد اور فاصلوں کے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن میں خود گیا ہوں، اور بعض ایسے ہیں جن کو میں نے وہاں جانے آنے والوں کے سفر ناموں سے اخذ کیا ہے \*

## فصل

منجھے مناسب معلوم ہوا ہی کہ دہان اندلس کے بڑے بڑے اور مشہور دریاؤں کا حال بھی لکھوں \*

(۱) ان میں سے سب سے پہلے دریائے طرطوسہ ہی \* جو مشرق کی طرف ہی \* وہ ایک 'نراسا' دریا ہی \* جو وحشیں کے ایک پہاڑ سے نکل کر شہر طرطوسہ سے ہوتا ہوا بحر روم میں جا کرنا ہی \* ملاحظہ اور بحر روم کے مابین دارد مدل کا واسطہ حائل ہی \*

(۲) دریائے مرسبہ \* یہ بھی بحر روم میں درنا ہی \* اس کا منبع کوہ شغورہ ہی \* یہ اور دریائے اشبیلیہ ایک ہی قسم کے دریا ہیں اور دونوں کا منبع بھی ایک ہی ہی \* مگر بعد میں دونوں منفرد ہو جانے ہیں \* ایک اشبیلیہ کی طرف حلا جاتا، اور دوسرا مرسبیہ کی جانب \*

(۳) دریائے اشبیلہ \* اس کے منبع کا اوپر ذکر ہو چکا ہی \* اشبیلیہ پہنچنے سے پہلے اس میں بہت سی ندیاں کرتی ہیں \* جن سے وہ 'جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں' اس قدر بڑا ہو جاتا ہی کہ خاصا سمندر بن جاتا ہی \* اور بحر اعظم موسوم بہ اقداس میں جا کرتا ہی \*

(۴) بلاد رومیہ میں ایک اور روم دست دریا ہی جسے تاجو کہتے ہیں \* شہر ہائے طلیطلہ و مستقرن اسی پر واقع ہیں \* ان دونوں شہروں میں تقریباً دس مراحل کا فاصلہ ہی \* اسی دریا پر شہر اشبونہ بھی ہی \* جس میں اور مسندرن میں تین مراحل حائل ہیں \* یہ دریا بحر اعظم میں گرتا ہی \*

یہ ہیں اندلس کے مشہور دریا \*

اب ہم اس تمام تحریر کو اپنے آقا و مولا کی تحریرِ عالیہ کے مطابق  
 حتم کرنے ہیں۔ مین نے اس تمام کذاب مبین ابدی محاصرہ دیری کی  
 عادت کو برابر قائم رکھا ہے۔ مین نے اسے تمام جھوٹے حقائق و فریبوں،  
 علاوہ، دردناک، وعبرہ کے دم جھوڑے ہیں، جن کی نہ ضرورت تھی  
 ہی اور نہ ان کے ترک کرنے سے تصنیف مین کوئی حیل واقع ہوتا ہے \*  
 اگر یہ تحریر میرے آقا و مولا کی طبیعت کے موافق، ان کے مزاج  
 کے لائق، اور ان کی خواہش کے مطابق ہوئی، تو یہی میری نئی مراد  
 ہے اور یہی ربر دست تمنا جس کے لئے مین برابر تکلیف اٹھاتا اور  
 سعی کرنا، اور اسکی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن اگر یہ تحریر  
 اس کے سواء اور کچھ ہوئی، نہ مین اسکا پہلا ہی شخص نہیں ہر  
 جس نے حد و جہد کی مگر صحت و صراحت کو نہ پہنچ سکا، مقصود  
 کو حاصل نہ کر سکا، اور مراد کو نہ پاسکا۔ مین خدا ہی سے اعتصام،  
 اسی سے طلب ہدایت، اور اسی پر اعتماد کرنا ہر، وہو حسبی  
 و نعم الوکیل \*

اس تحریر سے سنہ ۱۲۶۱ مین، ماہ جمادی الاخر کے اختتام سے  
 چھ دن قبل، بروز شنبہ، فراغت حاصل ہوئی۔ والحمد للہ رب  
 العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین،  
 و حسبنا اللہ و نعم الوکیل \*

(تمام شد)

## تلفظ اسماء و الفاظ وارده کتاب هذا +

- ارغن . اول مفتوح ' دوم ساکن ' سوم مضموم \*
- آروا . اول ممدود ' دوم مضموم \*
- آرة . اول مفتوح ' دوم مضموم \*
- اشبائیة . اول مفتوح ' دوم ساکن ' پنجم مکسور ' ششم مفتوح \*
- اشبرتال . اول مفتوح ' دوم ساکن ' سوم مفتوح ' چهارم ساکن \*
- اغمات . اول مفتوح ' دوم ساکن \*
- اقلیج . اول مضموم ' دوم ساکن ' سوم مکسور \*
- انیف . اول مضموم ' دوم مفتوح ' سوم ساکن \*
- اوربہ . اول مفتوح ' دوم ساکن ' سوم مکسور ' چهارم مفتوح \*
- ایجلی ان وارغن . لفظ اول مبین اول مکسور ' دوم ساکن ' سوم و چهارم مکسور ' لفظ دوم مبین الف مفتوح ' اور لفظ سوم مبین اول مفتوح ' سوم ساکن اور چهارم مفتوح ہی \*
- ایسرغینن . اول مکسور ' دوم ساکن ' سوم مفتوح ' چهارم ساکن ' پنجم مکسور ' ششم ساکن ' ہفتم مفتوح \*
- ایسننار . اول مکسور ' دوم ساکن ' سوم مفتوح ' چهارم ساکن \*
- اینتی . اول مکسور ' دوم و سوم ساکن ' چهارم مکسور \*
- باجہ (ابن) . اول مفتوح ' سوم مشدد و مفتوح \*

+ دیکھو دباحہ . ان الفاظ میں ہر ی حس کا حرف مادل مکسور ہی اور ہر واو حس کا حرف ماقبل مضموم ہی معروف ہی ' مجهول کہیں نہیں ہی . میں یہ الف کے ماقبل حروف کا اعراب کہیں نہیں لکھا ہی . ظاہر ہی کہ ان حروف کو مفتوح ہی نہ تھا جاتیکا .

- لباشتر . اول مضموم ، دوم مفتوح ، چهارم ساکن ، پنجم مفتوح \*
- ببوج . اول مفتوح ، دوم مضموم \*
- بجوده . اول و دوم مفتوح ، سوم ساکن ، چهارم مفتوح \*
- برزال (بنو) . اول مفتوح ، دوم ساکن \*
- برشانه . اول مضموم ، دوم ساکن ، پنجم مفتوح \*
- برطل (ابن) . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*
- برغواطه . اول و دوم مفتوح ، سوم ساکن ، ششم مفتوح \*
- بریهه . اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن ، چهارم مفتوح \*
- البزار . سوم مفتوح ، چهارم مشدود و مفتوح \*
- بسطه . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مفتوح \*
- بسکرة . اول ، سوم و چهارم مفتوح ، دوم ساکن \*
- بقنه . (ان) . اول و دوم مفتوح ، سوم مشدود و مفتوح \*
- بقی بن مخلد . لفظ اول مبین اول مفتوح ، دوم مکسور ، سوم مشدود .
- لفظ سوم مبین اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*
- بکارش . اول مفتوح ، دوم مشدود و مفتوح ، چهارم مکسور \*
- بلجین . اول و دوم مضموم ، سوم مشدود و مکسور \*
- بلس . اول مفتوح ، دوم مشدود و مکسور \*
- بنت . اول مضموم ، دوم ساکن \*
- بنش (ابک بوتی کا نام) . اول مفتوح ، دوم ساکن \*
- بنشکله . اول و دوم مفتوح ، سوم ساکن ، چهارم مضموم ، پنجم مفتوح \*
- ببندک (ربحان خصی) . اول مکسور ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*
- تاجوا . سوم مضموم \*

- تارودانت . سوم مضموم ، چهارم و هفتم ساکن \*
- تاطنت . سوم مضموم ، چهارم ساکن \*
- تانیفت . سوم مفتوح ، چهارم مکسور ، پنجم و ششم ساکن \*
- تسول . اول مفتوح ، دوم مضموم \*
- تسمامان . اول مکسور ، دوم ساکن \*
- لغس . اول و دوم مفتوح \*
- توزر . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*
- تومرت (ابن) . اول مضموم سوم مفتوح ، چهارم ساکن \*
- جدمیوی . اول ، سوم و پنجم مکسور ، دوم و چهارم سدن \*
- جزوله . اول و دوم مضموم ، چهارم مفتوح \*
- جنفیس . بر وزن جدمیوی . دبکھو اوپر \*
- الجوانس . سوم مفتوح ، چهارم مسدد و مفتوح \*
- جهور . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*
- حدبر بن وامنوا . لفظ اول مین اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن . لفظ سوم مین سوم ساکن . چهارم مضموم \*
- حزمون (علی ابن) . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مضموم \*
- حفصون (ابن) . بر وزن حزمون . دبکھو اوپر \*
- حکیمه . اول مضموم ، دوم و چهارم مفتوح ، سوم ساکن \*
- حوراء . اول مفتوح ، دوم ساکن \*
- خردادبه (ابن) . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم و پنجم و ششم مفتوح \*
- ابو الخصال . خائے معجمه مکسور \*
- ابو الخطار حسام بن ضرار . خطار مین اول مفتوح ، دوم مشدد ، حسام مین اول مضموم ، ضرار مین اول مکسور \*

الخنوت . سوم مکسور . چهارم مشدد و مفتوح ، پنجم ساکن \*

دلایه . اول و چهارم مفتوح \*

زن میر (ابن) . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*

رژین . اول مفتوح ، دوم مکسور \*

ریه . اول مفتوح ، دوم مشدد و مفتوح \*

زچندر . اول و دوم مضموم ، سوم ساکن ، چهارم مفتوح \*

زلاقه . اول و چهارم مفتوح \*

زهر (والدة ابو عبد الله محمد) . اول و دوم مفتوح \*

زهر (عبد الملك بن ابي العلاء) . اول مضموم ، دوم ساکن \*

زهیر . اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*

زیابه تیمی (ابن) . لفظ اول مین اول و چهارم مفتوح ، دوم مشدد .

لفظ دوم مین اول مفتوح دوم ساکن ، سوم مکسور \*

ساحر (والدة ابو يوسف يعقوب) . حائے حطی مکسور \*

سبطاط . اول مکسور ، دوم ساکن \*

سبع بن حیان . لفظ اول مین اول مفتوح ، دوم ساکن ، لفظ سوم

مین اول مفتوح ، دوم مشدد و مفتوح \*

سبو . اول مفتوح ، دوم مضموم \*

بنو سجویه . اول مضموم ، دوم مشدد و مضموم \*

سرطه . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*

سکات . اول مفتوح \*

السليم (محمد بن) . سوم مفتوح ، چهارم مکسور \*

سمح (بن مالک خولابی) . اول مفتوح ، دوم ساکن . خولابی مین

خائے معجمه مفتوح \*

سموره . اول و چهارم مفتوح . دوم مشدد و مفتوح . سوم ساکن \*

سیبانی . اول مفتوح \*

سیر (ابن ابی بکر بن قاضی) . اول مکسور -

سیوسیرات . اول ، سوم و چهارم مکسور ، دوم ساکن \*

تالجه . سوم ساکن ، چهارم مضموم \*

تغشاده . اول و پنجم مفتوح ، دوم ساکن \*

تقوییه . اول و دوم مضموم ، چهارم مکسور ، پنجم مفتوح \*

ثقوره . اول و دوم مضموم ، چهارم مفتوح \*

ثلث لره . لفظ اول مدین اول مفتوح ، دوم ساکن ، لفظ دوم مدین

اول مکسور ، دوم مشدد و مفتوح \*

ثلثیر . اول و سوم مفتوح ، دوم مشدد و مفتوح \*

ثلمنکه . اول ، دوم ، سوم و پنجم مفتوح ، چهارم ساکن \*

ثماخ . اول مفتوح ، دوم مشدد و مفتوح \*

ثمنت . اول و دوم مضموم ، سوم ساکن \*

ثنتره . اول ، سوم و چهارم مفتوح ، دوم ساکن \*

ثنتیاقو . اول و چهارم مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مکسور ، ششم

مضموم \*

شهید (ابو عامر احمد بن عبد الملك بن) . اول مضموم ، دوم مفتوح ،

سوم ساکن \*

صبح (والده هاشم الموید) . اول مضموم ، دوم ساکن \*

طالقه . سوم مکسور ، چهارم مفتوح \*

طبنی . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*

طرش . اول مضموم ، دوم مشدد و مضموم \*



- طارکونہ . اول و پنجم مفتوح ، دوم مشدد و مفتوح ، سوم مضموم \*
- طلیمیرہ . اول ، دوم ، سوم و پنجم مفتوح ، چہارم ساکن \*
- طلیمیتہ . اول مضموم ، دوم و چہارم ساکن ، سوم و پنجم مفتوح \*
- طوسی ( ابو عبد الرحمن ) . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*
- بنو عبید . اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*
- عرجی . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*
- ابن عشیر . اول مفتوح ، دوم مکسور \*
- عفراء . اول مفتوح ، دوم ساکن \*
- ابن عقیف . اول مفتوح ، دوم مکسور \*
- عقاب ( معام کا نام ) . اول مفتوح \*
- ابن عکاشہ . اول مضموم ، چہارم مفتوح \*
- ابن علوی ( عبد المؤمن ) . اول و دوم مفتوح ، سوم مکسور \*
- علیہ . اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم مشدد و مفتوح \*
- عبدہ بن مسیحیم . لفظ اول مین اول ، سوم و چہارم مفتوح ، دوم ساکن ؛ لفظ سوم مین اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*
- غمر ( بن عبد الرحمن ) . اول مفتوح ، دوم ساکن \*
- غیدقان . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*
- فاصلہ بن و مزال . لفظ اول مین سوم ساکن ، چہارم مفتوح ، لفظ سوم مین اول و دوم مفتوح \*
- الفرج ( فلحہ ) . سوم مفتوح ، چہارم ساکن \*
- فصکہ . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*
- فضالہ بن عبید . لفظ اول مین اول مضموم ، چہارم مفتوح ، لفظ سوم مین اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*
- فزارہ . اول و پنجم مفتوح ، دوم ساکن \*

ان فبطارکھ . اول و پنجم مضموم ، دوم و چہارم ساکن ، سوم مفتوح \*  
 فسی ( احمد ان ) . اول مفتوح ، دوم مکسور \*  
 ان التصیرۃ . سرم و ششم مفتوح ، چہارم مکسور \*  
 فصیط . اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*  
 قطن . اول و دوم مفتوح -  
 تعطیل . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*  
 تلمیذہ . اول و دوم مضموم ، سوم ساکن ، چہارم مکسور ، پنجم  
 مفتوح \*

ظلیہ . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مفتوح \*  
 فنطش . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*  
 ثمن . اول مفتوح ، دوم مشدود و مضموم \*  
 کمانشی . اول مضموم ، چہارم مکسور \*  
 دست . اول مضموم ، دوم ساکن \*  
 کونکہ . اول مضموم ، دوم و چہارم مفتوح ، سوم ساکن ،  
 بلکہ . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*  
 لبونہ . اول مضموم ، دوم مشدود و مضموم ، سوم ساکن ، چہارم مفتوح \*  
 لدریق . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*  
 لمتونہ . اول و سوم مضموم ، دوم ساکن ، پنجم مفتوح \*  
 لمطہ . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*  
 لیون . اول و دوم مضموم \*  
 مارثلہ . سوم ساکن ، چہارم مضموم ، پنجم مفتوح \*  
 منیجہ . اول و چہارم مفتوح ، دوم مشدود و مکسور \*  
 بنو مجبر . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مفتوح \*

- ابن مسعود . اول و چهارم مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مضموم \*  
 مراکش . اول مفتوح ، دوم مشدد ، چهارم مضموم \*  
 مرتله . اول و چهارم مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مضموم \*  
 مردغ . اول ، دوم و چهارم مفتوح ، سوم ساکن \*  
 مرزغنه . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن ، چهارم مشدد و مفتوح \*  
 مسکاله . اول ، دوم و پنجم مفتوح ، سوم مشدد و مفتوح .  
 مسوفه . اول مضموم دوم مشدد و مضموم ، سوم ساکن ، چهارم مفتوح .  
 سین مهمله پر فتحة خفيفة يهي بولا جاتا هي \*  
 مشريط . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مکسور \*  
 مصحفي . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مفتوح ، چهارم مکسور \*  
 مطيب الاندلس . لفظ اول مین اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم  
 مشدد و مفتوح \*  
 معدان . اول مفتوح ، دوم ساکن \*  
 معن بن صراح . لفظ اول مین اول مفتوح ، دوم ساکن \*  
 ابن مغن ( ابو الحسن ) . معن مبن اول مضموم اور دوم ساکن \*  
 المقدم . سوم مضموم ، چهارم مفتوح ، پنجم مشدد و مفتوح \*  
 مکاده . اول و چهارم مفتوح ، دوم مشدد و مفتوح \*  
 ملکه . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*  
 ملاله . اول و چهارم مفتوح ، دوم مشدد \*  
 ملویه . اول مضموم ، دوم ساکن ، سوم مکسور ، چهارم مفتوح \*  
 میدمان . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم ؟  
 میرقه . اول و چهارم مفتوح ، دوم مضموم ، سوم ساکن \*  
 نصیر ( موسی بن ) . اول مضموم ، دوم مفتوح ، سوم ساکن \*

نقاوس . اول ؟ ، چهارم مضموم \*

واسنار . سوم ساکن \*

وانسیفن . سوم و پنجم ساکن ، چهارم مکسور ، ششم مفتوح \*

ولد . اول مفتوح ، دوم ساکن \*

ورغه . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*

ورکناس . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن ، چهارم مشدد \*

الوزغی . سوم و چهارم مفتوح ، پنجم مکسور \*

هچفجف . اول ، و دوم و چهارم مفتوح ، سوم ساکن \*

هزرچی . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن ، چهارم مکسور \*

هسکوره . اول و پنجم مفتوح ، دوم ساکن ، سوم مضموم \*

ابن همشک . لفظ دوم مین اول مفتوح ، دوم مضموم ، سوم ساکن \*

هوزنی . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن ، چهارم مکسور \*

هیالان . اول مفتوح ، دوم ساکن \*

یتروای . اول مفتوح ، دوم ساکن ، سوم و چهارم مکسور \*

یخلفتن . اول ، سوم و پنجم مفتوح ، دوم و چهارم ساکن \*

بنویفرن . اول و سوم مفتوح ، دوم ساکن \*

یوجان هنتائی . لفظ اول مین اول و دوم مضموم ، سوم مشدد ،

لفظ دوم مین اول مفتوح ، دوم ساکن ، پنجم مکسور \*

یهتا . اول مفتوح ، دوم ساکن \*

ییحیت . اول و سوم مکسور ، دوم ساکن \*





# ١ - فهرست أسماء رجال و عوائل

ابن عذهر (أبو عبد الرحمن محمد) ١١٥	أبراهيم ٣٣٠
ابن حمد ٥٩	أبراهيم (المعروف بـ رونق) ٧٣٠ - ٧٤٠
ابن عبد العزيز (أبو بكر) ١٠٥	أبراهيم بن أبي يوسف ٣٠٨
ابن العزيف (أبو عبد الله محمد) ١١	أبراهيم بن جامع ٣١٠
عجل ٢٦٠	أبراهيم (بن موسى الصير) ٣١٥
ابن عكيد ١٣٣	أبي أبي حمزة ٢٧٥
ابن عمرو ٦	ابن أبي زيد ٢٧٦
ابن فاضل أندلسي ٣٤٣ - ٢٦٦	ابن أبي عامر (أبو عامر محمد بن عبد الله ابن أبي عامر) ٣٣٠ - ٣٤٠
ابن اللسان (أبو بكر محمد بن عيسى) ١٤٠	٢٥ - ٢٩ - ٣٢
ابن مالك سمح حواري ١٠	ابن أفضى (الملقب بـ مطهر) ٢٩
ابن مبارك ١١٥ - ١١٦	ابن الأفضى المتوكل ١٣٠
ابن الملح ٢١٢	ابن يومر ٨٣ - ١٧٥ - ١٧٦ - ١٩٣
ابن هاني (أبو القاسم محمد) ١٠٠	١٩٦ - ١٩٧ - ٢٠١ - ٢٠٢ - ٢٠٦
ابن دوس ٢٧٦ - ٢٧٧	٢٢٧ - ٢٢٩ - ٢٣٠ - ٢٣١
ابن سجي ٣٣٣	٢٣٢ - ٢٣٤ - ٢٥١ - ٢٥٩ - ٢٧٦
أبو أبراهيم إسحاق (ابن ملكون كا بشتا) ٢٣٥	٢٨٨ - ٢٨٩ - ٢٩٠ - ٣١٠ - ٣١٤
أبو أبراهيم إسحاق بن أمير المؤمنين	٣٣٣ - ٣٣٤ - ٣٣٥ - ٣٣٦
أبو يعقوب يوسف بن عبد المؤمن ٢٢٧	٣٣٧ - ٣٤٠ - ٣٤٥
أبو أبراهيم إسحاق بن محمد (ابن عامر) ٢٦٩	أبن حبيب ٧٦
أبو أبراهيم إسماعيل (ابن عجيل هرجزي) ٣٣٣ - ٣٣٤	أبن حصون ٥٩
أبو إسحاق أبراهيم روناي ٧٧	أبن حرداك بـ فارسي ٤٣٠
أبو إسحاق أبراهيم بن سمان ١٠	أبن رديمير ١٧٣
أبو إسحاق أبراهيم بن عبد الملك المعروف بـ ابن ملكون ٣٥	أبن رشيق ١١٥ - ١٢٥
أبو الأصبح عيسى بن حجاج حرمي ٨٥	أبن رند (على الناصر لدين السبي) ٢٥٠
	أبن الرنق ٢٥٥ - ٢٥٨ - ٣٢٠ - ٣٢٣
	أبن زياطة تميمي ٢٩٩
	أبن زادة الله طيني ٣٥٠
	أبن سنا (بادشاهة) ٢٩٨
	أبن سيد اللص ٣١١

أبو جعفر محمد ابن جرير طبري ' ٣٤٠ تا ٣٤٣ ' ٣٤٦	أبو بكر (المعروف به ابن العنبر) ' ١٥٨ ' ١٥٩
أبو جعفر المنصور عباسي ' ١٣ ' ٨٧	أبو بكر بن حد ' ٧٧ -
أبو حامد الغزالي ' ١٦٩ ' ١٧٦	أبو بكر بن دردد ' ٢٩
أبو الحجاج ' ٥٩	أبو بكر نندود بن جميل قرطبي ' ١٣٩
أبو الحجاج يوسف بن عيسى الأعمى ' ١٠٦	أبو بكر بن مائع المعروف به ابن ناهد ' ٣٧٧
أبو الحجاج يوسف المعروف به المراني ' ٢١٢ ' ٣١٠	أبو بكر بن عبد الله بن أبي حفص عمر أبيسي ' ٢٦١
أبو الحزم جهور بن محمد بن جهور بن عبد الله ابن محمد بن عمر بن جميل بن عبد العاهر بن أبي ععدة ' ٥٣ ' ٥٥ تا ٥٦	أبو بكر بن هاني ' ٢٨٩
أبو الحسن أشعري ' ١٨٥	أبو بكر بن يوسف بن تاهقين ' ١٩٩
أبو الحسن علي بن بسام ' ١٧٠	أبو بكر شاضي ' ١٧٦
أبو الحسن علي بن عمر بن عبد المومن ' ٣١٤	أبو بكر محمد بن الحسن زندي ' ٢٤
أبو الحسن علي بن عياش ' ٣١١ ' ٣٢٤	٨٥
أبو الحسن مائقي (علي بن عبد الله بن عبد الرحمن) ' ٢٥٦ تا ٢٥٩	أبو بكر محمد بن طفيل ' ٢٣٧ تا ٢٤٠
أبو الحسن (جعفر بن عثمان الملقب به) مصفى ' ٢١ تا ٢٤	أبو بكر محمد بن عمار ' ١٠٢ تا ١٢٣
أبو الحسن بن معن ' ٢٦٣	١٢٥
أبو الحسن جميل ابن اسماعيل بن عبد الرحمن بن اسماعيل بن عامر بن مطرف بن موسى بن ذي النور الملقب به مامون ' ٦٨	أبو بكر محمد بن محمد المعروف به ابن قنطرة ' ١٧٠
أبو الحسين مسلم بن حجاج قسيري سنابوري ' ١٢	أبو بكر محمد بن وزيراو مروان عبد الملك بن أبي العلاء زهر بن عبد الملك بن زهر ' ٧٩ ' ٨١
أبو الحسن هوزني أضميلي ' ٢٤٢	أبو جعفر أحمد بن سعد بن دب ' ٤٠
أبو حفص عمر أراج ' ١٩٨ ' ٣٣٩	أبو جعفر أحمد بن عطية ' ١٩٨ ' ١٩٩
أبو حفص عمر أنتي ' ١٩٩ ' ٢١٠ ' ٢٢٠	٢٠٠٠
أبو حفص عمر بن أبي زيد هنائي ' ٢٦١	أبو جعفر أحمد بن محمد المعروف به ابن البيت (با السبي) ' ١٦٨
أبو حفص عمر بن عبد المومن ' ٢٣٥	أبو جعفر أحمد بن محمد بن عبد الرحمن بن عباس ' ٣٢٤
أبو حفص عمر الملقب به الربيد (أبو يوسف يعقوب كا بهاني) ' ٢٧٤ ' ٢٧٥	أبو جعفر أحمد بن محمد بن جميل حميري ' ٢٩٩ تا ٣٠٣
	أبو جعفر أحمد بن مصاب ' ٢٤٦ ' ٢٦٣
	أبو جعفر أحمد بن مسيح ' ٣١٢
	أبو جعفر أحمد بن موسى المعروف به ابن قننة ' ٥٧



ابو الحکم صمد بن سعد بن محمد ' ۳۶۷  
 ابو حماد ' ۱۳۵  
 ابو حنیفہ (امام) ' ۱۸ ' ۱۹ ' ۲۰  
 ابو الحجاز حسام بن صرار کلی ' ۱۰  
 ابو الحجاز مسعود بن سلمان بن مغلت  
 قسہ ' ۳۱  
 ابو الریح سلیمان بن ابی حصص عمر بن  
 عبد المومن ' ۳۰۷  
 ابو الریح سنیمان بن عبد اللہ بن  
 عبد المومن ' ۲۶۹ ' ۲۷۴ ' ۲۷۵  
 ۹۵ ' ۹۸  
 اور کریا (ابن ملکون کا بیٹا) ' ۳۰۵  
 ابو کریا یحییٰ بن ابی ابراہیم حرری ' ۳۰۶  
 اور کریا یحییٰ (ابن ابی یعقوب ابن  
 عبد المومن) ' ۲۰۴ ' ۲۵۹ ' ۲۷۳ ' ۳۰۵  
 ابو زید عبد الرحمان بن عمر بن عبد المومن ' ۳۱۴  
 ۲۶۴ ' ۳۱۳ ' ۳۱۴  
 ابو زید عبد الرحمان بن موسیٰ ' ۳۱۴  
 ابو زید عبد الرحمان بن موسیٰ بن یوحان  
 ہنتانی ' ۲۶۲ ' ۳۰۸ ' ۳۱۳  
 ابو السری مہل بن ابی غالب حرری ' ۲۷  
 ابو سعید عثمان بن ابی حصص ' ۳۱۵  
 ابو سعید عثمان بن عبد اللہ بن ابراہیم  
 بن جامع ' ۳۱۰ ' ۳۱۱  
 ابو الطیب منجی ' ۲۸۸ ' ۳۰۰ ' ۳۰۱  
 ابو العاص (الحکم بن حسام ربیع کی  
 کنیت) ' ۱۵  
 ابو عامر احمد بن عبد الملک بن شہید  
 ۵۰ ' ۵۱  
 ابو عامر محمد بن (عبد اللہ بن) ابی  
 عامر (محمد بن ولید بن مرید بن  
 عبد الملک بن عامر معافری قحطانی  
 (دیکھو ابن ابی عامر اور منصور) ' ۲۲  
 ۲۲ ' ۲۳ ' ۲۴ ' ۳۰۳ ' ۲۹ ' ۳۱۴  
 ۳۵۴ ' ۳۶۱ ' ۳۶۷

ابو نعاس احمد بن ' ۱۰  
 مری ' ۹  
 ابو نعاس احمد بن ناصر ' ۷۰  
 ابو عبد الرحمن انیسکس دثلہ کی  
 کنیت ' ۵۰  
 ابو عبد الرحمن غوث ' ۲۰  
 ابو عبد الرحمن محمد بن غفر ' ۱۱۴  
 ابو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن  
 بن عبد اللہ بن عبد الرحمن اناصر  
 ۵۰  
 ابو عبد اللہ راس ملکون کا بیٹا ' ۲۳۵  
 ابو عبد اللہ ' ۳۱  
 ابو عبد اللہ ابو یحییٰ محمد بن علی بن  
 ابی عمران بن ' ۳۰۹ ' ۳۱۰  
 ابو عبد اللہ بن عباس ' ۲۶۰ ' ۲۶۳ ' ۳۱۱  
 ۳۲۴ ' ۳۲۵  
 ابو عبد اللہ بن مسمون ' ۲۰۸  
 ابو عبد اللہ شافعی (امام) ' ۴۲  
 ابو عبد اللہ عاصمی بحر ' ۲۹  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی نکر ابن ابی  
 حصص الملقب بـ العبل ' ۲۶۱  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی الخصال ' ۱۶۴  
 ۱۷۰ ' ۱۷۴  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی سعید بن شرف  
 جدامی ' ۳۵۰  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفصل سبانی  
 ۱۱  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی  
 ۲۲ ' ۲۳ ' ۲۸ ' ۲۹ ' ۶۶  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی یوسف ' ۸۱  
 ۲۶۲  
 ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق (ابن عافیه)  
 ۲۷۳ ' ۲۷۴  
 ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق تمیمی ' ۲۲  
 ابو عبد اللہ محمد بن حبوس ' ۲۱۱ ' ۲۱۳

ابو محمد النعمان محمد بن محمد بن عيسى بن عمران  
٣١٣، ٣٢٢

ابو عمر راهد مطر علام بعلب، ٢٠

ابو عمرو (عماد بن قاضي) ابو القاسم التميمي  
كي كسب، ٨٥

ابو هراس، ١٢٤

ابو الفضل جعفر بن احمد المعروف به ابن  
محسود، ٢٤٢، ٢٤٣

ابو القاسم (جسلي بن علي) المعروف به  
كسب، ٩٩

ابو القاسم احمد بن يحيى، ٢٨٣، ٢٨٤

ابو القاسم احمد بن محمد، ٢٦٣

ابو القاسم بن احمد معروف به احاب  
١٧٠

ابو القاسم عبد الرحمان بن محمد بن  
ابي جعفر (ورثر)، ٢٠١

ابو القاسم قاضي عبد الرحمان، ١٩٠  
٢٠٠، ٢٤٣

ابو القاسم محمد بن اسماعيل ابن عماد  
الحمي، ٤٠، ٤١، ٤٢، ٤٣

ابو القاسم محمد بن عماد بن محمد بن  
اسماعيل بن عماد، ٩١، ٩٢

ابو القاسم محمد بن هاني، ١٠٢

ابو القاسم المعتمد علي الله، ٦٦

ابو قصبه (عبد الرحمان عرولي)، ٣١٦  
٣١٧، ٣١٨

ابو محمد (ابو محمد علي بن احمد بن  
حرم كا سبا) قصبه، ٤٢

ابو محمد (جسلي بن علي) المعتلي كي  
كنيت، ٩٩

ابو محمد ابن قصبه، ٧٠

ابو محمد بن عفيف، ٣٥٢

ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمان  
اردي اقبيلي، ٢٧٠

ابو محمد عبد العزيز بن امير المؤمنين

ابو محمد النعمان محمد بن محمد بن عيسى بن عمران  
ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن قاسم  
٤٣

ابو عبد الله محمد بن غالب نلسي  
المعروف به راضي، ٢١٥، ٢٢٠

ابو عبد الله محمد بن مروان، ٣١٢

ابو عبد الله محمد بن واسع، ٢٨٤

ابو عبد الله محمد بن جليل المعروف به  
ابن العريف، ٢٦

ابو عبد الله محمد بن جليل ابن احمد  
فاراري، ٣١١، ٣٢٤

ابو عبد الله (ورثر) حسان بن مالك بن ابي  
عبد، ٢٩

ابو عبد بكرى اندلسي قرطبي، ١٩٠  
٢٤٣، ٢٤٤

ابو العاصيه (اسماعيل)، ١٦٥

ابو العلاء ادريس، ٣٣٠

ابو العلاء ادريس بن ابراهيم بن جامع  
٢٤١، ٣١٠

ابو العلاء ادريس بن يوسف بن  
محمد المروسي، ٢١٥

ابو العلاء بن سليمان المعري، ١٦٦

ابو العلاء رهر بن عبد الملك بن رهر  
١٤٧

ابو العلاء صاعد بن حسن رعي لعوي  
بعدادي، ٤٢، ٤٣

ابو تاني حسن بن رسي، ٦٦

ابو علي عمر بن موسى بن عبد الواحد  
سري، ٣٢٥

ابو علي فالي، ٢٠، ٢٦

ابو عمر احمد بن محمد بن دراج فسطلي  
(شاعر)، ١٩، ٢١، ٢٤، ٣٥

ابو عمران (عيسى بن عمران) ناري كا  
سبا، ٢٤٣، ٢٤٤

ابو عمران موسى بن علي ضرر، ٣٣٤



اسماعيل بن دى الون . ٢٨  
 اسماعيل بن حنن هريجى ابو ابره  
 ٢٣٥ تا ٢٣٢  
 اشعريه ، ١٨٢  
 اعاليه ، ٣٥١  
 اغلب بن محمد بن ابراهيم بن اغلا  
 بنمى ، ٣٥١  
 افرنس ، ٣٤٦  
 ام الحكم بنت سليمان انمسين  
 امرو النيس ، ٣٠٠ ، ٩٧  
 امبره بنت حسن بن فون ، ١٤١  
 ادوب خدموى ، ٣٣٣  
 ادوج ، ٣٢٠ ، ٣٦٣  
 ادور (بن محمد بن سعد) ، ٢٤٨  
 ادرعى ، ٢٧٦  
 ادور ، ١ ، ٦٤ ، ٦٥  
 ادشموى ، ٣٢٠  
 ادعواطه ، ٦٣ ، ٦٤  
 ادبه ، ٣٤  
 ادرو ابن الربى ، ٢٧٨  
 ادنى بن مخلد ، ٢٦٠  
 ادن بشر ، ١٠  
 ادحين ، ١٣٢ ، ١٣٣  
 ادب المجراوة ، ١٩٩  
 ادب عريف ، ١٤٧  
 ادو ابن عاصه ، ٢٦٥ ، ٢٦٦ ، ٣١٥  
 ادو امسه ، ٦ ، ١٠ ، ١٢ ، ٣٩ ، ٥٠ ، ٥١  
 قاده ، ٥٥ ، ٦٦ ، ٨٦ ، ٢٠٦ ، ٢٢٧ ، ٥١  
 ٣٦٦ ، ٣٥١  
 ادو نوزال ، ٥٨ ، ٦٨ ، ١٨٩  
 ادو جهوز ، ٩٧  
 ادو حماد ، ٢٠٤ ، ٣٤٩  
 ادو زرت ، ٣٤٨  
 ادو زيرى بن مناد ، ٢٢١  
 ادو سكوت ، ١٣٥

٣١٠ ، ٣١١ ، ٣٢٩ ، ٣٣٢ ، ٣٤٥ ، ٣٥٥  
 ابو يعقوب يوسف بن بائسفين لمتونى  
 (امير المسلمين) ، ٨٣  
 ابو يوسف (بن عبد المومن) ، ٢٣٣  
 ابو يوسف المصرى ، ٣٢٣  
 ابو يوسف (بن ابنى يعقوب) يعقوب  
 بن يوسف بن عبد المومن ابن على  
 ٢٤١ ، ٢٤٦ ، ٢٤٨ ، ٣١٤ ، ٣٤٣ ، ٣٤٥ ، ٣٥٦  
 الحكم (بن هشام الملقب به رضى) ،  
 ١٥ ، ١٦  
 احمد الحاج ، ٢٨٧  
 احمد بن حنن (امام) ، ٢٦٣  
 احمد بن خالد ، ٥٢  
 احمد بن موسى ، ٢٠٩ ، ٢١٠  
 احمد بن مسيح ابو جعفر ، ٣٢٤  
 ادريس (على بن حمود كا ستا) ، ١٤٦  
 ١٤٧ ، ١٤٨ ، ٥٧ ، ٥٨ ، ٥٩ ، ٦٠ ، ٨٥  
 ادريس (بن حنن بن على المعلى) ،  
 العالى ، ١٤٩ ، ٥١ ، ٦٠ ، ٦١ ، ٦٣  
 تا ٦٥  
 ادنيس ، ٦٨ ، ١١١ تا ١١٤ ، ١٢٥ ، ١٢٨  
 ٢٤٨ ، ٢٤٩ ، ٢٥١ ، ٢٨٢ ، ٢٨٤ ، ٢٨٩  
 ٢٩٢ ، ٢٩٩ ، ٣٠٩ ، ٣١٩ ، ٣٢٠ ، ٣٢١  
 ٣٢٣ ، ٣٦٣  
 ارسطاطليس ، ٢٤٠ ، ٢٤١ ، ٣٠٥  
 ارمم (بن محمد بن سعد) ، ٢٤٨  
 اسحاق (ابو عبد الله محمد بن ابنى  
 يوسف كا ستا) ، ٣٠٧  
 اسماعيل (المعتصد ناللة عبادى كا ستا) ،  
 ٨٧ ، ٩١  
 اسماعيل (قاضى ابو القاسم محمد بن  
 اسماعيل كا ستا) ، ٥٨ ، ٥٩ ، ٦٠ ، ٨٥  
 اسماعيل بن اسحاق المنادى شاعر ، ١٤٠

جوهر (معركا دمد) ۳۴۰	نوسعد ۱۶۵
چهور بن محمد بن چهور ۲	نوسلم ۳۴۵
حاجه ۳۳۸، ۳۶۰	نوساهر ۱۱۴
حام بن دوح ۳۴۶	نوسلی ۱۶۵
حسب (بن اوس بن تهمام الشافعی) ۱۶۵	نوسعد ۱۴۶، ۱۴۷، ۳۶۸
حمید بن ابو عدده مبری ۱۰، ۸	نوسعد ۳۳۱، ۱۵۸، ۱۶۷، ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۰۷
حجج (بن دوست) ۱۶۲	نوسعد العزیز ۱۱۴
حجاج بن ابراهیم بن حسن ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶	نوسعد المومنین ۱، ۱۸، ۳۳۹، ۳۵۶
حدید بن واسوا ۱۳۵	نوسعد ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۳۱۸، ۳۲۶
حدید، بن ددر ۱۲۴	نوسعد ۳۴۶، ۳۵۱
حسن (بن ثابت) ۱۶۵	نوسعد ۹۱، ۱۹۹
حسن (ابن هاشم بن حمود) ۴۷، ۴۸	نوسعد ۱۹۶
۵۹، ۶۰، ۶۸، ۸۴	نوسعد ۳۴۹
حسن (بن نجیب بن علی المعتلی) ۶۱	نوسعد ۹۱، ۹۲
المستعلی ۴۹، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱	نوسعد ۷۰
حسن (بن عبد المومنین) ۲۶۹، ۲۷۰	نوسعد ۶۷، ۱۱۵
حسن (بن ادريس بن علی) ۵۹، ۶۲	نوسعد ۶۵
حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب ۱۶۶	نوسعد بن علی بن دوست ۱۹۸، ۲۰۲
حسن بن علی بن ابی طالب ۳۸	نوسعد ۲۰۳، ۳۴۶
حسن بن قنون ۴۹	نوسعد بن دوست ۹۱، ۹۲
حسین بن عبد الله بن ابراهیم ابن جامع ۳۱۱	نوسعد ۳۴۳
حسن بن علی بن ابی طالب ۳۱۲	نوسعد الدین ۲۸۶
حصری ۱۳۷، ۱۳۸	نوسعد بن معز بن جادس بن منصور بن ربیع بن مسد ۳۵۱
الخطیقه ۲۹۴	نوسعد داری ۱۱
الحکم (ارل) ۱۷	نوسعد ۳۴۸
الحکم بن سلمان بن الناصر ۳۹	نوسعد ۳۳۷
الحکم المنصور بالله ۲۱، ۲۴، ۳۹	نوسعد ۳۳۸
۳۳۵، ۳۴۱، ۳۴۶، ۳۶۷	نوسعد بن بکر ۲۲۳
الحکم بن هسام رسی ۱۵	نوسعد بن نجیب دمیکی ۱۱۱
حکمه ۳۲۳	نوسعد ۱۸۵، ۱۹۳، ۱۹۹، ۲۱۰
حماد ۴۰۴	نوسعد ۳۳۲، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵
حمد دهسی ۱۸۳	نوسعد ۳۳۸
	نوسعد ۳۳۷، ۳۳۸

زكريا بن يحيى بن ابي ابراهيم اسماعيل  
هرجى ٣٢٣

رمانه ٢٤٣

زهر ٣٥٧

زهير شاعر ٩٧

زهير عامري (حادم) ٦٩

زبدي بن مسد ٣٥١

ربان بن ثابته نيمي ١٥

ربيع بن موسى البصري ٢٣٤

ساحر ٢٦٥

سامي ٦٤

سبح بن حبان ٢٥٥

سحمون ٢٧٦

سرطه ٣٣٧

سطفي ٦٥ تا ٦٢

سعد بن ابي وقاص ١٢

سعد بن مندر ٥٢

سكات برعواطي ٦٣

سكندر (دوالقرنيس) ١٩٥

سليمان بن الحكم بن سليمان بن

عبد الرحمن الناصر (المسعين ناللة)

الظافر حول الله ٣٧ تا ٣٨ ما ١٥

سليمان بن داود (دعمر) ٩

سليمان بن عبد الملك ٩ ١٥

سليمان بن مرصع ٥٥

سليمان بن هود الملقب به الموتون

٦٧

سمح بن مالك حولاقي ١٥

سندج كبريل ١٣٧ ١٤٧

سير بن ابي بكر بن شاهقين ١٣٥ ١٥٩

سير بن اسحاق بن محمد ٣١٨

مسلب سعدى ١٦٥

شريف طليق مرزاني ٢١٣ ٢١٤

متعان ٢٨٦ تا ٢٨٨

شماع بن صرار شاعر ٣١

حمود بن سمير بن احمد .. بن علي  
بن ابي طالب ٣٨

حمسي (دندكو ابو عبد الله محمد بن  
ابي نصر) ٢٢ تا ٢٣ ٢٤٥ ٢٤١

حمير ٣٤٦

حنس بن عبد الله صغاني ١١

حمقاء (كهورا) ١٢٤

حوراء (هسام بن عبد الرحمن الداخل كي

والده) ١٤

حوراء (المسكفي ناللة كي والده) ٥٢

خالد سعدى ١٦٥

الخمس ١٨٥ ١٩٣

حيران عامري ٦٩

الداخل ١٢ ١٣

دارا بن دارا ٨٣

داود بن ابي همد بن ابي عثمان بهدي

١٢

داود بن علي بن خلف امصهاني طاهري

١٣

دحال ١٨٦

دكالة ٣٣٨

راج ١٣

الراعي ناللة ١٢٢ ١٣٧

رحراده ٣٣٨

رزق الله برعواطي ٦٣

روحي ٦٩

رناج ٢٢٣

ريحان بسك (دندكو ريجان حتى)

ريجان حتى ٢٦٢ ٣١١

ريمر (بن محمد بن سعد) ٣٤٨

ريمر بن علي بن يوسف بن قاتقش

١٩١

زينر بن نجاح ٣١٨

زرقاء اليمامة ١٦٦

زعمه ٢٢٣



علي (عسلى بن عمران ناري ك نينا)،  
٢٤٤

عماد الدين فاضى، ٢١٦

عمر (بن الخطاب)، ٢٤٤

عمر (ابن افضس ك نينا) ابو محمد الموكل  
علي الله، ٦٩

عمر ارنج، ٢٢٣

عمر ايسى ابو حفص (ديكهو فاصكه بن  
و مرال)

عمر بن عبد الله صهاجى المعروف ٨٠

عمر ارنج، ١٩٣، ٢٢٣، ٢٢٣

عمر بن و مرال (فاصكه، عمر ايسى)،  
١٩٣

عمر (بن عبد المومن)، ١٩٨، ٢٢٣،

٢٢٤، ٢٢٤

عمر المقدم، ٣١٥

العموم، ٢٣٨

عمر حصى، ٢٢٢

عنبسة بن سحيم كلبى، ١٠

عسلى بن عمران ناري ابو موسى، ٢٤٣  
قا ٢٤٤

عسلى بن مريم (نعممر)، ١٨٦

عسلى بن موسى صاحب الشرطة، ١٨، ١٩

غانم (بن محمد بن سعد)، ٢٤٨

حاده، ٥٠

عرسة بن شاذة، ٣٣

عمارة، ٢٥٠، ٢٥٤

عمر بن عبد الرحمان بن عبد الله، ١٠

فارج حصى ابو السرور، ٢٤٤

فاصكه بن و مرال (يعنى ابو حفص عمر  
ايسى)، ٢٢٣

فاطمة (اسماعيل بن يحيى هزرجى كى  
بنتى)، ٢٣١

فاطمة بنت فاسم (زوجة يحيى ابن على  
المعتلى)، ٦٠

عبد الملك بن فضل شهرى، ١٠

عبد الملك اظافر، ٣٠

عبد المنعم بن عيسى ابو محمد، ١٧٩

عبد المومن بن على، ١٧٧، ١٧٨، ١٧٩

١٨٠، ١٨٩، ١٩٠، ١٩٣، ٢٥٦، ٢٥٩

٢٢٣، ٢٢٥، ٢٢٩، ٢٢٣، ٢٢٣، ٢٢٣

٢٢٣، ٢٢٣، ٢٢٣، ٢٢٣، ٢٢٣، ٢٢٣

عبد الواحد مسرى، ١٧٨، ٢٢٤، ٢٢٣

عثمان (ابن عثمان)، ٢٥١، ٢٤٧

عثمان (ابن عبد المومن)، ٢٢٠، ٢٤٧

عثمان (بن ابي حفص عمر ايسى)، ٢٢٣

عثمان بن عبد الله بن ابراهيم ابن جامع

ابو سعد (وربر)، ٣١١

عزيز (بن محمد بن سعد)، ٢٤٨

عسكر (بن محمد بن سعد)، ٢٤٨

عصام، ٢٩٩ تا ٣٠٣

عصه بن حجاج، ١٠

عقبة بن نافع فهرى، ٢٤٧

على المعروف به ابن رند، ٢٥٠

على ابو سليمان داود طاهرى، ٢٤٣

على بن ابي طالب، ١١

على بن ادرس بن على، ٥٩

على بن اسحاق (ار بنو عاينة)، ٢٦٩

٢٧٢

على بن حرمون، ٢٩٠ تا ٢٩٥

على بن حمود بن ناصر، ٣٨، ٣٩، ٤٦

٨٤

على بن حروف، ٣٠٢ تا ٣٠٣

على بن مجاهد عامرى الملقب به

موافق، ٦٩، ١٤١

على بن موسى المردى، ٢٣٤

على بن يوسف بن قاسم، ١٣، ١٥٩

١٦٧، ١٧٩، ١٨٢، ١٩١، ١٩٧

١٩٨، ٢٠٢، ٢٠٦، ٢٦٦، ٢٦٧

٣٥٦



نصاحۃ، ۱۰۰۰، ۵۷  
 نوحدر بن نوحدر رومی، المعروف به آدین  
 اندوہ، ۲۲۵  
 منک (نام)، ۵۴، ۲۷۷  
 منک بن وھب، ۱۰۱۳، ۱۰۱۳  
 الناصون احمد بن النعمان علی اللہ کا  
 لقب، ۱۰۳  
 مہموں بن دی انون، ۵۷  
 مبارک بن عبد اللہ، ۱۷۲  
 مسر حسی، ۱۱۱، ۳۳۳  
 مسر عامری (النصر)، ۱۴۲  
 مسی (ادو الطیب)، ۳۵، ۱۰۱، ۱۰۲  
 المہوکل علی اللہ، ۷۸  
 مجاہد عامری، ۶۹، ۱۴۱  
 محمد (ابن قاسم بن حمود)، ۴۷، ۴۸،  
 ۵۹، ۶۸  
 محمد (ابن ابو دوسف یعقوب  
 امیر المومنین)، ۲۶۳، ۲۶۵  
 محمد (ابن سامان المسعین نالہ)،  
 ۴۰  
 محمد ابن عبد المومنین)، ۳۳۳  
 محمد (نوعانہ، از اس کی اولاد  
 وعمرہ)، ۲۶۶ تا ۲۷۲  
 محمد (بن ادریس بن علی) الملقب به  
 مہدی، ۵۹، ۶۲ تا ۶۵  
 محمد (بن ادریس بن نجیل)، ۶۵  
 محمد بن اوس بن ثابت انصاری، ۱۱  
 محمد بن ابی سعد حنفی، ۲۷۱  
 محمد بن ابی عامر مسرور، ۲۱، ۲۲  
 ۳۶ (دیکھو ابو عامر)  
 محمد بن دسیر قاسی، ۲۲  
 محمد بن حسن رمادی، ۴۸  
 محمد بن سعد المعروف به آدین  
 مردیش، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۳۲، ۲۴۶  
 تا ۲۴۹

القاضی، ۲۸۰  
 قاضیوں، ۸۴  
 فتح، ۳۰۱  
 حجر الدوش، النعمان علی اللہ کا لقب،  
 ۱۵۴  
 خیرانی، ۳۴۴  
 فصاحت بن محمد، ۱۱  
 فضل بن دوست بن قاضی، ۷۰  
 قاسم (بن حمود)، ۳۸، ۴۲ تا ۴۸، ۴۸،  
 ۶۸، ۷۴  
 قاسم بن محمد بن - ۷۵، ۶۵  
 قاسم بن محمد مری، ۴۰  
 قتیبہ بن مسلم، ۲۸۴  
 قرافس، ۲۸۶، ۳۴۵  
 قریس، ۱۳  
 قسطنطنیہ بن ہیش، ۳۴۷  
 قمر (حکیم)، ۳۲۳  
 قوٹا، ۳۶۱  
 قس عثمان بن مہر بن ہزار بن معد بن  
 عدون، ۱۹۶  
 کافور حسی (ابو انیسک)، ۳۳۷، ۳۳۷،  
 ۲۵۹، ۲۴۲  
 الکناہی، ۲۶۳  
 کتابہ، ۳۴۷  
 کثیر، ۹۷  
 کمال الدین محمد بن احمد ابن صاعد  
 قراوی، ۱۱  
 کمینہ، ۱۹۶  
 کرمیہ، ۱۹۶، ۳۳۶، ۳۳۹  
 نمونہ، ۹۹  
 نئید، ۱۶۵  
 لہا ابو الحسن علی بن عبد اللہ ابن  
 محمد بن غامیہ، ۳۱۸  
 نریق، ۷، ۹  
 لمتونہ، ۲۶۷، ۲۶۸، ۳۳۷، ۳۵۴، ۳۵۶

مردع، ٢٥٠  
 مريم صهاجده، ٣٢٩  
 مرده، ٣٦  
 المستلهم، ٨٦  
 المسعين (سلمان بن هود كا دوتا)، ٦٧  
 المسكفي، ٨٦  
 مسكاله، ١٩٣، ٣٣٤  
 مسلمة، ٤٠  
 مسوفة، ٢٦٦، ٣٣٧  
 مسيح (معه)، ٣٦٠  
 المصامدة، ١، ٣، ٣٠، ٨٣، ٩٢، ١٠٦  
 ما آخر كتاب  
 مطهر (ابو عامر منصور كا دوتا)، ٤٣  
 المطهر، ٣٨  
 معاودة بن صالح حرمي حمي، ١٣  
 المعبد، ٨٦  
 المعبد داللة، ١٣٧  
 معتزلة، ١٨٥  
 المعصم بن مهادج، ١٢٥ تا ١٣١  
 المعتمد داللة ابو عمرو عداد بن محمد  
 بن اسماعيل بن عداد لحمي، ٦٦  
 ٨٥ تا ٩٢، ١٠٢، ١٠٣، ١٠٧  
 ١٠٩ تا ١٢٣  
 المعتمد، ٥٧  
 معر بن ناديس، ٢٢١، ٣٤٥، ٣٤٧  
 معيرة، ٢٠  
 معذر (سلمان بن هود كا دوتا)، ٦٧  
 الملك العادل، ٢٦٩  
 الملك العزيز بن منصور صهاجي صاحب  
 بجانة، ١٧٩  
 الملك الناصر، ٢٨٦  
 المنصور ابو يوسف، ٣٢٠  
 منصور بن منصور، ٢٢١  
 منصور (ديكهو ابو عامر منصور)، ٢٤ تا ٣٣  
 ٣٥، ٣٢

محمد بن السليم، ٢٢  
 محمد بن عبد ربه ابو عبد الله، ٢٩٥  
 ٢٩٩ تا  
 محمد بن عبد الرحمان المستكفي داللة،  
 ٥٢ تا ٥٣  
 محمد بن عبد الرحمان بن الحكم بن  
 هشام بن عبد الرحمان ابن معاودة،  
 ٢٦٣  
 محمد بن عبد الرحمان بن هشام بن  
 سلمان، ٥٠  
 محمد بن عبد الله، ٥٨  
 محمد بن عبد الله بن يومرت (ديكهو  
 ابن يومرت)  
 محمد بن عبد الله بن ظاهر حسبي  
 ابو عبد الله، ٣١٢  
 محمد بن عمار ابونكر، ١٠٦  
 محمد بن عسلي، ٢٩٤  
 محمد بن عسلي بن عمروة خلوي، ١٢  
 محمد بن الفصل، ٣٠٨  
 محمد بن قاسم، ٦١، ٦٥، ٨٤  
 محمد بن موسى (الضرب)، ٢٣٤  
 محمد بن هاني اندلسي، ٢١١  
 محمد بن هشام بن عبد الجبار بن  
 عبد الرحمان الناصر المهدي، ٣٥  
 ٣٦ تا ٣٨  
 محمد بن بزم الهابي، ٤٨، ٨٥  
 المراءون، ٦٩، ٧٠، ٨٤، ٩٢، ١٢٨  
 ١٣٣، ١٥٦، ١٥٨، ١٦٧، ١٧٣  
 ١٧٤، ١٩٠، ١٩١، ١٩٩، ٢٠٢  
 ٢٠٣، ٢٠٤، ٢٠٦، ٢٠٨، ٢٠٩  
 ٢٦٦، ٢٦٧، ٣٣٧  
 مراکش (حسبي)، ٩١، ٣٦٠  
 المرائي ابو حجاج يوسف، ٢٣٦  
 مرتقول (المعتمد داللة كا دوتا)، ٥٣  
 ٥٤



يحيى بن علي فاطمي ، ٥٣ ، ٥٣

يحيى بن علي المعلي ، ١٤٩ ، ٥٧ ، ٥٩

يوسف (امير المؤمنين) ابو يوسف يعقوب

يحيى بن عادية ، ٢٠٣ ، ٢٧٣ ، ٢٧٤

يوسف (ابو عبد الله محمد بن ابي يوسف

يحيى بن يحيى ، ١٢

كا ولي عهد) ، ٣٠٧

يزيد بن ابي سفيان بن حرب ابن امية

يوسف ابو الحاج المعروف بـ المرائي ،

٢٣٦

بن عبد الشمس بن عبد مناف ، ١٤

يوسف بن تاشفين لموسى ، ٣ ، ٦٩

يزيد بن فاطم (ابا ابن قبط سكسكي

٧٥ ، ٨٤ ، ١٢٣ ، ١٣٦ ، ١٥٦ ، ١٥٧

مصري) ، ١١

١٥٨ ، ١٥٩ ، ١٩٦ ، ٢٨١ ، ٣٥٦

يعقوب (امير المؤمنين) ابو يعقوب كا

دستا) ، ٣٥٥

يوسف بن سعد الملقب بـ الرئيس ، ٣٤٧

يعقوب (بن عمر بن عبد المؤمن) ،

يوسف بن سليمان ، ١٩٢ ، ٣٣٤

٢٧١ ، ٣٠٩ ، ٣٣٩

يوسف بن عبد الرحمان بن ابو عبد بن

علي بن ابي رند ، ٥١

عصه بن نافع مهري ، ١٣

يوسف (بيغمبر) ، ٤٣

يوسف بن عبد الرحمان مهري ، ١٢

يوسف (عيسى بن عمران ناري كا بنتا) ،

يوسف بن عبد الله بن ابراهيم ابن

٢٤٤

حامع ، ٣١١

يوسف (بن عبد المؤمن) ، ٢٣٣ ، ٢٣٩



ناكرونة ، ٦٥	بحر روم (بحر رومی) ، ديكهو بحر ماطس
فاسيفت ، ٣٦٠	بحر ظلمت ، ديكهو بحر اقداس
نديمبر ، ١١١ ، ١٢٣	بحر ماطس (بحر رومی) ، ٥ ، ٣ ، ٤ ، ٥
لمسان ، ١٨٠ ، ١٨١ ، ١٩٦ ، ٢٠٠	١٦ ، ١٥ ، ١٤ ، ١٣ ، ١٢ ، ١١ ، ١٠
٢٠٢ ، ٢٢٨ ، ٢٤٤ ، ٢٥٤ ، ٢٥٣	٣٥٠ ، ٣٥٩ ، ٣٦١ ، ٣٦٢ ، ٣٦٥
٣٥٩	٣٦٩ ، ٣٦٦
نمسانان ، ٣٥٨	بحر هند ، ٣٥٠
نس ، ٣٤٩	بحيرة ، ١٩١
نورر ، ٢٢٦ ، ٣٥١	نورنر ، ١٠٨ ، ١١٠ ، ١٢٥ ، ١٢٦ ، ١٢٦
نونس ، ٢٢٥ ، ٢٢٦ ، ٢٧١ ، ٣٠٧ ، ٣٤٧	١٣٧ ، ١٣٨ ، ٢٢٥ ، ٣٠٥
٣٤٨ ، ٣٥١ ، ٣٥٢ ، ٣٥٩	برشالده ، ٢٦٢
نهامه ، ١٦٤	برشونه ، ٦٧ ، ٣٦٢ ، ٣٦٦
نيممل ، ١٨٦ ، ١٨٦ ، ١٩٠ ، ١٩٣ ، ٢٠٢	برقه (ديكهو اطلاليس) ، ١٦ ، ٣٣٣ ، ٣٤٣
٢٣٤ ، ٢٥٩ ، ٢٨٢ ، ٢٨٨ ، ٣٠٧	٣٥٠ ، ٣٥٨
٣٢٥ ، ٣٣٣ ، ٣٣٦ ، ٣٣٨ ، ٣٣٩	بسطه ، ٣٦٤
جبل طارق ، ٢١١ ، ٣٦٢	بسكرة ، ٣٥١
جبل الفتح ، ٢١١ ، ٢٢٣ ، ٣٦٢ ، ٣٦٥	طحاء ، ٢٢٨
الجزائر ، ١٨٦ ، ٣٤٩	طلوس ، ٦٩
جروله ، ٣١٦ ، ٣٢٨ ، ٣٥٧	بعداد ، ٢٥ ، ٢٩ ، ١٧٦ ، ٣٥٤
جريرة ، ٥٩ ، ٦١ ، ٦٥ ، ٦٨ ، ٣١٩	نكارس ، ٣٥٩
جريرة خصره ، ٥ ، ٧ ، ٢٢ ، ٣٨ ، ٣٤٧	بلاد الجرد ، ٢٧١ ، ٣٥١
٦٥ ، ١٢٤ ، ١٢٥ ، ٢١٠ ، ٢٩٥ ، ٣٦٢	نلس ، ٣٦٦
٣٦٥	بلسمه ، ٥ ، ٦٨ ، ١١٥ ، ١٢٥ ، ١٢٥
جريرة السنقر ، ٣٦٦	١٧٣ ، ٢٠٧ ، ٢٤٧ ، ٢٦٦ ، ٣١٦
الجالب ، ٢٤٧	٣٣٣ ، ٣٦٦ ، ٣٦٥
جيان ، ٥ ، ١٦٨ ، ٢٠٩ ، ٢١٩ ، ٣٢٥	بست ، ٥٣
٣٢١ ، ٣٣٣ ، ٣٦٦	بسكله ، ٣٦٥ ، ٣٦٦
حامه ، ٢٢٦	بى زرت ، ٣٤٨
حامه دقوس ، ٢٧١	بونه ، ٢٠٥ ، ٣٤٨ ، ٣٤٩
حيشه ، ٣٥٠	تاجرا ، ١٩٦ ، ٢٢٩
حجاز ، ٨٨	ناجو ، ٣٦٩
حسن ايرش ، ٦٢ ، ٣٦٦	تادلا ، ٢٧٥ ، ٢٧٦
حسن سالم ، ٥٢ ، ٣٢١	تارو دانف ، ٣٥٧
حسن صفوره ، ٢٠٩	نازا ، ٢٣٣
حسن الفرج ، ٢٩٠	ناظنت (نجاية كا ايكه دروازة) ، ٢٢٧

حصہ فنیہ، ۳۶۳	سور، ۳۵۹
حصہ نرہد، ۱۰۵، ۳۶۳	مجلد ہاسد، ۳۰۷-۳، ۳۰۹، ۳۰۳، ۳۰۳
حصہ انٹیج، ۱۰۵	مرفستہ، ۱۰۵، ۶۷، ۱۰۰، ۱۱۵، ۱۰۶
حصہ ماربلہ، ۳۰۹	۳۶۳
حصہ مرشد، ۳۶۸	مقامس، ۳۶۲
حصہ مسکب، ۶۵، ۳۶۵	سلا، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳
حصہ ۳۶۷	۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰
حلیج رومی، ۳	۳۶۰
دارانقر، ۳۷	سمورہ، ۳۶۳
دایہ، ۶، ۶۹، ۱۰۱، ۲۰۸، ۲۶۷	سودان، ۳۵۸، ۳۵۷، ۳۵۹
۷۰، ۳۵۹، ۳۶۳، ۳۶۵	سوس (الافصل)، ۸۳، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۳
دزن، ۲۵۰	۱۹۰، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۰۶، ۲۰۶، ۲۰۶
دلاہ، ۳۵۸	۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۸، ۳۳۸، ۳۳۸
دمشق، ۲۶۹	۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۰
رباط قازا، ۲۵۳، ۳۵۳، ۳۵۹	سوسہ، ۳۶۷
رباط الفح، ۳۵۵	سیو میراب، ۲۰۳، ۲۰۳
رد، ۱۵	شاطبہ، ۳۵۹، ۳۶۳
رشید، ۳۶۳	شام، ۳۰، ۳۰
ردہ، ۳۱۷، ۳۱۰، ۳۱۱	شام عریض، ۳۶۳
روضہ (اور اس کی مسجد)، ۳۱۰	شرجس، ۳۰۸، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳
روم، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳	مفسارہ، ۳۶۰
۲۶، ۱۵۷، ۱۶۷، ۱۸۶، ۲۰۱	مغورہ (کوہ)، ۱۱۵، ۱۱۶، ۳۶۷، ۳۶۹
۲۶۷، ۲۶۸، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۹۰	مغربیہ، ۳۶۳
۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۰، ۳۲۰، ۳۲۰	مغلب، ۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱
۳۵۰، ۳۵۸، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۳	۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۰۳
۳۶۳، ۳۶۹	۳۶۸
ریاح، ۲۸۱، ۳۰۰	مغلب درہ، ۳۱۹
رجندر، ۳۵۷، ۳۵۸	مغلب، ۶۶
زقاق، ۳، ۷، ۳۸، ۳۶۹	مغلبنکہ، ۳۶۳
زلاقیہ، ۳۸، ۳۸	مغلوب، ۳۵۸
زویلہ، ۳۶۷، ۳۶۷	مغلبت، ۵۲
ستہ، ۳۸، ۳۹، ۴۷، ۵۷، ۵۸، ۶۰	مغلبوس، ۱۰۶
۶۱، ۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۷	مغلبہ، ۳۵۸، ۳۶۳
۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۷، ۳۶۷	مغلبین، ۶۹، ۱۵۹، ۱۶۱، ۲۵۵، ۲۵۶
مسطاط، ۳۶۳	۲۵۸، ۲۶۳، ۲۶۳، ۲۶۳

مشمدة، ٣٦٨  
 شنيافودة، ٣٦٣  
 معلية، ١٦، ٣٣٣، ٣٢٥، ٢٢٦، ٢٥٠  
 ٣٥٢  
 صهاجة، ٥١، ٦٢، ١٥، ٨٩، ٣٠٣  
 ٢٧٣، ٣٢٧، ٣٢٨، ٣٣٧، ٣٣٨  
 ٣٦٠، ٣٤٦  
 طاهرت، ٣٢٩  
 طمودة، ٩  
 طمودة، ٣٧٨  
 طرابلس الغرب، ٢٢٦، ٣٣٨، ٣٤٣  
 ٣٥٨، ٣٤٦، ٣٥٥  
 طرس، ٢٢، ٢٧٩  
 طرطودة، ٣٧، ٥٣، ٦٧، ٣٦٢، ٣٦٣، ٣٦٤  
 طرف امبرنال، ٣٦٢  
 طرف الفصح، ٣٦٢  
 طركونة، ٣٦٢  
 طريف، ٣٣١، ٣٥٠، ٣٦٢  
 طلميرة، ٣٦٣  
 طلميشة، ٣٥٨  
 طليطلة، ٣٠، ٩، ٣٧، ٥٧، ٦٨، ٨٨  
 ١٢٦، ٢٨١، ٢٨٢، ٣٠٩، ٣١٠  
 ٣٢٠، ٣٦١، ٣٦٣، ٣٦٩  
 طنجة، ٣، ٦، ٣٨، ٤٧، ٥٧، ٥٨، ٦٠  
 ٦١، ٦٢، ٣٣١، ٣٣٧، ٣٣٨، ٣٣٩  
 ٣٥٠، ٣٦٢  
 طور، ٢٩٢  
 عقاب، ٣٢١  
 عليا، ٣٦٨  
 عمارة، ٦٤، ٣٤٦  
 فارس، ١٨٦  
 فاس، ٢١١، ٣٣٣، ٣٤٣، ٢٧٥، ٢٧٦  
 ٢٨٠، ٢٨٢، ٣١٢، ٣١٥، ٣٢٧  
 ٣٥٢، ٣٥٣، ٣٥٤، ٣٥٥، ٣٥٦  
 ٣٥٩  
 حص الحديد، ٢٨١  
 مراس، ٦٧  
 ممرارة، ١٧٨  
 ماس، ٢٢٦، ٣٤٦، ٣٥١  
 عالم، ٢٠٠  
 ماهره، ٣٤٧  
 موطه، ٥، ٦، ٣١، ٣١، ٢٢، ٢٣  
 ٢٤، ٢٦، ٣٣، ٣٤، ٣٧  
 ٣٨، ٣٩، ٣٠، ٣٢، ٣٥٧، ٣٥٨، ٣٥٩  
 ٥٠، ٥٢، ٥٣، ٥٤، ٥٥، ٥٦  
 ٥٧، ٦٨، ٨٤، ٨٦، ٩٧، ٩٨  
 ١٠١، ١٠٦، ١٠١، ١١٧، ١١٨  
 ١٢٣، ١٣٣، ١٤٧، ١٤٨، ١٤٩  
 ١٨٣، ٢٠٠، ٢٠٩، ٢١٠، ٢١١  
 ٢٢٠، ٢٢٣، ٢٢٤، ٢٢٦، ٢٢٩  
 ٣٠٥، ٣٠٦، ٣٠٤، ٣٥٨، ٣٦١  
 ٣٦٦، ٣٦٧، ٣٦٨  
 موطه، ٣٤٧  
 مرمودة، ١٤، ٥٨، ٦٦، ٨٩  
 مسطيطنة عطل، ٣٤٧  
 مسطيطنة المغرب، ٢٠٤، ٣١٤، ٣١٨  
 ٣٢٠، ٣٤٦، ٣٤٩، ٣٥٣  
 مسطيطنة الهواد، ٣٤٦  
 مسطيلبة، ٣٥١  
 فسال، ٣٢٠، ٣٦٣  
 فسر مزارك، ١١٨، ١٢٣  
 فسر مسمودة، ٣٥٠، ٣٦٢  
 فقصه، ٢٢٦، ٢٥٠، ٢٧٢، ٣٥١  
 فلعة، ٢٠٥  
 فلعة ابوب، ٦٧، ٣٦٣  
 فلعة بنو حماد، ٢٠٤، ٢٧٠، ٢٢٩، ٣٥٣  
 فلمربة، ٣٦٣  
 فطش، ٣٧  
 فيروان، ٧، ٨، ١٢، ٢٢١، ٢٢٥، ٢٢٥  
 ٣٥٨، ٣٥١، ٣٥٢، ٣٥٣، ٣٥٤

مشمدة، ٣٦٨  
 شنيافودة، ٣٦٣  
 معلية، ١٦، ٣٣٣، ٣٢٥، ٢٢٦، ٢٥٠  
 ٣٥٢  
 صهاجة، ٥١، ٦٢، ١٥، ٨٩، ٣٠٣  
 ٢٧٣، ٣٢٧، ٣٢٨، ٣٣٧، ٣٣٨  
 ٣٦٠، ٣٤٦  
 طاهرت، ٣٢٩  
 طمودة، ٩  
 طمودة، ٣٧٨  
 طرابلس الغرب، ٢٢٦، ٣٣٨، ٣٤٣  
 ٣٥٨، ٣٤٦، ٣٥٥  
 طرس، ٢٢، ٢٧٩  
 طرطودة، ٣٧، ٥٣، ٦٧، ٣٦٢، ٣٦٣، ٣٦٤  
 طرف امبرنال، ٣٦٢  
 طرف الفصح، ٣٦٢  
 طركونة، ٣٦٢  
 طريف، ٣٣١، ٣٥٠، ٣٦٢  
 طلميرة، ٣٦٣  
 طلميشة، ٣٥٨  
 طليطلة، ٣٠، ٩، ٣٧، ٥٧، ٦٨، ٨٨  
 ١٢٦، ٢٨١، ٢٨٢، ٣٠٩، ٣١٠  
 ٣٢٠، ٣٦١، ٣٦٣، ٣٦٩  
 طنجة، ٣، ٦، ٣٨، ٤٧، ٥٧، ٥٨، ٦٠  
 ٦١، ٦٢، ٣٣١، ٣٣٧، ٣٣٨، ٣٣٩  
 ٣٥٠، ٣٦٢  
 طور، ٢٩٢  
 عقاب، ٣٢١  
 عليا، ٣٦٨  
 عمارة، ٦٤، ٣٤٦  
 فارس، ١٨٦  
 فاس، ٢١١، ٣٣٣، ٣٤٣، ٢٧٥، ٢٧٦  
 ٢٨٠، ٢٨٢، ٣١٢، ٣١٥، ٣٢٧  
 ٣٥٢، ٣٥٣، ٣٥٤، ٣٥٥، ٣٥٦  
 ٣٥٩



مسجد العدد ' ١١٠ ' ١٨١  
مسرفة ' ٣٦٨  
مصر ' ١٠٠ ' ١٦٥ ' ١٦٦ ' ١٦٧ ' ١٦٨  
١٦٩ ' ١٧٠ ' ١٧١ ' ١٧٢ ' ١٧٣ ' ١٧٤ ' ١٧٥  
١٧٦ ' ١٧٧ ' ١٧٨ ' ١٧٩ ' ١٨٠ ' ١٨١  
١٨٢ ' ١٨٣ ' ١٨٤ ' ١٨٥ ' ١٨٦ ' ١٨٧  
١٨٨ ' ١٨٩ ' ١٩٠ ' ١٩١ ' ١٩٢ ' ١٩٣  
١٩٤ ' ١٩٥ ' ١٩٦ ' ١٩٧ ' ١٩٨ ' ١٩٩  
٢٠٠ ' ٢٠١ ' ٢٠٢ ' ٢٠٣ ' ٢٠٤ ' ٢٠٥  
٢٠٦ ' ٢٠٧ ' ٢٠٨ ' ٢٠٩ ' ٢١٠ ' ٢١١  
٢١٢ ' ٢١٣ ' ٢١٤ ' ٢١٥ ' ٢١٦ ' ٢١٧  
٢١٨ ' ٢١٩ ' ٢٢٠ ' ٢٢١ ' ٢٢٢ ' ٢٢٣  
٢٢٤ ' ٢٢٥ ' ٢٢٦ ' ٢٢٧ ' ٢٢٨ ' ٢٢٩  
٢٣٠ ' ٢٣١ ' ٢٣٢ ' ٢٣٣ ' ٢٣٤ ' ٢٣٥  
٢٣٦ ' ٢٣٧ ' ٢٣٨ ' ٢٣٩ ' ٢٤٠ ' ٢٤١  
٢٤٢ ' ٢٤٣ ' ٢٤٤ ' ٢٤٥ ' ٢٤٦ ' ٢٤٧  
٢٤٨ ' ٢٤٩ ' ٢٥٠ ' ٢٥١ ' ٢٥٢ ' ٢٥٣  
٢٥٤ ' ٢٥٥ ' ٢٥٦ ' ٢٥٧ ' ٢٥٨ ' ٢٥٩  
٢٦٠ ' ٢٦١ ' ٢٦٢ ' ٢٦٣ ' ٢٦٤ ' ٢٦٥  
٢٦٦ ' ٢٦٧ ' ٢٦٨ ' ٢٦٩ ' ٢٧٠ ' ٢٧١  
٢٧٢ ' ٢٧٣ ' ٢٧٤ ' ٢٧٥ ' ٢٧٦ ' ٢٧٧  
٢٧٨ ' ٢٧٩ ' ٢٨٠ ' ٢٨١ ' ٢٨٢ ' ٢٨٣  
٢٨٤ ' ٢٨٥ ' ٢٨٦ ' ٢٨٧ ' ٢٨٨ ' ٢٨٩  
٢٩٠ ' ٢٩١ ' ٢٩٢ ' ٢٩٣ ' ٢٩٤ ' ٢٩٥  
٢٩٦ ' ٢٩٧ ' ٢٩٨ ' ٢٩٩ ' ٣٠٠ ' ٣٠١  
٣٠٢ ' ٣٠٣ ' ٣٠٤ ' ٣٠٥ ' ٣٠٦ ' ٣٠٧  
٣٠٨ ' ٣٠٩ ' ٣١٠ ' ٣١١ ' ٣١٢ ' ٣١٣  
٣١٤ ' ٣١٥ ' ٣١٦ ' ٣١٧ ' ٣١٨ ' ٣١٩  
٣٢٠ ' ٣٢١ ' ٣٢٢ ' ٣٢٣ ' ٣٢٤ ' ٣٢٥  
٣٢٦ ' ٣٢٧ ' ٣٢٨ ' ٣٢٩ ' ٣٣٠ ' ٣٣١  
٣٣٢ ' ٣٣٣ ' ٣٣٤ ' ٣٣٥ ' ٣٣٦ ' ٣٣٧  
٣٣٨ ' ٣٣٩ ' ٣٤٠ ' ٣٤١ ' ٣٤٢ ' ٣٤٣  
٣٤٤ ' ٣٤٥ ' ٣٤٦ ' ٣٤٧ ' ٣٤٨ ' ٣٤٩  
٣٥٠ ' ٣٥١ ' ٣٥٢ ' ٣٥٣ ' ٣٥٤ ' ٣٥٥  
٣٥٦ ' ٣٥٧ ' ٣٥٨ ' ٣٥٩ ' ٣٦٠ ' ٣٦١  
٣٦٢ ' ٣٦٣ ' ٣٦٤ ' ٣٦٥ ' ٣٦٦ ' ٣٦٧  
٣٦٨ ' ٣٦٩ ' ٣٧٠ ' ٣٧١ ' ٣٧٢ ' ٣٧٣  
٣٧٤ ' ٣٧٥ ' ٣٧٦ ' ٣٧٧ ' ٣٧٨ ' ٣٧٩  
٣٨٠ ' ٣٨١ ' ٣٨٢ ' ٣٨٣ ' ٣٨٤ ' ٣٨٥  
٣٨٦ ' ٣٨٧ ' ٣٨٨ ' ٣٨٩ ' ٣٩٠ ' ٣٩١  
٣٩٢ ' ٣٩٣ ' ٣٩٤ ' ٣٩٥ ' ٣٩٦ ' ٣٩٧  
٣٩٨ ' ٣٩٩ ' ٤٠٠ ' ٤٠١ ' ٤٠٢ ' ٤٠٣  
٤٠٤ ' ٤٠٥ ' ٤٠٦ ' ٤٠٧ ' ٤٠٨ ' ٤٠٩  
٤١٠ ' ٤١١ ' ٤١٢ ' ٤١٣ ' ٤١٤ ' ٤١٥  
٤١٦ ' ٤١٧ ' ٤١٨ ' ٤١٩ ' ٤٢٠ ' ٤٢١  
٤٢٢ ' ٤٢٣ ' ٤٢٤ ' ٤٢٥ ' ٤٢٦ ' ٤٢٧  
٤٢٨ ' ٤٢٩ ' ٤٣٠ ' ٤٣١ ' ٤٣٢ ' ٤٣٣  
٤٣٤ ' ٤٣٥ ' ٤٣٦ ' ٤٣٧ ' ٤٣٨ ' ٤٣٩  
٤٤٠ ' ٤٤١ ' ٤٤٢ ' ٤٤٣ ' ٤٤٤ ' ٤٤٥  
٤٤٦ ' ٤٤٧ ' ٤٤٨ ' ٤٤٩ ' ٤٥٠ ' ٤٥١  
٤٥٢ ' ٤٥٣ ' ٤٥٤ ' ٤٥٥ ' ٤٥٦ ' ٤٥٧  
٤٥٨ ' ٤٥٩ ' ٤٦٠ ' ٤٦١ ' ٤٦٢ ' ٤٦٣  
٤٦٤ ' ٤٦٥ ' ٤٦٦ ' ٤٦٧ ' ٤٦٨ ' ٤٦٩  
٤٧٠ ' ٤٧١ ' ٤٧٢ ' ٤٧٣ ' ٤٧٤ ' ٤٧٥  
٤٧٦ ' ٤٧٧ ' ٤٧٨ ' ٤٧٩ ' ٤٨٠ ' ٤٨١  
٤٨٢ ' ٤٨٣ ' ٤٨٤ ' ٤٨٥ ' ٤٨٦ ' ٤٨٧  
٤٨٨ ' ٤٨٩ ' ٤٩٠ ' ٤٩١ ' ٤٩٢ ' ٤٩٣  
٤٩٤ ' ٤٩٥ ' ٤٩٦ ' ٤٩٧ ' ٤٩٨ ' ٤٩٩  
٥٠٠ ' ٥٠١ ' ٥٠٢ ' ٥٠٣ ' ٥٠٤ ' ٥٠٥  
٥٠٦ ' ٥٠٧ ' ٥٠٨ ' ٥٠٩ ' ٥١٠ ' ٥١١  
٥١٢ ' ٥١٣ ' ٥١٤ ' ٥١٥ ' ٥١٦ ' ٥١٧  
٥١٨ ' ٥١٩ ' ٥٢٠ ' ٥٢١ ' ٥٢٢ ' ٥٢٣  
٥٢٤ ' ٥٢٥ ' ٥٢٦ ' ٥٢٧ ' ٥٢٨ ' ٥٢٩  
٥٣٠ ' ٥٣١ ' ٥٣٢ ' ٥٣٣ ' ٥٣٤ ' ٥٣٥  
٥٣٦ ' ٥٣٧ ' ٥٣٨ ' ٥٣٩ ' ٥٤٠ ' ٥٤١  
٥٤٢ ' ٥٤٣ ' ٥٤٤ ' ٥٤٥ ' ٥٤٦ ' ٥٤٧  
٥٤٨ ' ٥٤٩ ' ٥٥٠ ' ٥٥١ ' ٥٥٢ ' ٥٥٣  
٥٥٤ ' ٥٥٥ ' ٥٥٦ ' ٥٥٧ ' ٥٥٨ ' ٥٥٩  
٥٦٠ ' ٥٦١ ' ٥٦٢ ' ٥٦٣ ' ٥٦٤ ' ٥٦٥  
٥٦٦ ' ٥٦٧ ' ٥٦٨ ' ٥٦٩ ' ٥٧٠ ' ٥٧١  
٥٧٢ ' ٥٧٣ ' ٥٧٤ ' ٥٧٥ ' ٥٧٦ ' ٥٧٧  
٥٧٨ ' ٥٧٩ ' ٥٨٠ ' ٥٨١ ' ٥٨٢ ' ٥٨٣  
٥٨٤ ' ٥٨٥ ' ٥٨٦ ' ٥٨٧ ' ٥٨٨ ' ٥٨٩  
٥٩٠ ' ٥٩١ ' ٥٩٢ ' ٥٩٣ ' ٥٩٤ ' ٥٩٥  
٥٩٦ ' ٥٩٧ ' ٥٩٨ ' ٥٩٩ ' ٦٠٠ ' ٦٠١  
٦٠٢ ' ٦٠٣ ' ٦٠٤ ' ٦٠٥ ' ٦٠٦ ' ٦٠٧  
٦٠٨ ' ٦٠٩ ' ٦١٠ ' ٦١١ ' ٦١٢ ' ٦١٣  
٦١٤ ' ٦١٥ ' ٦١٦ ' ٦١٧ ' ٦١٨ ' ٦١٩  
٦٢٠ ' ٦٢١ ' ٦٢٢ ' ٦٢٣ ' ٦٢٤ ' ٦٢٥  
٦٢٦ ' ٦٢٧ ' ٦٢٨ ' ٦٢٩ ' ٦٣٠ ' ٦٣١  
٦٣٢ ' ٦٣٣ ' ٦٣٤ ' ٦٣٥ ' ٦٣٦ ' ٦٣٧  
٦٣٨ ' ٦٣٩ ' ٦٤٠ ' ٦٤١ ' ٦٤٢ ' ٦٤٣  
٦٤٤ ' ٦٤٥ ' ٦٤٦ ' ٦٤٧ ' ٦٤٨ ' ٦٤٩  
٦٥٠ ' ٦٥١ ' ٦٥٢ ' ٦٥٣ ' ٦٥٤ ' ٦٥٥  
٦٥٦ ' ٦٥٧ ' ٦٥٨ ' ٦٥٩ ' ٦٦٠ ' ٦٦١  
٦٦٢ ' ٦٦٣ ' ٦٦٤ ' ٦٦٥ ' ٦٦٦ ' ٦٦٧  
٦٦٨ ' ٦٦٩ ' ٦٧٠ '

وهران ' ٢٠٠ ' ٢٠٢ ' ٢٠٣ ' ٣٤٩	وادی الرمان ' ٣٥٥
٣٥٣ ' ٣٥٨	الوادی الكبير ' ٣٥٩
هند ' ٣٥٠	وادی ملوكة ' ٣٥٩
ناجرة ' ٦٩ ' ٧٠	وانسفن ' ٣٦٠
ياسة ' ٢٦٧	وجد ' ٢٤٨ ' ٣٦٣
ياسة ' ٣٢٢	ورعة ' ٣٥٩
يمن ' ١٣	وركاس ' ٣٥٨
٣٥٩ - <del>٣٥٩</del>	وطا عمرة ' ٢٧١

## ج - فهرست اسماء كتب

كتاب الجواس من معطل المدحى مع  
 امة عمه عمراء ار ابو العلاء صاعد ، ٢٧  
 كتاب الجوامع ار ابو الوليد ابن رشد ، ٢٤١  
 كتاب الحسن والحسوس ار ارسطو طاليس ،  
 ٢٤١  
 كتاب الحيوان ار ارسطو طاليس ، ٣٠٥  
 كتاب الدحية ، ١٧٠  
 كتاب السماء والعالم ار ارسطو طاليس ،  
 ٢٤١  
 كتاب سيمونه ، ٣٠١  
 كتاب العين ار ابو علي قالى ، ٢٤  
 كتاب القصص ار ابو العلاء صاعد ، ٢٦  
 كتاب المجسطى ، ١٨٣  
 كتاب المطق ار ارسطو طاليس ، ٣٠٥  
 كتاب الروادر ار ابو فالى ، ٢٦  
 كتاب الهججف بن عيد قان بن يئزى  
 مع الحوت بن مجرمة بن ابيف  
 ار ابو العلاء صاعد ، ٢٧  
 مابر العامرية ار ابو مروان بن حيان ، ٣٣  
 مدونة سحر ، ٢٧٦  
 المسالك والممالك ار ابو عبيد بكري ،  
 ١٩٠  
 المسالك والممالك از ابن حردادبه ، ١٩٠  
 المسالك والممالك ار مرغاني ، ١٩٠  
 المسالك والممالك از ابن مياص ، ١٩٠  
 مسند ابن ابي شبة ، ٧٦  
 مسند نزار ، ٢٧٦  
 المظفرى ، ٧٠  
 الملكى (درطب) ، ٢٣٥  
 نوادر ابن ابي زيد ، ٢٧٦  
 واصله از ابن حبيب ، ٦  
 تنبيه از ابو منصور النعا

الاحكام ار محمد عبد الحى بن  
 عبد الرحمان اردى اشميلي ، ٢٧٠  
 احصاءات ار روحى ، ٧٠  
 الاحوانات (رسائل) ، ١٦٤  
 اعز ما طلب ار ابن بومرت ، ١٨٥  
 الامانى الصادقة ار حمدى ، ٢٢  
 المهدب از برادعى ، ٢٧٦  
 الحماسة ، ٢٢٤ ، ٢٩٩  
 ديوان مسبى ، ٣٠٠ ، ٣٠١  
 ديوان رسائل از ابو عبد الله محمد بن  
 ابي الخصال ، ١٧٣  
 الرسالة الحولية از ابن ابي الخصال ، ١٦٧  
 رساله حى بن يعطان ار ابن طفيل ، ٢٣٧  
 رساله الكون والفساد ار ارسطو طاليس ، ٢٤١  
 سمع الكيان ، ٢٤١  
 سنن ابو داؤد ، ٢٧٦ ، ٢٧٨  
 سنن الرار ، ٢٧٦  
 سنن بيهقى فى الصلوات ، ٢٧٦  
 سنن دار قطنى ، ٢٧٦  
 سنن نسائى ، ٢٧٦  
 صحيح بخارى ، ٢٣٥ ، ٢٧٦  
 صحيح مسلم ، ٢٣٥ ، ٢٧٦  
 الصلة از ابو محمد عبد الله بن محمد بن  
 جعفر مرغاني ، ٤٣  
 عيون الاحبار از ابن فتيبة ، ٧٠  
 فرائد الذهب فى ذكر لغام العرب ار  
 مالک بن وهب ، ١٨٢  
 فصيحة سبينة ار محمد بن عبد ربه  
 ابو عبد الله ، ٢٩٨  
 كتاب الانار العلوية ارسطو طاليس ، ٢٤١  
 كتاب الاغاني ، ٧٩ ، ٨١  
 كتاب الثمرة از بظلموس ، ١٨٣

